قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام اور اُنکی قوموں کے احوال

جلد چہارم

قبر مبارک حضرت صالح علیہ السلام

قبر مبارک حضرت نوح علیہ السلام

قبر مبارک حضرت یحییٰ علیہ السلام

قبر مبارک حضرت ایوب علیہ السلام

قبر مبارک حضرت یعقوب علیہ السلام

مؤلف:
مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاھد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلّل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام
اور
اُنکی قوموں کے احوال

جلد چہارم

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی قوموں کے احوال (جلد چہارم)

مصنف .... مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری

صفحات ۹۷۶

تعداد ۶۰۰

کمپوزنگ .... زاہد اقبال

تاریخ اشاعت .... فروری ۲۰۱۵ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت 850روپے

ناشر اکبر بک سیلرز زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو استاد محترم واستاذ العلماء وشیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی غلام شبیر سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کے فیض سے کثیر طلباء کرام وعلماء کرام علم وعمل سے پیراستہ ہوئے اور انشاءاللہ عزوجل ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ میرے استاد محترم کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور عمر درازی بالخیر عطا فرمائے۔ مجھ حقیر پر سایہ شفقت تادائم وقائم فرمائے۔ میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز واقارب، اساتذہ کرام اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت وایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت میں شفاعت شفیع اعظم وجنت الفردوس میں نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

اظہار تشکر

الحمدللہ عزوجل انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی قوموں کے احوال سے موسوم تین جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج چوتھی جلد کا آغاز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے صدہا کروڑوں احسانات میں سے یہ بھی مجھ حقیر پر احسان ہے کہ مجھے علم دین کی خدمت کے لئے چنا اور علم دین دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ علم دین جن کی خدمت صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین وعلماء کرام رضی اللہ عنہم ورحمۃ اللہ علیہم کرتے چلے آئے ہیں اور انشاءاللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھے علم دین کی خدمت مرتے دم تک کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے لئے بذریعۂ نجات بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ ومغفرت ومدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جواب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز افزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گل پہ عندلیب خار حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

گرد ملال اگر دھلے دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں
اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں
راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں
ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

کلام از: اعلیٰ حضرت امام الرضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تم تو طلب گار ہو آخر مجاہد اس ساقی کوثر کے
مل جائے گا تمہیں بھی جام پھر بے قرار کیوں

فہرست جلد چہارم

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات وواقعات

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام

عنوان	صفحہ

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درود شریف کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔
پھر ہمارا رب تبارک تعالیٰ فرماتا ہے۔
اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 6026)

سبحان اللہ عزوجل! نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے کے لئے فرشتے بھی استغفار کرتے ہیں جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں لہٰذا ہمیں اپنے آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہئے تاکہ ہماری دنیا و آخرت بہتر ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی اور کلیم ہیں کہ آپ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو توراۃ شریف عطا فرمائی جو بنی اسرائیل کے متعلق نازل فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ فرعون وہ بدبخت شخص تھا جس نے خدائی دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے اس بدبخت کو اس شرکیہ فعل سے منع فرمایا تو اس نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت کو ایسا نیست و نابود فرمایا کہ آج تک عبرت کا نشانہ بنا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام مبارک

لفظ موسیٰ دو کلموں سے مل کر بنا ہے۔

1-مو

2-سیٰ

مو کا معنیٰ ہے پانی۔

اور سیٰ کا معنیٰ ہے درخت

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

لفظ موسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور دو کلموں سے مل کر بنا ہے۔

مو کا معنیٰ ہے پانی

اور سیٰ کا معنیٰ ہے درخت

حضرت موسیٰ کو ان کی والدہ محترمہ نے فرعون کے خوف سے تابوت میں رکھ دیا تھا اور اس تابوت کو سمندر میں ڈال دیا۔ سمندر کی موجیں اس تابوت کو فرعون کے گھر کے قریب درختوں کے جھنڈ میں لے آئیں۔ فرعون کی بیوی آسیہ کو وہ تابوت ملا اس نے تابوت سے بچہ نکال لیا اور چونکہ یہ بچہ اسے پانی اور درختوں سے ملا تھا تو اس جگہ کی مناسبت سے اس کا نام موسیٰ (علیہ السلام) رکھ دیا۔ (تفسیر کبیر، ج 1، ص 343، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک وجہ یہ بھی لکھی گئی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی موسیٰ اس لیے ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کو پانی اور درخت کے درمیان القاء کیا گیا اور قبطی زبان میں مو کو پانی اور درخت کو سیٰ کہتے ہیں۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:337 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب شریف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نسب شریف کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام و نسب یہ ہے:۔

موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاعث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

(تفسیر کبیر: ج:1، ص:343 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:237 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہاں اور کس طرح رہائش پذیر رہی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام تک آپ علیہ السلام کی اولاد کنعان میں ہی رہائش پذیر رہی پھر حضرت یوسف علیہ السلام مصر تشریف لائے اور وہاں ہی رہائش پذیر ہوئے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کی اولاد کا مصر پر غلبہ ہو گیا اور وہ وہیں پر رہائش پذیر رہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام تک ان کی اولاد کنعان میں ہی آباد رہی پھر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے حسد کی وجہ سے بظاہر غلام بن کر مصر میں تشریف لائے یہاں حق تعالیٰ نے ان کو بڑا عروج عطا فرمایا جب کنعان میں سخت قحط پڑا تب حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد مصر میں تشریف لائے ان سب کو خدا تعالیٰ نے بڑھایا اور چند صدیوں میں مصر میں ان کے لاکھوں آدمی ہو گئے اور اس عرصہ میں وہاں اسرائیلیوں کا بہت دبدبہ رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام والا فرعون اور اس کے ساتھی مر کھپ گئے اور ملک میں بدنظمی پیدا ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:318 مطبوعہ لاہور)

فرعون ایک غریب عطار تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون ایک غریب عطار تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ولید بن مصعب جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون ہے یہ شہر اصفہان کا ایک غریب عطار تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:318 مطبوعہ لاہور)

فرعون پر بہت سارا قرضہ ہونے کے بعد اصفہان سے شام کی جانب بھاگنا

چونکہ فرعون ایک غریب عطار تھا، اسی لیے جب اس پر بہت سارا قرضہ ہو گیا تو یہ اصفہان سے بھاگ کر شام پہنچا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہ شہر کا ایک غریب عطار تھا جب اس پر بہت سارا قرض ہو گیا تو اصفہان سے بھاگ کر شام پہنچا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:318 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا شام میں ذریعہ معاش نہ ملنے پر مصر جانا

جب فرعون شام آیا تو اس کے ہاتھ میں کوئی معقول ذریعہ معاش نہ آیا تو وہ روزی کی تلاش میں مصر بھاگ آیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ولید ابن مصعب جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون ہے یہ شہر اصفہان کا ایک غریب عطار تھا جب اس پر بہت سارا قرض ہو گیا تو اصفہان سے بھاگ کر شام پہنچا لیکن وہاں کوئی ذریعہ معاش ہاتھ نہ آیا تب وہ تلاش روزی کے لئے مصر میں آیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا مصر کے گاؤں میں سستے تربوز بکتے دیکھ کر شہر کی طرف لے جانا اور ٹیکس بھرتے بھرتے ایک تربوز بچ جانا

جب فرعون مصر میں روزی کی تلاش کے لئے آیا تو اس نے گاؤں میں تربوز بہت سستے بکتے دیکھے اور شہر میں بہت مہنگے بکتے دیکھے جس کی لالچ نے اسے شہر میں جانے پر مجبور کر دیا مگر جب وہ تربوز لے کر شہر کی جانب گیا تو راستہ میں جگہ جگہ پر اس سے ٹیکس لیا گیا اور اس کے پاس صرف ایک تربوز بچ گیا باقی سب محصول لینے والوں نے لے لیے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ولید ابن مصعب جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون ہے یہ شہر اصفہان کا ایک غریب عطار تھا جب اس پر بہت سارا قرض ہو گیا تو اصفہان سے بھاگ کر شام پہنچا لیکن وہاں کوئی ذریعہ معاش ہاتھ نہ آیا تب وہ تلاش روزی کے لئے مصر میں آیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ گاؤں میں تربوز بہت سستے بکتے ہیں اور شہر میں مہنگے۔ دل میں سوچا کہ نفع بخش تجارت ہے چنانچہ اس نے گاؤں سے بہت تربوز خریدے مگر شہر کی طرف چلا تو راستے میں محصول لینے والوں نے کئی جگہ اس سے محصول لیا بازار

آتے آتے صرف اس کے پاس ایک تربوز بچا باقی سب محصول میں چلے گئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا مصر میں ٹیکس کی وصولی سے سمجھ جانا کہ یہاں کوئی شاہی انتظام نہیں جو چاہے حاکم بن کر مال وصول کرتا پھرے

جب فرعون سے جگہ جگہ ٹیکس وصول کیے گئے تو وہ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی شاہی انتظام نہیں جو چاہے حاکم بن کر مال وصول کر لے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہ سمجھ گیا کہ اس ملک میں کوئی شاہی انتظام نہیں جو چاہے حاکم بن کر مال وصول کرے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

مصر میں بہت سارے لوگوں کا وبائی بیماری سے مرنا اور فرعون کا قبرستان بیٹھ کر خود کو شاہی افسر کہہ کر فی مردہ پانچ درہم لینا اور بہت سارا مال جمع کر لینا

جب فرعون یہ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی شاہی انتظام نہیں جو چاہے حاکم بن کر مال وصول کرے تو اس وقت مصر میں وبائی بیماری کی وجہ سے لوگوں کی کثیر اموات ہو رہی تھیں فرعون شاہی افسر بن کر قبرستان جا بیٹھا اور جو بھی مردہ دفن کرنے آتا تو کہتا میں شاہی افسر ہوں جو یہاں دفن کرنا چاہتا ہے وہ مجھے پہلے پانچ درہم دے بعد میں دفن کرے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس وقت مصر میں کوئی وبائی بیماری تھی لوگ بہت مر رہے تھے یہ قبرستان بیٹھ گیا۔

اور کہا کہ

میں شاہی افسر ہوں مردوں پر ٹیکس لگا ہے فی مردہ مجھے پانچ درہم دو اور دفن کر دو۔ اس بہانے سے اس نے چند روز میں اس نے بہت مال جمع کر لیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا اتفاق سے گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس پہنچنا اور فرعون کا ان کے ملک کی بدنظامی بتانا

فرعون لوگوں سے فی مردہ پانچ درہم لے رہا تھا اتفاق سے کوئی بڑا آدمی فوت ہوا اور فرعون نے حسب دستور وہی رقم مانگی تو انہوں نے اس کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔

فرعون سے بادشاہ کے پوچھنے پر اس نے اس کے ملک کی تمام بدنظمی بتا دی اور اپنی تمام اکٹھی کی ہوئی رقم بھی اس کے سامنے رکھ دی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اتفاقاً ایک روز کوئی بڑا آدمی دفن کے واسطے لایا گیا اس نے اس کے وارثوں سے بھی روپے مانگے انہوں نے اس کو گرفتار کر کے بادشاہ تک پہنچا دیا اور سارا واقعہ بادشاہ کو بتایا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا۔

تجھے کس نے اس جگہ مقرر کیا ہے۔

ولید بولا کہ

میں نے آپ تک پہنچنے کا یہ بہانہ بنایا تھا میں آپ کو خبر کیے دیتا ہوں کہ آپ کے ملک میں بڑی بدنظمی ہے۔ میں نے تین مہینے کے عرصہ میں ظلماً اتنا مال جمع کرلیا ہے۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ دوسرے حکام کیا کچھ نہ کرتے ہوں گے یہ کہہ کر وہ سارا مال بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا چالاکی سے آہستہ آہستہ تمام لشکر کا افسر بننا اور ملک کا نظام اچھا ہو جانا

بادشاہ نے فرعون سے تمام ماجرہ سن کر اس کو معمولی سا عہدہ دے دیا اور اس نے وہ طریقہ اختیار کیا جس سے بادشاہ بھی خوش رہا اور رعایا بھی خوش ہوگئی پھر یہ آہستہ آہستہ تمام لشکر کا امیر بنا دیا گیا اور ملک کا انتظام اچھا ہو گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اور کہا کہ

اگر آپ انتظام میرے سپرد کر دیں تو میں آپ کا ملک درست کر دوں گا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اسے کوئی معمولی عہدہ دے دیا۔ ولید نے وہ طریقہ اختیار کیا جس سے بادشاہ بھی خوش رہا اور رعایا بھی رفتہ رفتہ یہ تمام لشکر کا افسر بنا دیا گیا اور ملک کا انتظام اچھا ہو گیا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

بادشاہ کے مرنے کے بعد رعایا کا فرعون کو تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنا دینا

جب بادشاہ مر گیا تو رعایا نے فرعون کو تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنا دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب بادشاہ مصر مرا تو رعایا نے ولید کو تخت پر بٹھا دیا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا تخت پر بیٹھتے ہی رعایا کو خود کو سجدے کرنے کا حکم دینا

فرعون نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی رعایا کو حکم دیا کہ مجھے سجدہ کیا کریں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اعلان عام کیا کہ لوگ مجھے سجدہ کیا کریں۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

سب سے پہلے وزیر ہامان کا فرعون کو سجدہ کرنا پھر امیروں اور سرداروں کے ذریعے لوگوں سے سجدہ کرانا

جب فرعون نے تخت پر بیٹھتے ہی سجدہ کا حکم دیا تو سب سے پہلے اس کے وزیر ہامان نے اس کو سجدہ کیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے اس کے وزیر ہامان نے اس کو سجدہ کیا اور پھر دوسرے امیروں اور سرداروں کے ذریعے مصر کے لوگوں سے خود اپنے کو سجدہ کراتا تھا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا دور والوں کے لئے اپنے نام کے بت بنوا کر سجدہ کروانا

جو فرعون کے قرب و جوار میں رہتے تھے وہ تو فرعون کو سجدہ کرتے تھے مگر جو دور رہتے تھے ان کے لئے اس لعین نے اپنے نام کے بت بنوائے جن کے آگے لوگ سجدہ کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اور دور والوں کے لئے اس نے اپنے نام کے بت بنا کر بھیج دیئے تھے کہ وہ ان بتوں کو سجدہ کیا کریں۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

تمام اہل مصر کا فرعون کی پرستش میں گرفتار ہونا مگر بنی اسرائیل کا انکار کر دینا

تمام اہل مصر فرعون کی پرستش میں گرفتار ہو گئے مگر بنی اسرائیل نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

تمام اہل مصر فرعون کی پرستش میں گرفتار ہو گئے مگر بنی اسرائیل نے اس سے انکار کیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا بنی اسرائیل کے سرداروں کو بلا کر ڈرانا دھمکانا مگر ان کا اس کی پرستش کرنے سے انکار کر دینا

جب بنی اسرائیل نے فرعون کی پرستش سے انکار کر دیا تو فرعون نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو بلوایا اور ان کو ڈرایا دھمکایا کہ میری پرستش کرو مگر بنی اسرائیل کے سرداروں نے بھی اس کی پرستش سے انکار کر دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے ان کے سرداروں کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکایا۔

مگر انہوں نے کہا: ہم تیری عبادت نہیں کر سکتے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

بنی اسرائیل کا فرعون کو رب تعالیٰ کی عبادت کرنے کا جواب دینا

جب فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنی پرستش کرنے کا کہا تو بنی اسرائیل نے اس کی پرستش کرنے سے انکار کر دیا اور کہا ہم تیری عبادت نہیں کر سکتے صرف رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے تو نے جو ہمارے خلاف کرنا ہے کر لے جو بگاڑنا ہے بگاڑ لے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مگر انہوں نے کہا:

ہم تیری عبادت نہیں کر سکتے صرف رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے جو چاہے سو کر۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا غصے میں آ کر دیگوں میں زیتون کا تیل اور گندھک کھولا کر بنی اسرائیل پر ڈالنا

جب بنی اسرائیل نے فرعون کی پرستش سے انکار کر دیا تو اس نے دیگوں میں زیتون کا تیل اور گندھک کھولا کر بنی اسرائیل پر ڈالنا شروع کیا تا کہ یہ لوگ خوف کی وجہ سے میری پرستش کریں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون غصے میں آ گیا اور دیگوں میں زیتون کا تیل اور گندھک کھولا کر بنی اسرائیل کو ڈالنا شروع کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

بنی اسرائیل کا فرعون کے ظلم سہنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کاربند رہنا

فرعون بنی اسرائیل پر زیتون کا تیل اور گندھک گرم کروا کر ڈالتا رہا مگر بنی اسرائیل نے اس بدبخت کے ظلم برداشت کیے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑا اور نہ ہی فرعون کو سجدہ کیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل نے یہ سب کچھ برداشت کیا مگر رب تعالیٰ کی اطاعت سے منہ نہ موڑا اور فرعون کو سجدہ نہ کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

بہت سارے بنی اسرائیلی جلا دینے کے بعد ہامان کا فرعون کو بنی اسرائیل کو ذلیل کر کے رکھنے کا کہنا

جب بہت سارے بنی اسرائیلی جلا دیئے گئے تو ہامان نے فرعون کو کہا ان کو مہلت دے دو اور ذلیل کر کے رکھو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب بہت سارے بنی اسرائیلی جلا دیئے گئے تب ہامان نے فرعون سے کہا کہ

ان کو مہلت دے اور ان کو دنیا میں ذلیل کر کے رکھ۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا بنی اسرائیل کو جلانے سے ہاتھ کھینچنا اور ان پر سختیاں کرنا

جب ہامان نے فرعون سے یہ کہا کہ ان کو مہلت دے دو اور ان کو دنیا میں ذلیل کر کے رکھو تب فرعون نے بنی اسرائیل کو جلانے سے ہاتھ کھینچا اور ان پر سختیاں کرنا شروع کر دیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

تب اس نے جلانے سے ہاتھ کھینچا اور اسرائیلیوں پر بہت سختیاں شروع کر دیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا اور طرح طرح کے کام لیتا تھا

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا اور ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:214 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون بنی اسرائیل سے مکان بنواتا تھا

فرعون بنی اسرائیل سے مکان بنواتا تھا جو کہ مشقت کا کام ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا، بعض سے مکان بنواتا تھا۔

(تفسیر طبری: ج:1 ص:214 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون بعض بنی اسرائیل سے کاشتکاری کرواتا تھا

فرعون بعض بنی اسرائیل سے کاشتکاری کرواتا تھا جو کہ محنت کا کام ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا، بعض سے مکان بنواتا بعض سے کاشتکاری کرواتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:214 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون بعض بنی اسرائیل سے مزدوری لیتا تھا

فرعون بعض بنی اسرائیل سے مزدوری لیتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا، بعض سے مکان بنواتا، بعض سے کاشتکاری کرواتا، بعض سے مزدوری لیتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:214 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون جن بنی اسرائیل سے کوئی کام نہ لیتا ان سے جزیہ لیتا تھا

فرعون جن بنی اسرائیل سے کوئی کام نہ لیتا تو ان سے جزیہ لیتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کو عذاب دیتا تھا ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا، بعض سے مکان بنواتا، بعض سے کاشتکاری کرواتا، بعض سے مزدوری لیتا اور جن سے کوئی کام نہ لیتا ان سے جزیہ لیتا تھا۔ (جامع البیان: ج:1 ص:214 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون کا نام

فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہے جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع ہے اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے۔ ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان ہے۔ مسلمانوں کے بادشاہ کا لقب

سلطان، ہندوؤں کے بادشاہ کا لقب راجا اور انگلستان کے بادشاہ کا لقب جارج ہے۔
فرعون کا لفظ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
قرآن مجید میں جس فرعون کا ذکر ہے اس کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا۔
(تفسیر طبری: ج:1 ص:213 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرعون فارس کا رہنے والا اصطخر کا باشندہ تھا

فرعون فارس کا رہنے والا اصطخر کا باشندہ تھا:
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
فرعون فارس کا رہنے والا اصطخر کا باشندہ تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3 ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون مصر کے باشندوں میں سے ایک تھا

فرعون مصر کے باشندوں میں سے ایک تھا۔
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فرعون مصر کے باشندوں میں سے ایک تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3 ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون قبطی ولد الزنا تھا

فرعون قبطی ولد الزنا تھا۔
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت علی بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فرعون قبطی ولد الزنا تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3 ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا قد سات بالشت تھا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت علی بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فرعون قبطی ولد الزنا تھا اس کا قد سات بالشت تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3 ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون ہمدان کا رہنے والا سخت کوش مضبوط آدمی تھا

فرعون ہمدان کا رہنے والا سخت کوش مضبوط آدمی تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون ہمدان کا رہنے والا سخت کوش مضبوط آدمی تھا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:337 مطبوعہ لاہور)

سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے لگایا تھا

سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے لگایا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے فرعون نے (بالوں کو) سیاہ خضاب لگایا تھا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون چار سو سال زندہ رہا مگر اس کے سر درد تک کبھی نہ ہوا

فرعون چار سو سال تک زندہ رہا مگر اس دوران اس کے سر کو درد تک کبھی نہیں ہوا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم بن مقسم ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اور اس دوران اس کے سر کو درد تک نہیں ہوا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:337 مطبوعہ کراچی)

فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اس میں صبح وشام جوانی آتی رہی

فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اس میں صبح وشام جوانی آتی رہی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابوالاشرس سے روایت ہے کہ

فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اور اس میں جوانی صبح وشام آتی رہی۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:337 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین دن فرمانے کے بعد فرعون کا خضاب اتر گیا

فرعون سیاہ خضاب لگاتا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو ایمان لے آتا تو اس کی بارگاہ میں التجاء کرتا کہ وہ تیرا شباب لوٹا دے اس نے اس کا ذکر ہامان سے کیا اور ہامان نے اس کو سیاہ خضاب سے رنگ دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا تیری معیاد صرف تین دن ہے تو جب تین دن گزر گئے تو اس کا خضاب بھی اتر گیا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے بالوں کو سیاہ خضاب فرعون نے لگایا۔

تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا:

اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا تو اس کی بارگاہ میں التجاء کرتا کہ وہ تجھ پر تیرا شباب لوٹا دے تو اس نے اس کا ذکر ہامان سے کیا تو اس نے اسے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگ دیا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا:

تیری معیاد تین دن ہے سو جب تین دن گزر گئے تو اس کا خضاب اتر گیا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:338 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا خواب میں بیت المقدس سے آگ نمودار دیکھنا جس نے قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا

فرعون کے ظلم و ستم بنی اسرائیل پر بڑھتے چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا خواب دکھا دیا جس سے وہ سخت پریشان ہو گیا اس نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ ظاہر ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنو اسرائیل کو چھوڑ دیا۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ ظاہر ہوئی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ دیا۔ (النکت والعیون: ج:4، ص:234 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی جس نے تمام قبطیوں (فرعونیوں) کو جلا ڈالا مگر اسرائیلیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا خواب دیکھنا کہ بنی اسرائیل کے محلّہ سے بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا

فرعون نے خواب دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلّہ سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اور پھر (خواب) دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلے سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا۔

(تفسیر نعیمی،ج:1،ص:319،مطبوعہ لاہور)

فرعون کا نجومیوں اور کاہنوں کو خواب کی تعبیر کے لئے بلانا

فرعون نے جو خواب دیکھا اس سے وہ بہت زیادہ سخت پریشان ہوا تو اس نے کاہنوں اور نجومیوں کو اس خواب کی تعبیر کے لئے بلایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو خواب کی تعبیر کے لئے بلایا۔

(تفسیر در منثور،ج:1،ص:215،مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ ظاہر ہوئی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے اس نے جادوگروں،کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:16674)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ دیا اس نے جادوگروں،کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔(النکت والعیون:ج:4،ص:234،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی جس نے تمام قبطیوں (فرعونیوں) کو جلا ڈالا مگر اسرائیلیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور پھر دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلے سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا اس نے تعبیر دینے والوں سے اپنا خواب بیان کیا۔(تفسیر نعیمی:ج:1،ص:319،مطبوعہ لاہور)

نجومیوں اور کاہنوں کا فرعون کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے اور مصر والوں کو ہلاک کر دینے کی تعبیر بتانا

جب فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں کو بلا کر ان کو اپنا خواب بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ وہ تیری حکومت کو

ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور مصر والے لوگ اس کے ہاتھوں مارے جائیں گے اور مصر تباہ ہو جائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا۔ اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔

انہوں نے کہا:

جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے وہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے مصر کے لوگ مارے جائیں گے۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ ظاہر ہوئی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے۔ اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔

انہوں نے کہا:

جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ ہو جائے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی۔

انہوں نے کہا:

جس شہر سے بنو اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ ہو جائے گا۔

(النکت والعیون: ج:4، ص:234 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی جس نے تمام قبطیوں (فرعونیوں) کو

جلا ڈالا مگر اسرائیلیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور پھر دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلّہ سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا اس نے تعبیر دینے والوں سے اپنا خواب بیان کیا۔

انہوں نے کہا:

اے فرعون! بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے ٹکڑے اڑا دے گا۔

(تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 319 مطبوعہ لاہور)

امام عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ

کاہنوں نے فرعون سے کہا کہ

بنو اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کا بنی اسرائیل کے ہر ہر پیدا ہونے والے بچہ کو قتل کرنے اور بچی کو قتل نہ کرنے کا حکم دینا

جب کاہنوں اور نجومیوں نے فرعون کو خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے مصر کے لوگ مارے جائیں گے اور وہ تیری حکومت کو پاش پاش کر دے گا تب فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو بچی پیدا ہو اس کو زندہ رہنے دیا جائے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔

انہوں نے کہا: جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے وہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے مصر کے لوگ مارے جائیں گے۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

(تفسیر طبری: ج: 1، ص: 215 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر

پوچھی۔

انہوں نے کہا:

جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ ہو جائے گا۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

بنو اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی۔

انہوں نے کہا:

جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ ہو جائے گا۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔

(النکت والعیون: ج:4،ص:234 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نجومیوں اور کاہنوں کی تعبیر کے بعد فوراً فرعون کا کوتوال کو بلا کر ایک ہزار سپاہی ایک ہزار دائیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کے محلّہ میں مقرر کرنا

جب کاہنوں اور نجومیوں نے خواب کی تعبیر بتادی تو فرعون نے فوراً کوتوال کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ ایک ہزار سپاہی ہتھیار بند اور ایک ہزار دائیاں بنی اسرائیل کے محلّہ میں مقرر کر دو جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو اس بچے کو قتل کر دو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس زمانے میں فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی جس نے تمام قبطیوں (فرعونیوں) کو جلا ڈالا مگر اسرائیلیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور پھر دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلے سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے ڈال دیا اس نے تعبیر دینے والوں سے اپنا خواب بیان کیا۔

انہوں نے کہا:

اے فرعون! بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے ٹکڑے اڑا دے گا۔

اس نے فوراً کوتوال شہر کو بلا کر حکم دیا کہ

ایک ہزار سپاہی ہتھیار بند اور ایک ہزار دائیاں بنی اسرائیل کے محلّہ میں مقرر کر دو کہ جس گھر میں لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا ستر ہزار بچے قتل کرا دینا اور نوے ہزار حمل گرا دینا

فرعون نے ایک روایت کے مطابق بارہ ہزار بچے قتل کرا دیئے اور ایک روایت کے مطابق ہے ستر ہزار بچے قتل کرا دیئے اور نوے ہزار حمل گروا دیئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

چند سال میں بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے اور ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار قتل کروا دیئے اور نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:319 مطبوعہ لاہور)

امام عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ

فرعون نے ستر ہزار نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ (المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کا بنی اسرائیل سے ہیچ کام لینے کا حکم

فرعون نے قبطیوں سے کہا تمہارے جو غلام باہر کام کرتے ہیں ان کو بلا لو اور ان کی جگہ بنی اسرائیل سے ہیچ اور گھٹیا کام لو تاکہ یہ ذلیل وخوار ہو کر رہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

اس نے قبطیوں سے کہا:

تمہارے جو غلام باہر کام کرتے ہیں ان کو بلا لو اور ان کی جگہ بنی اسرائیل سے کام لو اور ان سے ہیچ اور ذلیل کام لو۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ط (القصص:4)

بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس نے (اپنے) اہل زمین میں الگ الگ گروہ کر کے ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔

(جامع البیان: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

(کچھ روایت پیچھے گزر گئی ہے اس کے بعد ہے)

اور قبطیوں سے کہا کہ

تم اپنے ہیچ کام بنی اسرائیل سے کرایا کرو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

اور قبطیوں سے کہا کہ

تم اپنے گھٹیا کام بنی اسرائیل سے لیا کرو۔ (النکت والعیون: ج:4، ص:234 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بنی اسرائیل کے بوڑھوں کا جلد مر جانا اور قبطیوں کا خدمت کے لئے شکایت کرنا

فرعون نومولود بچوں کو قتل کرا رہا تھا ادھر بنی اسرائیل کے بوڑھوں کی اموات جلد ہو رہی تھیں تو قبطیوں نے فرعون سے جا کر شکایت کی کہ اگر اسی طرح بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا جاتا رہا تو پھر ہماری خدمت کون کرے گا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت پیچھے گزر چکی ہے آگے لکھتے ہیں)

بنی اسرائیل کے بیٹے مارے جا رہے تھے اور بنو اسرائیل کے بوڑھے قضاء الٰہی سے مر رہے تھے ان میں سے کوئی بچہ بڑا نہیں ہوتا تھا۔

تب قبطیوں نے کہا:

بنی اسرائیل کے بچے بڑے نہیں ہو رہے اور بوڑھے مر رہے ہیں اس طرح ان میں کوئی مرد باقی نہیں رہے گا پھر ہمارے کام کون کرے گا؟ (تفسیر طبری: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

قبطیوں کا فرعون کو بنی اسرائیل کے بچوں کو ایک سال قتل کرنے اور ایک سال چھوڑ دینے کا کہنا

جب قبطیوں نے دیکھا کہ اگر اسی طرح بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے رہے تو پھر گھٹیا کام ہمارے بچوں کو کرنا پڑ جائیں گے تو پھر انہوں نے فرعون سے کہا آپ اس طرح کریں کہ بنی اسرائیل کے ایک سال بچے قتل کرائیں اور ایک سال چھوڑ دیں تاکہ یہ بچے بڑے ہو کر ہماری خدمت کر سکیں۔

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) ادھر بنی اسرائیل کے بوڑھے جلد مر گئے۔

تب قبطیوں کے سردار فرعون کے پاس گئے اور کہا:

بنی اسرائیل کے بڑے تو مر رہے ہیں اگر ان کے بیٹوں کو یونہی قتل کیا جاتا رہا تو پھر ہمارے بیٹوں کو یہ ہی کام کرنے پڑیں گے۔ آپ ایسا کریں کہ ایک سال بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرائیں اور ایک سال چھوڑ دیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

ادھر بنی اسرائیل کے بوڑھے جلد مر گئے۔

تب قبطیوں کے سردار فرعون کے پاس گئے اور کہا:

بنی اسرائیل کے بڑے تو مر رہے ہیں اگر ان کے بیٹوں کو یونہی قتل کیا جاتا رہا تو پھر ہمارے بیٹوں کو یہ ہی کام کرنے پڑیں گے آپ یوں کریں کہ ایک سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کروا دیا کریں اور ایک سال چھوڑ دیا کریں۔

(النکت والعیون: ج:4، ص:234 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فرعون کا بنی اسرائیل کے ایک سال بچوں کو قتل کر دینے اور ایک سال چھوڑ دینے کا حکم

جب قبطیوں نے فرعون سے کہا کہ آپ ایک سال بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروائیں اور ایک سال چھوڑ دیں تاکہ یہ بڑے ہو کر ہماری خدمت کریں تو فرعون نے اس بات کو منظور کر لیا اور ایک سال بچوں کو قتل کروا دیتا اور ایک سال چھوڑ دیتا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) بنی اسرائیل کے بیٹے مارے جا رہے تھے اور بنی اسرائیل کے بوڑھے قضاء الٰہی سے مر رہے تھے ان میں سے کوئی بچہ بڑا نہیں ہوتا تھا۔

تب قبطیوں نے کہا کہ

بنی اسرائیل کے بچے بڑے نہیں ہو رہے اور بوڑھے مر رہے ہیں اس طرح ان میں کوئی مرد باقی نہیں رہے گا پھر ہمارے کام کون کرے گا۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

ایک سال بنی اسرائیل کے بیٹے قتل کر دیئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں۔

(جامع البیان: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ

کاہنوں نے فرعون سے کہا کہ

بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

بنی اسرائیل کے نومولود بیٹوں کو قتل کر دیا جائے۔

پھر قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی کہ

اگر تم اسی طرح بنی اسرائیل کے نومولود بیٹوں کو قتل کرتے رہے تو پھر ہماری خدمت کے لئے بنی اسرائیل میں کوئی باقی نہیں بچے گا تب وہ ایک سال پیدا ہونے والے بیٹوں کو قتل کر دیتا اور ایک سال پیدا ہونے والے بیٹوں کو چھوڑ دیتا۔

(المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خدا کی شان بنی اسرائیل کے بوڑھے بھی جلد جلد مرنے لگے۔

سب قبطیوں نے فرعون سے درخواست کی کہ

بنی اسرائیل میں موت کا بازار گرم ہے اور ادھر ان کے بچے قتل کیے جا رہے ہیں اگر یہ حال رہا تو یہ قوم فنا ہو جائے گی پھر ہمیں خدمتگار کہاں سے ملیں گے۔

تب فرعون نے حکم دیا کہ

اچھا ایک سال بچے قتل کیے جایا کریں اور ایک سال چھوڑے جائیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت ہارون علیہ السلام کی قتل نہ کیے جانے والے سال پیدائش ہونا

جس سال بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اسی سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(روایت کے آخر میں ہے) جس سال وہ ذبح نہیں کرتے تھے اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔ (جامع البیان: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
جس سال بنو اسرائیل کے بیٹوں کو چھوڑنا تھا اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
جس سال بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل نہ کیا جاتا تھا' اسی سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔
(النکت والعیون: ج:4، ص:234 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ
(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ (المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
رب کی شان چھوڑنے کے سال میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنے والے سال پیدا ہونا

فرعون اس مقدس بچے کو قتل کرنے کے لئے کئی بچوں کو قتل کرا رہا تھا مگر جس سال اس نے بچوں کو قتل کرانا ہوتا تھا' اسی سال اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔
انہوں نے کہا:
جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے وہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے مصر کے لوگ مارے جائیں گے۔
تب فرعون نے حکم دیا کہ
بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔
اس نے قبطیوں سے کہا:

تمہارے جو غلام باہر کام کرتے ہیں ان کو بلالو اوران کی جگہ بنی اسرائیل سے کام لو اوران سے نیچ اور ذلیل کام لو۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ (القصص:4)

''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس نے (اپنے) اہل زمین میں الگ الگ گروہ کر کے ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔''

بنی اسرائیل کے بیٹے مارے جا رہے تھے اور بنی اسرائیل کے بوڑھے قضاء الٰہی سے مر رہے تھے ان میں سے کوئی بچہ بھی بڑا نہیں ہوتا تھا۔

تب قبطیوں نے کہا کہ

بنی اسرائیل کے بچے بڑے نہیں ہو رہے اور بوڑھے مر رہے ہیں اس طرح ان میں کوئی مرد باقی نہیں رہے گا پھر ہمارے کام کون کرے گا؟

تب فرعون نے حکم دیا کہ

ایک سال بنی اسرائیل کے بیٹے ذبح کر دیئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں جس سال وہ ذبح نہیں کرتے تھے اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان کو چھوڑ دیا گیا اور جس سال بچوں کو ذبح کیا جاتا تھا اسی سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (جامع البیان: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) جس سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حاملہ ہوئیں اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو چھوڑ تا تھا اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)

امام عبد الرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا۔ (المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
اور قتل کے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کتنے سال بڑے تھے

حضرت ہارون علیہ السلام ایک قول کے مطابق ایک سال بڑے تھے اور ایک قول کے مطابق تین سال بڑے تھے۔
امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی۔
انہوں نے کہا:
جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ و برباد ہو جائے گا۔
تب فرعون نے حکم دیا کہ
بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔
اور قبطیوں سے کہا:
تم اپنے نیچ کام بنی اسرائیل سے کرایا کرو۔
ادھر بنی اسرائیل کے بوڑھے جلد مر گئے۔
تب قبطیوں کے سردار فرعون کے پاس گئے اور کہا:
بنی اسرائیل کے بڑے تو مر رہے ہیں اگر ان کے بیٹوں کو یونہی قتل کیا جاتا رہا تو پھر ہمارے بیٹوں کو یہ نیچ کام کرنے پڑیں گے آپ ایسا کریں کہ ایک سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرائیں اور ایک سال ان کو چھوڑ دیں اور جس سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حاملہ ہوئیں اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو چھوڑنا تھا اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال ان کے بیٹوں کو قتل کرنا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16674)
امام عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی پیدائش کے ایک سال بعد پیدا ہوئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی پیدائش کے تین سال بعد پیدا ہوئے۔ (المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کا بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کر کے ظلم کرنا

فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کروا دیتا اور یوں وہ بنی اسرائیل کی نسل تباہ کر کے ان پر ظلم کرتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کاہنوں نے فرعون سے کہا:

اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہی کو ختم کر دے گا فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی نگرانی کے لئے مقرر کر دیئے اور ہر سو آدمیوں پر دس اور پھر تمام پر دس آدمی اور نگران مقرر کئے۔

اس نے کہا: شہر میں ہر حاملہ عورت کو دیکھو جب وہ بچہ جنم دے تو اس کو ذبح کر دو اگر وہ بچی جنم دے تو اس کو چھوڑ دو (چنانچہ اسی طرح کیا گیا) (جامع البیان: ج:1، ص:312 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون بنی اسرائیل کا چار سو سال سے مالک تھا

فرعون بنی اسرائیل کا چار سو سال سے مالک تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے **سیو مونکم سوء العذاب** کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ

فرعون بنی اسرائیل کا چار سو سال سے مالک تھا۔

پس کاہنوں نے فرعون سے کہا:

اس سال مصر میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھے ہلاک کر دے گا اس نے شہر میں عورتوں کے لئے دایہ عورتوں کو بھیجا جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے پاس لایا جاتا وہ اسے قتل کر دیتا اور بچیوں کو زندہ رکھتا۔ (تفسیر در منثور: ج:1، ص:187 مطبوعہ کراچی)

فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو اپنی قوم کا غلام بنا لیا تھا

فرعون کا ظلم و ستم بچوں کو بھی نہ بچا سکا اس نے بچوں کو اپنی قوم کا غلام بنا لیا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون کی سختیاں بنی اسرائیل پر بے پناہ تھیں ان کے بچوں کو اپنی قوم کا غلام بنا لیا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:317 مطبوعہ لاہور)

بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کی خادمائیں تھیں

بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کی خادمائیں تھیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(بنی اسرائیل) ان کی عورتیں فرعونیوں کی خادمائیں تھیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:317 مطبوعہ لاہور)

نوجوان پتھر ڈھوتے جن سے ان کی کمر اور گردنیں زخمی ہو گئی تھیں

بنی اسرائیل کے نوجوانوں کے ذمہ سخت اور دشوار کام تھے وہ پتھر ڈھوتے تھے جس کی وجہ سے ان کی کمر اور گردنیں زخمی ہو گئی تھیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(بنی اسرائیل) ان کے جوانوں کے ذمے سخت اور دشوار کام تھے وہ پتھر ڈھوتے تھے جس سے ان کی کمر اور گردنیں زخمی ہو گئی تھیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:317 مطبوعہ لاہور)

غریبوں پر ٹیکس مقرر تھے جو ادا نہ کرتا اس کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھوا دیئے جاتے تھے

بنی اسرائیل میں جو غریب تھے ان پر ٹیکس مقرر کیے گئے جو شام سے قبل وصول کر لئے جاتے تھے جو کسی دن کا بھی ٹیکس ادا نہ کرتا تو اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے جاتے تھے اور مہینے بھر تک اس کو اسی مصیبت میں رکھا جاتا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

غریبوں پر ٹیکس مقرر تھے جو روزانہ شام سے پہلے وصول کر لئے جاتے تھے اگر کسی سے ایک دن کا ٹیکس بھی ادا نہ ہوتا تو اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے جاتے تھے اور مہینے بھر تک اس کو اس مصیبت میں رکھا جاتا تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:317 مطبوعہ لاہور)

بنی اسرائیل کے کمزور بوڑھے اینٹیں بنا کر مکان بناتے ان کے پائخانوں اور گلیوں میں جھاڑو دیا کرتے تھے

بنی اسرائیل کے کمزور بوڑھے اینٹیں بنا کر پکاتے اور ان کے مکانات تعمیر کرتے تھے ان کے پائخانوں اور گلیوں میں جھاڑو دیا کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

کمزور بڈھے اسرائیلی نہایت ذلیل کام پر مقرر کئے گئے تھے چنانچہ فرعونیوں کے لئے اینٹیں بنا کر پکاتے تھے ان کے مکانات تیار کرتے تھے ان کے پائخانوں اور گلیوں میں جھاڑو دیا کرتے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:317 مطبوعہ لاہور)

بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتیں فرعونیوں کے لئے سوت کات کر کپڑے بناتی تھیں

بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتیں فرعونیوں کے لئے سوت کات کر کپڑے بناتی تھیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ان کی بڈھی عورتیں فرعونیوں کے لئے سوت کات کر کپڑے بناتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:317 مطبوعہ لاہور)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم تھے

حضرت عمران رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم تھے۔

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ اس وقت اپنی قوم کے سردار تھے ان کی بیوی کا نام حضرت عایذ رضی اللہ عنہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں کے فرزند ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے نام میں علماء کرام کے کئی اقوال ہیں۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام یوحانذ بنت لاوی بن یعقوب تھا۔ (معالم التنزیل: ج:3 ص:524 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام انا حید تھا۔ (تاریخ طبری: ج:1 ص:371 مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

امام سہیلی نے کہا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام ایارخا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

ایارخت تھا۔

اور علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ

ان کا نام لوحا بنت ہانذ بن لاوی بن یعقوب تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:13 ص:232 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام محیانہ بنت یصہر بن لاوی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام یوحانذ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یارخا ہے۔

ایک قول یہ ہے۔

یارخت ہے۔

اوران کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔(روح المعانی: ج:20،ص:68 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوالمکرم محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام یوحانذ تھا۔(الکامل: ج:1،ص:95 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان کی والدہ محترمہ کا نام یوخانذ تھا۔(المنتظم: ج:1،ص:215 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ اس وقت اپنی قوم کے سردار تھے ان کی بیوی کا نام حضرت عایذ رضی اللہ عنہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں کے فرزند ہیں۔(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا پیٹ حمل کے وقت دکھائی نہ دیتا تھا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حاملہ ہوئیں تو حمل کے وقت ان کا پیٹ دکھائی نہ دیتا تھا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ حاملہ ہیں۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حمل ہوا تو ان کا پیٹ نہ پھولا اور نہ رنگ بدلا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:523 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

دائیوں کا پیٹ نہ دکھائی دینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے کوئی سروکار نہ رکھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جب حاملہ ہوئیں تو ان کا پیٹ نہ پھولا اور نہ ہی کوئی رنگ بدلا تو دائیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حمل ہوا تو ان کا پیٹ نہ پھولا اور نہ رنگ بدلا تو دائیوں نے ان سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔(معالم التنزیل: ج:3،ص:523 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے حاملہ ہونے کا کسی کو علم نہ ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حاملہ ہوئیں تو ان کے حاملہ ہونے کا کسی کو علم نہ ہوا۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا حمل ہو گیا تو انہوں نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور ان کے حاملہ ہونے کا کسی کو پتہ نہیں چلا چونکہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر احسان کرنا چاہتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مستور رکھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سال دائیوں کا سختی سے تفتیش کرنا

جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی تفتیش کے لئے دائیوں کو بھیجا انہوں نے سختی سے بنی اسرائیل کی عورتوں کی تفتیش کی تا کہ اس بچہ کا علم ہو جائے اور وہ اس کو قتل کر دیں۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس سال فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی تفتیش کے لئے دائیوں کو بھیجا اور بہت سختی سے تلاشی لی گئی۔ جتنی اس سے پہلے کبھی تلاشی نہیں لی گئی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کسی کو علم نہ ہوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کسی کو علم نہ ہوا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے ستر ہزار نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو کسی کو معلوم نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی۔ (المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم کے سوا کسی کو خبر نہ دی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو آپ علیہ السلام کی بہن مریم کے سوا کسی کو خبر نہ دی۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے ستر ہزار نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو کسی کو معلوم نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی ان کی بہن مریم کے سوا اور کسی کو خبر نہ دی۔

(المنتظم: ج:1، ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دائی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی محبت میں وارفتہ ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو دائی دیکھ کر محبت کرنے لگ گئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عایذ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تو فرعون کی دائیاں ان کے گھر میں اور سپاہی دروازے پر آنے لگے جب زمانہ ولادت قریب آیا تو ایک دائی ان کے گھر میں رہنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت پیدا ہوئے فرعون کی دائی ان کو دیکھ کر بے اختیار ان پر عاشق ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محبوبیت عامہ بخشی تھی جو انہیں دیکھتا عاشق ہو جاتا۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 320 مطبوعہ لاہور)

مخلص دائی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی ایک دائی مخلص دوست اور سہیلی تھی جن کو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے دردزہ کے وقت بلایا اس نے اپنی کاروائی کی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے وضع حمل کا زمانہ قریب آ گیا فرعون نے دائیوں کو بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہوا تھا ان میں سے ایک دائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی سہیلی اور مخلص دوست تھی جب ان کو دردزہ کی سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنی سہیلی کو بلوایا۔

اور کہا کہ

تم دیکھ رہی ہو کہ مجھے کتنی تکلیف ہے تمہاری محبت آج میرے کام آنی چاہئے اس نے اپنی کاروائی کی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں جو نور تھا اس سے وہ دائی دہشت زدہ ہو گئی اور اس کا جوڑ جوڑ دہشت سے کانپنے لگا اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت سما گئی۔

پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے کہا:

جب تم نے مجھے بلایا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ میں اس بچہ کو مار ڈالوں گی لیکن تمہارے اس بیٹے سے مجھے اتنی شدید محبت ہو گئی کہ اتنی محبت مجھے کسی سے نہیں ہوئی تھی تم اپنے بیٹے کی حفاظت کرنا کیونکہ اس کے بہت دشمن ہیں۔

(معالم التنزیل: ج: 3، ص: 522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے دائی کا بکری کے بچہ کو ذبح کر کے سپاہیوں کو دکھانا

دائی کے دل میں چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت بیٹھ گئی تھی اس لیے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے ان کی جگہ بکری کا بچہ ذبح کر کے ہانڈی میں ڈال کر سپاہیوں کو دکھایا اور کہا اس گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا جس کو میں نے ذبح کر

دیا اور دیکھو میں اس کو دفن کرنے کے لئے جنگل میں جا رہی ہوں تو سپاہیوں نے مزید کوئی تحقیقات نہ کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: دائی نے ان کی والدہ محترمہ سے کہا کہ کسی صورت سے ان کو قتل ہونے سے بچاؤ یہ کہہ کر ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہوا ایک ہانڈی میں ڈال کر سپاہیوں سے کہا کہ اس گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا میں نے ذبح کر دیا ہے اور دیکھو میں اس کو دفن کرنے کے لئے جنگل میں جا رہی ہوں۔ سپاہیوں نے اس پر اعتبار کیا اور کوئی زائد تحقیقات نہ کیں۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1 ،ص: 320 مطبوعہ لاہور)

نجومیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا فرعون کو خبر دینا

نجومیوں نے کہا: جس بچے کے ہاتھوں تیری ہلاکت ہوگی وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر پر پرورش پاتے رہے مگر نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1 ،ص: 320 مطبوعہ لاہور)

فرعون کی پریشانی عروج پر ہوگئی

جب نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ جس بچے کے ہاتھوں تیری ہلاکت ہوگی وہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون اس خبر سے (سخت) پریشان ہو گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1 ،ص: 320 مطبوعہ لاہور)

فرعون کا کوتوال کو تنبیہ کرنا اور کوتوال کا سپاہیوں پر سختی کرنا

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خبر سے پریشان ہو کر کوتوال کو تنبیہ کرنے لگ گیا اور کوتوال نے سپاہیوں پر سختی شروع کر دی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون اس خبر سے (سخت) پریشان ہو گیا اور کوتوال کو سخت تنبیہ کی کوتوال نے سپاہیوں پر سختی کی۔
(تفسیر نعیمی: ج: 1 ،ص: 320 مطبوعہ لاہور)

سپاہیوں کا کوتوال کو حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہونے والے بچے کو خود قتل نہ کرنے کا بتانا

سپاہیوں نے کوتوال کو کہا کہ ہم نے سب کے بچے اپنے ہاتھوں سے قتل کیے مگر عمران کے گھر جو لڑکا پیدا ہوا اس کو دائی نے قتل کیا اور ہم نے اس دائی کے کہنے پر اعتماد کر لیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون اس خبر سے پریشان ہو گیا اور کوتوال کو سخت تنبیہ کی کوتوال نے سپاہیوں پر سختی کی۔

انہوں نے کہا کہ

ہم نے بہت کوشش سے ان کے بچے قتل کئے مگر عمران کے لڑکے کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا صرف دائی کے کہنے پر اعتماد کرلیا۔
(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

کوتوال کا سپاہیوں کو حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر کی تلاشی لینے کا حکم

سپاہیوں نے جب کوتوال کو بتایا کہ ہم نے بہت کوشش سے بنی اسرائیل کے بچے قتل کیے مگر عمران کے لڑکے کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا صرف دائی کے کہنے پر اعتماد کرلیا تو کوتوال نے سپاہیوں کو کہا کہ فوراً ان کے گھر کی تلاشی لو اور بلا تامل گھس جاؤ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

کوتوال نے کہا:

فوراً اس گھر کی تلاشی لو اور بلا تامل گھس جاؤ۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

سپاہیوں کا بے پردہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر گھس آنا

کوتوال کے کہنے پر سپاہی بلا تامل پردہ کروائے بغیر حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر گھس آئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

سپاہی بے پرواہ (حضرت) عمران (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں گھس آئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

سپاہیوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی بہن مریم کا بھڑکتے ہوئے تنور میں ڈالنا

جب سپاہی حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر پردہ کروائے بغیر گھس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ علیہ السلام کی بہن مریم کی گود میں تھے انہوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھڑکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور سپاہیوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

سپاہی بے پردہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھس آئے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بڑی بہن مریم کی گود میں تھے۔ مریم نے یہ ماجرا دیکھ کر فوراً ان کو بھڑکتے ہوئے تنور میں اس طرح ڈال دیا کہ سپاہیوں کو خبر بھی نہ ہوئی مریم نے خیال کیا کہ اگر پولیس نے بچہ دیکھ لیا تو یہ فرزند اور ہم قتل کردیئے جائیں گے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

امام عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو کسی کو معلوم نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی ان کی بہن مریم کے سوا اور کسی کو خبر نہ دی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ڈھونڈنے والے ان کے پاس پہنچے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنور میں ڈال دیا۔ (المنتظم: ج:1،ص:217 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دائی کا حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلنے پر جاسوسوں کا گھر میں داخل ہونا

جب دائی حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلی تو جاسوسوں نے اس کو دیکھ لیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے کے لئے ان کے گھر آئے اور آپ علیہ السلام کی بہن مریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھڑکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے وضع حمل کا زمانہ قریب آ گیا فرعون نے دائیوں کو بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہوا تھا ان میں سے ایک دائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی سہیلی اور مخلص دوست تھی جب ان کو دردزہ کی سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنی سہیلی کو بلوایا۔

اور کہا:

تم دیکھ رہی ہو کہ مجھے کتنی تکلیف ہے تمہاری محبت آج میرے کام آنی چاہیے اس نے اپنی کاروائی کی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں جو نور تھا اس سے وہ دائی دہشت زدہ ہو گئی اور اس کا جوڑ جوڑ دہشت سے کانپنے لگا اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت سما گئی۔

پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے کہا:

جب تم نے مجھے بلایا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ میں اس بچہ کو مار ڈالوں گی لیکن تمہارے اس بیٹے سے مجھے اتنی شدید محبت ہو گئی کہ اتنی محبت مجھے کسی سے نہیں ہوئی تھی تم اپنے بیٹے کی حفاظت کرنا کیونکہ اس کے بہت دشمن ہیں جب دائی ان کے گھر سے نکلی تو فرعون کے بعض جاسوسوں نے اس کو دیکھ لیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے ملنے کے لئے ان کے گھر آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا:

اے اماں! دروازہ پر سپاہی کھڑے ہوئے ہیں اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں رکھ دیا اس وقت شدت خوف سے اس کی عقل خبط ہو چکی تھی اور اس کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جاسوسوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے دائی کے آنے کی وجہ پوچھنا

جب جاسوس حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سکون سے بیٹھی ہوئی تھیں تو جاسوسوں نے کہا: یہ دائی تمہارے گھر کیوں آئی تھی۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو تنور جل رہا تھا انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے پوچھا

یہ دائی تمہارے ہاں کیوں آئی تھی۔ (معالم التنزیل: ج:3:ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا جاسوسوں کو دائی کا محبؓ اور دوست ہونے کی بناء پر ملنے آنے کا بتانا

جب جاسوسوں نے کہا: یہ دائی تمہارے ہاں کیوں آئی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے کہا:

وہ میری محبّ اور دوست ہے اور مجھے ملنے کے لئے آئی تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے کہا:

وہ میری محبّ اور دوست ہے وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3:ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سپاہیوں کا گھر کی تلاشی لینے کے بعد واپس چلے جانا

جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے گھر کی تلاشی لی اور کچھ نہ پا کر واپس چلے گئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

پولیس نے گھر کی تلاشی لی کچھ نہ پا کر واپس لوٹ گئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1:ص:320 مطبوعہ لاہور)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

سپاہی تلاشی لینے کے بعد واپس چلے گئے۔ (معالم التنزیل: ج:3:ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا اپنی بیٹی مریم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھنے پر لاعلمی کا اظہار کرنا

جب سپاہی گھر کی تلاشی لینے کے بعد واپس چلے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے اپنی بیٹی مریم سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔

تو انہوں نے کہا: مجھے پتہ نہیں ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

والدہ نے مریم سے پوچھا کہ

موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟ تو اس نے سب ماجرا کہا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1:ص:320 مطبوعہ لاہور)

امام ابو الحسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے پوچھا۔

بچہ کہاں ہے؟

اس نے کہا:

مجھے پتہ نہیں! (معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تنور سے بچے کی رونے کی آواز سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا دیکھنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلامت پانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے تنور سے بچے کی رونے کی آواز سنی تو دوڑ کر تنور کی جانب گئیں اللہ تعالیٰ نے اس تنور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا تھا تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے پوچھا۔

بچہ کہاں ہے۔

اس نے کہا:

مجھے پتہ نہیں!

پھر تنور سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ وہ دوڑ کر تنور کی طرف گئی اللہ تعالیٰ نے اس تنور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا تھا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

والدہ نے مریم سے پوچھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔ اس نے سب ماجرا کہا ماں غم سے تڑپ گئی تنور میں جا کر دیکھا کہ آگ کے شعلے نکل رہے ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بدستور امن و امان سے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ نبوت سے پہلے معجزہ کا ظہور تنور سے سلامت رہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب آپ علیہ السلام کی بہن نے تنور میں رکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا اور آپ علیہ السلام سلامت رہے جو کہ آپ علیہ السلام کا دعویٰ نبوت سے پہلے معجزہ کا ظہور ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

والدہ نے مریم سے پوچھا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں اس نے سب ماجرا کہا۔ ماں غم سے تڑپ گئی تنور پر جا کر دیکھا کہ آگ کے شعلے نکل رہے ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بدستور امن و امان سے ہیں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارہاص ہے یعنی دعویٰ نبوت سے

پہلے معجزہ کا ظہور (ہوا)۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:320 مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تین ماہ تک چھپا کر رکھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر والوں نے تین ماہ چھپا کر رکھا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ڈھونڈنے والے ان کے پاس پہنچے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنور میں ڈال دیا لیکن وہ سلامت رہے پھر انہوں نے تین ماہ تک ان کو چھپا کر رکھا۔ (المنتظم: ج:1،ص:218 مطبوعہ بیروت)

والدہ محترمہ کا تین ماہ تک دودھ پلانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو تنور سے سلامتی کے بعد تین ماہ تک دودھ پلایا۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ آپ علیہ السلام کو گود میں تین ماہ تک دودھ پلاتی رہیں۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام تین ماہ کے دوران نہ روتے تھے نہ حرکت کرتے تھے

جن تین ماہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو چھپا رکھا تھا ان تین ماہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ تو روتے تھے اور نہ ہی حرکت کرتے تھے۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ آپ علیہ السلام کو گود میں تین ماہ تک دودھ پلاتی رہیں آپ علیہ السلام گود میں نہ تو روتے تھے اور نہ ہی حرکت کرتے تھے۔ (معالم التنزیل: ج:3،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا دریا میں ڈالنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو الہام فرمایا کہ میرے کلیم کو دودھ پلاؤ جب تمہیں اس کے اوپر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور نہ تو کوئی غم کرنا اور نہ ہی خوف۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ

(القصص:7)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ اور جب تم کو اس پر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف اور غم نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والدہ محترمہ کی طرف واپس لوٹا دینے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حکم فرمایا کہ جب تمہیں اس پر کوئی خطرہ محسوس ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف اور غم نہ کرنا ہم اسے ضرور واپس لوٹا دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ (القصص:7)

بے شک ہم اس کو تمہارے پاس واپس لائیں گے۔

والدہ محترمہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول بنانے کی بشارت

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو تسلی عطا فرمادی کہ ہم اسے ضرور تمہارے پاس واپس لائیں گے تو اس وقت یہ بھی بشارت عطا فرمادی کہ ہم اس کو رسول بنانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝ (القصص:7)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا قوم فرعون کے بڑھئی سے صندوق خریدنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو جب اللہ تعالیٰ نے دریا میں ڈالنے کا الہام فرمایا تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ قوم فرعون کے ایک بڑھئی کے پاس گئیں اور وہاں سے ایک صندوق خریدا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ قوم فرعون کے ایک بڑھئی کے پاس گئیں اور اس سے چھوٹا صندوق خریدا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا صندوق لینے کی وجہ پوچھنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے بڑھئی سے صندوق لیا تو اس بڑھئی نے پوچھا تم اس کا کیا کرو گی۔

امام ابو الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ قوم فرعون کے ایک بڑھئی کے پاس گئیں اور اس سے ایک چھوٹا سا صندوق خریدا اس بڑھئی نے پوچھا تم اس صندوق کا کیا کرو گی؟ (معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا بڑھئی کو بیٹا چھپانے کا جواب دینا

جب بڑھئی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے پوچھا کہ تم اس صندوق کا کیا کرو گی تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جواب دیا میں اس کے اندر اپنے بیٹے کو چھپاؤں گی۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی نے پوچھا تم اس صندوق کا کیا کروگی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس صندوق کے اندر اپنے بیٹے کو چھپاؤں گی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جھوٹ بولنا ناپسند فرمایا

جب بڑھئی نے صندوق لینے کی وجہ پوچھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے سچ سچ بتایا کہ میں اس کے اندر اپنے بیٹے کو چھپاؤں گی اور آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جھوٹ بولنے کو ناپسند کیا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جھوٹ بولنے کو ناپسند کیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جھوٹ کی مذمت

انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اپنا بچاؤ کرتا رہتا ہے ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ اس کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کر دیتا ہے۔ جھوٹ کی مذمت کے متعلق کئی احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس وقت تک بندہ کا ایمان مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ جھوٹ کو ترک نہ کر دے حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور ریا کو ترک کر دے خواہ وہ اس میں صادق ہو۔ (مسند احمد: ج:2، ص:364 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ:2

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔ (صحیح مسلم: ج:1، ص:8 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آخر زمانہ میں ایسے دجال اور کذاب ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث مبارکہ بیان کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ

تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہو وہ تم سے رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔

(صحیح مسلم: ج:1 ،ص:10 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث مبارکہ:4

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ فجور (گناہ) تک پہنچاتا ہے اور فجور دوزخ تک پہنچاتا ہے ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2 ،ص:325 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

حدیث مبارکہ:5

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے میں نے دیکھا وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا اس نے وہ آنکڑا اس کی باچھ میں داخل کیا اور آنکڑے سے اس کی باچھ کو کھینچ کر گدی تک پہنچا دیا پھر وہ آنکڑا دوسری باچھ میں داخل کیا اور اس باچھ کو گدی تک پہنچا دیا اتنے میں پہلی باچھ مل گئی اور اس نے پھر اس میں آنکڑا ڈال دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

جس شخص کی باچھ پھاڑ کر گدی تک پہنچائی جا رہی تھی یہ وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا تھا پھر اس سے وہ جھوٹ نقل ہو کے ساری دنیا میں پھیل جاتا تھا اس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ج:1 ،ص:185 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث مبارکہ:6

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین صورتوں کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے:

1- ایک شخص اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے جھوٹ بولے۔

2- جنگ میں جھوٹ بولنا۔

3- لوگوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا۔ (جامع ترمذی: ص:287 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا سچ بتا کر صندوق لے کر چلے جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ بڑھئی کو سچ بتا کے صندوق لے کر اپنے گھر چلی گئیں۔

بڑھئی کا فرعون کے ذبح کرنے والوں کے پاس خبر دینے کے لئے جانا اور گویائی سلب ہو جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ صندوق لے کر اپنے گھر کو چلی گئیں تو بڑھئی فرعون کے ذبح کرنے والوں کے پاس گیا اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جو کچھ کرنے والی ہیں اس کی خبر دوں تو جب اس نے بولنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی کو سلب فرمالیا اور وہ کوئی بات نہ کر سکا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ صندوق لے کر چلی گئیں تو وہ بڑھئی فرعون کے ذبح کرنے والوں کے پاس گیا اور ارادہ کیا کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی کاروائی کی خبر دے۔ جب اس نے بولنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی سلب کر لی اور وہ کوئی بات نہ کر سکا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتانا اور فرعونیوں کا پاگل سمجھ کے مار پیٹ کر نکال دینا

جب اللہ تعالیٰ نے بڑھئی کی گویائی سلب فرمائی تو وہ ہاتھوں سے اشارہ کر کے فرعونیوں کو بتانے لگا اور فرعونیوں نے اس کی کوئی بات نہ سمجھی تو انہوں نے پاگل سمجھ کے مار پیٹ کر وہاں سے نکال دیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب بڑھئی نے بولنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی سلب فرمالی اور وہ کوئی بات نہ کر سکا اور ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتانے لگا ان لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آیا تو انہوں نے اس کو پاگل سمجھ کے مار پیٹ کر نکال دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا بڑھئی کے اپنے ٹھکانے پر پہنچنے کے بعد گویائی واپس فرما دینا

جب بڑھئی فرعونیوں سے واپس پلٹ کر اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بڑھئی کی گویائی واپس فرما دی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب وہ بڑھئی اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی واپس کر دی تو وہ بولنے لگا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا دوبارہ ذبح کرنے والے فرعونیوں کے پاس جانا اور گویائی سلب ہو جانا

بڑھئی دوبارہ ذبح کرنے والے فرعونیوں کے پاس گیا تا کہ اس کاروائی کی خبر دوں مگر جب وہاں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی کو سلب فرمایا اور وہ بات نہ کر سکا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی پھر دوبارہ ذبح کرنے والوں کے پاس گیا وہاں جا کر پھر اس کی گویائی سلب ہوگئی (اور وہ بات نہ کر سکا)

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا دوبارہ اشارہ سے بتانا اور فرعونیوں کا پاگل سمجھ کے مار پیٹ کر نکال دینا

جب بڑھئی کی گویائی سلب ہوگئی تو وہ ہاتھوں کے اشاروں سے بات بتانے لگا اور فرعونیوں نے پاگل سمجھ کے مار پیٹ کر دوبارہ نکال دیا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی نے دوبارہ اشاروں سے بات کرنی چاہی انہوں نے پھر اس کو مار پیٹ کر نکال دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا دوسری بار مار کھا کے گھر پہنچنے پر دوبارہ گویائی واپس آ جانا

بڑھئی کو جب دوسری بار فرعونیوں نے پاگل سمجھ کر مار پیٹ کے وہاں سے نکال دیا تو بڑھئی کے گھر پہنچنے پر اس کی گویائی واپس پلٹ آئی۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب بڑھئی دوسری بار مار کھا کر اپنے گھر پہنچا تو پھر اس کی گویائی واپس آ گئی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا تیسری بار ذبح کرنے والے فرعونیوں کے پاس جانا تو گویائی کے ساتھ بینائی بھی جاتی رہنا

بڑھئی کے دل میں بات نہ رہ سکی چنانچہ وہ تیسری بار ذبح کرنے والے فرعونیوں کے پاس گیا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی کاروائی کی خبر دوں تو اس وقت اس کی گویائی کے ساتھ بینائی بھی سلب کر لی گئی۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی (تیسری بار) پھر ذبح کرنے والوں کے پاس گیا تا کہ ان کو خبر دے اس بار اس کی گویائی بھی جاتی رہی اور اس کی بینائی بھی جاتی رہی اس کو نہ تو کچھ دکھائی دیا اور نہ ہی بات کر سکا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا تیسری بار فرعونیوں سے مار کھا کے گھر پہنچنا

بڑھئی تیسری بار فرعونیوں سے مار کھا کے اپنے گھر پہنچا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی پھر دوبارہ تیسری بار مار کھا کے پلٹا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا سچے دل سے توبہ کرنا کہ وہ زندگی بھر کسی کو یہ راز نہیں بتائے گا

بڑھئی نے سچے دل سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر اس بار اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی اور بینائی واپس فرما دی تو وہ یہ راز کسی پر فاش نہ کرے گا اور جب تک زندہ رہے گا اس کو راز ہی رکھے گا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بڑھئی نے اس بار (تیسری بار سچے دل سے توبہ کی) صدق دل سے عہد کیا کہ اگر اس بار اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی اور بینائی واپس کردی تو وہ یہ بات کسی کو نہیں بتائے گا اور جب تک زندہ رہے گا اس کو راز رکھے گا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا بڑھئی کی توبہ کو قبول فرما کر گویائی اور بینائی واپس عطا فرما دینا

بڑھئی نے جب سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق نیت کو جان لیا اور اس کی گویائی اور بینائی واپس فرما دی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

(بڑھئی نے جب سچے دل سے توبہ کی اور صدق سے عہد کرلیا تو) اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق نیت کو جان لیا اور اس کی گویائی اور بینائی واپس کردی۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

توبہ کا معنی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس کو سعادت دیتا وہ گناہ کی برائی اور اس کے ضرر پر متنبہ ہو جاتا ہے اور یہی تنبیہ توبہ کا باعث ہے کیونکہ گناہ ایسا زہر ہے جس کے ضرر سے دنیا و آخرت کی سعادت ضائع ہو جاتی ہے اور وہ دنیا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محجوب اور آخرت میں اس کے قرب سے محروم ہو جاتا ہے۔ گناہ گار اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے پر تائب ہوگا یا مخلوق کے حق کو ضائع کرنے پر توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے پر توبہ یہ ہے کہ وہ آئندہ کے لئے اس گناہ کو ترک کردے اور اس کی جو قضا اور کفارہ مشروع ہے اس کو ادا کرے اور مخلوق کا حق ضائع کرنے پر توبہ یہ ہے کہ وہ مستحق کو اس کا حق ادا کرے ورنہ وہ اس گناہ کے ضرر سے نجات نہیں پائے گا اگر وہ پوری کوشش کرنے کے بعد بھی اس حق کو ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے کی امید رکھے۔

(فتح الباری: ج:11، ص:103 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

توبہ کی شرائط

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک نے یہ کہا ہے کہ

توبہ کی شرائط یہ ہیں کیے ہوئے کام پر ندامت ہو، آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو، حق واپس کرے اور جو فرائض رہ گئے ہیں ان کو ادا کرے اور حرام مال کھانے سے جو بدن بن گیا ہے اسے غم اور فکر سے گھلا دے حتیٰ کہ دوبارہ اس کے جسم پر پاکیزہ گوشت پیدا ہو جائے اور اپنے نفس کو اطاعت کی مشقت کا اس طرح مزہ چکھائے جس طرح اس نے معصیت کی لذت کا مزہ چکھا تھا۔ جن علماء نے توبہ کی تفسیر ندامت سے کی ہے انہوں نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ندامت توبہ ہے اور در حقیقت ندامت توبہ کا رکن عظیم ہے۔ بعض علماء کرام نے توبہ کی شرائط میں مزید اضافہ کیا ہے: وہ اس جگہ سے چلا جائے جہاں گناہ کیا تھا اور آخر عمر تک اس جگہ دوبارہ نہ جائے اور دوبارہ نہ کرے ورنہ اس کی توبہ باطل ہو جائے گی۔ پہلی اور دوسری شرط مستحب ہے اور آخری شرط باطل ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ بندہ بار بار گناہ کرے اور ہر گناہ کے بعد توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے۔ (فتح الباری: ج: 11 ص: 104 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

قرآن مجید سے توبہ کرنے کا ثبوت

قرآن مجید میں توبہ کرنے کے بارے میں کئی آیات کریمہ ہیں جس میں توبہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر: 1

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ (التحریم: 8)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔

آیت نمبر: 2

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ (النساء: 17 تا 18)

اللہ پر توبہ (کا قبول کرنا) صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو (عذاب الٰہی سے) جہالت کی وجہ سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے اور توبہ (کا قبول ہونا) ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو (مسلسل) گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ یہ (قبول توبہ) ان لوگوں کے لئے ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے توبہ کا ثبوت

کثیر احادیث مبارکہ میں توبہ کرنے اور اس پر گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم خطائیں کرو حتیٰ کہ تمہاری خطاؤں سے آسمان بھر جائے پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
گناہ کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد دوبارہ گناہ نہ کرے۔ (مسند احمد: ج: 1 ص: 446 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ:3

حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ندامت توبہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ:4

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص گناہ سے توبہ کرلے وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ غرغرہ موت (جب سانس اکھڑنے لگتا ہے) سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 314 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے استغفار کرنے کو لازم کرلیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کا حل بنادے گا اور ہر تنگی سے اس کے لئے کشادگی کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:3، ص:154 مطبوعہ دار الفکر دمشق)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گناہ کبیرہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں رہتا اور صغیرہ پر اصرار کرنے کے بعد وہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:4، ص:48 مطبوعہ دار الفکر دمشق)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے استغفار کرلیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے۔

(سنن ابوداؤد: ج:1، ص:212 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل! رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2759)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اس سے پہلے توبہ کرلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2703)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اس گناہ سے الگ ہو جاتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ وہی راز ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔
كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ (المطففين:14)
ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے کاموں نے زنگ چڑھا دیا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3334)

حدیث مبارکہ:12

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابن آدم! بے شک تو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امید رکھی تم میں جو بھی گناہ تھا اس کو میں نے معاف کر دیا اور مجھے پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو پوری روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آیا پھر تو نے مجھ سے ملاقات کی تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت لاؤں گا بشرطیکہ تو نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3540)

حدیث مبارکہ:13

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت کیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم سے جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور تم جو برا کام کرو اس کے بعد توبہ کرو پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ کرو اور کھلم کھلا گناہ کی توبہ کھلم کھلا کرو۔ (معجم الکبیر: ج:20: ص:159)

حدیث مبارکہ:14

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مغرب کی طرف توبہ کا ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس سال یا ستر سال کی مسافت ہے۔ اللہ عزوجل نے اس دروازہ کو اس دن کھول دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور اس دروازہ کو اس وقت تک بند نہیں فرمائے گا

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3536)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کسی شخص کو اپنی گمشدہ سواری کے مل جانے سے جتنی خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3538)

حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کی توبہ کا قبول ہونا

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ روایت کرتے ہیں:

بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجیں ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا اور یہ اوس کے حلیف تھے تاکہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا جب بنو قریظہ نے ان کو دیکھا تو ان کے مردان کے پاس کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتیں فریاد کرنے لگیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کے لئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہو گیا۔

بنو قریظہ نے ان سے کہا:

اے ابولبابہ (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ کا کیا مشورہ ہے کیا ہم (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں؟

انہوں نے کہا:

ہاں! اور ہاتھ سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ تمہیں ذبح کر دیں گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی میں نے وہاں سے قدم نہیں اٹھائے تھے کہ میں نے یہ جان لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سیدھے واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا میں اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک کہ میری اس خیانت پر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرما لیتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی بنو قریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ کبھی اس شہر میں جاؤں گا جس میں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی تھی۔

عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔
امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور جب انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے تو میں ان کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمالیتا۔
امام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ
جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے اس دن سحری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں نے سحری کے وقت دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے ہنس رہے تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابولبابہ (رضی اللہ عنہ) کی توبہ قبول کر لی گئی۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان کو یہ خوش خبری نہ دوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیوں نہیں اگر تم چاہو تو (دے سکتی ہو) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہو گئیں یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
اے ابولبابہ (رضی اللہ عنہ)! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
مسلمان ان کو کھولنے کے لئے جھپٹے تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آ کر اپنے ہاتھوں سے مجھے کھولیں گے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مقدس ہاتھوں سے) انہیں کھول دیا۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ستون کے ساتھ چھ راتیں بندھے رہے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہر نماز کے وقت آ کر انہیں کھول دیتی تھیں وہ نماز پڑھتے اور پھر ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ:102)

اور دوسرے مسلمان جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا انہوں نے کچھ نیک کاموں کو کچھ برے کاموں کے ساتھ ملا لیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (السیرۃ النبویہ:ج:3،ص260 تا 262 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اس قوم کے اس علاقہ کو چھوڑ دوں جس میں، میں نے گناہ کیا تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہوں اور اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صدقہ کروں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے لیے صرف تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث:16397)

حافظ ابوعمر یوسف بن محمد بن عبدالبر قرطبی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے لوہے کی وزنی زنجیروں سے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ کئی راتیں باندھے رکھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی سماعت بہت کم ہوگئی اور بینائی بھی بہت کم ہوگئی۔ جب نماز کا وقت آتا یا انہوں نے قضاء حاجت کے لئے جانا ہوتا تو ان کی بیٹی ان کو کھول دیتی اور فارغ ہونے کے بعد پھر ان کو باندھ دیتیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے جو اپنے آپ کو باندھا تھا حافظ ابن عبدالبر نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں۔ اور سب سے عمدہ وجہ وہ ہے جو زہری سے مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے انہوں نے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا نہ تو کوئی چیز کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل میری توبہ قبول فرمالے یا میں مر جاؤں وہ سات دن بندھے رہے نہ تو کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا حتیٰ کہ بے ہوش ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

ان سے کہا گیا کہ

اے ابولبابہ! (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔

بہ خدا! میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر مجھے کھولیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھ سے آپ رضی اللہ عنہ کو کھولا۔

التوبہ: 102 کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ سات، آٹھ یا نو افراد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے پھر نادم ہوئے اور انہوں نے توبہ کی اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا ان کا ایک عمل توبہ تھا اور ان کا برا عمل غزوہ تبوک سے رہ جانا تھا۔

حافظ ابوعمر یوسف بن محمد عبدالبر قرطبی فرماتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا گناہ یہ تھا کہ وہ بنو قریظہ کے حلیفوں میں سے تھے اور انہوں نے بنو قریظہ کو یہ اشارہ کیا تھا کہ اگر تم سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئے تو تم کو ذبح کر دیا جائے گا اور انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کیا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔

(الاستیعاب: ج:4، ص304 تا 305 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو کھول دیا تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اموال لے کر آئے اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اموال لیجئے اور ان کو ہماری طرف سے صدقہ کر دیجئے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہم کو پاک فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس وقت تک ان میں سے کوئی چیز نہیں لوں گا جب تک کہ مجھے اس کا حکم نہ دیا جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال سے زکوۃ لیجئے جس ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے رحمت ان کے لئے طمانیت ہے یعنی ان سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے استغفار فرمائیں۔

(جامع البیان: ج:11، ص:24 مطبوعہ بیروت)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہ گناہ تھا کہ انہوں نے بنو قریظہ کو اشارہ سے یہ بتایا تھا کہ اگر تم محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

کے کہنے سے قلعہ سے نکل آئے تو وہ تمہیں ذبح کر دیں گے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کو حلقوم پر رکھ کر اشارہ کیا تھا۔

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ان روایات میں اولیٰ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا۔ (جامع البیان: ج: 11، ص: 22 مطبوعہ بیروت)

جلاس بن سوید کی توبہ

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب جلاس نے وہ کلمہ کفریہ کہا کہ اگر (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) برحق ہیں تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں تو ایک صحابی عمیر بن سعد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر پوچھا تو اس نے انکار کیا اور قسم کھالی کہ اس نے یہ کلمہ کفر نہیں کہا لیکن جب بعد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا تو جلاس نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ کلمہ کفر کہا تھا اور اپنے اس قول سے صدق دل سے توبہ کر لی اور پھر نیک عمل کیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر سے فرمایا: تمہارے رب عزوجل نے تمہاری تصدیق کر دی۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 13191)

حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں غزوہ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہیں رہا البتہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوہ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کے قافلہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا۔ اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا ہر چند کہ مسلمانوں میں شرکاء بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے، لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا اس وقت میں جس قدر قوی اور خوش حال تھا اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی اور خوش حال نہیں تھا۔ اس وقت جہاد کے لیے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور دراز سفر کے لئے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کے لئے پوری تیاری کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

بہت کم کوئی ایسا شخص ہوگا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے وحی نازل کرنے کے آپ سے اس کا معاملہ مخفی رہے گا۔ جب درختوں پر پھل آ گئے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کا ارادہ کیا میں اس وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے میں ہر صبح جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آ جاتا میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کروں گا جا سکوں گا میں یہی سوچتا رہا کہ حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامان سفر باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی میں صبح کو پھر گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا میں یونہی سوچ و بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے اور میں یہی سوچتا رہا کہ میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا۔ کاش میں ایسا کر لیتا لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو کیا ہوا؟

بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم نے بری بات کہی ہے! بخدا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو ابوخیثمہ ہو جا۔ تو وہ ابوخیثمہ ہو گیا یہ وہی شخص تھے جنہوں نے ایک صاع (چار کلو گرام) چھوارے صدقہ کیے تھے تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی میں جھوٹی باتیں بنانے کے لئے سوچنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا اور اپنے گھر کے اصحاب رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا۔ پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب تشریف لا

رہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا کہ میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پا سکوں گا پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معمول کے مطابق فارغ ہو گئے تو جو لوگ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ آ آ کر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی (80) سے زیادہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اعتبار سے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا حتیٰ کہ میں آیا۔ جب میں نے سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مسکراہٹ پر ہر دم سلام ہو) جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا! اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے کلام پر قدرت عطا فرمائی گئی ہے، لیکن بخدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی بھی ہو گئے تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی بات کہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھے سچ میں اللہ تعالیٰ سے حسن عاقبت کی امید ہے۔ بخدا میرا کوئی عذر نہیں تھا اور جس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہ گیا تھا تو مجھ سے زیادہ خوش حال کوئی نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بہر حال اس شخص نے سچ بولا ہے تم یہاں سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے میں وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا بخدا ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کا عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے تھے۔ تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کافی تھا۔ بخدا وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں۔

پھر میں نے ان سے پوچھا۔

کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے۔

انہوں نے کہا:

دو اور اشخاص نے بھی تمہاری مثل کہا ہے ان سے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے جو تم سے ارشاد فرمایا تھا۔

میں نے پوچھا:

وہ کون ہیں؟

انہوں نے کہا:

وہ مرارہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ان دو نیک اشخاص کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ میرے لیے نمونہ تھے جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر مسلمانوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور ہمارے لئے اجنبی ہو گئے حتیٰ کہ زمین بھی میرے لیے اجنبی ہو گئی یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں پہلے پہچانتا تھا ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گزر گئیں میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے وہ اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے لیکن ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا میں باہر نکلتا تھا نمازوں میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا۔ مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آتا اور نماز کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے لئے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے اعراض کرتے حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بے رخی زیادہ بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے چچا زاد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا بخدا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔

میں نے ان سے کہا:

(یا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں وہ خاموش رہے۔ میں نے ان کو قسم دے کر سوال کیا وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے پھر ان کو قسم دی۔

تو انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے دیوار پھاندی

اور واپس آ گیا۔ ایک دن میں مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہا تھا تو اہل شام کا ایک شخص مدینہ منورہ میں غلہ بیچنے کے لئے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملا دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا میں چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لیے میں نے اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری دل جوئی کریں گے میں نے جب یہ خط پڑھا تو میں نے کہا: یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش ہے میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلا دیا حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے اور وحی رکی رہی تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا۔

اس نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا:

تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور وہیں رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔

اس نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک حضرت ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے۔

ان کی بیوی نے کہا:

بخدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں کر سکتے اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے، بخدا وہ اس دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں۔

مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا:

تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح اجازت لے لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

میں نے عرض کیا:

میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا مجھے پتہ نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے اور میں ایک جوان شخص ہوں۔ پھر میں اسی حال پر دس راتیں ٹھہرا رہا۔ پھر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی اس کو پچاس دن گزر گئے تھے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پچاس دن کے بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے: مجھ پر میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ اچانک میں نے سلع پہاڑی کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ اے کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ)! بشارت ہو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمائی ہے پھر لوگ آ کر ہم کو مبارک باد دیتے تھے پھر میرے ان دو ساتھیوں کی طرف لوگ مبارکباد دینے کے لئے گئے اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی اور اس کی آواز گھوڑے سوار کے پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچی۔ جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیئے۔ بخدا! اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور میں نے کسی سے عاریتاً کپڑے لے کر پہنے پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا۔ ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھے مبارک باد دینے کے لئے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو۔

جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ بخدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ طلحہ کو نہیں بھولتے تھے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس چمک رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے مبارک ہو جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اس علامت کو پہچانتے تھے انہوں نے کہا: جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے لیے کچھ مال کو رکھ لو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا:

میں اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے اور میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ انہوں نے کہا: بخدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا اور آئندہ کے لئے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' (التوبہ:117 تا 119)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت سے لے کر اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں عطا فرمائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ

نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ ان کے کاموں کی سزا ہے وہ تمہیں راضی کرنے کے لئے قسمیں کھائیں گے سو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہوگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کیا گیا تھا جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا ان سے بیعت کر لی تھی اور ان کے لئے استغفار کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تینوں کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک میں جو پیچھے رہ گئے تھے اس کا ذکر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والوں کی بہ نسبت ہمارے معاملے کو مؤخر کیا گیا تھا جنہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2757) (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6883) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3102)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بار بار توبہ قبول فرماتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ایک بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! میرے گناہ بخش دے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب عزوجل ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے میرے رب عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب عزوجل ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے وہ بندہ پھر تیسری بار گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے پس رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا رب عزوجل ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے تو جو چاہے کر میں نے تجھے بخش دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7507)

توبہ کی قبولیت کب تک ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تک غرغرہ موت (نزع روح) کا وقت نہ آئے اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا رہتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3548)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے فرشتوں کو دیکھنے سے پہلے توبہ کر لی وہ اس کی عنقریب توبہ ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:130 مطبوعہ ایران)

ضحاک سے روایت ہے کہ

موت سے پہلے ہر چیز عنقریب ہے۔ موت کے فرشتہ کو دیکھنے سے پہلے توبہ مقبول ہوتی ہے اور موت کے فرشتہ کو دیکھنے کے بعد توبہ مقبول نہیں ہوتی۔ (درمنثور: ج:3، ص:130 مطبوعہ ایران)

فرعون چونکہ موت کے فرشتے اور عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان لایا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان قبول نہیں فرمایا۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (یونس:90تا91)

حتیٰ کہ فرعون کو جب غرق نے گھیر لیا تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (فرمایا) تو اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہتا تھا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

بڑھئی کا گویائی اور بینائی واپس ہونے پر اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کرنا

اللہ تعالیٰ نے جب بڑھئی کی گویائی اور بینائی واپس عطا فرما دی تو بڑھئی اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر میں گر پڑا اور اس نے یہ بات جان لی کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق نیت کو جان لیا اور اس کی گویائی اور بینائی واپس کر دی وہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر میں گر پڑا اور اس نے جان لیا کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھئی کا نام سانوم تھا

جس بڑھئی سے صندوق بنوائی یا خریدی اس کا نام سانوم تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

گھر کے سب لوگوں نے مشورہ کر کے محلّہ کے ایک بڑھئی سے جس کا نام سانوم تھا ایک صندوقچہ لکڑی کا بنوا کر اس سے عہد لیا کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ سانوم نے صندوقچہ بنایا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی کے زمین میں ٹخنوں تک دھنسنے کا قول

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جب بڑھئی نے راز فاش کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی گویائی اور بینائی کو سلب کر لیا اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وہ زمین میں دھنس گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ادھر فرعون کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص ہم کو اس لڑکے کا پتہ بتا دے جو کہ بنی اسرائیل کے گھر پیدا ہوا ہے تو اس کو بہت انعام دیا جائے گا۔ سانوم کو طمع ہوئی خبر دینے کے لئے نکلا اور دروازے پر پہنچا کہ زمین میں ٹخنوں تک دھنس گیا اور غیبی آواز آئی کہ اگر یہ راز تو نے ظاہر کیا تو تجھ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی کا صندوق حضرت عمران کے گھر پہنچانا

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صندوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ لے گئیں اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صندوق بڑھئی مکان پر پہنچا آیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

سانوم (بڑھئی) گھبرا گیا اور صندوقچہ عمران کے مکان پر پہنچایا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کو دیکھنے کا کہنا

جب بڑھئی صندوق چھوڑنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر پہنچا تو اس نے کہا: مجھے اس مقدس شہزادے کی صورت دکھا دیجئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

سانوم گھبرا گیا اور صندوقچہ عمران کے مکان پر پہنچایا اور عرض کیا کہ مجھے اس پاکیزہ فرزند کی صورت دکھادو۔

(تفسیر نعیمی، ج:2، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدمین شریفین پر اپنی آنکھیں ملنا

بڑھئی نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نورانی چمکتا دمکتا چہرہ اقدس دیکھا تو آپ علیہ السلام کے قدمین شریفین پر اپنی آنکھیں ملیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(اس نے) عرض کیا کہ مجھے اس پاکیزہ فرزند کی صورت دکھادو۔ والدہ محترمہ نے اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کرائی سانوم نے آپ علیہ السلام کے قدم پاک پر آنکھیں ملیں۔ (تفسیر نعیمی، ج:2، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی کا ایمان لانا

بڑھئی نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی تو آپ علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

والدہ محترمہ نے اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کرائی سانوم نے آپ علیہ السلام کے قدم پاک پر آنکھیں ملیں اور آپ علیہ السلام پر ایمان لایا۔ (تفسیر نعیمی، ج:2، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

سب سے پہلا مومن بڑھئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو سب سے پہلے ایمان لایا وہ بڑھئی ہی لایا چنانچہ یہ سب سے پہلا مومن ہے۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
سانوم نے آپ علیہ السلام کے قدم پاک پر آنکھیں ملیں اور آپ علیہ السلام پر ایمان لایا چنانچہ سب سے پہلا مومن یہی ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑھئی نے صندوق کی اجرت نہ لی

بڑھئی نے جو صندوق بنا کر دیا تھا اس کی اس نے اجرت نہ لی۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
(اس نے) اس صندوقچہ کی اجرت بھی نہ لی۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

والدہ محترمہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غسل دینا، عمدہ کپڑے پہنانا اور خوشبو لگانا

جب صندوق گھر آ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ کو پورا کرنے کے لئے اپنے فرزند ارجمند کو غسل دیا، عمدہ کپڑے پہنائے اور خوشبو لگائی۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
والدہ ماجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غسل دیا، عمدہ کپڑے پہنائے، خوشبو لگائی۔
(تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

والدہ محترمہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوقچہ میں رکھ کے روتے ہوئے دریائے نیل پر لے جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ آپ علیہ السلام کو غسل دے کر، کپڑے پہنا کر اور خوشبو لگا کر فارغ ہوئیں تو آپ علیہ السلام کو صندوق میں رکھا اور روتے ہوئے دریائے نیل پر لے گئیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
(حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ آپ علیہ السلام کو) صندوقچہ میں رکھ کر دریائے نیل پر روتی ہوئی لے گئیں۔
(تفسیر نعیمی، ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

والدہ محترمہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے صندوق کو دریا میں بہا دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
(والدہ محترمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) صندوقچہ میں رکھ کر دریائے نیل پر روتی ہوئی لے گئیں اور خدا کے حوالے کر کے

دریا میں بہادیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کراچی)

تین ماہ تک چھپانے کے بعد صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریائے نیل میں ڈالنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کو فرعونیوں سے تین ماہ تک چھپائے رکھا پھر آپ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں ڈال دیا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں:

پھرانہوں نے تین ماہ تک آپ علیہ السلام کو چھپا کر رکھا پھر ان کو اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔ (المنتظم: ج:1،ص:218 مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا صندوق میں رکھ کر ڈالنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی طرف وحی فرمائی تھی کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓىۙ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ (طٰہٰ:38تا39)

جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف کی جارہی ہے کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا۔

والدہ محترمہ کا دل بے چین مگر قدرتی طور پر تسکین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا بیٹے کو خود سے جدا کرنے پر دل اگرچہ بے چین تھا مگر قدرتی طور پر تسکین تھی کہ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہی پورا ہوگا اور یہ بچہ میرے پاس واپس آئے گا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے) خدا کے حوالے کرکے دریا میں بہادیا دل بہت بے چین ہوا مگر قدرتی طور پر تسکین ہوئی کہ یہ بچہ پھر مجھ کو ہی ملے گا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

رب تعالیٰ کا دریا کو صندوق کو کنارے پر لے آنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس صندوق کو کنارے پر لے آئے تاکہ میرا اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا دشمن اس کو لے لے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ (طٰہٰ:39)

پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے تا کہ اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا۔

فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی

فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اس کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس زمانہ میں فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی اور کوئی اولاد نہیں تھی۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بیٹی کا فرعون کو سب سے زیادہ مکرم ہونا

فرعون کی چونکہ ایک بیٹی تھی اس لیے وہ اس کو بہت زیادہ مکرم تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اس زمانہ میں فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی اور کوئی اولاد نہیں تھی اور فرعون کے نزدیک وہ سب سے زیادہ مکرم تھی۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بیٹی کی ہر روز فرعون کے پاس تین فرمائشیں

فرعون کی بیٹی اپنے باپ کو ہر روز تین فرمائشیں کرتی تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اور فرعون کے پاس ہر روز اس کی تین فرمائشیں تھیں۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کی بیٹی برص کی بیماری میں شدید مبتلا تھی

فرعون کی بیٹی کو برص کی بیماری لاحق تھی، جس کی وجہ سے وہ اس میں شدید مبتلا تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اس لڑکی کو برص کی شدید بیماری تھی۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا اپنی بیٹی کے علاج کے لئے تمام اطباء اور جادوگروں کو جمع کرنا

فرعون نے اپنی اکلوتی بیٹی کے علاج کے لئے تمام اطباء اور جادوگروں کو جمع کیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے اس کے علاج کے لئے تمام اطباء اور جادوگروں کو جمع کیا تھا۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کو اطباء اور جادوگروں کا دریا کی طرف سے تندرستی کا مشورہ دینا

اطباء اور جادوگروں نے معاملہ پر غور وفکر کر کے فرعون کو مشورہ دیا کہ تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے اس معاملہ میں غور کر کے کہا: اے بادشاہ! تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اطباء اور جادوگروں کا فرعون کو انسان کے مشابہ شخص کے لعاب دہن سے تندرست ہوتے کا بتانا

اطباء اور جادوگروں نے فرعون کو بتایا کہ اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا جس کے لعاب دہن سے تیری بیٹی تندرست ہوگی۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا اس کے لعاب دہن کو جب اس کے برص پر لگایا جائے گا تو یہ تندرست ہو جائے گی۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:523 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اطباء اور جادوگروں کا فرعون کو اس کام کے لئے دن اور طلوع آفتاب کا وقت بتانا

اطباء اور جادوگروں نے فرعون کو بتایا کہ تیری بیٹی کے ٹھیک ہونے کا دن فلاں ہے اور فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اور یہ کام فلاں دن اور فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا مقررہ دن و وقت میں مجلس لگا کر دریائے نیل کے کنارے بیٹھنا

اطباء اور جادوگروں نے جو دن و وقت بتایا تھا فرعون اسی دن و وقت میں دریائے نیل کے کنارے پر مجلس لگا کر بیٹھ گیا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب وہ دن آیا تو فرعون ایک مجلس میں دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دریا سے ایک نہر نکال کر فرعون کے باغ میں پہنچائی گئی تھی

دریائے نیل سے ایک ایسی نہر نکالی گئی تھی جو فرعون کے باغ میں پہنچائی گئی تھی جس کا نام عین الشمس تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
دریا سے ایک نہر نکال کر فرعون کے باغ میں پہنچائی گئی تھی جس کا نام عین الشمس تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کی بیوی آسیہ کا ساتھ ہونا اور بیٹی کا سہیلیوں کے ساتھ کھیلنا

فرعون کی بیوی آسیہ اس کے ساتھ تھی اور اس کی بیٹی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اور وہ ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کی موجیں ایک صندوق کو بہا کر لے آئیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی التوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب وہ دن آیا تو فرعون ایک مجلس میں دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی اور فرعون کی بیٹی بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ آکر بیٹھ گئی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کی موجیں تابوت کو لے کر آئیں۔ (معالم التنزیل: ج:2 ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صندوق کا نہر میں داخل ہو کر فرعون کے باغ میں پہنچنا اور اس کو نکال کر فرعون کے پاس لے آنا

جس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے یہ صندوق دریا سے نہر میں داخل ہو کر فرعون کے باغ میں پہنچا اور فرعون اس وقت باغ میں سیر کر رہا تھا اس کے ساتھ اس کی بیوی، بیٹی اور خاص لوگ بھی تھے انہوں نے جب اس صندوق کو دیکھا تو اسے نکال کر فرعون کے پاس لے گئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
یہ صندوقچہ اس نہر میں داخل ہو کر فرعون کے باغ میں پہنچا اس وقت فرعون باغ کی سیر کر رہا تھا اور اس کی بی بی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر خاص لوگ ساتھ تھے یہ لوگ اس صندوقچہ کو اٹھا کر فرعون کے پاس لے آئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا صندوق لانے کو کہنا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صندوق نہر سے پکڑا گیا اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دریا میں فرعون نے صندوق دیکھا تو کہا اس میں کوئی چیز ہے لہٰذا فرعون کے حکم سے وہ صندوق لایا گیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
فرعون نے کہا:
دریا میں کوئی چیز ہے جو درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ ہر طرف سے کشتیاں لے کر دوڑے

حتیٰ کہ اس تابوت کو فرعون کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:524 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا صندوق کھولنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حسین و جمیل صورت میں پانا

فرعون کے پاس جب صندوق لایا گیا تو اس نے اس صندوق کو کھولا جس میں اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حسین و جمیل صورت میں پایا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے جو اس (صندوق) کو کھولا تو اس میں حسین و جمیل (صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام) لڑکا پایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

صندوق کھولتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان نور پانا

جب فرعون نے بڑی مشکل سے صندوق کھولا تو ایک حسین و جمیل صورت میں کم سن بچہ پایا جس کی آنکھوں کے درمیان نور تھا۔

امام ابوالحسن بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے بڑی مشکل سے اس صندوق کو کھولا تو اس میں کم سن بچہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) تھا آپ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان نور تھا۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:524 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا عالم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان فرعون نے نور پایا مگر میرے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم وہ نور تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر نور علیٰ نور تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سے نور نکلتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گمشدہ سوئی مل گئی اس کے علاوہ کثیر احادیث مبارکہ و اقوال علماء کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

آیت کریمہ سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس کی شاہد یہ آیت کریمہ ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (مائدہ:15)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور آ گیا۔

مفسرین کے اقوال سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ثبوت

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مراد لیا ہے چنانچہ ان علماء کرام کے

اقوال حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 68ھ فرماتے ہیں۔

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور یعنی محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

(تنویر المقیاس: ص: 72 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام علی بن احمد واحدی کا قول

امام علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ج: 1، ص: 313 مطبوعہ دار الشامیہ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی کا قول

امام ابو محمد الحسین بن المسعود البغوی متوفی 516ھ فرماتے ہیں۔

تمہارے پاس نور آنے سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر بغوی: ج: 2، ص: 22 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (زاد المسیر: ج: 2، ص: 316 مطبوعہ مکتب اسلامیہ بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی کا قول

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ فرماتے ہیں۔

نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت ملتی ہے جس طرح کہ رب عزوجل نے انہیں سورج فرمایا۔ (مدارک التنزیل: ج: 1، ص: 276 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی کا قول

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی متوفی 741ھ فرماتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ نے انہیں نور اس لیے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح اندھیری رات میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(تفسیر خازن: ج: 2، ص: 23 مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مصر)

امام جلال الدین کا قول

امام جلال الدین محلی متوفی 863ھ فرماتے ہیں۔

نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (تفسیر جلالین: ص: 97 مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی کا قول

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی 875ھ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ سے مراد سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن: ج: 1: ص: 453 مطبوعہ موسسۃ الاعلمی مطبوعات بیروت)

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی کا قول

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ متوفی 951ھ فرماتے ہیں۔

مفسرین کا یہ قول ہے کہ یہاں نور سے مراد (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(تفسیر بیضاوی: ج: 2: ص: 307 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن محمد عمادی ابو مسعود کا قول

امام محمد بن محمد عمادی ابو مسعود متوفی 951ھ فرماتے ہیں۔

نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر ابو مسعود: ج: 3: ص: 18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی کا قول

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں۔

نور سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

(تفسیر روح البیان: ج: 2: ص: 447 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی کا قول

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی متوفی 1241ھ فرماتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین: ج: 1: ص: 258 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

محمد بن علی شوکانی کا قول

امام محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ فرماتے ہیں:

حضرت زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ نور (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر فتح القدیر: ج:2،ص:23 مطبوعہ دار الفکر بیروت) (تفسیر قرطبی: ج:6،ص:118 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث مبارکہ سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

کثیر احادیث مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ثابت ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر نور قدرت الٰہی عزوجل سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ چاند نہ سورج نہ جن تھے اور نہ ہی انسان تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔

1- ایک حصہ سے قلم

2- دوسرے سے لوح محفوظ

3- تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ: ج:1،ص:71 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا انہوں نے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے پھیلتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا تو پوچھا۔ اے اللہ عزوجل یہ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ تیرا فرزندار جمند احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے وہ اول و آخر اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:5،ص:483 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: ص: 519 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)

حدیث مبارکہ: 4

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ: ج: 1، ص: 7 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا:

مجھے نعت شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں پڑھیے۔ تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اسی سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔ (معجم الکبیر: ج: 4، ص: 213 مطبوعہ مطبعۃ الزہراء عراق)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد المطلب کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں چمکتا تھا حضرت عبد المطلب ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تھے تو فوراً بارش آتی تھی اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے حضرت عبد المطلب کو سجدہ کیا۔

(مواہب اللدنیہ: ص: 21 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

شب ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایسا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ مشرق و مغرب ان پر ظاہر ہو

گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی اور پیدا ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم: ج: 1 ص: 76 مطبوعہ دار النفائس بیروت)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ان کی والدہ محترمہ نے ان سے بیان کیا کہ جب ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آیا تو میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے پھر جب ولادت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر چیز میں نور ہی نظر آیا۔ (معجم الکبیر: ج: 25 ص: 186 مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم موصل)

حدیث مبارکہ: 9

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں:
میں اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ محترمہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 22315)

حدیث مبارکہ: 10

ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عظمت والے وجاہت والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا جیسے چودھویں کا پورا چاند۔ (الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ: ص: 34 دار الثقافیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب بھی کلام فرماتے تو دانتوں مبارکہ سے نور نکلتا تھا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 58)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حمیرا! افسوس ہو۔ پھر تین بار ارشاد فرمایا اس شخص کے لئے افسوس ہو جو میرا چہرہ انور

دیکھنے سے محروم رہا۔ (خصائص الکبریٰ: ج:1، ص:107 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ:13

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث:57)

علماء کرام کے اقوال سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

علماء کرام کے کثیر اقوال نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت میں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

امام ابن حجر مکی ہیتمی کا قول

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق نے جو حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے یہ وہ ہے کہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے قبل اپنے نور سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ (فتاویٰ حدیثیہ: ص:247 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی کا قول

علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ہر چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنائی گئی ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

(الطریقۃ الندیہ: ج:2، ص:375 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

علامہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

در حدیث صحیح وارشدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ (مدارج النبوۃ: ج:2، ص:2 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام ابن الحاج مالکی کا قول

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سب سے پہلے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا پس نور عرش نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ نور قلم نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لوح محفوظ کا نور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ دن کا نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ معرفت کا نور شمس وقمر اور آنکھوں کا نور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

(المدخل لابن الحاج: ج:2، ص:34 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

علامہ زرقانی کا قول

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا فرمایا جو عین ذات الٰہی ہے۔

(شرح زرقانی: ج:1 ص:55 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ شہاب سیّد محمود آلوسی بغدادی کا قول

علامہ شہاب الدین سیّد محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ فرماتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

اے جابر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔

یہ بھی آیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (تفسیر روح المعانی: ج:17 ص:105 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نظام حسین بن محمد قمی

علامہ نظام حسین بن محمد قمی متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔

(تفسیر نیشاپوری: ج:8 ص:66 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی کا قول

صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔

(خزائن العرفان: ص:176 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے یہ دونوں قرآن مجید کے وصف ہیں اور عطف کے لئے لفظی تغایر کافی ہے

اس کے مقابلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظہور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب مبین ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسرار کے جامع ہیں اور احکام، احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:1، ص:114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) میں نور سے مراد سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا اسی نور کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ باتیں بیان فرما دیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے۔

(جامع البیان: ج:6، ص:220 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں) نور سے مراد سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج:3، ص:384 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی کا قول

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں) نور سے مراد سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر سمرقندی: ج:1، ص:424 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری کا قول

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں نور سے مراد کے متعلق) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ (الوسیط: ج:2، ص:169 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور یہ زجاج کا مختار ہے۔

ابوعلی جبائی معتزلی نے کہا:

نور سے مراد قرآن ہے کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔

اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اختصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن مجید ہے تو تغائر کس طرح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں عنوان کا تغائر کافی ہے معطوف علیہ میں قرآن مجید کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغائر کو تغائر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لئے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی: جز: 6، ص: 97 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ پھر اس سے ارشاد فرمایا: لکھ! تو اس نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ دیا۔

حضرت حسن، حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مختار ہے اور ابن جریر اور ابن جوزی کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا پھر ان کو ممتاز کیا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو ان مختلف روایات میں کس طرح موافقت ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ

ان میں موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 15، ص: 109 مطبوعہ بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی 812ھ لکھتے ہیں:

حکماء نے کہا ہے کہ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے جس طرح کہ صریح حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ اور دوسری دو احادیث مبارکہ میں مطابقت ہے وہ احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اور ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ

معلول اول اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات کا بہ حیثیت مبراء تعقل کیا جائے تو وہ عقل اور اس لحاظ سے کہ وہ باقی موجودات اور نفوس علوم کے صدور میں واسطہ ہے تو وہ قلم ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے اضافہ میں واسطہ ہے وہ سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہے۔ (شرح مواقف: ج:7،ص:254 مطبوعہ ایران)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی اشہر بابن الحاج متوفی 737ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبدالرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الدلات میں نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اللہ عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائی جو اس کو اس امت سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اس امت کے نبی سے زیادہ کوئی عزت والا پیدا کیا ہے اور ان کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ ہے پھر صدیقین کا اور پھر اولیاء کرام کا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اور وہ نور عرش کے ستون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتا رہا پھر سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے نور سے باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا۔

اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں۔

فقیہ خطیب ابوالربیع نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں چند عظیم باتیں لکھی ہیں۔

ان سے یہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو پیدا کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے قلب سے مٹی لے کر آئیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور جنت کے فرشتے اور رفیق اعلیٰ کے فرشتے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے اس کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی اس مٹی کا نور تھا اور ان کی شعاع عظیم تھی حتیٰ کہ فرشتوں نے اس مٹی کے ساتھ عرش، کرسی، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کے گرد طواف کیا اور فرشتوں نے اور تمام

مخلوق نے سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو پہچان لیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادہ خلقت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں پرندوں کی آواز کی مانند اس کی آواز سنی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! یہ کیسی آواز ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ محمد (مصطفیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی تسبیح ہے وہ خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ ان کو تمہاری پشت سے نکالے گا تم میرے عہد اور میثاق پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رحموں میں رکھنا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

میں تیرے عہد اور میثاق پر قائم ہوں اور ان کو صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں رکھوں گا۔ حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر صف باندھے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھتے تھے اور سبحان اللہ کہتے تھے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا اور یہ نور اللہ عزوجل کے سامنے سجدہ کرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔

پہلے حصہ سے عرش کو پیدا فرمایا۔

دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا فرمایا۔

تیسرے حصہ سے لوح کو پیدا کیا۔

پھر قلم سے ارشاد فرمایا: چل لکھ۔

اس نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں کیا لکھوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ لکھ دیا پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔

1۔ پہلے حصہ سے عقل کو پیدا فرمایا۔

2۔ دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا فرمایا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا۔

3- تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا کیا اور آنکھوں کے نور کو پیدا فرمایا اور چوتھے حصہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان میں ودیعت فرما دیا۔ پس عرش کا نور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور لوح کا نور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور دن کا نور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔ اور عقل کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور معرفت کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور سورج، چاند اور آنکھوں کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں۔

اس معنیٰ میں بکثرت روایات ہیں جو ان پر مطلع ہونا چاہے وہ ابوالربیع کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کرے اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

اے وہ جو معنیٰ میں میرے باپ ہیں اور صورۃً میرے بیٹے ہیں۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابھی حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (المدخل: ج:2، ص30 تا 33 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دوسرے مولویوں کے اقوال سے نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

دوسرے مولویوں کے اقول درج ذیل ہیں:

مولوی اشرف علی تھانوی کا قول

مولوی اشرف علی تھانوی متوفی 1362ھ نور محمدی کے باب میں لکھتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام احادیث مبارکہ تحریر کرتے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں کہتے ہیں۔

(ف) اس سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث مبارکہ میں منصوص ہے۔ (نشر الطیب: ص:6 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

یہی اشرف علی تھانوی متوفی 1362ھ لکھتے ہیں:

نبی خود نور اور قرآن ملا نور — نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علیٰ نور

(شیخ الصدر: ص:2)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول

مولوی رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ لکھتے ہیں:

سوال

اول ماخلق الله نوری. اورلولاك كما خلقت الافلاك یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

یہ حدیثیں صحاح میں موجود ہیں مگر شیخ عبدالحق نے اول ماخلق الله نوری کو نقل کیا ہے: اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ،ص: 157 مطبوعہ محمد سعید کمپنی کراچی)

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ لکھتے ہیں:

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

نیز حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ (امدادالسلوک ،ص: 85)

مزید لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالص نور ہو گئے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔ (امدادالسلوک ،ص: 86)

شاہ عبدالرحیم کا قول

شاہ عبدالرحیم لکھتے ہیں۔

فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ سے پیدا ہیں۔

حضور کا فرمان ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (انفاس رحیمیہ ،ص: 13)

مولوی اسماعیل کا قول

مولوی اسماعیل لکھتے ہیں۔

جو اندھا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ افشاں سے بے خبر ہے۔ (مذہب امامت: ص:16 مطبوعہ ہند)

یہی مولوی اسماعیل لکھتے ہیں:

لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ (منصب امامت: ص:16 مطبوعہ ہند)

یہی مولوی اسماعیل لکھتے ہیں: چنانچہ روایت "اول ماخلق اللہ نوری" بر آں دلالت می دارد یعنی جیسے کہ روایت اول ماخلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔ (یک روزہ: ص:11 مطبوعہ ملتان)

مولوی حسین احمد کا قول

مولوی حسین احمد اپنا اور اپنے تمام دیو بندی علماء کا عقیدہ یوں لکھتے ہیں۔

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے یہ ہی معنیٰ لولاك لما خلقت الافلاك اور اول ماخلق اللہ نوری اور نبی الانبیاء کے ہیں۔

(کتاب الشہاب الثاقب: ص:50)

نواب وحید الزمان کا قول

نواب وحید الزمان متوفی 1328ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی کو پھر ہوا کو پھر دوات کو۔ قلم اور روح کو پیدا کیا پھر عقل کو پیدا کیا پس آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کی پیدائش کا مادہ اولیٰ نور محمدی ہے۔

(ہدایۃ المہدی: ص:56 مطبوعہ سیالکوٹ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے بینوا وتوجروا؟

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اے اللہ عزوجل! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے نور۔ اے نور کے نور۔ اے نور ہر نور سے پہلے اور اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے جس کے سبب سے نور ہے جس سے نور جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے درود وسلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے جس کو تو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں سب پر۔ اے اللہ عزوجل ہماری دعا کو قبول فرما (آمین)

امام اجل سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اَجل سیّدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے استاذ الاستاد حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیّدنا و ابن سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کی یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ حضور پر قربان! مجھے خبر دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جابر (رضی اللہ عنہ)! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے۔ پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے۔ پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے بہشت، دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہ روایت کی اجلہ آئمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب اللدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں۔ بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں اس کو بیان کیا ہے۔

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدس حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

بے شک ہر چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنیٰ میں وارد ہوئی۔

اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ (60) جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کے بعد کھانے کی برائی بیان کرنے

کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

یعنی امام اجل امام اہلسنّت سیّدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کر کے اہل سنت کو اشارہ کیا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔

واللہ سبحنہ وتعالٰی علم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 30، ص 657 تا 660 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر زاقم ہیں۔

امام علام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب خصائص الکبریٰ میں اس معنیٰ کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان ذکر کر کے نقل کیا یعنی ابن سبع نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور محض تھے تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا بعض علماء کرام نے فرمایا اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث مبارکہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کر دے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم باب ثانی فصل رابع میں فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

ابن سبع نے فرمایا:

اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

امام رزین نے فرمایا:

اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سب پر غالب ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا وابن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت وآیات رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں بسبب اس کے کہ اجسام، انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہٰذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوار حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کر کے اپنی ایک رباعی انشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بسبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت وفضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔

پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

بہ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور روشن ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا اگر تو سمجھے تو وہ نور علیٰ نور ہیں۔

خفاجی کی عبارت یہ ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت سے ہے وہ جو مذکور ہوا اور وہ جو ابن سبع نے ذکر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشخص یعنی جسم اطہر ولطیف کا سایہ نہ ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ اور چاندنی میں تشریف فرما ہوتے یعنی وہ روشنیاں جن میں سائے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجسام شمس وقمر وغیرہ کی روشنی کے لئے حاجب ہوتے ہیں۔

ابن سبع نے اس کی علت یہ بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور انوار شفاف ولطیف ہوتے ہیں وہ غیر کے لئے حاجب نہیں ہوتے اور ان کا سایہ نہیں ہوتا جیسا کہ انوار حقیقت میں دیکھا جاتا ہے اس کو صاحب وفاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سورج کے سامنے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا آپ نے چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔ یہ اور اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔ اور اس سلسلہ میں رباعی جو کہ یہ ہے ''حضرت امام الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ اقدس نے آپ کی کرامت وفضیلت کی وجہ سے دامن زمین پر نہیں کھینچا جیسا کہ لوگوں نے کہا: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ عدم سایہ کے باوجود سب لوگ آپ کے سایہ رحمت میں آرام کرتے ہیں۔''

یہاں قالوا، قیلولۃ سے مشتق ہے (نہ کہ قول سے) تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور روشن ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا اگر تو سمجھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور ہیں کیونکہ نور وہ ہے جو خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس کی تفصیل مشکوٰۃ الانوار میں ہے۔

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب للدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور استدلال اور حدیث اجعلنی نوراً (مجھے نور بنادے) سے استشہاد ذکر کیا حیث قال۔

(امام قسطلانی نے فرمایا)

دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا۔

اس کو ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا۔

ابن نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہ ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا: اس کا شاہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں کہتے کہ اے اللہ عزوجل! مجھے نور بنادے۔

اسی طرح سیرت شامی میں ہے۔

یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافہ کیا اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے کیونکہ اس میں آپ کی توہین ہے۔

اقول

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لئے جاتے تھے۔ ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا تھا اس سے دریافت فرمایا۔ بولا بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرت حق عز جلالہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔ نیز اسی طرح سیرت حلبیہ میں ہے قدر ما فی شفاء الصدور

محمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے کہا:

اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں۔

سبب سا کا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا اور بعض علماء کرام نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر نہ پڑے۔

(زرقانی کی اصل عبارت)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے فرمایا:

رزین نے فرمایا:
عدم سایہ کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا غلبہ ہے۔
کہا گیا ہے کہ
اس کی حکمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا ہے اس بات سے کہ کوئی کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ پر اپنا پاؤں رکھے اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ذکوان ابو صالح السمان زیات المدنی سے یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمر و المدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین میں سے ہیں چنانچہ یہ حدیث مبارکہ مرسل ہوئی مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کے نور پر غالب آ گیا اور نہ ہی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آ گئی۔
ابن سبع نے کہا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نمودار نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات اس کے شاہد ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعضاء اور جہات کو نور بنا دے اور آخر میں یوں کہا۔ اے اللہ عزوجل! مجھے نور بنا دے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ استدلال تام ہوا۔
امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں زیر قول ماتن قدس سرہ
"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام فضائل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک اور رفعت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔" میں فرماتے ہیں۔
یعنی یہ معنیٰ اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کیا۔
اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی! میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کر دے۔ اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کر دیا تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کریں۔ جیسے ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورہ بقرہ شریف کے آخر کی دعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہار وقوع و حصول فضل الٰہی کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور محض ہو جانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔ مجمع البحار میں برمزشی یعنی زیدہ

شرح شفاء شریف میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نور ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا بروایت حکیم ترمذی از ذکوان اور تعجب یہ ہے کہ ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور نور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ، استدلال امام ابن سبع کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء کرام نے حدیث واجعلنی نوراً سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضح یہ ہے۔ دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔ صغریٰ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور کبریٰ یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں جو ان دونوں مقدمون کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا آپ ہی پائے گا مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو۔ کبریٰ تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصر و شہادت بصیرت سے ثابت۔ سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب۔ نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اس لیے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں اور صغریٰ یعنی حضور والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے حاجت بیان حجت نہیں مگر تبکیت معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ۰ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۰

(احزاب:45 تا 46)

اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر۔ سب صورتیں ممکن ہیں اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا۔

وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۰ (نوح:16)

اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔

اور فرماتا ہے۔

بتحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں۔

یہاں نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیہ کریمہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۰ (النجم:1) (اس پیارے چمکتے تارے محمد مصطفیٰ کی قسم جب یہ معراج سے

اترے) میں امام جعفر صادق اور آیت کریمہ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ o النَّجْمُ الثَّاقِبُ o (الطارق:2،3) (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے چمکتا تارا) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذات پاک سیّد لولاک صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث مبارکہ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے۔

''الٰہی میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت و پوست وخون و استخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔''

جب آپ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انہیں ضیائے تابندہ و مہر درخشندہ و نور الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ان کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔ اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد کہ ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑ جاتیں جیسے چراغ پیش مہتاب یا یکسر ناپدید و کالعدم ہو جاتیں جیسے ستارے حضور آفتاب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

وصاف کی حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا بکا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو۔ کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن و تابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ کل عضو من جسمه الانوار الاعطر وبارك وسلم۔

(اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور معطر کے ہر عضو پر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

ربیع بنت مسعود فرماتی ہیں۔

اگر تو انہیں دیکھتا کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں۔

ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دھان پاک سے۔

احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل

روشن ہو گئے۔

چند روایتوں میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرق سے غرب تک منور ہو گیا۔

اور بعض میں ہے۔

تمام دنیا نور سے بھر گئی۔

سیّدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں۔

میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

میں سیتی تھی سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور رخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہو گئی۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں ابن سبع سے نقل کرتے ہیں۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا''

اب معلوم نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا اب مخالف سے پوچھنا چاہئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا عیاذاً باللہ کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے۔ بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر آئمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعویٰ میں ان میں سے ایک کا قول پائے کس خوشی سے معرض استدلال میں لائے جاہلانہ انکار، عکابرہ و کج بحثی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:30، ص696 تا710 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے انگوٹھے سے دودھ چوسنا

جب صندوق کھولا گیا تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد ہے) وہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کی بیٹی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لعاب دہن لگانے سے تندرست ہو جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوق سے نکالا گیا تو جہاں آپ علیہ السلام کا لعاب دہن گرا تھا فرعون کی بیٹی نے اسے

اٹھا کر اپنے برص کے داغوں پر لگایا تو وہ فوراً تندرست ہو گئی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

(کچھ روایت نقل کے بعد ہے) جب اس بچہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو صندوق سے نکالا تو جہاں اس کا لعاب دہن گرا تھا فرعون کی بیٹی نے اس کو اٹھا کر اپنے برص کے داغوں پر لگایا تو وہ فوراً تندرست ہو گئی۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوم کر سینے سے لگانا

جب فرعون کی بیٹی تندرست ہو گئی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوما اور اپنے سینے سے لگایا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کے بعد ہے) اس نے اس بچہ کو چوما اور اپنے سینے سے لگایا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کے فرعونیوں کا فرعون کو قتل کا مشورہ دینا

فرعون کی قوم کے گمراہ لوگوں نے فرعون سے کہا: اے بادشاہ۔ ہمارا گمان ہے کہ یہی بنی اسرائیل کا وہ بچہ ہے جس سے ہمیں خطرہ تھا انہوں نے آپ کے خوف کی بناء سے اسے دریا میں ڈال دیا ہے لہٰذا آپ اسے قتل کر دیں۔

امام محمد ابو الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کے بعد ہے) فرعون کے گمراہ لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! ہمارا گمان ہے کہ یہی بنی اسرائیل کا وہ بچہ ہے جس سے ہمیں خطرہ تھا انہوں نے اس کو آپ کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے آپ اس کو قتل کر دیں۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کرنا

فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا یہ وہی بچہ ہے جس کی نجومیوں نے خبر دی تھی یہ میرا کمال ہے کہ وہ خود بخود میرے پاس آ گیا اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بولا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی نجومیوں نے خبر دی تھی یہ میرا کمال ہے کہ وہ خود بخود میرے پاس آ گیا اس کو بھی فوراً قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:372 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کا فرعون اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے دل میں محبت ڈالنا

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے دل میں محبت ڈال دی اور وہ آپ علیہ السلام سے محبت کرنے لگے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

(روایت نقل کے بعد ہے) اللہ تعالیٰ نے آسیہ اور فرعون کے دل میں اس کی محبت ڈال دی۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کون؟

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم ہیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے فرعون نے ان پر بہت ظلم کیا ان کے ہاتھ پیر باندھ کر ان میں کیلیں ٹھونک دیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خالق باری تعالیٰ ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دے تو اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں آپ رضی اللہ عنہا کی روح قبض کرلی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں کاملہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مردوں میں بہت کامل ہیں اور عورتوں میں صرف چار کاملہ ہیں۔

1- آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی

2- مریم بنت عمران

3- خدیجہ بنت خویلد

4- فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہن

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3411)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی روح قبض ہونے والی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا! تمہاری تکلیف کو میں ناپسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف میں بہت خیر رکھی ہے۔ جب تم اپنی سوکنوں کے پاس جاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ آسیہ بنت مزاحم ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حلیمہ ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:18، ص:188 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہنا

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا لہٰذا آپ اس کو قتل نہ کریں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(روایت نقل کے بعد ہے) فرعون نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا آپ اس کو قتل نہ کریں۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا فرعون کو ایک سال سے بڑی عمر کا کہنا

جب فرعون نے کہا: یہ میرے دشمن عبرانیوں میں سے ہے اور یہ ذبح ہونے سے کس طرح محفوظ رہ گیا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ ایک سال بڑی عمر کا ہے اور تم نے جو قتل کا حکم دیا تھا وہ اس سال پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا لہٰذا اس کو چھوڑ دو یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے جب صندوق کھولا اور ان کو دیکھا تو کہا یہ میرے دشمن عبرانیوں میں سے ہے یہ ذبح ہونے سے کیسے بچ گیا۔

اس کی بیوی (حضرت) آسیہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا:

یہ ایک سال سے بڑی عمر کا ہے اور تم نے اس سال پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کا حکم دیا تھا اس کو چھوڑ دو یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔ (المنتظم: ج:1، ص:218 مطبوعہ بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہا) ہیں پھر (حضرت) فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا) ہیں۔

پھر (حضرت) خدیجۃ (الکبریٰ رضی اللہ عنہا) ہیں۔

پھر (حضرت) آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں فرعون کی بیوی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی سے میرا نکاح کر دیا

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل نے مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے میرا نکاح کر دیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 5485)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں سے افضل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین میں چار خطوط کھینچے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جانتے ہو یہ کیسے خطوط ہیں؟

مسلمانوں نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) ہیں اور فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا) ہیں۔

اور مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہا) ہیں۔

اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11928)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا فرمانا

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون سے کہا اس بچہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہ کرو میرا کوئی بیٹا نہیں میں اس کو بیٹا بناؤں گی۔

اللہ تعالیٰ نے میری گود بھر دی ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) فرعون کی بی بی آپ علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر عاشق ہو گئیں اور فرعون سے بولیں کہ تو نے محض گمان سے ہزار بچے قتل کرا دیئے اس کو قتل نہ کر یہ بچہ شاید کسی اور جگہ سے آ رہا ہے بنی اسرائیل کا نہیں ہے میرا کوئی بیٹا نہیں ہے میں اس کو بیٹا بناؤں گی خدا تعالیٰ نے میری گود بھر دی۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص 372 تا 373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا بیٹا بنانے کی بات مان لینا

جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیٹا بنانے کی بات کی تو فرعون نے بیٹا بنانے کی بات مان لی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے یہ بات مان لی۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دے دینا

جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا کہا تو فرعون نے بات مان کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) فرعون نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آسیہ نے کہا: یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گا آپ اس کو قتل نہ کریں ہو سکتا ہے کہ یہ ہم کو نفع دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں اور وہ بے اولاد تھی۔ اس نے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانگ لیا اور فرعون نے اس کو دے دیا اور کہا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(معالم التنزیل: ج: 2، ص: 524 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کرنے لگا

فرعون کے ہاں کوئی بیٹا نہیں تھا اس لئے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رہنے دیا اور آپ علیہ السلام سے محبت کرنے لگا۔

امام عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

فرعون کے ہاں صرف بیٹیاں پیدا ہوتی تھیں اس لئے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رہنے دیا اور ان سے محبت کرنے لگا۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 218 مطبوعہ بیروت)

اگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر فرعون کہتا کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو جاتے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 20694)

اگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہتا تو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دیتا

اگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہتا تو اس کو اللہ تعالیٰ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہدایت عطا فرما دیتا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اگر فرعون کہتا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی آسیہ کی طرح ہدایت دے دیتا۔

(معالم التنزیل: رقم الحدیث: 1609)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا قول

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون سے کہا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہم کو نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (القصص: 9)

اور فرعون کی بیوی نے کہا: یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور یہ لوگ (مستقبل) کا شعور نہیں رکھتے تھے۔

بہن کا والدہ محترمہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس پہنچنے کی خبر دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ محترمہ کو خبر دی کہ جہاں سے ہم نے بچانا چاہا حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اسی کے پاس پہنچ گئے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ادھر مریم (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن) نے والدہ محترمہ کو خبر دی کہ بھائی تو فرعون کے پاس پہنچ گیا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج 1 ص 373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا بے قرار ہونا اور رب تعالیٰ کی طرف سے تسلی کا القاء ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جب یہ سنا کہ بیٹا تو فرعون کے پاس پہنچ گیا ہے جس سے ہم نے بچایا وہ وہیں پہنچ گیا تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ بے قرار ہو گئیں تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوا کہ گھبراؤ نہیں کہ یہ تمہارا بچہ تمہیں واپس لوٹا دیا جائے گا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ماں بے قرار ہو گئی مگر رب تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوا کہ گھبراؤ نہیں تمہارا بچہ تم کو ہی ملے گا۔

(تفسیر نعیمی: ج: 1 ص: 373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا دل خالی ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو بیٹا فرعون کے پاس پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تو قرآن مجید میں اس کو دل خالی ہونے سے تعبیر کیا گیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (القصص:10)

اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا تھا اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا راز فاش کر دیتیں (ہم نے اسی لیے ڈھارس دی) تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر) اعتماد کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

دل خالی ہونے کے محامل

1۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فکر اور ان کے غم کے سوا ہر فکر و غم سے خالی ہو گیا تھا۔

2۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا دل عقل سے خالی ہو گیا تھا کیونکہ جب انہوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچ گئے ہیں تو ان پر اس قدر گھبراہٹ اور دہشت طاری ہو گئی کہ ان کے ہوش و حواس اڑ گئے اور ان کی عقل ماؤف ہو گئی اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

3۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو ان کی طرف الہام کیا تھا کہ تم اس کو دریا میں ڈال دو اور تم خوف اور غم نہ کرنا ہم اس کو تمہاری طرف واپس لائیں گے ان کا دل اس الہام سے خالی ہو گیا اور شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ فرعون تمہارے بیٹے کو قتل کر دے گا اور یہ خود تمہارا کیا دھرا ہے اور جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اب

فرعون کے ہاتھوں میں ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا الہام بھول گیا اور اس عظیم صدمہ کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ یاد نہ رہا۔

4۔ حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا دل غم اور فکر سے خالی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرے گا اور فرعون ان کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

5۔ ابن قتیبہ نے اس معنیٰ پر اعتراض کیا ہے: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا دل ہر غم اور فکر سے خالی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مطمئن تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہوگی کہ اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا راز فاش کر دیتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چونکہ اللہ تعالیٰ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کامل یقین تھا اس لیے وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ لوگوں کو یہ بتا دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بیٹے ہیں جو فرعون کے گھر پہنچ گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس راز کو مخفی رکھنے پر ان کے دل کو مضبوط رکھا۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ان کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فکرمند نہیں تھا اور وہ مطمئن تھیں اور اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ ان کو خبر پہنچ گئی تھی کہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہیں ہبہ کر دیا ہے اور یہ اس لیے تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کامل وثوق اور اعتماد تھا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص581 تا582 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بیٹی کو فرعون کے گھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معلوم کرنے کے لئے بھیجنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو یہ علم ہو گیا کہ بیٹا فرعون کے گھر پہنچ گیا ہے تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو فرعون کے گھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھیجا تا کہ وہ یہ جان سکیں کہ فرعون نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پہنچ گئے انہوں نے ان کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو فرعون کے ہاں بھیجا تا کہ معلوم ہو کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ (المنتظم: ج:1، ص:218 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا فرعون کے گھر جا کر دور دور سے دیکھنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے اپنی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو فرعون کے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے ساتھ ہونے والے معاملہ کا پتہ کرنے کے لئے بھیجا تو آپ علیہ السلام کی بہن اس کو دور دور سے دیکھتی رہیں اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o (القصص:11)

اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کسی عورت کا دودھ نہ پینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔

قرآن مجید میں اس کو تعبیر فرمایا گیا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (القصص:12)

اور ہم نے اس (کے پہنچنے) سے پہلے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا۔

دودھ نہ پینے کی وجوہ

قرآن مجید میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ یہاں پر دودھ کو حرام کرنے سے مراد شرعاً حرام کرنا نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان کا دودھ طبعاً ممتنع کر دیا تھا اور باقی عورتوں کا دودھ پینے سے ان کو متنفر کر دیا تھا اور بھوک لگنے اور دودھ کی طلب کے باوجود ان عورتوں کا دودھ نہیں پی رہے تھے یا اللہ تعالیٰ نے دوسری دودھ پلانے والی عورتوں کے دودھ میں ایسی کڑواہٹ پیدا کر دی کہ انہوں نے بھوک کے باوجود ان کا دودھ نہیں پیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا تھا اور آپ علیہ السلام کو فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے پرورش کروانا چاہتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعے دودھ پلوایا تا کہ میری قدرت و طاقت معلوم ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور دودھ نہ پینے کا علم ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور وہاں سے یہ معلوم ہوا کہ بہت ساری دودھ پلانے والی عورتوں کو بلایا گیا ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔

امام عبدالرحمن بن علی الجوزی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان کی بہن دوسری عورتوں کے ساتھ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور وہاں معلوم ہوا کہ بہت سی دودھ پلانے والی عورتوں کو بلایا گیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ (المنتظم: ج:1، ص:218، مطبوعہ بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا شہر کی دائیاں بلوانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دودھ نہ پینا

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے شہر سے دودھ پلانے والی دائیاں بلوائیں تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی جاسکے جب وہ دائیاں آئیں تو آپ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے شہر کی دائیاں (دودھ پلانے والیاں) بلوائیں جو کہ ان کو دودھ پلائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا پرورش کرنے والے گھر کا بتانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کسی کا دودھ بھی نہیں پی رہے تو آپ علیہ السلام کی بہن نے کہا: میں تمہیں ایسا گھر بتاتی ہوں جو اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کے لئے خیر خواہ بھی ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ (القصص:12)

سو وہ کہنے لگی آیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کے لئے خیر خواہ ہو۔

علامہ عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ (القصص:12)

آیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی طرف راہنمائی کروں جو تمہارے لیے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ (المنتظم: ج:1، ص:218 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے پرورش کرنے والی کا پوچھنا کہ وہ کون ہے؟

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا: آیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی طرف راہنمائی کروں جو تمہارے لیے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ (المنتظم: ج:1، ص:218 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا حضرت عمران کی بیوی کا بتانا

جب یہ پوچھا گیا کہ وہ کون ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ حضرت عمران کی

زوجہ مطہرہ حسنہ ہے۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی التوفی 597ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے پوچھا:

وہ کون ہے؟

اس نے کہا:

وہ حضرت عمران کی بیوی حسنہ ہے۔(المنتظم:ج:1،ص:218 مطبوعہ بیروت)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو بلانے کا کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمران کی زوجہ مطہرہ کا بتادیا تو فرعون نے کہا: اس کو بلاؤ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(اس نے کہا) فرماؤ تو میں اس کو بھی بلالاؤں فرعون بولا فوراً لاؤ۔(تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا والدہ محترمہ کو لے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دودھ پینا

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا اس کو فوراً لاؤ تو آپ علیہ السلام کی بہن فوراً والدہ محترمہ کو لے آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون بولا فوراً لاؤ تو وہ اپنی والدہ محترمہ کو لے گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیا۔

(تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

رب تعالیٰ کی قدرت

رب تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ کرنا چاہے اسے اس پر قدرت حاصل ہے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے قتل وغارت کا بازار گرم کیا مگر رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس سے محفوظ رکھا پھر والدہ محترمہ کو قتل کا خوف ہوا تو رب تعالیٰ نے دریا میں ڈالنے کا حکم فرمایا اور ساتھ یہ تسلی فرمائی کہ بے شک اس کو تمہارے پاس لائیں گے۔فرعون نے اٹھایا رب تعالیٰ نے دل میں محبت ڈال دی سب دائیوں کو دودھ کے لئے بلایا مگر رب تعالیٰ نے ان سب کا دودھ منع فرمادیا اور اسی والدہ محترمہ سے دودھ پلوایا جس کو واپس کرنے پر تسلی عطا فرمائی تھی۔یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت عظیمہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا والدہ محترمہ کی گود میں سونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والدہ محترمہ نے دودھ پلایا تو آپ علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کی گود میں سو گئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیا اور ان کی گود میں سو گئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ آئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پیا اور سو گئے۔
(المنتظم: ج:1، ص:218 مطبوعہ بیروت)

ہامان کا کہنا تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو؟

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی کر سکون سے گود میں سو گئے تو ہامان بد بخت نے کہا: تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو؟

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کے دودھ کو قبول کر لیا تو ہامان نے ان سے کہا تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو؟
(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا انکار

جب ہامان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے کہا تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو تو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے کہا نہیں۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ہامان نے ان سے کہا:

تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو؟

انہوں نے کہا:

نہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جھوٹ بولا

جب نبی جھوٹ بولنے سے منزہ ہے تو پھر ان کی والدہ محترمہ جھوٹ جیسا کبیرہ گناہ کیونکر کر سکتی ہیں۔

جان، مال اور عزت بچانے کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ نیک مقصد جس کو صدق اور کذب دونوں سے حاصل کیا جا سکتا ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر کسی نیک مقصد

کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جاسکتا ہو اور وہ مقصد مباح ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے اور اگر کسی نیک مقصد کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جاسکتا ہو اور وہ مقصد واجب ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے مثلاً کسی شخص نے دیکھا کہ ایک ظالم کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر رہا ہے یا ایذاء پہنچا رہا ہے اور وہ جھوٹ بول کر اس کو بچا سکتا ہے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا واجب ہے اسی طرح اگر ظالم اس سے کسی مسلمان کی امانت چھیننا چاہتا ہے تو اس کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے اسی طرح لڑائی میں صلح کرانے کے لئے اور کسی مظلوم کی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے چھپ کر زنا کیا یا شراب پی یا حاکم اس کے متعلق سوال کرے تو اس کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا کیونکہ یہ کام ہر چند کہ بے حیائی ہے لیکن اس کا اظہار کرنا ایک اور بے حیائی ہے اسی طرح اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا راز بتانے سے انکار کرے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ جھوٹ بولنے پر جو خرابی مترتب ہو رہی ہے آیا وہ سچ پر مترتب ہونے والی خرابی سے زیادہ ہے یا نہیں۔ اگر جھوٹ بولنے سے زیادہ خرابی مترتب ہو تو جھوٹ نہ بولے ورنہ جھوٹ بول سکتا ہے اگر جھوٹ بولنے سے انسان کا اپنا حق ضائع ہوتا ہے تو عزیمت یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے اگر دوسرے مسلمان کا حق ضائع ہوتا ہے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ جھوٹ بولے اور دوسرے مسلمان کے حق کی حفاظت کرے۔ (ردالمحتار: ج:5،ص:377 مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے اور اپنی ذات سے ظلم کو دور کرنے کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے اور اس سے مراد تعریض ہے کیونکہ بعینہ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ (درمختار: ج:9،ص:535 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

جھوٹ سے بچنے کے لئے کلام میں تعریض استعمال کرنا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ (السنن الکبریٰ: ج:10،ص:199)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کے لئے معاریض کافی ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کے لئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث:909 دارالمعرفۃ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے ان کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا تو انہوں نے اس کو گھر کی ایک جانب لٹا دیا اور جب حضرت ابوطلحہ

رضی اللہ عنہ گھر آئے اور بچہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس کو آرام ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ راحت میں ہے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو سچی گمان کیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1301)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3358)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ اسی حدیث مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا قرار دینے سے بہتر یہ ہے کہ ان راویوں کو جھوٹا کہا جائے جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے کیونکہ اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کا جھوٹ بولنا جائز ہو تو یہ احتمال ان کی ہر حدیث مبارکہ میں جاری ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی خبر دیں گے اس میں یہ احتمال ہو گا کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت سے جھوٹ بولا ہو اور اس سے شریعت پر اعتماد ختم ہو جائے گا اور ہر بات پر جھوٹ کی تہمت ہو گی اور اگر بالفرض یہ حدیث مبارکہ صحیح ہو تو یہ معاریض پر محمول ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:156 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ان فی معاریض الکلام مندوحۃ عن الکذب ۔

اس اثر کو امام بخاری نے الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے التہذیب میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے۔

جوہری کہتے ہیں کہ

تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جو تصریح کے خلاف ہو اور کلام میں معاریض کا معنیٰ یہ ہے ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ توریہ کیا جائے۔

اور الراغب نے کہا ہے کہ

تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جس کے صدق اور کذب کے دو محمل ہوں یا ظاہر اور باطن کے دو محمل ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (البقرہ:235)

یعنی اگر تم عدت میں بیٹھی ہوئی عورت کو تعریض کے ساتھ نکاح کا پیغام دو تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً کہو تم خوبصورت ہو یا تم میں تو مرد بہت رغبت کرتے ہوں گے۔

لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایک کلام کے دو محمل ہوں۔ ایک کو مطلق کہا جائے اور دوسرا اس کو لازم ہو اور وہی مراد ہو۔ تعریض اور کنایہ میں فرق کا بہت سوال کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری: ج:12 ص:239 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کنایہ اور تعریض میں فرق یہ ہے کہ

کنایہ کی تعریف یہ ہے کہ دل میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے ذکر مشبہ کا ہو مراد بھی مشبہ ہو لیکن مشبہ بہ کے لوازم اور مناسبات کے ذکر کی وجہ سے ذہن مشبہ بہ کی طرف منتقل ہو جیسا کہ مصرع میں ہے۔

انشبت المنية اظفارها

یعنی موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔

موت کو درندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے موت مشبہ اور درندہ مشبہ بہ ہے ناخن درندہ کو لازم ہے اور گاڑنا ان کے مناسبات میں سے ہے ذکر موت کا ہے اور مراد بھی موت ہے، لیکن ناخنوں اور گاڑنے کی وجہ سے ذہن درندہ کی طرف متوجہ ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور ناخنوں کا ذکر استعارہ تخییلیہ ہے اور گاڑنے کا ذکر استعارہ ترشیحیہ ہے۔

اور تعریض یہ ہے کہ

کلام میں متکلم نے جس چیز کی طرف صراحتاً نسبت کی ہے وہ اس کا ارادہ نہ کرے بلکہ جس کی طرف اس نے اشارۃً نسبت کی ہے اس کا ارادہ کرے جیسا کہ جب عورت عدت میں بیٹھی ہو تو اس کو صراحتاً نکاح کا پیغام دینا منع ہے، لیکن تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے مثلاً اس سے کہے تم بہت حسین ہو یا کہے تم جیسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے تو بہت سے مراد رغبت کرتے ہیں۔ اب صراحتاً تو یہ کہا ہے کہ لوگ اس سے نکاح کی رغبت کرتے ہیں اور اس میں تعریضاً یہ کہا ہے کہ وہ خود اس سے نکاح میں رغبت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (البقرہ:235)

اور اگر تم نے (عدت والی) عورت کو بغیر صراحت کے نکاح کا پیغام دیا تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں تعریض کا استعمال

قرآن مجید میں تعریض کی مثال یہ ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر:65)

اور اگر آپ نے (بالفرض) شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں صراحت سے آپ کی طرف شرک کرنے کی نسبت ہے لیکن مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں اس کی مثال یہ ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے کسی پر تعریضاً تہمت لگائی تو ہم بھی اس کو تعریضاً حد لگائیں گے۔ (سنن کبریٰ: ج:8، ص:43)
یعنی ہم اس پر حد جاری نہیں کریں گے بلکہ اس پر تعزیر جاری کریں گے۔
اس بارے میں دوسری احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو اس کا توریہ کسی اور غزوہ سے کرتے (یعنی جہاں آپ کا قصد ہوتا اس کے بجائے کسی اور جگہ کا کنایۃً ذکر کرتے) حتیٰ کہ غزوہ تبوک آگیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4418)
اس حدیث مبارکہ میں تعریض کے ساتھ کلام کرنے کی تصریح ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کو طلب کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تمہیں اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔
اس نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہی ہوتے ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1991)
اس حدیث مبارکہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک شخص نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کا بچہ فرما رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔
حضرت حسن سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے فلاں کی ماں! بے شک جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی۔
وہ عورت واپس جا کر رونے لگی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًo فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاo عُرُبًا اَتْرَابًا o (الواقعہ:35تا37)

ہم نے جنتیوں کی بیویوں کو بنایا ہے ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے محبت کرنے والیاں اور ہم عمر۔

(شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 241)

اس حدیث مبارکہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق فرمارہے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک آدمی جس کا نام زاہر بن حرام تھا وہ دیہات میں رہتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گاؤں سے ہدیے اور تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور وہ بدشکل تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس اس وقت گئے جب وہ سودا بیچ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہیں سکا۔

اس نے عرض کیا:

کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکائے رکھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے۔

یہ عبد (غلام) کون خریدے گا؟

اس نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھوٹا پائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔ (شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 240)

اس حدیث مبارکہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ بہ ظاہر عبد سے مراد غلام تھی لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے مراد تھی اللہ تعالیٰ کا بندہ۔

الزبیر بن بکار نے کتاب الفاکہہ میں زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے: ایک عورت جس کا نام ام ایمن تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا میرا خاوند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلارہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

وہ کون ہے؟ کیا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟

اس نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔

اس نے عرض کیا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر شخص کی آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: ج:7،ص:114 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس عورت نے آنکھوں میں سفیدی سے یہ سمجھا کہ اس کے شوہر کی آنکھوں میں کوئی بیماری ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو ہر شخص کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 505ھ نے بھی کلام میں تعریض کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

(احیاء العلوم: ج:3،ص:126 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہامان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے دودھ پینے کی وجہ پوچھنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے ہامان کو بچہ نہ ہونے کا بتایا تو اس نے کہا: پھر وجہ کیا ہے: اس بچے نے تمہارے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہیں کیا۔

امام فخر الدین رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت کے بعد ہے) اس نے کہا:

پھر کیا وجہ ہے کہ اس بچہ نے تمہارے سوا اور کسی کا دودھ نہیں قبول کیا۔

(تفسیر کبیر: ج:8،ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا خود کو پاکیزہ، خوشبو لگانے والی عورت کہنا

جب ہامان نے پوچھا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تمہارے سوا اس بچے نے کسی کا دودھ قبول نہیں کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جواب ارشاد فرمایا: میں پاکیزہ اور خوشبو لگانے والی عورت ہوں اور میرا دودھ میٹھا ہے یہی تو وجہ ہے کہ اس بچہ نے مجھے سونگھتے ہی میرے دودھ کو قبول کر لیا۔

امام فخر الدین رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔
(کچھ روایت کے بعد ہے) انہوں نے کہا:
اے بادشاہ! میں صاف ستھری اور خوشبو لگانے والی عورت ہوں اور میرا دودھ میٹھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس بچہ نے مجھے سونگھتے ہی میرے دودھ کو قبول کر لیا۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی بات کو سچا قرار دینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے خود کو پاکیزہ اور خوشبو لگانے والی اور میٹھا دودھ والی عورت کہا تو فرعونیوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔
امام فخر الدین رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
(کچھ روایت کے بعد ہے) فرعونیوں نے کہا:
تم نے سچ کہا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم فرعون کے تمام لوگوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو سونے اور جواہر تحفے میں دینا

قوم فرعون کے تمام لوگ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سے راضی اور خوش ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو سونے اور جواہر کے تحائف دیئے۔
امام فخر الدین رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) پھر قوم فرعون کے تمام لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو سونے اور جواہر کے ہدیے اور تحائف دیئے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہونا

اللہ تعالیٰ نے جب دریا میں ڈالنے کا حکم فرمایا تھا تو ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ بے شک ہم اسے آپ کی طرف واپس لوٹا دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی طرف واپس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔
قرآن مجید میں ہے:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۠
(القصص: 13)

تو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کرے اور وہ یقین کر لے کہ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ (طٰہٰ:40)

پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں۔

اکثر لوگوں کے نہ جاننے کا محامل

اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے درج ذیل محامل ہیں۔

1- اس زمانہ میں اور اس کے بعد بھی اکثر لوگ اس لیے نہیں جانتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں غور وفکر کرنے سے اعراض کرتے تھے۔

2- حضرت ضحاک اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

اہل مصر کو یہ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے یہ وعدہ کیا ہے: وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف لوٹا دیں گے۔

3- اس آیت کریمہ میں اگرچہ یہ فرمایا ہے کہ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانے والا ہے اور نہ جاننے کی نسبت لوگوں کی طرف کی ہے لیکن درحقیقت یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی طرف تعریض ہے صراحتاً نہ جاننے کی نسبت لوگوں کی طرف ہے اور مراد وہ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے پاس پہنچنے کے بعد ان کو بہت غم ہوا تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بہت فکرمند تھیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کرنے کی وجہ سے ان کو مطمئن ہو جانا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلد ان سے ملا دے گا لیکن بہرحال والدہ محترمہ کی مامتا بھی ایک طبعی چیز ہے اور وہ اپنے طبعی تقاضوں کو ختم کرنے پر قادر نہیں تھیں۔

4- اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف واپس کرنے سے اصل مقصود ایک دینی غرض تھی اور وہ یہ تھی کہ فرعون کا منصوبہ ناکام ہو جائے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ اصل مقصود کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا غم دور ہو جائے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں ان کا ذکر بالتبع تھا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:582، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے عوض روزانہ ایک اشرفی مقرر کرنا

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے عوض آپ علیہ السلام کی والدہ کو روزانہ ایک اشرفی دینے کی اجرت مقرر کر دی اور کہا تم اس بچے کی پرورش کرو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے ان کی ایک اشرفی روزانہ اجرت مقرر کر دی اور کہا تم اس بچہ کی پرورش کرو۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے خود فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کروائی

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے مگر رب تعالیٰ کی قدرت تو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کروائی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

قدرت کے قربان فرعون نے جس کے ڈر سے بارہ ہزار بچے ذبح کرائے اس کو خود پرورش کر رہا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سونے کا گہوارہ بنوانا اور ناز و نعمت سے پرورش کرنا

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سونے کا گہوارہ بنوایا اور آپ علیہ السلام کی ناز و نعمت سے پرورش کی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(حضرت) آسیہ (رضی اللہ عنہا) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سونے کا گہوارہ تیار کروایا اور بہت ناز و نعمت سے ان کی پرورش کی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

دو برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والدہ محترمہ کا پرورش کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے آپ علیہ السلام کی دو برس تک پرورش کی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

دو برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے ان کی پرورش کی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

دودھ پلانے کی مدت

بچے کو دودھ پلانے کی مدت کتنی ہے اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا موقف

قاضی ضیاء الدین ابو عمرو مارانی شافعی المتوفی 602ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے کی انتہائی مدت دو سال ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

اس کی مدت پچیس ماہ ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی مدت تیس ماہ ہے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی مدت تین سال یعنی چھتیس ماہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (البقرہ:233)

اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں یہ (مدت) ان کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو مکمل کرنے کا ارادہ کریں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

دودھ پلانے کی مدت صرف دو سال ہے۔ (سنن بیہقی: ج:7،ص:462)

اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (لقمان:14)

دودھ چھڑانا دو سال میں ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف:15)

اور حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ

حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے تو پھر واجب ہے کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہو۔

اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ

اس آیت کریمہ سے یہ استنباط کرنا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے بہت قوی استنباط ہے۔

امام محمد بن اسحاق نے معمر بن عبد اللہ الجہنی سے روایت کیا ہے کہ

ہم میں سے ایک شخص نے جہینہ کی عورت سے نکاح کیا۔ نکاح کے پورے چھ ماہ بعد اس نے بچہ کو جنم دیا۔ اس کے شوہر

نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

یہ آپ رضی اللہ عنہ کیا کر رہے ہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس نے نکاح کے پورے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دیا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ قرآن نہیں پڑھتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیوں نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قرآن مجید میں ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط (الاحقاف:15)

حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (لقمان:14)

دودھ چھڑانا دو سال میں ہے۔

جب تیس ماہ میں سے دودھ چھڑانے کے دو سال نکال لیے تو حمل کی مدت کے لئے چھ ماہ بچے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اس نکتہ کو پہلے نہیں سمجھا تھا۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

الاحقاف:15 میں حمل سے مراد بچے کو پیٹ میں اٹھانا نہیں ہے کیونکہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ بلکہ حمل سے مراد بچے کو ہاتھ میں یا گود میں اٹھانا ہے یعنی بچہ کو ہاتھ میں اٹھانے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

حمل کی یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے اور اس کے معارض حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ ہیں جنہوں نے تصریح کی ہے کہ حمل سے مراد بچہ کو پیٹ میں اٹھانا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث مبارکہ نہیں ہے۔

(تکملہ المجموع من شرح المہذب ج:22 ص:148 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جس دودھ پلانے سے تحریم ثابت ہوتی ہے اس کی مدت دو سال ہے یہ اکثر اہل علم کا قول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی امہات المومنین کا بھی یہی مذہب ہے۔ آئمہ کرام میں سے شعبی، ابن شبرمہ، اوزاعی، شافعی، اسحاق، ابو یوسف، محمد اور ابو یوسف کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (المغنی: ج:8، ص:142 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

دودھ پلانے کی مدت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیس ماہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سال ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔ (الاحقاف:15) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لئے دو سال بچے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دو سال کے بعد دودھ پلانا شرعاً نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا (یعنی حمل کا اور دودھ چھڑانے کا) اور دونوں کی مدت تیس ماہ بیان کی۔ پس ان میں سے ہر ایک (حمل اور دودھ چھڑانے) کی مدت مکمل تیس ماہ ہے جیسے دو قرضوں کی مدت بیان کی جائے لیکن ان میں سے ایک (یعنی حمل) کی مدت اڑھائی سال سے چھ ماہ کم ہونے پر دلیل قائم ہے (اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے) تو دوسرے (یعنی دودھ چھڑانے) کی کل مدت اپنے ظاہر پر تیس ماہ رہے گی اور اس لیے بھی کہ غذا کا متغیر ہونا ضروری ہے تاکہ بچہ کے جسم کی نشوونما جو دودھ سے ہو رہی تھی وہ غذا کی طرف منتقل ہو سکے اور اتنی مدت گزر جائے کہ بچہ کا جسم دوسری غذا کا عادی ہو سکے اس لیے اس کی مدت کا اندازہ دو سال کے بعد کم از کم مدت حمل سے کیا گیا۔

اس لیے کہ وہ مدت تغیر کرنے والی ہے کیونکہ پیٹ کے بچہ کی غذا دودھ پیتے بچے کی غذا کے مغائر ہے جس طرح دودھ پیتے بچے کی غذا روٹی کھانے والے بچے کی غذا کے مغائر ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں جو ارشاد ہے کہ

دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے اس کا مطلب ہے دو سال کے بعد دودھ پلانے کا استحقاق نہیں ہے۔ سو یہ مدت

استحقاق ہے مدت جواز نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ (البقرہ:233)

اور مائیں مکمل دو سال دودھ پلائیں۔

یہ دو سال کی مدت بھی بچہ کے استحقاق کی مدت ہے دودھ پلانے کے جواز کی مدت نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (البقرہ:233)

پھر اگر ماں باپ اپنی رضا مندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔ (ہدایہ اولین، ص:350 مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ محمد بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دودھ پلانے کی انتہائی مدت اڑھائی سال ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مدت فقط دو سال ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف:15)

یعنی حمل اور دودھ چھڑانے، ان میں سے ہر ایک کی مدت تیس ماہ ہے۔

البتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کی بناء پر حمل کی مدت سے چھ ماہ کم کیے گئے ہیں۔

وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حمل کی مدت دو سال سے صرف اتنی زیادہ ہے جتنی مدت میں چرخے کا سایہ پھرتا ہے یعنی بہت کم۔

ایک روایت میں ہے۔

جتنی دیر چرخے کی لکڑی کا سایہ پھرتا ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر اس مدت کو نہیں بیان کر سکتیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اس آیت میں حمل کی کم از کم مدت کا بیان ہے اور وہ چھ ماہ ہے اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے اور وہ دو سال ہے اور آیت کریمہ میں دونوں کی مجموعی مدت کا بیان ہے اور وہ تیس ماہ ہے اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر عمل کرے خواہ اس کی دلیل ظاہر نہ ہو خواہ مفتی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دے۔ خواہ صاحبین کے قول پر فتویٰ دے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا

ہے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:4، ص292 تا 294 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دودھ پلانے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو اڑھائی برس تک دودھ پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے اڑھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر اڑھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔

(بہار شریعت: ج:1، ص:19 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو پرورش کرنے کی مدت گزرنے پر ایک خچر بھرا ہوا سونا اور کئی اونٹ لدے ہوئے نفیس تحائف کے ساتھ دینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے دو سال پرورش کر دی تو اس مدت کے گزرنے پر آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو ایک خچر بھرا ہوا سونا اور کئی اونٹ لدے ہوئے دیگر نفیس تحائف کے ساتھ دے کر رخصت کیا گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس مدت کے گزرنے پر ایک خچر بھرا ہوا سونا اور کئی اونٹ لدے ہوئے دیگر نفیس تحفے دے کر عایذ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ) کو رخصت کیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

بچہ کی پرورش پر اجرت لینا کیسا؟

ماں اپنے بچہ کی پرورش کرنے پر اجرت نہیں لے سکتی کیونکہ اس پر واجب ہے اور واجب کی اجرت منع ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ماں اپنے بچہ کی پرورش پر اجرت نہیں لے سکتی کیونکہ (یہ) اس پر واجب ہے اور واجب کی اجرت لینا منع (ہے)

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے پرورش پر اجرت کیوں لی؟

موذی کافر کا مال اگر ہاتھ میں آئے تو لینا جائز ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے فرعون سے مال لے لیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ماں اپنے بچہ کی پرورش پر اجرت نہیں لے سکتی کیونکہ اس پر واجب ہے اور واجب کی اجرت لینا منع مگر موذی کافر کا مال جس طرح ہاتھ لگے لینا جائز ہے اس لیے عایذ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ) نے فرعون سے یہ مال لیا۔ نیز اگر

وہ فرمادیتیں کہ میں اس کی ماں ہوں تو قتل کر دی... اس عذر کی وجہ سے بھی اجرت لینی جائز ہوئی۔

(تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

دو سال کے بعد حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا خود پرورش کرنا اور فرعون کا محبت کرنا

دو سال کے بعد حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خود پرورش شروع کر دی اور فرعون بھی آپ علیہ السلام سے محبت کرنے لگا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

پھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے خود ان کی پرورش شروع کر دی اور فرعون بھی ان سے محبت کرنے لگا۔

(تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

تین برس کے ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو داڑھی سے پکڑ کر طمانچہ مارنا

تین برس کے ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون ایک دن اپنی گود میں کھلا رہا تھا کہ اچانک آپ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کو پکڑ کر طمانچہ مار دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام تین برس کے ہوئے تو ایک دن فرعون آپ علیہ السلام کو گود میں کھلا رہا تھا کہ اچانک آپ علیہ السلام نے اس کی داڑھی پکڑ کر ایک طمانچہ مارا۔ (تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچنا

ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی پکڑ کر طمانچہ مارا اور دوسرے قول کے مطابق داڑھی کو کھینچا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کی مدت ختم ہو گئی تو ایک دن فرعون ان کو اپنی گود میں لے کر بیٹھا ہوا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی۔ (المنتظم:ج:1،ص:219 مطبوعہ بیروت)

فرعون کا غصہ ہو کر وہی بچہ کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچی یا طمانچہ مارا تو فرعون کو غصہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ وہی بچہ لگتا ہے اس نے میری بے حرمتی کی ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون غصہ میں بھر کر (حضرت) آسیہ (رضی اللہ عنہا) سے بولا کہ یہ وہی بچہ معلوم ہوتا ہے دیکھو اس نے میری یہ بے حرمتی کی۔ (تفسیر نعیمی:ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا جلاد کو بلا کر قتل کرنے کا قول

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچی تو اس نے کہا: جلاد کو بلاؤ کہ اس کو ابھی ذبح کراتے ہیں۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے کہا: جلاد کو بلاؤ اس کو ابھی ذبح کراتے ہیں۔ (المنتظم: ج:1،ص:218 مطبوعہ بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نا سمجھ بچہ کہہ کر بات کو ٹالنا

جب فرعون نے کہا: اس نے میری بے حرمتی کی ہے جلاد کو بلاؤ تا کہ اس کو ذبح کراتے ہیں تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بچے نا سمجھ ہوتے ہیں اِن کے کسی کام کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے یہ تو آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ

بچے نا سمجھ ہوتے ہیں ان کے فعل کا اعتبار نہ کرنا چاہئے یہ تو آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگ کے ذریعے امتحان لینے کا کہنا

جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بچے نا سمجھ ہوتے ہیں یہ تو آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں تو فرعون نے کہا: اس کا امتحان کر لیتے ہیں ایک طشت میں سونا رکھ دو اور دوسرے میں آگ رکھ دو اگر اس نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا تو تم ٹھیک کہتی ہو ورنہ یہ وہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے کہا:

اچھا امتحان کرو ایک طشت میں سونا رکھ دو دوسرے میں آگ اگر یہ آگ میں ہاتھ ڈال دے تو واقعی تم ٹھیک کہتی ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رخ تبدیل کر دینا

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینے کے لئے ایک طشت میں سونا رکھوایا اور دوسرے میں آگ تو قریب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سونے کی طرف دوڑتے مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کا رخ آگ کی طرف کر دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

قریب تھا کہ آپ علیہ السلام سونے کی طرف دوڑتے مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کا رخ آگ کی

طرف کر دیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بڑا انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈالنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے انگارے کی طرف بڑھے اور اس کو منہ میں ڈال لیا جس کی وجہ سے زبان پاک جل گئی اور اس میں لکنت پیدا ہو گئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے آگ میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا سا انگارہ منہ میں رکھ لیا جس سے آپ علیہ السلام کی زبان جل گئی اور آپ علیہ السلام کو لکنت ہو گئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

یہ نا سمجھ بچہ ہے پھر اس نے یاقوت اور انگارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ڈالے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا جس سے ان کی زبان مقدس جل گئی اور اس میں لکنت پیدا ہو گئی جس کو دور کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ (طٰہٰ:27،28)

اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ (المنتظم: ج:1 ص:219 مطبوعہ بیروت)

فرعون کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی بات پر پورا یقین ہوا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارے کو منہ میں ڈالا اور زبان اقدس جل گئی تو فرعون کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی بات کا پورا یقین ہوا کہ بچے نا سمجھ ہوتے ہیں وہ تو آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے آگ میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا سا انگارہ منہ میں رکھ لیا جس سے آپ علیہ السلام کی زبان جل گئی اور آپ علیہ السلام کو لکنت ہو گئی۔ تب فرعون کو (حضرت) آسیہ (رضی اللہ عنہا) کی بات پر پورا یقین ہوا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

زمانہ پرورش میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزے دیکھنا

زمانہ پرورش میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزے دیکھے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مرغ سے تسبیح پڑھوانے کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ آپ علیہ السلام نے بچپن میں مرغ سے تسبیح پڑھوائی جو کہ فرعون نے

دیکھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہی۔

آپ علیہ السلام کے زمانہ پرورش میں فرعون نے آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزے دیکھے ایک بار آپ علیہ السلام نے مرغ سے تسبیح پڑھوائی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پکے ہوئے مرغ کو زندہ کرنے کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں ایک بار پکے ہوئے مرغ کو زندہ کیا جو کہ آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ایک بار (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں) پکے ہوئے مرغ کو زندہ فرمایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ،ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

معجزہ کی تعریفات

معجزہ کی تعریف میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو عام بشر کی عادت اور اس کی طاقت کے خلاف ہو اور وہ فعل حقیقتاً صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوا ہو اور بہ ظاہر وہ مدعی نبوت سے صادر ہوا ہو۔ (اعلام النبوۃ: ص:42 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کا قول

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 793ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خرق عادت ہو اور اس کے ساتھ اس کے معارضہ کا چیلنج مقرون ہو اور اس کا معارضہ نہ کیا جا سکے۔

ایک قول یہ ہے کہ

معجزہ وہ امر ہے جس سے نبوت یا رسالت کے مدعی کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو۔

اور بعض علماء کرام نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ

وہ امر اس کے دعویٰ کے موافق ہو۔

اور بعض علماء کرام نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ

وہ امر زمانہ تکلف کے مقارن ہو کیونکہ امام تکلیف کے ختم ہونے کے بعد بھی خوارق کا ظہور ہوگا لیکن ان سے تصدیق کا قصد نہیں کیا جائے گا۔ (شرح المقاصد: ج:5 ،ص:11 مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران)

علامہ میر سیّد شریف علی بن محمد جرجانی کا قول

علامہ سیّد شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے خلاف ہو اور خیر اور سعادت کی دعوت دیتا ہو اور اس کام کو پیش کرنے والا نبوت کا مدعی ہو اور اس خلاف عادت کام سے اس کے اس دعویٰ کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اسی خلاف عادت کام کو معجزہ کہتے ہیں۔ (کتاب التعریفات: ص:153 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جو دعویٰ نبوت سے مقرون ہو اور اس سے نبوت کے مدعی کا صدق ظاہر ہو۔

(المسامرہ: ص:213 مطبوعہ دائرۃ المعارف اسلامیہ مکران بلوچستان)

معجزہ کی شرائط

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی 923ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خلاف عادت ہو اور معارضہ کے چیلنج کے ساتھ مقرون ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام کے صدق پر دلالت کرتا ہو اس کو معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ بشر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔

اس کی حسب ذیل شرائط ہیں۔

1- معجزہ وہ کام ہونا چاہئے جو خلاف عادت ہو جس طرح کہ

1- چاند کا دو ٹکڑے ہونا، 2- انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔

3- لاٹھی کا اژدھا بن جانا، 4- پتھر سے اونٹنی کا نکلنا۔

اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے جو عادت کے مطابق ہوں۔

2- اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے۔

اور بعض نے کہا:

اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعویٰ مقرون ہو۔

3- مدعی رسالت نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی شخص اس فعل کی مثل نہ لا سکے۔

اور بعض نے کہا:

معارضہ سے مامون ہونے کے ساتھ دعویٰ رسالت ہو اس قید سے وہ امور خلاف عادت نکل گئے جو دعویٰ نبوت سے پہلے صادر ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ ان کو ارحاص کہتے

ہیں اسی طرح اس قید سے اولیاء اللہ کی کرامات بھی خارج ہو گئیں کیونکہ ان کے ساتھ دعویٰ نبوت مقرون نہیں ہوتا۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ

معجزہ کی تعریف میں جو تحدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے اس کی دلیل کتاب میں نہ سنت میں نہ اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کی صدور میں معارضہ اور مقابلہ کو طلب نہیں کیا جاتا مثال کے طور پر کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، ایک صاع (چار کلوگرام) طعام سے دو سو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا، آنکھ میں لعاب دہن ڈالنا، بکری کے گوشت کا کلام کرنا، اونٹ کا شکایت کرنا اور بڑے بڑے معجزات اور تحقیق یہ ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہیں کی گئی۔

4۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے خلاف ہو تو وہ معجزہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اہانت ہوگی۔

واضح رہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں معجزہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ معجزہ کے لئے آیت، بینہ اور برہان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ (الانعام:124)

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (الاعراف:101)

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ (القصص:32)(مواہب اللدنیہ: ج:2،ص191 تا 194 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونا

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونے پر محدثین، فقہاء کرام اور متکلمین کے چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

امام محمد بن محمد غزالی کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے خلاف عادت افعال (معجزات) پورے ہوتے ہیں جس طرح ہماری ایک صفت ہے جس کی وجہ سے ہماری حرکات قدرت اور اختیار سے ہوتی ہیں اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں۔ (احیاء العلوم: ج:5،ص:53 مطبوعہ دارالخیر بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الانباری کا قول

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الانباری متوفی 577ھ لکھتے ہیں:

معجزہ کی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو کیونکہ معجزہ اس حیثیت سے دلالت کرتا ہے کہ وہ مدعی نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ

کی جانب سے تصدیق ہے اگر معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہ ہو تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مدعی نبوت کی تصدیق کی ہے۔

(کتاب الداعی الی الاسلام ص: 281 مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ)

علامہ سعد الدین تفتازانی کا قول

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی 793ھ لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز کو وجود میں لانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے خاص طور پر مردوں کو زندہ کرنے، لاٹھی کو سانپ بنانے، چاند کو شق کرنے اور پتھر کو سلام کرنے میں۔ علاوہ ازیں حکیم قادر مختار نے انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات صادر کرنے کے لئے جو قدرت اور اختیار عطا کیا ہے وہ مطلوب کی افادیت میں کافی ہے اسی وجہ سے معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ معجزہ یا اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یا اس کے حکم سے واقع ہوتا ہے یا اس کے قدرت اور اختیار دینے کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔

(شرح المقاصد: ج: 5، ص: 17 مطبوعہ ایران)

علامہ میر سیّد شریف جرجانی کا قول

علامہ میر سیّد شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نبی کی قدرت میں نہ ہو کیونکہ اگر معجزہ نبی کا مقدور ہوگا جیسے اس کا ہوا کی طرف چڑھنا اور پانی پر چلنا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہیں ہوگا اور یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا کیونکہ جب اس فعل پر قادر ہوگا اور دوسرا کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہوگا تو وہ فعل معجزہ ہوگا۔

علامہ آمدی نے کہا:

آیا معجزہ نبی کی قدرت میں ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ

ہوا کی طرف چڑھنا اور پانی پر چلنے میں محض چڑھنا یا چلنا معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ نبی کے لئے مقدور ہوتا ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے لئے اس پر قدرت پیدا کر دے۔ اس مثال میں جو چیز معجزہ ہے وہ اس مثال میں نفس قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کا مقدور نہیں ہے۔

اور بعض آئمہ کرام نے فرمایا ہے کہ

اس مثال میں ہوا کی طرف چڑھنا یا پانی پر چلنا ہی معجزہ ہے کیونکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (شرح المواقف: ج: 8، ص 223 تا 224 مطبوعہ ایران)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا قول

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی 1067ھ لکھتے ہیں:

مقصود یہ ہے کہ دوسرے اس فعل سے عاجز ہوں اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق حاصل کی جائے گی اور یہی مقصود ہے۔

مزید راقم ہیں۔

جو اس کے قائل ہیں کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہے وہ کہتے ہیں نفس قدرت معجزہ ہے اور یہ نبی کا مقدور نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم نفس قدرت کو معجزہ نہیں کہتے بلکہ اس خاص فعل کو معجزہ کہتے ہیں اور خاص فعل پر نبی قادر ہے اور اس کا غیر قادر نہیں ہے اور معجزہ سے یہی مقصود ہے۔ (حاشیہ سیالکوٹی علی شرح المواقف: ج:8،ص:224 مطبوعہ ایران)

علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی کا قول

علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی متوفی 1188ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات قدرت، فعل اور تاثیر سے متعلق ہیں ان کی حسب ذیل انواع ہیں۔

1- بعض معجزات عالم علوی میں ہیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آسمان کا آگ کے گولوں سے محفوظ رہنا اور آسمان کی طرف معراج۔

2- بعض فضا میں ہیں جیسے استسقاء اور استحساء میں بادلوں کا آنے اور جانے میں آپ کی اطاعت کرنا۔

3- انسانوں، جنات اور حیوانوں میں آپ کا تصرف کرنا۔

4- درختوں، لکڑیوں اور پتھروں میں آپ کا تصرف کرنا۔

5- آسمانوں کے فرشتوں کا آپ کی تائید کرنا۔

6- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا قبول ہونا۔

7- ماضی اور مستقبل کے غیوب کی خبریں دینا۔

8- کھانے پینے کی چیزوں اور پھلوں کا زیادہ ہو جانا اس کے علاوہ اور کئی انواع کے معجزات ہیں جن میں آپ کی نبوت اور رسالت کے دلائل اور علامات ہیں۔ (لوامع الانوار الالہیہ: ج:2،ص:293 تا 294 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونے پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے جنات اور شیاطین پر تصرف کے متعلق یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گزشتہ رات ایک بہت زبردست جن نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا تاکہ میری نماز خراب کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو دھکا دیا میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی۔

اے اللہ عزوجل! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1189)

حدیث مبارکہ: 2

درختوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے بارے میں یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کرنے لگا۔

میں کس طرح پہچانوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو درخت سے بلاؤں تو تم گواہی دو گے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا تو کھجوروں کا وہ خوشہ درخت سے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر گر گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوٹ جاؤ تو وہ لوٹ گیا پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3668)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مسجد کی چھت کھجور کے شہتیروں پر بنائی گئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک شہتیر سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس شہتیر کے رونے کی آواز سنی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3585)

حدیث مبارکہ: 4

انسانوں پر تصرف کے متعلق یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے جا رہے تھے تو اثناء سفر میں ہم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کن ابا خیثمہ"

ابوخیثمہ ہو جا تو وہ ابوخیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6883)

علامہ شرف الدین نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

کن یہاں تحقیق اور وجود کے لئے ہے یعنی اے شخص تجھے چاہئے کہ تو حقیقتاً ابوخیثمہ ہو جا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 11 ص: 6910 مطبوعہ مکتبۃ الباز مکہ مکرمہ)

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صدور میں ہونے پر دوسرے مولویوں کا موقف

دوسرے مولویوں کے نزدیک معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ظاہراً اور حقیقتاً نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے خلق کے لحاظ سے نہ کسب کے لحاظ سے اور نبی سے معجزہ کا صدور ایسے ہی ہے جیسے کاتب کے قلم سے لکھنے کا صدور ہو جیسے قلم بے اختیار ہوتا ہے ایسے ہی نبی بے اختیار ہوتا ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ لکھتے ہیں:

بعض افعال خاصہ الٰہیہ بعض اوقات فرشتوں اور نبیوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان افعال کے وقوع میں ان کی کوئی قوت اختیار، قدرت اور اقتدار نہیں ہوتا لہٰذا ان افعال کو کھانے اور پہننے کی طرح افعال اختیاریہ اور اعمال مقدور میں سے شمار نہیں کرنا چاہئے اور ان کی مثال کاتب اور قلم کی سی ہے جس طرح لکھنے میں قلم کی کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے اسی طرح ان افعال کے صدور میں نبیوں کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ: ص: 173 مطبوعہ کراچی)

مولانا حیدر علی ٹونکی نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔

اور وہ جو عوام کا گمان ہے کہ کرامت اولیاء کا خود اپنا فعل ہوتا ہے یہ باطل ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی تکریم اور تعظیم کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور ولی کا اور نہ ہی نبی کا اس کے صدور میں اختیار ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے افعال میں کسی کا اختیار نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ: ص: 175 مطبوعہ کراچی)

بلکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جس کو اس نے نبی کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ہے اس کے برخلاف دوسرے افعال میں ان افعال کا کسب بندہ سے ہے اور ان افعال کا خلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور معجزہ میں بندہ کا کسب بھی نہیں ہوتا۔

پس اس آیت کا معنیٰ یہ ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (الانفال:17)

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ آپ نے صورتاً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن وہ خاک کی مٹھی حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

اور یہ معنیٰ مراد نہیں ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی جبکہ آپ نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی اس لیے کہ یہ بھی تمام افعال میں جاری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ:ص:176 مطبوعہ کراچی)

سو افعال اختیاریہ میں عادتاً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات و تصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے مثل قلم کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ:ص:177 مطبوعہ کراچی)

معجزات کے صدور علماء اہل سنت کا مؤقف اور دوسرے مولویوں کا رد

اس مسئلہ میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ

معجزات اور کرامات ہوں یا عام افعال، تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے عام افعال عادیہ میں جس طرح عام مسلمانوں کا کسب اور اختیار ہوتا ہے اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح معجزات اور کرامات میں کسب اور اختیار انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہوتا ہے اور ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس طرح کہ ہم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً نقل کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ میر سیّد شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے محدثین، فقہاء کرام اور متکلمین کا بھی یہی نظریہ ہے البتہ بعض معجزات اور کرامات جو ان کے حاملین سے متصف اور مباشر نہیں ہوتے ان کے صدور میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا خلقاً نہ کسباً جیسے قرآن مجید کا نزول، مردوں کو زندہ کرنا اور چاند کا شق ہونا وغیرہ۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے اپنے مؤقف کے ثبوت میں لکھا ہے کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ نے خلقاً خاک مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے کسباً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن اہل سنت کے معتمد اور مستند مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی۔ ان عبارات کو نقل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول اور پس منظر بیان کر دیں۔

امام حسین بن محمد فراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: مفسرین نے بیان کیا ہے کہ

جب جنگ بدر کے دن مسلمانوں اور کافروں کے لشکر بالمقابل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کفار کے چہروں پر ماری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے چہرے قبیح ہو جائیں تو ہر کافر کی آنکھوں یا منہ یا نتھنوں میں اس میں سے کچھ نہ کچھ گر گیا اور اس کے بعد کافروں کو شکست ہو گئی۔

(معالم التنزیل:ج:2،ص:200 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

واضح رہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ خاک کی مٹھی کفار کے چہروں پر مارنے کا واقعہ جنگ بدر میں پیش آیا تھا لیکن احادیث مبارکہ میں یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ حنین میں پیش آیا تھا۔ (صحیح مسلم:4539)

بہر حال خاک کی مٹھی ایک ہزار کافروں کے منہ پر ماری جائے اور وہ خاک ہر کافر کی آنکھوں اور منہ میں چلی جائے یہ فعل خرق عادت اور معجزہ ہے تو اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:17)

اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں ماری جب آپ نے ماری تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ مٹھی ماری تھی۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ

اس میں خلق اور کسب دونوں کی نفی ہے اور یہ معنیٰ نہیں ہے کہ خاک کی مٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً نہیں ماری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی تا کہ معجزہ میں نبی کا کسب ثابت ہوتا ہو لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کے مستند اور معتمد مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر یہی کی ہے کہ خاک کی مٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً نہیں ماری جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی اور معجزہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسب اور اختیار ثابت کیا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاک کی مٹھی مارنے کو ثابت بھی کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی بھی کی ہے اس لیے اس معنیٰ پر حمل کرنا واجب ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں ماری اور کسباً ماری تھی۔

(تفسیر کبیر: ج:5،ص:466 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ نے بھی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو نقل کر کے اس سے بندوں کا کسب کرنے پر استدلال کیا ہے۔ (روح المعانی: ج:9،ص:185)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں۔

میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خاک کی مٹھی کو پھینکنا ثابت کیا گیا ہے اس سے مراد وہی مخصوص پھینکنا ہو جس نے عقلوں کو حیران کر دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا اثبات حقیقتاً ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل اس قدرت سے کیا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی اور وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے مؤثر تھی لیکن چونکہ عام انسانوں کی قدرت سے اس قسم کا اثر واقع نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی اور اس کو اپنے لیے ثابت فرمایا۔ (روح المعانی: ج:9،ص:186 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں بیان ہے کہ بندہ کا فعل بندہ کی طرف کسباً منسوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلقاً منسوب ہوتا

ہے۔(مدارک علی ہامش الخازن:ج:2،ص:185 مطبوعہ پشاور)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً وہ مٹھی نہیں پھینکی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسباً وہ مٹھی پھینکی تھی۔(عنایۃ القاضی علی البیضاوی:ج:4،ص:261 مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی 1204ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فعل کی نفی باعتبار ایجاد کے حقیقتاً ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فعل کا اثبات باعتبار کسب ہے۔(الفتوحات الالٰہیہ:ج:2،ص:235 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بہ اعتبار کسب کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور ان کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور ان کے اذن سے ان معجزات کو صادر کرتے ہیں۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام حامل معجزہ ہیں

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات سے نوازا جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے ظاہر فرمائے اور قوم ان انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان بھی لے آئی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِۚ (الاعراف:101)

بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ تو صراحتاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ رسولوں کو واضح معجزات عطا فرمائے تھے اگرچہ ذکر صرف حضرت صالح علیہ السلام کے اس معجزہ کا کیا ہے: انہوں نے ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکالی اور اس آیت کریمہ سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزہ دے کر بھیجا کیونکہ اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہوتو وہ کس بنیاد پر اپنی رسالت کو ثابت کرے گا اور اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہوتو نبی صادق اور نبی کاذب میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اس کے علاوہ بھی حدیث مبارکہ میں اس پر بھی دلیل ہے کہ ہر نبی کو معجزہ عطا فرمایا گیا جیسا روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کو اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ایک بشر ان پر ایمان لے آئے اور مجھے وحی (قرآن مجید) عطا کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث:4981)

اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات کی دولت سے

نوازا ہے۔

زمانے کے اعتبار سے معجزات کا ظہور

ہر نبی کو معجزات زمانے کے لحاظ سے دیئے جاتے ہیں جس قسم کے لوگ ہوں اور اس زمانے میں جس چیز کا چرچا ہو ویسے ہی نبی کو معجزات دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مقدسہ میں جادوگری کا چرچا تھا اور لوگ جادوگری بڑی کثرت سے کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے حیران کن کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے توڑ کے معجزات عطا فرمائے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ○ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ○ (الاعراف: 117 تا 122)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل وخوار ہو کر واپس ہوئے اور جادوگر سجدے میں گر پڑے انہوں نے کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

☆ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں طب اور حکمت کا بہت غلبہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحائی کا ایسا کمال دے کر بھیجا جو ان کی تمام طب اور حکمت پر غالب آ گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المائدہ: 112 تا 115)

جب حواریوں نے کہا! اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے (عیسیٰ علیہ السلام نے) کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو! انہوں نے کہا: ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان

نازل فرما تاکہ (وہ دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (ہو جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں اس خوان کو تم پر نازل فرمانے والا ہوں پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔

امام ابو عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاصبہانی متوفی 369ھ لکھتے ہیں:

سلیمان الخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ (طعام کا خوان) کا سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو سخت ناپسند فرمایا۔

اور آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق حلال زمین سے دیا ہے اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مائدہ کا سوال نہ کرو کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب عزوجل کی طرف سے نشانی ہوگی تم سے پہلے قوم ثمود نے اپنے نبی سے نشانی کا سوال کیا تھا وہ اس نشانی میں مبتلا کئے گئے پھر اس نشانی کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے جب ان کی قوم نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھی اور بہت گریہ وزاری سے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادلوں کے درمیان ان پر سرخ دستر خوان نازل کیا بنو اسرائیل اس کو نازل کرتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو کر بار بار دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ عزوجل اس خوان کو رحمت بنانا اور اس کو غضب نہ بنانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے کہ وہ دستر خوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ حواریوں کو اس سے خوشبو آئی جیسی انہوں نے اس سے پہلے کبھی سونگھی نہیں تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ یہود اس خوان کو دیکھ کر غیظ وغضب سے جل گئے۔ حواری اس دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے وہ خوان ایک رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص سب سے زیادہ عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا وہ اس کو کھولے گا۔

حواریوں نے کہا:

یاروح اللہ! آپ علیہ السلام اس کو کھولنے کے لائق ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وضو فرمایا نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اپنے اور قوم کے لئے برکت کی دعا کی پھر اس کو کھولا تو اس میں بہت بڑی بھنی ہوئی مچھلی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اور اس سے گھی بہہ رہا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی سبزیاں تھیں اور نمک اور سرکہ تھا اور پانچ روٹیاں تھیں ایک روٹی پر زیتون ایک پر کھجور اور باقیوں پر انار تھے۔

شمعون نے کہا:

یاروح اللہ علیہ السلام! یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام سے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ دنیا کا طعام ہے نہ آخرت کا طعام ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کرو وہ تم کو مزید عطا فرمائے گا۔

انہوں نے کہا:

یاروح اللہ علیہ السلام! ہم چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام ہمیں اس نشانی میں ایک اور نشانی دکھائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

سبحان اللہ! کیا تمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے جو اس کے علاوہ نشانی کا سوال کرتے ہو۔

جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلی سے ارشاد فرمایا:

اے مچھلی! تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو جا تو وہ مچھلی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوبارہ زندہ ہوگئی وہ شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور پھڑکنے لگیں حواری خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا اب نشانی دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو؟

پھر آپ علیہ السلام نے مچھلی سے ارشاد فرمایا:

اے مچھلی! اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح بھنی ہوئی ہو جا۔

پھر انہوں نے کہا:

اے روح اللہ! آپ علیہ السلام کھانے کی ابتداء کریں۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

سبحان اللہ عزوجل! وہی کھانے کی ابتداء کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ حواری اور ان کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کھانے سے کہیں وہ مثلہ نہ ہو جائیں یا ان پر کوئی آفت نہ آئے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء اور اپاہجوں کو بلایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے رزق اور اپنے نبی علیہ السلام کی دعا سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرو اور اللہ تعالیٰ کے شکر پر ختم کرو تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی سو اس مائدہ سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے کھایا اور ان میں سے ہر شخص سیر ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں نے دیکھا وہ طعام اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی پھر وہ مائدہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور جس فقیر نے اس مائدہ سے کھایا تھا وہ غنی ہو گیا اور جس اپاہج نے کھایا وہ تندرست ہو گیا اور وہ لوگ تادم حیات اسی طرح رہے پھر

حواری اور ان کے اصحاب میں سے نہ کھانے پر پشیمان ہوئے اور تادمِ مرگ ان کے دل میں اس سے کھانے کی حسرت رہی چند دنوں بعد پھر مائدہ نازل ہوا پھر ہر جگہ سے امیر اور غریب، صحت مند اور بیمار، چھوٹے اور بڑے بنو اسرائیلی اس پر ٹوٹ پڑے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو باری مقرر فرمادی۔ ایک دن مائدہ نازل ہوتا اور ایک دن مائدہ نازل نہ ہوتا۔ چالیس دن تک یہی معمول رہا جب تک وہ کھاتے رہتے مائدہ ان کے سامنے رہتا اور جب وہ کھا چکتے تو مائدہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا وہ اس کو دیکھتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کی نظروں سے غائب ہو جاتا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس مائدہ سے یتیموں، فقیروں اور اپاہجوں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کر دیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلادیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ

آپ علیہ السلام ہمیں مائدہ کے نزول کے متعلق مطمئن کریں کیونکہ بہت لوگ اس میں شک کرتے ہیں (کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے اس میں شک کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اس شرط سے مائدہ نازل کیا تھا جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے اللہ عزوجل! اگر ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔ شام کو شک کرنے والے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صورتیں تھیں اور رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔ صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کر کے کھانے لگے پھر باقی بنو اسرائیلی خوفزدہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلتے تو وہ خنزیر دوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام کے پاس آتے اور آپ علیہ السلام کے پیروں پر گرتے اور زاروقطار روتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہر شخص کا نام لے کر پکارتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔

آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے۔

میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا تھا گویا میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا وہ تین دن تک اسی طرح بلکتے رہے اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے رہے۔ لوگوں کے دل ان کا حال دیکھ کر پگھل گئے پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری فرما دے سو چوتھے روز وہ مر گئے اور زمین پر ان کے مردہ جسم نہیں دکھائی دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے مردہ جسم کہاں گئے البتہ یہ ایسا عذاب تھا جس سے ان لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور زمین پر ان کا نام و

نشان باقی نہ رہا۔ (کتاب العظمۃ: ص363 تا 367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو عبدالرحمان سلمی رضی اللہ عنہ نے کہا:

مائدہ کا طعام روٹی اور مچھلی تھا۔

حضرت عمار بن یاسر اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہمانے فرمایا:

مائدہ آسمان سے نازل ہوتا تھا اور اس میں جنت کے پھل تھے۔

اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اللہ تعالٰی نے جو کی روٹیاں اور مچھلیاں نازل فرمائی تھیں۔

اور یہ تین اقوال امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث مبارکہ کے خلاف ہیں اس میں مذکور ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسمان سے مائدہ نازل ہوا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:6، ص:287 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے دور اقدس میں لوگ عجیب وغریب باتیں کیا کرتے تھے اور بتوں کو پوجتے تھے تو اللہ تعالٰی نے حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (الشعراء: 155 تا 156)

صالح نے کہا: یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے (پانی) پینے کا ہے تم اس کے ساتھ کوئی برائی نہ کرنا ورنہ بڑے دن کا عذاب تم کو پکڑ لے گا۔

روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے مطالبہ پر غور کرنے لگے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:525)

امام عبدالرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں پہنچ کر فرمایا:
اے لوگو! نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو یہ قوم صالح ہے جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیج دی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15866)

ایک روایت میں ہے۔
حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا:
اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:
تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی۔
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:
یہ اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دو۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15867)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے راستے سے اپنا پانی پیتی تھی اور جتنا وہ لوگ اس کے ناغہ کے دن پانی پیتے تھے اس سے اس دن اتنا دودھ دوھ لیتے تھے پھر وہ لوٹ جاتی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15868)
ایک اور روایت میں ہے۔
امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو اونٹنی بطور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی۔
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔
یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر چرنے دو اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15873)
☆ اسی طرح ہمارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت غلبہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام دے کر بھیجا جس کی نظیر لانے سے تمام جن و انس عاجز ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود گھڑ لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے کر آؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (ھود:13)

''کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید از خود گھڑ لیا ہے آپ فرمائیے کہ پھر تم اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے کر آؤ (اور اپنی مدد کے لئے) اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ لیکن مخالفین کی کثرت اور علوم و فنون اور زبان و بیان کی روز افزوں ترقی کے باوجود کوئی شخص قرآن مجید کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:88)

آپ فرما دیجئے! اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد (بھی) کریں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ (الطور:34)

اس جیسی ایک بات بھی بنا کر پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (البقرہ:23)

اور اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی ایک سورت بھی لا کر دکھا دو اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (یونس:38)

آپ فرما دیجئے! تم اس کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ۔

اس طرح پھر کفار نے جیسے جیسے معجزات طلب کیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے ویسے معجزات دکھائے جس طرح کہ چاند کا دو ٹکڑے فرما کر کفار کو دکھانا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے ان میں

1-ولید بن مغیرہ، 2-ابوجہل بن ہشام

3-العاص بن وائل، 4-العاص بن ہشام

5-الاسود بن عبد یغوث، 6-الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزی

7-زمعۃ بن الاسود، 8-النضر بن الحارث وغیرہم تھے۔

پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے (رسول) ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں اس کا نصف ابوقبیس (مکہ مکرمہ کا پہاڑ) پر ہو اور اس کا نصف قعیقعان (مکہ مکرمہ کا دوسرا پہاڑ) پر ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم اس پر ایمان لے آؤ گے۔

انہوں نے کہا:

ہاں! اور وہ چاند کی چودھویں رات تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چاند کے اسی طرح دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ندا فرما رہے تھے اے ابوسلمہ بن عبدالاسد اور اے الارقم بن ابی الارقم! گواہ ہو جاؤ۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 209)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم گواہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3636)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اہل مکہ مکرمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاند کا پھٹنا دکھایا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3637)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں چاند دوٹکڑے ہوگیا حتیٰ کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف تھا۔

لوگوں نے کہا:

(سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کردیا۔

پھر ان میں سے بعض لوگوں نے کہا:

اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کرسکتے۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3289)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

شق القمر کا معجزہ بہت عظیم تھا اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کا معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج واقع ہوا اور کسی شخص کی دسترس میں نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لاسکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔(فتح الباری: ج:7 ص:580 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

شق القمر کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہجرت سے پہلے سال ہوا کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور تفسیر ابن جریر میں ہے کہ اہل مکہ مکرمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معجزہ دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دکھایا کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دوٹکڑوں کے درمیان رکھا۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے یہ روایت کیا ہے کہ

ہر طرف سے مکہ مکرمہ میں مسافرین آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا ہے۔

(روح المعانی: جز:17 ص:113 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں چاند کے دوٹکڑے دیکھے اور ان سے دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے منیٰ میں چاند کے دوٹکڑے دیکھے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3869)

اور ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

منیٰ بھی مکہ مکرمہ میں ہے اس لیے ان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہوا۔ قدیم فلاسفر نے چاند کے شق ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک چاند پہلے آسمان میں ہے اور آسمانوں میں خرق اور التیام محال ہے اسی طرح ان کا شب معراج

آسمان کے دروازوں کو کھلوانے پر بھی اعتراض ہے اسی طرح انہوں نے قیامت کے دن سورج کے لپیٹے جانے پر بھی اعتراض کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر وہ کافر ہیں تو پہلے ان سے اسلام کے ثبوت پر مناظرہ کیا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہیں تو جو چیز صریح قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ○ (التکویر:1)

اور

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ○ (القمر:1)

اس کا انکار کرنے سے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ

اگر شق القمر ہوا ہوتا تو اس کو تمام دنیا کے لوگ دیکھتے اور اس کو نقل کرتے اور اس کا مشاہدہ کرتے اور اس کا مشاہدہ صرف اہل مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

شق القمر کے رات کے وقت ہوا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی لوگ آسمان کی طرف گھات کر دیکھتے ہیں اور کئی مرتبہ رات کو چاند گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہی ان کو دیکھتے ہیں اسی طرح چاند کا شق ہونا بھی رات کو وقوع پذیر ہوا نیز ایک لحظہ کے بعد چاند کے دو ٹکڑے پھر جڑ گئے تھے اس لیے اکثر لوگ اس کو نہیں دیکھ سکے اور چونکہ ایک لحظہ کے لئے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اس لیے کئی دیکھنے والوں نے اسے شدت حیرت کی وجہ سے نظر کے دھوکے پر محمول کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات بعض علاقہ والوں کے لئے چودھویں ہو اور بعض دوسرے علاقہ والوں کے لئے وہ چودھویں رات نہ ہو۔ بعض لوگوں نے شق القمر کا اس لیے انکار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ عام لوگوں سے مخفی نہ رہتا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کا تعلق حس اور مشاہدہ سے ہے اور تمام لوگ اس کو دیکھ سکتے ہیں اور جو چیز عجیب و غریب ہو اس کو لوگ ضرور دیکھتے ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ ستاروں کے علم کی کتابوں میں ضرور درج ہوتا کیونکہ ان سب لوگوں کا اس کو ترک کرنے پر اتفاق کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چاند کو شق کرنے کا واقعہ رات میں رونما ہوا کیونکہ دن میں چاندنی کا ظہور نہیں ہوتا اور رات کو اکثر لوگ اپنے گھروں میں سوئے ہوئے تھے اور بعض صحراء میں سفر کرنے والے بیدار ہوئے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی اور کام میں مشغول ہوں اور یہ واقعہ تو چشم زدن میں ہو گیا تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ ستارہ شناس ہر وقت رصد گاہوں میں بیٹھ کر چاند کو تکتے رہیں اور کبھی غافل

نہ ہوں اور یہ ہوسکتا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا ہو تو اکثر لوگوں کو پتہ نہ چلا ہو اور اس واقعہ کو ان ہی لوگوں نے دیکھا جنہوں نے اس کے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ واقعہ تو صرف ایک لحظہ میں رونما ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ قرآن مجید کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ تواتر کو نہ پہنچے کیونکہ ہر نبی کا وہ معجزہ جو عامۃ الوقوع ہو اور اس کا ادراک حس سے اور مشاہدہ سے ہوسکتا ہو اور پھر قوم اس کی تکذیب کرے تو اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اسی لیے جس معجزہ کے ساتھ آپ نے دوسروں کو اس کی نظیر لانے کا چیلنج کیا وہ معجزہ عقلی تھا اس لیے اس معجزہ کے ساتھ ان ہی لوگوں سے معارضہ کیا گیا جن کو زیادہ عقل اور فہم دی گئی تھی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ

کسی ستارہ شناس نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اس نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

کسی ستارہ شناس نے یہ بھی نہیں کہا اس نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں دیکھے۔ اس واقعہ کو بہ کثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور قرآن مجید میں اس کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے اس کے علاوہ اہل مکہ مکرمہ نے مکہ مکرمہ کے اطراف میں لوگوں کو بھیجا تھا اور انہوں نے آ کر یہ خبر دی کہ انہوں نے چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ مسافر رات کو چاند کی روشنی میں سفر کرتے تھے اور انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب آدمی کسی چیز کو قصداً دیکھنا نہ چاہے تو اس کو دیکھنے سے مانع بہت سی چیزیں ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ مکرمہ کے علاوہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی نگاہوں کو اس واقعہ سے پھیر لیا ہوتا کہ یہ مشاہدہ اہل مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہو جائے جیسا کہ اور بہت سے معجزات کے مشاہدہ کے ساتھ اہل مکہ مکرمہ خاص تھے اور دوسرے کو صرف ان کے بیان کرنے سے ان معجزات کا علم ہوا ہو۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ

شق القمر کا معجزہ بہت عظیم معجزہ تھا اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہوا اور کسی شخص کی دسترس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا واضح ہے۔ (فتح الباری: ج: 7، ص: 580 تا 581 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم مدائن سے ایک فرسخ کے سفر پر رہتے تھے تو جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا لہٰذا میں اپنے والد محترم کی معیت میں جمعہ کی نماز پڑھنے آیا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔
میں نے عرض کیا:
اے ابا جان! کیا مخلوق دوڑے گی۔
تو میرے والد محترم نے کہا:
تو تو ہے ہی جاہل یہ اعمال کی دوڑ ہے۔
جب دوسرا جمعہ آیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہی واقعہ (چاند کا دو ٹکڑے ہونا) دہرایا۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
چاند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو ٹکڑے ہوا۔ آج مقابلہ کا میدان ہے اور کل مقابلہ اور سبقت کرنے کا نتیجہ سامنے آئے گا پیچھے رہنا دوزخ ہے سبقت کرنا جنت ہے۔ (مستدرک: ج:4،ص:651)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند گرہن ہوا۔
تو مشرکین نے کہا:
چاند پر جادو ہو گیا ہے تو یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔
قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ (معجم الکبیر: ج:11،ص:250)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
گواہ رہو۔ (مسند احمد: ج:7،ص:303)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔
تو مشرکین نے کہا:

یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔

تو کچھ لوگوں نے کہا:

(سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے دوسری جگہوں سے مسافرین کو آنے دو دیکھتے ہیں وہ کیا اس کے بارے کہتے ہیں پھر مختلف جگہوں سے مسافر آ گئے تو تمام نے اس بات (یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی) تصدیق کی۔ (صحیح البخاری: ج:11، ص:467)

ایک اور روایت میں ہے۔

مکہ مکرمہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو مشرکین نے کہا:

یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ مسافرین سے پوچھیں اگر انہوں نے دیکھا ہے تو (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں اگر ان مسافروں نے نہیں دیکھا تو یہ جادو ہی ہے چنانچہ ہر اطراف سے آنے والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے چاند کے ٹکڑے ہونے کی گواہی دی۔ (مشکل الاثار الطحاوی: ج:2، ص:201)

اعتراض

اگر یہ کہا جائے کہ تمام روئے زمین کے دوسرے ملک والوں میں چاند کا ٹکڑے ہونا کیوں مشہور و معروف نہیں؟

جواب

اس کی نفی کون کرتا ہے بہت وقت گزر گیا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے علمی آثار اور ذخائر ضائع ہو گئے ہوں۔ کفار اور نبوت کا انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے تھے ممکن ہے کہ جس وقت ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی خبر معلوم ہوئی ہو تو انہوں نے اس خبر کو چھپا لیا ہو اور جان بوجھ کر بھلا دیا ہو۔ اس کے علاوہ بھی کئی سیاحت کرنے والوں کا قول ہے کہ ہندوستان میں ایک شان اور دیوہیکل عمارت ہے جس پر یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہونے کی رات اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہ معجزہ کافی رات گزر جانے کے بعد ظہور ہوا اکثر وجوہات کی وجہ سے دوسرے مسلک والے اس کو ملاحظہ نہ کر سکے کیونکہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا بھی تھا اور اکثر لوگ سو رہے تھے اور ممالک میں چاند کے طلوع اور غروب ہونے کا ایک وقت بھی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی وجوہات ہیں۔

اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:164 مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور)

سورج کو واپس لوٹانا

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کیے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو بھی واپس لوٹایا تھا جس پر کثیر دلائل ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز (عصر) نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! بے شک علی (رضی اللہ عنہ) تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا تو ان پر سورج لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا پھر غروب کے بعد طلوع ہو گیا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 390)

ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے تمام طرف اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ بلا شک وشبہ موضوع ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کے واپس والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے کہ

مودودی صاحب نے تو پکا پکایا حلوہ کی صورت میں اقوال بیان کر دیئے مگر اس کی تہہ تک نہیں پہنچا۔ سورج کو لوٹانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو لوٹایا جس طرح علماء ومحدثین ومفسرین کے اقوال سے ثابت ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

سورج کو لوٹانا بہت عظیم معجزہ ہے اور ابن الجوزی نے اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں درج کر کے خطا کی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو کتاب الرد علی الروافض میں درج کر کے اس کو موضوع کہا یہ اس کی بھی خطا ہے۔

(فتح الباری: ج: 6، ص: 247 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراقی الکنانی متوفی 963ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ

اس حدیث مبارکہ کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے اور اس کو یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے دوسری سند میں ابن عقدہ ہے اور رافضی ہے اس پر کذب کی تہمت ہے نیز اس سند میں عبدالرحمٰن بن شریک ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ہے: یہ ضعیف الحدیث ہے نیز یہ حدیث مبارکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس کی سند میں داؤد بن فراہج ہے اس کو شعبہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ

فضیل بن مرزوق ثقہ اور بہت زیادہ سچا راوی ہے صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مصنفین نے اس سے استدلال کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن شریک کی ابو حاتم کے علاوہ دوسرے آئمہ کرام نے توثیق کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں اس سے روایت کیا ہے اور ابن عقدہ بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں اور ان کی جرح اور تعدیل میں لوگوں کا اختلاف ہے اور جن لوگوں نے ان پر حدیث وضع کرنے کی تہمت لگائی ہے ان کی امام دار قطنی نے تکذیب کی ہے۔

حمزہ السہمی نے کہا ہے کہ

ان پر وضع کی تہمت کو طفیلی ہی لگا سکتا ہے۔

اور داؤد بن فراہیج کی ایک قوم نے توثیق کی ہے پھر اس حدیث مبارکہ کو آئمہ کرام اور حفاظ کرام کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ان سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی اسانید کے تتبع میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ہے اور اس رسالہ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر ختم کیا ہے جس نبی کو بھی کو معجزہ دیا گیا ہمارے نبی کو اس جیسا یا اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ج: 1 ص: 379 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد بن ابراہیم السخاوی متوفی 902ھ اس حدیث مبارکہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے امام جوزی نے بھی ان کی اتباع کی اور اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے لیکن امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور صاحب شفاء نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

(المقاصد الحسنہ: ص: 236 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آجائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا۔ یہ حدیث منقطع ہے لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔

اور مسند احمد میں جو روایت ہے کہ

حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام سابقین علیہم السلام میں سے کسی اور کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد نبی کے لئے سورج ٹھہرایا گیا ہو۔

اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ

ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع قرار دینے کی خطا کی ہے۔

واللہ اعلم

البتہ قاضی نے جو نقل کیا ہے: یوم خندق کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو لوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رد الشمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری: ج:6، ص:222 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی بناء پر اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے فاسد عقیدے میں ہے مگر اس عظیم معجزے کو نظر انداز کیا جائے اور ضعیف حدیث قرار دیا جائے یہ خطاء ہے۔

جیسا کہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے ابن عقدہ کی وجہ سے اس حدیث مبارکہ کو موضوع لکھا ہے کیونکہ وہ رافضی تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتا تھا۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

محض کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے ثقہ ہو اور غالباً اسی وجہ سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:3، ص:11 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ کی سند کو حسن کہا ہے۔

جیسا کہ حافظ ہیثمی متوفی 807ھ نے لکھا ہے کہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو ٹھہرانے کا حکم دیا تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے اور ایک حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے وہ ابراہیم بن حسن سے مروی ہے اور وہ ثقہ راوی ہیں امام ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج:8، ص:297 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! بے شک علی (رضی اللہ عنہ) تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے تو ان پر سورج لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 390)

امام ابو جعفر متوفی 321ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مبارکہ نبوت کی عظیم علامتوں میں سے ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند رکھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے سورج لوٹانے کی دعا کی اس سے نماز عصر کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ (شرح معانی الاثار: ج:3، ص:98 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ اسماعیل بن محمد عجلانی متوفی 1162ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

اور علامہ ابن جوزی نے کہا:

یہ موضوع ہے۔

لیکن ان کی خطا ہے اسی وجہ سے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں احادیث مبارکہ کی سند حسن ہے اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اس حدیث مبارکہ کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

احمد بن صالح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مبارکہ کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔ یہ حدیث مبارکہ متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن

جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس: ج: 1 ص: 220 مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

علامہ سیّد محمد بن محمد زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو لوٹایا گیا۔ حافظ ابو جعفر طحاوی نے مشکل الاثار اور امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر اقدس رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! بے شک تیرا بندہ علی (رضی اللہ عنہ) اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹا دیا حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا یہ صہباء کا واقعہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا دوسرا متن یہ ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر انور رکھا ہوا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج لوٹا دیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو گیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اس حدیث مبارکہ کو الشفاء میں نقل کیا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب معجزات سے ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

امام احمد بن صالح یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا مقصد علم ہو اس کو چاہئے کہ وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کو حفظ کرے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج رافضی میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے: اس حدیث مبارکہ کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے ان کی پیروی کی ہے اور روافض کے رد میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ موضوع ہے اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ اس کی سند میں احمد بن داؤد ہے۔ دار قطنی نے اس کے متعلق کہا ہے وہ متروک الحدیث اور کذاب ہے۔

اور ابن حبان نے کہا ہے کہ

وہ حدیث وضع کرتا تھا۔

پھر ابن جوزی نے کہا:

یہ حدیث باطل ہے اور جس نے اس کے موضوع ہونے سے غفلت کی اس سے اس میں محض فضیلت کی صورت کو دیکھا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور سورج کے لوٹ آنے سے وہ نماز ادا نہیں ہو گی۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ابن الجوزی کی غلطی ہے اس پر حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ رد کر چکے ہیں اور اہل علم کو معلوم ہے کہ ابن الجوزی احادیث صحیحہ کو احادیث موضوعہ میں درج کر دیتے ہیں اور اس پر ان کے معاصر اور ان کے بعد بکثرت علماء نے رد کیا ہے جس طرح کہ حافظ عراقی نے نکت الصلاح میں نقل کیا ہے اور اس حدیث کو متعدد حفاظ نے صحیح کہا ہے۔

حتیٰ کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کا متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے اس لیے ابن جوزی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور ابن جوزی کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس میں فائدہ ہے اور یہ ہے کہ سورج کے لوٹنے سے وقت لوٹ آتا ہے اور رہا اس کا یہ کہنا کہ سورج کا لوٹ آنا قضا نماز کو ادا نہیں بناتا اس کا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ارشاد میں یہ جواب دیا ہے کہ جب سورج غروب ہوا اور پھر لوٹ آئے تو اس کے لوٹ آنے سے وقت بھی لوٹ آئے گا۔

اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

اور شہاب الدین خفاجی نے شرح الشفاء میں لکھا ہے کہ

اگر سورج کے لوٹنے کے بعد بھی یہ نماز قضاہی رہتی تو پھر سورج کے لوٹانے کا کیا فائدہ تھا کیونکہ یہ نماز ایک عذر کی بناء پر قضاء ہوئی تھی اور عذر یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے اور یہ فضیلت ہے اور جب وہ نماز لوٹائی گئی تو وہ فضیلت حاصل ہوگئی۔

اور دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ

یہ نماز ادا ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی نے التذکرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

جب سورج لوٹ آیا تو گویا وہ غروب نہیں ہوا۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ مؤخر ہو گیا۔

(اتحاف السادۃ المتقین: ج:7،ص 191 تا 192 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے فرعون کے دل میں رعب بیٹھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے زمانے میں فرعون نے آپ علیہ السلام کے بہت سارے معجزات دیکھے ایک بار آپ علیہ السلام نے مرغ سے تسبیح پڑھوائی ایک بار پکے ہوئے مرغ کو زندہ فرمایا جس سے فرعون کے دل میں آپ علیہ السلام کا رعب بیٹھ گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کے زمانہ پرورش میں فرعون نے آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزے دیکھے۔ ایک بار آپ علیہ السلام نے مرغ سے تسبیح پڑھوائی ایک دفعہ پکے ہوئے مرغ کو زندہ فرمایا جس سے کہ فرعون کے دل میں آپ علیہ السلام کا رعب بیٹھ گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلبہ محبت اور بیوی کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکنا

فرعون چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کرنے لگ گیا تھا اس لیے آپ علیہ السلام کے غلبہ محبت اور بیوی کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کے زمانہ پرورش میں فرعون نے آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزے دیکھے۔ ایک بار آپ علیہ السلام نے مرغ سے تسبیح پڑھوائی ایک دفعہ پکے ہوئے مرغ کو زندہ فرمایا جس سے کہ فرعون کے دل میں آپ علیہ السلام کا رعب بیٹھ گیا مگر غلبہ محبت اور اپنی بیوی کی وجہ سے قتل نہ کر سکا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوانی پر پہنچنے کے وقت دل بنی اسرائیل کی طرف میلان ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریباً جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام کا دل بنی اسرائیل کی طرف مائل ہوا۔ آپ علیہ السلام ان سے ہی زیادہ میل جول رکھتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریباً جوان ہوئے تب آپ علیہ السلام کا میلان قلبی بنی اسرائیل کی طرف ہوا۔ آپ علیہ السلام ان سے ہی زیادہ میل جول رکھتے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعونیوں پر نا گوار گزرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل چونکہ بنی اسرائیل کی طرف مائل ہو گیا تھا اور ان سے ہی میل جول رکھنے لگ گئے تھے تو فرعونیوں کو اس پر نا گوار گزرتا تھا مگر کچھ دم نہ مار سکتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فرعونیوں کو نا گوار گزرتا تھا مگر کچھ دم نہ مار سکتے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:373 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بائیس سال کی عمر میں فرعون سے چھٹکارنے کے لئے بنی اسرائیل کو نذر منوانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بائیس سال کی عمر میں پہنچے تو بنی اسرائیل کے ایک سردار کو علیحدہ کر کے پوچھا کہ تم لوگ کب سے فرعون کی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس نے جواب دیا کہ بہت عرصے سے اس کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ ہی تو تمہارے گناہوں کی شامت ہے اب تم نذر مانو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ان سے نجات عطا فرما دے تو ہم اس نذر کو پورا کریں گے۔ بنی اسرائیل والوں نے کہا: ہم کیا نذر مانیں۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے تو سب بنی اسرائیل والوں نے اس نذر کو مان لیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام 22 سال کے ہوئے تب ایک دن سرداران بنی اسرائیل کو علیحدہ کر کے ان سے پوچھا کہ تم فرعون کی مصیبت میں کب سے مبتلا ہو۔

انہوں نے جواب دیا کہ بہت عرصے سے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ تمہارے گناہوں کی شامت ہے۔ تم نذر مانو کہ جب رب تعالیٰ تم کو اس سے نجات دے تو تم وہ پوری کرو۔

ان سب نے کہا:

کیا نذر مانیں؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

رب تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری، سب نے نذر مان لی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص373 تا 374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

نذر کے معانی

نذر کے معنی کے متعلق علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی کا قول

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

نذر کا معنیٰ ہے تاوان، کسی چیز کو واجب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے منت ماننا۔

(القاموس المحیط: ج:2 ص:198 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

نذر یہ ہے کہ تم کسی کام کے ہونے کی بناء پر اپنے او پر ایسی عبادت کو واجب کرلو جس کو تم پر واجب نہیں کیا گیا ہے۔

(المفردات: ص:487 مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

نذر کی اقسام

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں۔

نذر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم حرام ہے اور یہ ہر وہ نذر ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نہ ہو اور زمانہ جاہلیت میں زیادہ تر نذریں ایسی ہوتی تھیں۔

دوسری قسم ہے مباح۔ یہ کبھی کسی کام کے ساتھ مشروط ہوتی ہے اور کبھی مطلق ہوتی ہے مثلاً اگر میں فلاں مرض سے شفا پا جاؤں تو میں ایک دینار صدقہ کروں گا (یہ نذر مشروط ہے) یا میں اللہ تعالیٰ کے لئے ایک غلام آزاد کروں گا (یہ غیر مشروط ہے) اور کبھی نذر مطلق ہوتی ہے مثلاً اگر میں صحت مند ہو گیا تو میں صدقہ کروں گا۔ (البحر المحیط: ج:2 ص:128 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن مجید سے نذر کا ثبوت

نذر کا ثبوت قرآن مجید کی آیات کریمہ سے بھی ملتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

آیت کریمہ 1

قرآن مجید میں ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (آل عمران:35)

جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو آزاد کیا ہوا

ہے (وہ خالص تیرے لیے ہے) تو اس کو میری طرف سے قبول فرما۔

آیت کریمہ:2

قرآن مجید میں ہے:

فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۝ (مریم:26)

(اے مریم) تم کہنا! میں نے رحمان کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہے سو میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

آیت کریمہ:3

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ (البقرہ:270)

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

آیت کریمہ:4

قرآن مجید میں ہے:

وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج:29)

اور ان پر لازم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہوئی نذروں کو پورا کریں۔

احادیث مبارکہ سے نذر کا ثبوت

نذر کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی نذر پوری کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6697)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قرن (زمانہ) میں ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر ان کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے وہ خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے وہ شہادت دیں گے اور ان سے شہادت طلب نہیں کی جائے گی اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6695)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6696)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک آدمی (دھوپ میں) کھڑا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور یہ بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس سے کہو کہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6704)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس کے گلے میں رسی باندھی ہوئی تھی اور وہ طواف کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وہ رسی کاٹ دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6702)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس کی اس نذر سے مستغنی ہے اس سے کہو کہ سوار ہو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3297)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے اور وہ کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا اس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی تھی اور دوسرا شخص اس کو پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس نکیل کو کاٹ دیا اور اس شخص سے ارشاد فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6703)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارے سے چل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس شخص نے خود کو جس عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے اس سے کہو کہ سوار ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1642)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1641)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص نے کوئی نذر مانی اور اس کو معین نہیں کیا اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے گناہ کرنے کی نذر مانی اس کا کفارہ (بھی) قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسے کام کی نذر مانی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اس کا کفارہ (بھی) قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی عبادت کی نذر مانی ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے وہ اس نذر کو پورا کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4128)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نذر ماننے سے ابن آدم کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں آسکتی جو اس سے پہلے مقدر نہ ہو چکی ہو لیکن تقدیر اس کے لئے وہ چیز لے آتی ہے جو اس کے لئے پہلے مقدر ہو چکی ہو۔ نذر بخیل سے اس کی عبادت کو نکالتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6609)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے کہا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا کل مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنا بعض مال روک لو یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا۔

میں نے عرض کیا:

خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو رکھ لیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3317)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو ان کی ماں پر تھی اور وہ اس نذر کو پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنی ماں کی طرف سے یہ نذر پوری کریں پھر ان کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6698)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہو چکی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتے؟

اس نے عرض کیا:

جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرو وہ ادا کیے جانے کے زیادہ مستحق ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6699)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور فرمایا:
نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی اور نذر بخیل سے عبادت نکالتی ہے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6608)

نذر ماننے کی ممانعت کی توجیہات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:
اس کا محل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ آدمی کو لوٹا دیا تو میں ایک غلام آزاد کروں گا یا اتنی چیز صدقہ کروں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔ اس نذر سے ممانعت کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس نے اس عبادت کو اپنی کسی غرض کے جلد پورا ہونے پر موقوف کر دیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی نیت اس عبادت سے محض اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی غرض پوری کرنے کے عوض میں اس عبادت کی نیت کی تھی۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اس کی وہ غرض پوری نہیں ہوئی تو پھر وہ اس عبادت کو نہیں کرے گا اور یہی بخیل کا حال ہوتا ہے اس کے مال سے کوئی چیز اس وقت تک نہیں نکالی جا سکتی جب تک اسے اس چیز کا جلد معاوضہ حاصل نہ ہو جائے اور اس معنیٰ کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ نذر کے سبب سے بخیل سے اس عبادت کو نکالا جاتا ہے جس کو بخیل نہیں نکالتا پھر اس کے ساتھ جاہل کا یہ اعتقاد مل جاتا ہے کہ نذر اس کی غرض کے حصول کو واجب کر دیتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس نذر کی وجہ سے اس کی غرض کو پورا کر دیتا ہے اور ان ہی دو علتوں کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ بے شک نذر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی اور دونوں جہالتیں ہیں البتہ پہلی جہالت کہ نذر اللہ تعالیٰ پر غرض پورا کرنا واجب کر دیتی ہے کفر کے قریب ہے اور دوسری جہالت یعنی اللہ تعالیٰ نذر کی وجہ سے اس کی غرض پوری کرتا ہے اس کے اعتقاد میں خطاء صریح ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ تو علماء کا معروف مذہب یہ ہے کہ نذر ماننا مکروہ ہے اور میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ جس کے حق میں اس فاسد اعتقاد کا خطرہ ہو اس کا نذر ماننا حرام ہے اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو اس کا نذر ماننا مکروہ ہے بہر حال جب بھی نذر مانی جائے خواہ وہ کسی طرح ہو اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر کی وہ اس کی اطاعت کرے۔

(المفہم: ج:4، ص:606 تا 607 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:
امام مازری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے غرض یہ ہے کہ نذر کی حفاظت کی جائے اور اس کو لازماً پورا کیا جائے اور میرے نزدیک یہ توجیہ ظاہر حدیث سے بعید ہے اور میرے نزدیک ممانعت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عبادت کی نذر ماننے

والا اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اس عبادت کو جرمانہ، تاوان اور سزا کے طور پر ادا کرتا ہے کیونکہ اب اس کو اس عبادت کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں رہا وہ اس پر لازم اور واجب ہوگئی اور ہر وہ کام جس میں انسان پر جبر ہو وہ اس کو خوشی سے نہیں کرتا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ انسان کسی معین دن کا روزہ مان لے اور ہمارے مشائخ نے اس کراہت کی یہی وجہ بیان کی ہے اور حدیث مبارکہ میں نذر ماننے کی ممانعت کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ نذر ماننے والے نے جب تک نذر نہیں مانی تھی اس وقت تک اس نے وہ عبادت نہیں کی تھی اور وہ اس شرط پر اس عبادت کو کرتا ہے کہ اس کا وہ کام ہو جائے جس کے لئے اس نے اس عبادت کی نذر مانی تھی اور اس کی یہ عبادت گویا کہ اس کے کام کا معاوضہ ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی زینت خراب ہو جاتی ہے اور وہ نہیں ملتا جو خالص عبادت پر ملتا ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں اور جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے غیر کو شریک کیا میں اس عمل کو اور اس کے شرک کو ترک کر دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2985)

اس تاویل کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں اشارہ ہے کہ نذر کسی خیر کو نہیں لاتی۔ اور اس حدیث مبارکہ میں اشارہ ہے نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی اور اس حدیث مبارکہ میں اشارہ ہے کہ نذر کبھی تقدیر کے موافق ہو جاتی ہے پھر بخیل سے وہ عبادت نکالتی ہے جس کو بخیل نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ (اکمال المعلم: ج:5، ص:387 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

احادیث مبارکہ میں نذر سے ممانعت کا ذکر بہت آیا ہے اور یہ نذر کی تاکید اور اس میں نذر کے واجب ہونے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی سے ڈرانا ہے اور اگر اس سے مقصود نذر سے جھڑکنا ہوتا حتیٰ کہ نذر نہ مانی جائے تو اس میں نذر کے حکم کو باطل کرنا ہوتا اور اس کو پورا کرنے کے لزوم کو ساقط کرنا ہوتا کیونکہ ممانعت کے بعد نذر ماننا گناہ ہوتا اور اس کو پورا کرنا لازم نہ ہوتا اور ممانعت کی احادیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ نذر ان کے مقصود کو جلد کھینچ کر نہیں لاتی اور نہ ان سے جلد کسی ضرر کو دور کرتی ہے اور نہ ان سے قضا اور تقدیر کو ٹالتی ہے تو گویا آپ نے فرمایا تم اس طرح نذر نہ مانو گویا تم نذر مان کر اس چیز کو حاصل کر لو گے جو تمہارے لئے مقدر نہیں کی گئی یا تم نذر سے کسی ایسی مصیبت کو دور کر دو گے جو تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے پس جب تم اس قسم کے اعتقاد سے نذر نہیں مانو گے تو پھر تم اس نذر کو پورا کرو کیونکہ تم نے جس عبادت کی نذر مان لی ہے وہ تم پر لازم ہے۔ (النہایہ: ج:5، ص:33 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نذر صحیح کیا ہے؟

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اکثر عوام جو فوت شدہ بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے مزارات پر جو روپے، موم بتی اور تیل کی نذر مانتے ہیں وہ بالا جماع باطل اور حرام ہے جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے لوگ اس آفت میں مبتلا ہیں خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔ (درمختار: ج:2، ص:128 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

مثلاً کوئی شخص اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنی نذر میں کہتا ہے۔ اے میرے سردار فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ شخص واپس آجائے یا میرا بیمار صحت مند ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو میں آپ کے لئے اتنا سونا یا چاندی یا کھانا یا موم بتی یا تیل دوں گا یہ نذر کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے۔

1- یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر باطل اور حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے۔

2- جس کی نذر مانی گئی ہے وہ فوت شدہ ہے اور فوت شدہ شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

3- اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ وہ فوت شدہ شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر تصرف کرتا ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے۔

ہاں! اگر اس نے یہ کہا: اے اللہ عزوجل! میں تیرے لیے نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو لوٹا دیا یا میری حاجت پوری کر دی تو میں سیدہ نفیسہ کے مزار پر بیٹھے ہوئے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام لیث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا اس نے ان کی مساجد کے لئے چٹائی اور روشنی کے لئے تیل یا دیگر کاموں کے لئے روپیہ دیا جس میں فقراء کا نفع ہو۔ یہ نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کو خرچ کرنے کے محل کے لئے ہوتا کہ اس مزار یا مسجد میں بیٹھنے والے فقراء اور مستحقین پر ان چیزوں کو خرچ کر دیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے اور کسی غنی یا سید پر ان چیزوں کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور جو نذر مخلوق کے لئے مانی گئی ہو اس کو پورا کرنا حرام ہے اور مزار کے متولی کے لئے اس کا لینا جائز نہیں ہے جب تک نذر ماننے والا اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے نذر نہ مانے اور فقراء پر اس کو خرچ کرنے کی نیت نہ کرے۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:128 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

نذر عرف میں ہدیہ اور پیشکش کو کہتے ہیں اور شرع میں نذر عبادت اور قربت مقصودہ ہے اسی لیے اگر کسی نے گناہ کی نذر کی تو وہ صحیح نہیں ہوئی نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کرے اور کسی ولی کے آستانے کے فقراء کو نذر کے لئے صرف کا محل مقرر کرے۔ مثلاً کسی نے یہ کہا: یارب عزوجل! میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصد پورا کر دے کہ فلاں بیمار کو تندرست کر دے تو میں فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیسہ دوں یا ان کی مسجد کے لئے تیل یا بوریا حاضر کروں تو یہ نذر جائز ہے۔ (خزائن العرفان: ص:73 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونا اور فرعون کی سواریوں پر سوار ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہو گئے تو فرعون کی سواریوں پر سوار ہوتے اور اسی کی طرح ہی لباس پہنتے اور لوگ

آپ علیہ السلام کو موسیٰ بن فرعون کہا کرتے تھے۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے وہ فرعون کی سواریوں پر سوار ہوتے اور اس کی طرح لباس پہنتے اور لوگ انہیں موسیٰ بن فرعون کہتے تھے۔ (المنتظم: ج:1، ص:219 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوانی کے وقت حکم اور علم عطا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم اور علم عطا فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (القصص: 14)

اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔

حکم اور علم کی تفسیر میں علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب ان کی عمر چالیس سال ہو گئی اور حکم سے مراد ہے وہ حکمت جو ان کو نبوت سے پہلے دی گئی اور علم سے مراد دین کی فقہ۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:239)

نبی کو نبوت کب عطا فرمائی جاتی ہے؟

نبی کو نبوت عطا فرمانے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

امام محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لیے اس عمر کو اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ (الکشاف: ج:3، ص:402 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی جاتی ہے۔ (بیضاوی: ج:4، ص:286)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (18) سال کی عمر میں (جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں گرایا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ عنقریب تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6، ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کی ہے سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت حاصل ہوئی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی مگر یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ نے الفتوحات المکیہ کے باب 298 میں کہا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ نبوت کسب سے حاصل ہوتی ہے اس نے خطا کی نبوت صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ مختص ہے۔ (الیواقیت والجواہر: ص:353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الشریعۃ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی عزوجل ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہ زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کی لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ط (الانعام:124)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الجمعہ:4)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے دے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور جو اس کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

(بہارِ شریعت: ج:1، ص:8 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی۔

وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ○ (مریم:12)

اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال (33) کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اس لیے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے)

(عنایۃ القاضی: ج:7، ص:285 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے قبل نبی بنا دیا گیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3609)

اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں عنقریب تم کو ابتداء کے متعلق بتاؤں گا (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ محترمہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے لئے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2365)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے کیا

مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں میں اظہار ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف عرش پر، آسمانوں پر، جنت کے محلات اور بالا خانوں پر، حوران بہشت کے سینوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھنوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم عنصری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص 474 تا 475 مطبع تیج کمار لکھنؤ)

عتبہ بن عبد السلمی نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔

میں نے کہا:

اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا:

کیا یہ وہی ہے؟

اس نے کہا:

ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا:

برف کا پانی لاؤ۔ پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔

پھر کہا۔

ٹھنڈا پانی لاؤ۔

پھر کہا۔

چھری لاؤ پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا۔

اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا:

ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا:

اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھا دیا حتیٰ کہ ہم میری والدہ محترمہ تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی والدہ محترمہ نے کہا:

کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟

اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا تھا۔ میری والدہ محترمہ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئیں۔

اور ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (سنن داری، رقم الحدیث:13)

امام ابو نعیم الاصبہانی متوفی 430ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا۔ میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا! ہاں! ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرا دیا۔ پھر میرا پیٹ شق کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔

پھر کہا! ان کا دل چیرو! پھر میرا دل چیرا گیا۔

پھر کہا! ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا۔

پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 166)

ان دونوں صحیح احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس مذکور الصدر واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور رشاد فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟

انہوں نے عرض کیا! کچھ ساعت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:
کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا۔
انہوں نے عرض کیا! ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا کر اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔

(مستدرک، رقم الحدیث: 6287)

علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ نے اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا ہے: جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

(الفتاوی الحدیثیہ، ص: 91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد مقدسہ کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس چیرا گیا تو نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چیرا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام امور ملاحظہ فرما رہے تھے جبکہ عالم بشر اور انسان کے لئے یہ امور متصور نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نابینا نہ ہونا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ اس وقت نبی تھے عام طور پر مشہور ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے یہ کہنا درست نہیں اور نہ ہی قاعدہ کلیہ ہے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ط وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا o (مریم: 12)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرما دی۔
امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ
نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے اس آیت کریمہ میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں بغیر کسی

استحقاق کے نبوت عطا کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا ان کا استحقاق نہ تھا۔

(تاویلات اہل السنۃ: ج:3،ص:260 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اس آیت کریمہ میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:227 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

1-حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ، 2-عقل

3-اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کردیا اور ان کی طرف وحی کی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں۔

1-اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔

2-حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جاسکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔

اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہوجائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ متبعد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:7،ص:516 تا 517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی: ج:16،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے وہ اس کو متبعد نہیں قرار دے گا۔ (روح المعانی: ج:25، ص:92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں نبی ہونا ثابت ہے جس کی تحقیق یوں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مشکوۃ: رقم الحدیث: 5758)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سعد نے ابن ابی الجدعا سے روایت کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں اس حال میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 833)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنة) لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: 81) کی تقریر میں لکھا ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے اور اس کے ساتھ آیت کریمہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانہ میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدسہ بعثت الی الناس کافة (مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اور جس شخص نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی عزوجل میں نبی تھے یعنی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے اس کے اس معنٰی تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ ''محمد رسول اللہ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنٰی ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو پس اگر تم کہو کہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (آیئے ہم بتلاتے ہیں کہ) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جا سکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے لہٰذا میں نبی تھا کے الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں نور الٰہی جن کی مدد کرتا ہے پھر ان حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ہے وہ اس کو پہچان لیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔ فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت سے بارگاہ الٰہیہ سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو نہیں پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہوا اسی طرح بارگاہ الٰہی عزوجل سے بخشے والی ہر وہ چیز مؤخر رکھی گئی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معجل ہے اس میں کوئی تاخیر نہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب حکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تاخیر نہیں ہے تاخیر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ج:1 ص8 تا 11 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ نے اس حدیث مبارکہ کو حسب ذیل متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
ایک شخص نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
لوگوں نے کہا:
چپ کر، چپ کر۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کو چھوڑ دو میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
ابوالجدعا سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔
عامر سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:1 ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:
اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا باقی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے۔
اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ

شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ورسل عظام علیہم السلام کی مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قطب الاقطاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین وآخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور ایک حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان دونوں احادیث مبارکہ کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر: ص: 339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے حجاب میں تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اس کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الست بربکم تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا۔

(روح المعانی: جز: 9،ص: 162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! بے شک (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام کے سردار نبی ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے۔

(تجلی الیقین: ص: 8 حامد اینڈ کمپنی لاہور)

جن انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت عطا فرمائی گئی

نبی وہ ہے جس کو نبوت عطا فرمائی گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین سو تیرہ جم غفیر ہیں!

میں نے کہا:

بہت اچھے ہیں۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلا نبی کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر رضی اللہ عنہ! چار نبی سریانی ہیں!

1-حضرت آدم علیہ السلام، 2-حضرت شیث علیہ السلام، 3-حضرت خنوخ علیہ السلام

4-حضرت ادریس علیہ السلام جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح علیہ السلام اور چار نبی عرب ہیں۔

1-حضرت ھود علیہ السلام، 2-حضرت صالح علیہ السلام، 3-حضرت شعیب علیہ السلام۔

4-اور تمہارے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سو صحیفے اور چار کتابیں حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے۔ خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کیے گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کئے گئے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 1 ص: 167 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام حاکم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نبی تھے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے رسول کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین سو تیرہ کا جم غفیر تھا۔ (درمنثور: ج: 2 ص: 691 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت دو جگہ ذکر کی ہے اس میں ذکر ہے کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور تین سو پندرہ رسول ہیں۔ (جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث: 10232)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔
اس حدیث مبارکہ کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج:6، ص:361 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:
ایک روایت میں ہے۔
دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ (شرح عقائد: ص:97 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث کیے چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی لوگوں کی طرف۔
(مسند ابو یعلیٰ: ج:4، ص:157 مطبوعہ دار المامون تراث بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کی کتنی تعداد ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں سے جم غفیر رسول ہیں تین سو پندرہ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16944)

بہر حال محدثین کرام کا اعتماد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی اور رسول بنایا وہ سب صادق اور برحق ہیں اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پیغام دے کر بھیجا وہ صحیح اور صادق ہے۔

قرآن مجید میں اٹھائیس (28) انبیاء کرام علیہم السلام کے نام مذکور ہیں۔

1- حضرت آدم علیہ السلام، 2- حضرت نوح علیہ السلام
3- حضرت ادریس علیہ السلام، 4- حضرت صالح علیہ السلام
5- حضرت ھود علیہ السلام، 6- حضرت ابراہیم علیہ السلام

7-حضرت اسماعیل علیہ السلام، 8-حضرت اسحاق علیہ السلام
9-حضرت یعقوب علیہ السلام، 10-حضرت یوسف علیہ السلام
11-حضرت لوط علیہ السلام، 12-حضرت موسیٰ علیہ السلام
13-حضرت ہارون علیہ السلام، 14-حضرت شعیب علیہ السلام
15-حضرت زکریا علیہ السلام، 16-حضرت یحیٰی علیہ السلام
17-حضرت عیسیٰ علیہ السلام، 18-حضرت داؤد علیہ السلام
19-حضرت سلیمان علیہ السلام، 20-حضرت الیاس علیہ السلام
21-حضرت الیسع علیہ السلام، 22-حضرت ذوالکفل علیہ السلام
23-حضرت ایوب علیہ السلام، 24-حضرت یونس علیہ السلام
25-حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے علاوہ تین اسماء مقدمہ کا ذکر ہے۔

1-حضرت ذوالقرنین، 2-حضرت عزیر، 3-حضرت لقمان (علیہم السلام)

مگر ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔

بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا قرآن مجید میں اشارۃً ذکر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (البقرہ:247)

اس میں حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ (البقرہ:259)

اس میں حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (الکہف:60)

اس میں حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ (الکہف:65)

اس میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

نبی کی خصوصیات و امتیازات

نبی کی خصوصیات و امتیازات کثیر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے انبیاء کرام علیہم السلام کے چھیالیس خواص ذکر کیے ہیں یہ وہ خواص ہیں جن کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں ان خواص کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- نبی اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کرتا ہے۔
2- بغیر کلام کے نبی پر الہام ہوتا ہے بلکہ نبی اپنے نفس میں بغیر تقدم اور تاخر کے ایک معنیٰ پاتا ہے جس کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔
3- فرشتہ کو دیکھ کر اس سے وحی سنتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے۔
4- فرشتہ نبی کے قلب پر وحی القاء کرتا ہے اور یہ القاء احکام، وعد اور وعید پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے قلب پر جو واردات ہوتی ہیں وہ حوادث اور واقعات کی اطلاعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔
5- نبی کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کی عقل کو کبھی کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔
6- نبی کی قوت حافظہ غیر معمولی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ طویل ترین سورت کو صرف ایک بار سن کر حفظ کر لیتا ہے اور اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولتا۔
7- نبی اپنے اجتہاد میں خطاء سے محفوظ رہتا ہے۔
8- نبی کی ذکاوت غیر معمولی ہوتی ہے اور اس کا استنباط بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔
9- نبی کی بصر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی چیز دیکھ لیتا ہے۔
10- نبی کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصے کی آواز سن لیتا ہے جس کو دوسرا نہیں سن سکتا۔
11- نبی کی قوت شامہ غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو سونگھ لینا۔
12- نبی کا جسم بہت قوی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے۔
13- نبی کا آسمان پر جانا۔
14- گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کو پالینا۔
15- بکریوں سے کلام کرنا۔
16- نباتات سے کلام کرنا۔
17- درخت کے تنا (شہتیر) سے کلام کرنا (جیسے استن حنانہ)

18-پتھروں سے کلام کرنا۔

19-بھیڑیے کی آواز سے اس کا مطلب سمجھ لینا۔

20-اونٹ کی بلبلاہٹ کو سمجھ لینا۔

21-متکلم کو دیکھے بغیر اس کی آواز سننا۔

22-جنات کا مشاہدہ کرنا۔

23-اشیاء غائبہ کی مثالوں کا نبی پر پیش کیا جانا جیسا کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس کی مثال پیش کی گئی۔

24-کسی حادثہ سے اس کی عاقبت کو جان لینا جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو فرمایا اس کو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔

25-کسی نام سے فال نکالنا کیونکہ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ سہل کر دیا ہے۔

26-کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ فرمایا یہ بادل بنو کعب کی مدد کا اعلان کر رہا ہے۔

27-پس پشت دیکھنا۔

28-کسی شخص کی موت سے پہلے اس کے حال پر مطلع ہونا جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا میں نے دیکھا فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اور وہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔

29-مستقبل کی فتح کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار کر دینا جیسا کہ غزوہ خندق میں ہوا۔

30-دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھ لینا۔

31-فراست۔

32-درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت جڑوں اور ٹہنیوں سمیت آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واپس چلا گیا۔

33-ہرنی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنا۔

34-بغیر خطاء کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔

35-کھجور کے درخت کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا کہ اس میں اتنے وسق کھجوریں ہوں گی۔

36-احکام کی ہدایت دینا۔

37-دین اور دنیا کے انتظام اور سیاست کی ہدایت دینا۔

38-عالم کی ہیئت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔

39-بدن انسانی سے متعلق طبی امور کی ہدایت دینا۔

40-عبادات کی ہدایت دینا۔

41-صفتوں کی ہدایت دینا۔

42-ماسیکون پر مطلع ہونا۔

43-ماکان پر مطلع ہونا۔

44-لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور بھیدوں پر مطلع ہونا۔

45-استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔

46-حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔

علامہ حلیمی فرماتے ہیں کہ

یہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں ہر چند کہ ان میں بعض اوصاف غیر نبی کو بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ اوصاف نبوت کے خصائص اس وجہ سے ہیں کہ ان میں نبی کو اصلاً خطا نہیں ہوتی جب کہ غیر نبی کو ان میں خطاء لاحق ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری: ج:12، ص366 تا 367 مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں۔

نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو اس طرح جانتا ہے جس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی کو ان کی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے اور جتنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے۔ اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں بینا اور نابینا کا فرق ہے۔

اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔ (احیاء علوم الدین: ج:4، ص:189 تا 190 مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

نبوت کا ایک عظیم مرتبہ ہے جو عقل سے ماوراء ہے۔

امام غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جیسے قوت، تمیز، معقولات کا

ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت تمیز کے مدرکات کو نہیں پا سکتے (اسی طرح عقل، قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے سامنے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور یہ خالص جہالت ہے۔ (المنقذ من الضلال: ص: 54 مطبوعہ بیسہ الاوقاف لاہور)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ

قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں۔

1- مدرکہ، 2- اور محرکہ

اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں۔

1- حواس ظاہرہ، 2- حواس باطنہ

اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں (جو کہ یہ ہیں)

1- قوت باصرہ

قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

اس کی قوت کی نظیر یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام: 75)

اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔ (مسند احمد: ج: 1، ص: 368)

2-قوت سامعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسمان چر چراتا ہے اور اس کا چر چرانا بجا ہے۔ آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چر چرانے کی آواز سنی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ (النمل: 18)

ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنیٰ پر مطلع کیا اور یہ قوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیڑیئے اور اونٹ سے کلام کرنے کی مثال یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر مجھے چپکے سے ایک بات بتائی جو میں کبھی بھی کسی کو نہیں بتاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے کسی ٹیلہ یا گنجان اور گھنے کھجور کے درختوں کی اوٹ میں جانا پسند کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں ایک اونٹ آیا اور اس نے بڑبڑ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان کی ہڈی کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ پر سکون ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اونٹ کس کا ہے؟

انصار کا ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ میرا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
کیا تم ان جانوروں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنادیا ہے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس کو تم بھوکا رکھتے ہو اور کام لے لے کر اس کو تھکادیتے ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1745)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت یعلیٰ بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں۔ ایک دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جارہے تھے۔ ہمارا ایک اونٹ کے پاس سے گزر ہوا جب اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بڑبڑ کرنے لگا اور اپنی گردن آگے بڑھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
اس کا مالک کون ہے؟
وہ شخص آگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
اس اونٹ کو بیچ دو۔
اس نے عرض کیا:
میں اس کو ہبہ کرتا ہوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
نہیں! مجھے فروخت کردو۔
اس نے عرض کیا:
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کرتا ہوں۔ ہمارے گھر والوں کی گزراوقات کے لئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
جب تم نے یہ کہا تو سنو! اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اس کو چارہ کم ڈالتے ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 17570)
اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنی سے بھی کلام فرمایا جس طرح کہ روایت میں ہے۔
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی۔
اس ہرنی نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھول دیجئے تاکہ میں اپنے بچوں کو جاکر دودھ پلاآؤں پھر میں واپس آجاؤں گی تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم مجھے باندھ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک قوم کا شکار ہے اور اس کی باندھی ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد لیا کہ وہ ضرور واپس آئے گی پھر اس کو کھول دیا۔ وہ تھوڑی دیر میں واپس آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا پھر خیمہ والے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان سے مانگ لیا۔ انہوں نے وہ ہرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:34)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے دیکھا وہ ہرنی جنگل میں چلاتی ہوئی جا رہی تھی۔

اور کہہ رہی تھی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:35)

اسی طرح درخت کے تنے نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

چنانچہ روایت میں ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے ستون سے ارشاد فرمایا:

تو پر سکون ہو جا اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں اگا دوں۔ تیرا پھل نیک لوگ کھائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دنیا میں پہلے کی طرح تر و تازہ درخت اگا دوں تو اس درخت نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 36) (عبد المصطفیٰ نمونہ)

3- قوت شامہ

نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ میری قمیض لے جاؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیض لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (یوسف: 94)

مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلے سے سونگھ لی۔

4-قوت ذائقہ

نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا: اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

5-قوت لامسہ

نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہوگئی۔

دوسری قسم: حواس باطنہ

اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سنقرئك فلاتنسى

ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے۔

اور قوت ذکاوت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کئے اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا اور حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت اور حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگی کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جوہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل، مشرف اور صاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:2 ص433 تا 434 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس سال میں نبوت عطا فرمائی گئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس سال میں نبوت عطا فرمائی گئی۔

علامہ سلیمان جمل لکھتے ہیں۔

چالیس سال کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی گئی۔ (جمل: ج:3،ص:339)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکا مار کر ہلاک کر دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے اور فرعونیوں کی قوم میں دو اشخاص آپس میں لڑ رہے تھے تو جو آپ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعونی کے خلاف مدد طلب کی آپ علیہ السلام نے جا کر اس کو مکا مارا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ز هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ج فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ لا فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ز قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ (القصص:15)

اور موسیٰ اس وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے تو وہاں انہوں نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا یہ (ایک) ان کی قوم میں سے تھا اور یہ (دوسرا) ان کے مخالفین میں سے تھا سو جو ان کی قوم میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد طلب کی جو ان کے مخالفوں میں سے تھا پس موسیٰ نے اس کو مکا مارا سو اس کو ہلاک کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا بے شک شیطان دشمن ہے اور کھلم کھلا بہکانے والا ہے۔

دو لڑنے والے بنو اسرائیل اور فرعونیوں سے تھے

جو آپس میں لڑ رہے تھے ان میں سے ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا فرعونیوں میں سے تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ایک دن وہ شہر کی طرف جا رہے تھے انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آل فرعون سے تھا۔ اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غضب میں آ کر فرعونی کے ایک گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت سوا اس اسرائیلی کے ان کو کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مار کر اس فرعونی کو قتل کر دیا تو انہوں نے کہا:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ (القصص:15)

یہ کام شیطان کے بہکانے سے سرزد ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

(جامع البیان: جز:16،ص:208 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قبطی کوتادیباً گھونسا مار کر ہلاک کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو تادیباً گھونسا مارا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر گئے تو وہاں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ایک ان کی قوم بنی اسرائیل سے تھا اور دوسرا ان کے دشمن قبطیوں میں سے تھا۔ اسرائیلی نے قبطی کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو تادیباً ایک گھونسا مارا جس سے وہ مر گیا۔ (المنتظم: ج:1،ص:219 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پیچھے جانا

فرعون اپنی سواری پر سوار ہو کر کہیں چلا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس موجود نہ تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ فرعون تو سوار ہو کر چلا گیا ہے تو اس وقت آپ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے سوار ہو کر چلے گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون اپنی سواری پر سوار ہوا اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو آپ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ فرعون تو سوار ہو کر چلا گیا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے سوار ہو گئے اسے قیلولہ کے وقت ایسی جگہ آلیا جسے منف کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نصف النہار کے وقت وہاں داخل ہوئے جبکہ بازار بند ہو چکے تھے راستے میں کوئی بھی نہ تھا یہی وہ وقت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا (القصص:15)(تفسیر طبری:ج:20،ص:52 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں کس وقت داخل ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شہر میں داخل ہونے کے وقت میں چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام دوپہر کو قیلولہ کے وقت داخل ہوئے جبکہ لوگ سو رہے تھے یہ وقت لوگوں کی غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ (تفسیر امام عبدالرزاق: ج:2،ص:489 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام نصف النہار کو داخل ہوئے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام نصف النہار کے وقت شہر میں داخل ہوئے جبکہ لوگ قیلولہ کررہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حِیْنِ غَفْلَةٍ سے مراد مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حِیْنِ غَفْلَةٍ سے مراد مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت ہے۔

دوسروں نے کہا:

دوپہر کا وقت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ان میں سے ایک ہے۔ (درمنثور: ج:5،ص:353 مطبوعہ کراچی)

قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کرنے کا واقعہ گراں گزرا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کر دیا تو یہ واقعہ آپ علیہ السلام پر گراں گزرا۔

حافظ امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ سے مراد اسرائیلی اور هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ سے مراد قبطی ہے تو اسرائیلی نے قبطی کے خلاف آپ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا تو وہ مر گیا یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بڑا گراں گزرا۔

(درمنثور: ج:5،ص:353 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی کو جمع کر کے گھونسا مارا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو قبطی کو گھونسا مارا وہ اپنی ہتھیلی کو جمع کر کے مارا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی نے آپ علیہ السلام سے مدد طلب کی فرعون فارس سے اور اصطخر سے تعلق رکھتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی کو جمع کر کے گھونسا مارا۔ (تفسیر طبری: ج:20،ص:55 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ڈنڈا مارنے کا قول

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر ہلاک کیا اور اس سے آپ علیہ السلام کا ارادہ قتل نہ تھا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اسے ڈنڈا مارا اور قتل کا ارادہ نہ کیا تھا۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:2202 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے نان بائی کو مکا مارا تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس فرعونی کو مکا مارا وہ فرعون کا نان بائی تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مارا وہ فرعون کا نان بائی تھا۔ (درمنثور: ج:5، ص:354 مطبوعہ کراچی)

قبطی اسرائیلی کو لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا

جس قبطی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مار کر ہلاک کیا وہ اسرائیلی کو لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام تیس سال کے ہوئے تو ایک دن ایک قبطی اور اسرائیلی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ قبطی اسرائیلی کو لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا وہ انکار کرتا تھا۔ اسرائیلی نے آپ علیہ السلام کو پکارا کہ اے موسیٰ علیہ السلام مجھے اس ظالم سے نجات دلواؤ۔ آپ علیہ السلام نے قبطی کو ظلم سے منع کیا وہ باز نہ آیا آپ علیہ السلام نے اس کو مکا مارا جس سے قبطی مر گیا اسرائیلی اپنے گھر گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کراچی)

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسا ہلاک کرنے کے ارادہ سے مارا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو جو گھونسا مارا وہ ہلاک کرنے کے ارادہ سے نہیں مارا تھا بلکہ چھڑانے کے لئے مارا تھا مگر وہ اتفاقاً مر گیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ آپ علیہ السلام نے قبطی کو ہلاک کرنے کے ارادے سے نہ مارا تھا صرف چھڑانے کے لئے وہ اتفاقیہ مر گیا۔ اتفاقیہ پر یہ قصاص نہیں نیز وہ کافر حربی تھا جس کا قتل گناہ بھی نہیں کچھ روز بعد تو سارے ہی قبطی ہلاک کئے گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:1، ص:374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہلاک کرنے پر یقین نہ کرنا

فرعون کو لوگوں نے کہا: قبطی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہلاک کیا ہے تو فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام ہلاک نہیں کر سکتے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

الغرض فرعون کو خبر پہنچی اس نے کہا: موسیٰ علیہ السلام نہیں کر سکتے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1 ص: 374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی اسرائیلی کا دوسرے دن دوبارہ مدد طلب کرنا

دوسرے دن وہی اسرائیلی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی تھی وہ آپ علیہ السلام کو دوبارہ بلا رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے اس سے کہا بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ○ (القصص:18)

پس موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں صبح کی (کہ اب کیا ہوگا) اچانک وہی شخص (اسرائیلی) جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان کو مدد کے لئے پکار رہا تھا موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر لوگ کیسے بھول گئے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین اور ان کے آباء کے دین کا علم عطا فرمایا تو انہوں نے جان لیا کہ فرعون اور اس کی قوم باطل پر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دین حق کو بیان کیا اور ان کے دین کی مذمت کی اور یہ چیز مشہور ہو گئی اور فرعونی ان کے مخالف ہو گئے اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت ان کا وعظ سنتی تھی اور ان کی اقتداء کرتی تھی۔ پھر فرعون کا خطرہ یہاں تک بڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شہر میں بہت محتاط ہو کر داخل ہوتے تھے۔ ایک بار وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے جب شہر والے غافل تھے اکثر مفسرین کے نزدیک وہ دوپہر کا وقت تھا اور اس وقت وہ لوگ قیلولہ کر رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ

وہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔

مگر پہلی روایت اولیٰ ہے۔

آیت کی تفسیر میں ابن زید نے یہ کہا ہے کہ

اس غفلت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ نیند میں غافل تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ اور ان کے ذکر سے غافل ہو چکے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کمسن تھے تو انہوں نے فرعون کے سر پر لاٹھی ماری تھی اور اس کی داڑھی نوچ لی تھی تو فرعون نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر کچھ انگارے لائے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا کر منہ میں ڈال لیے تھے جس سے ان کی زبان جل گئی تھی اسی وجہ سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی۔ تب فرعون نے کہا تھا اس کو قتل نہ کرو لیکن اس کو اس گھر سے اور شہر سے نکال دو پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکال دیا گیا اور وہ

جوان ہونے تک اس شہر میں داخل نہیں ہوئے اور لوگ ان کا ذکر بھول بھال گئے۔

(جامع البیان: ج:20، ص53 تا54 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فرعونی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنا

حافظ ابن عساکر متوفی 571ھ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس فرعونی سے کہا:

اس اسرائیلی کو چھوڑ دو۔

اس فرعونی نے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! تمہیں معلوم نہیں یہ ہمارے مالک فرعون کو برا کہتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے خبیث تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ مالک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور فرعون اور اس کے کاموں پر لعنت ہو۔

جب فرعونی نے یہ بات سنی تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا اور وہ قضاء مر گیا۔ (تاریخ دمشق: ج:64، ص:23 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا آج تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

دوسرے دن جب اسی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی کے خلاف مدد کے لئے پکارا تو فرعونی کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام! کیا آج تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ۝

(القصص:19)

پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا (غلط فہمی سے) کہا: اے موسیٰ! کیا آج تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ تم اس شہر میں زبردست (بڑے) بن جاؤ اور تم مصلحین میں سے نہیں بننا چاہتے۔

فرعونی کی غلط فہمی

دوسرے دن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی اسرائیلی کی فرعونی کے خلاف مدد کرنی چاہی تو فرعونی نے غلط فہمی سے کہا کہ آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

امام عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
دوسرے دن وہ اسرائیلی کسی اور شخص سے لڑ رہا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر اس کے خلاف مدد طلب کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کی مدد کا ارادہ کیا اور اس نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ سمجھا کہ شاید آپ اس کو مارنے لگے ہیں اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔
(المنتظم: ج:1 ص:219 مطبوعہ بیروت)

لوگوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قاتل سمجھنا

جب دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی اسرائیلی کی مدد کا ارادہ کیا تو فرعونی نے غلط فہمی سے سمجھا کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو مارنے لگے ہیں تو اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قاتل ہیں۔
امام عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
دوسرے دن وہ اسرائیلی کسی اور شخص سے لڑ رہا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر اس کے خلاف مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کی مدد کا ارادہ کیا اور اس نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ سمجھا کہ شاید آپ اس کو مارنے لگے ہیں۔ اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قاتل ہیں۔ (المنتظم: ج:1 ص:219 مطبوعہ بیروت)

فرعونی کا بھاگ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قاتل ہونے کی خبر دینا

جب فرعونی نے غلط فہمی سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح انہوں نے کل ایک فرعونی کو قتل کر دیا تھا تو وہ بھاگ کر فرعون کے پاس پہنچا اور وہاں پہنچ کر فرعون کو بتایا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک فرعونی کو قتل کر دیا ہے اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا سب کا سب ماجرا سنا دیا۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس اسرائیلی کو ڈانٹ رہے تھے اور وہ اسرائیلی غلط فہمی سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح انہوں نے کل ایک فرعونی کو قتل کر دیا تھا تو وہ بھاگ کر فرعون کے دربار میں پہنچا اور وہاں جا کر فرعون کو بتایا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک فرعونی کو قتل کر دیا ہے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کا ماجرا سنا دیا۔
(جامع البیان: جز:16 ص:268 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعونیوں کا قصاص کا مطالبہ

فرعونیوں نے فرعون کے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہلاک کرنے کی گواہی دی اور مطالبہ کیا کہ ان کو ہمارے حوالے

کردیں تاکہ ہم ان سے قصاص لے سکیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

دوسرے دن وہ بنی اسرائیلی دوسرے قبطی سے الجھا ہوا تھا آپ علیہ السلام کو دیکھ کر آپ علیہ السلام سے فریاد کی آپ علیہ السلام نے اسرائیلی کو جھڑکا اور چاہا کہ اس قبطی سے چھڑوا دیں اسرائیلی سمجھا کہ آج مجھے مار رہے ہیں وہ چیخا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! کل تو نے قبطی کو مارا تھا! کیا آج مجھے ہلاک کرنا ہے یہ بات لوگوں نے سنی اور فرعون کے پاس گواہی دی۔ قبطی سرداروں نے فرعون سے مطالبہ کیا ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم قبطی کا ان سے قصاص لیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حوالے کرنے پر تامل کرنا

جب فرعونیوں نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) کو ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم ان سے فرعونی کا قصاص لے سکیں تو فرعون نے اس طرح کرنے سے تامل کیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

قبطی سرداروں نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم قبطی کا ان سے قصاص لیں فرعون نے ایسا کرنے میں تامل کیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حمایتی کا قتل کرنے کی اطلاع دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حمایتی نے اطلاع دی کہ فرعونی سردار آپ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا آپ علیہ السلام یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ (القصص:20)

اور ایک مرد شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا: اے موسیٰ! بے شک (فرعون کے) سردار آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا آپ یہاں سے چلے جائیں بے شک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا حکم دے دینا

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:245 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی خبر دینے والا کون تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی خبر دینے والا ایک قول کے مطابق حزقیل بن صبورا تھا۔ ایک قول کے مطابق فرعون کا چچا زاد تھا۔ ایک قول کے مطابق طالوت تھا۔ ایک قول کے مطابق آل فرعون سے مومن ہونے کا ہے اور اس کا نام شمعون تھا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

علامہ ثعلبی نے کہا ہے کہ

اس (خبر دینے والے) شخص کا نام حزقیل بن صبورا تھا اور وہ آل فرعون میں سے مومن تھا اور وہ فرعون کا چچا زاد تھا۔

علامہ سہیلی نے کہا:

اس کا نام طالوت تھا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ آل فرعون سے مومن تھا اور اس کا نام شمعون تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 13 ص: 245 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی خبر دینے والا آپ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا

جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ آپ علیہ السلام کو فرعونی سردار (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا آپ علیہ السلام یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں تو وہ آپ علیہ السلام پر در پردہ ایمان لا چکا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس مجلس (یعنی قتل کرنے کی مشاورت کی) مجلس میں ایک شخص موجود تھا جس کا نام حزقیل تھا اور وہ در پردہ ایمان لا چکا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ آپ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے بہتر ہے کہ آپ علیہ السلام کسی اور جگہ چلے جائیں۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1 ص: 374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں کارندے بھیجنا

فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی تلاش میں اپنے کارندے بھیجے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس اسرائیلی کو ڈانٹ رہے تھے اور وہ اسرائیلی غلط فہمی سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح انہوں نے کل ایک فرعونی کو قتل کر دیا تھا تو وہ بھاگ کر فرعون کے دربار میں پہنچا اور وہاں جا کر فرعون کو بتایا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک فرعونی کو قتل کر دیا ہے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کا ماجرا سنا دیا۔ تب فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے کارندے بھیج دیئے۔

(جامع البیان: ج: 16 ص: 209 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہر چھوڑ نا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حمایتی نے قتل کی خبر دی تو آپ علیہ السلام اس شہر کو چھوڑ کر تشریف لے گئے جس شہر میں قیام پذیر تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ؕ (القصص:21)

سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں ظالموں سے پناہ طلب کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ظالموں سے نجات کے لئے کہا: اے میرے رب عزوجل! مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمادے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۠ (القصص:21)

موسیٰ نے کہا! اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے دے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کے راستے پر لگا دینا

جب فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے نکل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کے راستے پر لگا دیا۔

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے نکلے حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر اس شہر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مدین کے راستہ پر لگا دیا۔ (المنتظم: ج:1،ص:219 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بے سروسامان مدین کی جانب روانہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حمایتی نے آپ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کے مشورہ ہونے کی اطلاع دے دی تو آپ علیہ السلام مدین کی جانب بے سروسامان روانہ ہوگئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس (حمایتی) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ آپ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے بہتر ہے کہ آپ علیہ السلام کسی اور جگہ چلے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے سروسامان مدین کی جانب روانہ ہوگئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:1،ص:374 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مدین چلے جانا

جب حمایتی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے مشورہ ہونے کی خبر دے دی تو آپ علیہ السلام مصر سے مدین چلے گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے کارندے بھیج دیئے ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک حمایتی آ کر آپ علیہ السلام سے ملا اور آپ علیہ السلام کو بتایا کہ آپ علیہ السلام کے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کی طرف چلے گئے۔ (جامع البیان: جز:16 ص:209 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستوں کی گھاٹیوں سے تلاش کرنے کا حکم

فرعونیوں نے کہا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو راستوں کی گھاٹیوں سے تلاش کرو کیونکہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نوجوان ہیں راستہ سے وہ آگاہ نہیں ہیں۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قبطی گیا اس نے راز افشاء کر دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی وہ آدمی قتل کیا تھا فرعون نے اس کی تلاش کا حکم دیا اور کہا اسے پکڑ لو کیونکہ اس نے ہماری قوم کے ایک فرد کو قتل کیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش کر رہے تھے انہوں نے کہا: راستوں کی گھاٹیوں میں سے اسے تلاش کرو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نوجوان ہیں راستہ سے آگاہ نہیں۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:2 ص:489 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فرشتہ کا مدین کی طرف جانے کی رہنمائی کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرشتہ نے مدین جانے کی طرف رہنمائی کی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ کی گھاٹیوں میں پہنچے ایک آدمی آیا اس نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ قوم کے سردار آپ علیہ السلام کے بارے میں مشورے کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نجات کے لئے دعا کی جب آپ علیہ السلام راستہ کی کھائی میں پہنچے تو ایک فرشتہ آیا جو ایک گھوڑے پر سوار تھا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا تو خوف سے سجدہ کیا۔

اس فرشتہ نے کہا:

مجھے سجدہ نہ کرو بلکہ میرے پیچھے پیچھے چلو۔ آپ علیہ السلام اس کے پیچھے چلنے لگے۔ اس فرشتے نے مدین کی طرف آپ علیہ السلام کی رہنمائی کی۔ فرشتہ چلتا رہا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کو مدین لے آیا۔ (درمنثور: ج:5 ص:357 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی آزمائشوں سے گزرے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی آزمائشوں سے گزرے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فتون کا معنیٰ ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں واقع ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ان سے نجات دینا۔ پہلی آزمائش یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو آپ علیہ السلام کا اس سال حمل ہوا جس سال فرعون نومولود بچوں کو ذبح کرتا تھا پھر دوسری آزمائش وہ تھی جب آپ علیہ السلام کو دریائے نیل میں ڈالا۔ تیسری آزمائش وہ تھی جب آپ علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کے علاوہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ چوتھی آزمائش وہ تھی جب آپ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی نوچ لی اور فرعون نے آپ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا پھر آپ علیہ السلام نے ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا پھر آپ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر مدین کی طرف بھاگ گئے۔ (زاد المسیر: ج:5،ص:286 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کے کنویں پر پہنچنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے جب مدین کی جانب تشریف لے گئے تو پہلے مدین کے کنویں پر پہنچے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ (القصص:22تا23)

اور موسیٰ جب مدین کی جانب متوجہ ہوئے (تو) کہا عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگوں کا ایک گروہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے۔

مدین قبیلہ کا نام

مدین ایک قبیلہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے یوں اہل مدین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نسبی تعلق بھی تھا یہ قبیلہ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر آباد تھا یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا اس علاقہ کا مرکزی شہر بھی مدین تھا اور یہی علاقہ حضرت شعیب علیہ السلام کا مولد اور مسکن تھا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دن کی مسافت تھی۔

حضرت ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

مدین کے ملک میں فرعون کے علاوہ کسی اور کی حکومت تھی۔

مدین ایک چشمہ

مدین ایک چشمہ ہے جس کے قریب حضرت شعیب علیہ السلام رہائش پذیر تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مدین ایک چشمہ ہے جس کے قریب حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے۔

(تفسیر طبری: ج:20، ص:64 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سیدھا راستہ سے کون سا راستہ مراد ہے؟

سیدھا راستہ مدین کا راستہ مراد ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سَوَآءَ السَّبِيْلِ کا معنیٰ سیدھا راستہ کیا ہے وہ مدین کا راستہ تھا۔

(تفسیر طبری: ج:20، ص:64 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا

امام عبداللہ بن مبارک متوفی 181ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن علقمہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون سے بھاگتے ہوئے نکلے تو دعا کی اے میرے رب عزوجل! مجھے تاکیدی حکم ارشاد فرمایئے! ارشاد فرمایا: میں تجھے تاکیدی حکم دیتا ہوں کہ تو کسی چیز کو بھی میرے ہم پلہ قرار نہیں دے گا بلکہ تو اس پر ترجیح دے گا کیونکہ جو ایسا نہ ہو نہ میں اس پر رحم کرتا ہوں اور نہ اسے پاکیزہ کرتا ہوں۔

عرض کیا: اے میرے رب عزوجل! کس چیز کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اپنی ماں کے ساتھ کیونکہ اس نے تجھے کمزوری پر کمزوری کے ساتھ اٹھایا ہے۔

عرض کیا

پھر کس چیز کے ساتھ۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں تجھے اپنے بندوں کے معاملات کا تجھے ذمہ دار بناؤں تو ان کی ضروریات کے ضمن میں انہیں نہ تھکا وٗ اگر تو ایسا کرے گا تو میری روح کو تھکائے گا بے شک میں دیکھنے والا سننے والا اور مشاہدہ کرنے والا ہوں۔

(کتاب الزہد، ص:87 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سفر کی وجہ سے کمزوری کا عالم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کنویں پر پہنچے تو کمزوری کی وجہ سے ان کے پیٹ سے سبزیوں کی طرح سبزی دکھائی دے رہی تھی۔ (درمنثور، ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دن کا فاصلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو مصر سے مدین کی طرف سفر کیا اُس کا فاصلہ آٹھ دن کا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف نکلے جبکہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دنوں کا فاصلہ تھا۔

(درمنثور، ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کھانا درختوں کے پتے تھے

حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر کے دوران درختوں کے پتے تناول فرماتے رہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف نکلے جبکہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دنوں کا فاصلہ تھا۔ آپ علیہ السلام کا کھانا درختوں کے پتے تھے۔ (درمنثور، ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ننگے پاؤں نکلنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ننگے پاؤں مصر سے مدین کی جانب سفر کیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف نکلے جبکہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دنوں کا فاصلہ تھا آپ علیہ السلام کا کھانا

درختوں کے پتے تھے آپ علیہ السلام ننگے پاؤں نکلے تھے۔ (درمنثور: ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

قدم اقدس کا موزہ مبارکہ گر جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو قدم مبارکہ کا موزہ اقدس گر گیا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف نکلے جبکہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دنوں کا فاصلہ تھا آپ علیہ السلام کا کھانا درختوں کے پتے تھے آپ علیہ السلام ننگے پاؤں نکلے تھے آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو قدم مبارکہ کا موزہ اقدس بھی گر گیا تھا۔

(درمنثور: ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

مدین کا فاصلہ پینتیس دنوں کا تھا

ایک قول کے مطابق مدین کا فاصلہ پینتیس دنوں کا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مدین کا فاصلہ پینتیس (35) دنوں کا تھا۔ (درمنثور: ج:5، ص:362 مطبوعہ کراچی)

کنویں پر لوگوں کا مویشیوں کو پانی پلانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ (القصص:23)

اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگوں کا ایک گروہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے۔

بہت سارے لوگوں کا مویشیوں کو پانی پلانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں پر بہت سارے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسین بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کنویں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:64، ص:26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لوگوں کا اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر کنویں پر پتھر رکھ دینا

لوگوں نے جب اپنے مویشیوں کو پانی پلا دیا تو کنویں پر بھاری پتھر رکھ دیا۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

پتھر کو دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے

جس کنویں پر لوگوں نے پتھر رکھ دیا تھا اس پتھر کو دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا اس کو دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

دو مقدس عورتوں کا اپنے مویشیوں کو پانی پر جانے سے روکنا

کنویں پر دو مقدس عورتیں کھڑی ہوئی تھیں جو اپنے مویشیوں کو پانی پر جانے سے روک رہی تھیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ (القصص:23)

دو مقدس لڑکیوں کا کنویں کی نچلی جانب کھڑی ہو کر بکریوں کو پانی پر جانے سے روکنا

دو مقدس لڑکیاں کنویں کی نچلی جانب کھڑی ہوئی تھیں اور وہ اپنی بکریوں کو پانی پر جانے سے روک رہی تھیں۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کنویں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی ہوئی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنویں کی جانب سے روک رہی تھیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:64، ص:26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دو مقدس لڑکیوں کا اپنی بکریوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہونا

کنویں کی نچلی جانب دو مقدس لڑکیاں اپنی بکریوں کے ساتھ چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہوکر اور بھوکے نکلے آپ علیہ السلام کے پاس زادراہ بھی نہیں تھا حتیٰ کہ مدین کے کنویں پر پہنچے وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی جو جانوروں کو پانی پلارہے تھے۔ دو عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

(درمنثور:ج:5،ص:360 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دو مقدس لڑکیوں سے کھڑے ہونے کی وجہ پوچھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مقدس لڑکیوں کو دیکھا جو شرم وحیاء کی پیکر تھیں ان سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے یعنی چپ چاپ کیوں کھڑی ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ (القصص:23)

موسیٰ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟

تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دو مقدس لڑکیوں سے پوچھا تم اس طرح کیوں الگ کھڑی ہو۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کنویں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلارہے تھے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی ہوئی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنویں کی جانب سے روک رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تم اس طرح کیوں الگ کھڑی ہو؟ (تاریخ دمشق الکبیر:ج:64،ص:26 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان مقدس لڑکیوں کو چپ چاپ کھڑے دیکھ کر پوچھا۔

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہوکر اور بھوکے نکلے آپ علیہ السلام کے پاس زادراہ بھی نہ تھا حتیٰ کہ مدین کے کنویں پر پہنچے وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی جو جانوروں کو پانی پلارہی تھے دو عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ (درمنثور:ج:5،ص:360 مطبوعہ کراچی)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا اسے دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے جبکہ وہ صرف دو مقدس عورتیں تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تمہارا کیا مسئلہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج:6 ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

دو مقدس لڑکیوں کا لوگوں کے چلے جانے پر پانی پلانے کا بتانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مقدس لڑکیوں سے پوچھا آپ یہاں اس طرح کیوں کھڑی ہیں تمہارا کیا مسئلہ ہے تو انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ سب پانی پلانے والے واپس نہ چلے جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ (القصص:23)

موسیٰ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ (سب) چرواہے (پانی پلا کر) واپس نہ چلے جائیں۔

ہم اس ہجوم میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی وجہ پوچھنے پر ان مقدس دو لڑکیوں نے کہا: ہم ان لوگوں کے ہجوم میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کنویں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنویں کی جانب سے روک رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تم ایسے الگ کیوں کھڑی ہو؟ اور کیوں اپنی بکریوں کو روک رہی ہو؟

انہوں نے کہا کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں اور اتنے رش میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج:64 ص:26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چرواہوں کے چلے جانے پر پانی پلانے کا بتانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دو مقدس لڑکیوں سے پوچھا تمہارا کیا مسئلہ ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ (القصص:29)

پھر جب موسیٰ نے میعاد پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم لوگ یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو۔

سردی سے بچاؤ کے لئے آگ لینے جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مدت پوری کر لی تو اپنی اہلیہ کو لے کر چل پڑے پھر راستہ بھول گئے موسم سردیوں کا تھا آپ علیہ السلام کے لئے آگ بلند کی گئی جب اسے دیکھا تو گمان کیا یہ آگ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا:

امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ

اگر میں تمہارے پاس کوئی خبر نہ لاؤں تو میں تمہارے پاس آگ لے آؤں گا تاکہ تم سردی سے بچاؤ کے لئے اس کو تاپو۔ (در منثور، ج:5،ص:368 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ کا کلام مقدس

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام کو وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ایک ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العلمین ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (القصص:30)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العلمین ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کیوں کہا جاتا ہے

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو آواز اور حروف کے واسطہ سے سنا تو پھر خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو فرشتہ یا کتاب کی وساطت کے بغیر سنا اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد سنا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے لئے واقع نہیں ہوئی۔ باقی رہا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے علم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں علم بدیہی پیدا کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا ان کو معجزہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہرے بھرے درخت سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی اور یہ امر خلاف عادت ہے اور اسی درخت سے بغیر کسی بولنے والے کے آواز آ رہی تھی اور یہ بھی امر خلاف عادت اور معجزہ ہے۔

(روح المعانی: جز: 20، ص: 111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شب معراج میں کلام فرمایا۔

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:

(جس کے آخری الفاظ یہ ہیں) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر وہاں تک گئے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور الجبار رب العزۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو وحی کی اس میں یہ وحی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک کر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عہد لیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رب عزوجل نے مجھ سے دن اور رات میں پچاس نمازوں کا عہد لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی واپس جائیے اور اپنی اور اپنی امت کی طرف سے کمی کی درخواست کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ طلب کر رہے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں تو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر الجبار کی طرف گئے

اور اپنے مقام پر کھڑے ہو کر عرض کیا: اے رب عزوجل! ہم سے کچھ کمی کیجئے کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹے انہوں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی طرف بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر روک لیا اور کہا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنی قوم بنی اسرائیل کا اس سے کم پر تجربہ کر چکا ہوں وہ ان نمازوں کو پڑھنے سے کمزور پڑ گئے اور ان کو ترک کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کے جسموں، ان کے دلوں، ان کے بدنوں، ان کی آنکھوں اور ان کے کانوں سے زیادہ کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیے اور اپنے رب عزوجل سے اس میں بھی کمی کرائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر مشورہ لیتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو ناپسند نہیں کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچویں بار بھی لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میری امت کے اجسام، ان کے قلوب، ان کے کان اور ان کے بدن کمزور ہیں سو ہم سے کچھ کمی کیجئے۔

الجبار نے کہا:

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے عرض کیا لبیک وسعدیک۔ فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے آپ پر جس طرح لوح محفوظ میں فرض کیا ہے سو ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوگا پس لوح محفوظ میں یہ پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر یہ پانچ نمازیں ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔

انہوں نے پوچھا:

کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم سے تخفیف کر دی گئی اور ہم کو ہر نیکی کا اجر دس گنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

میں اس سے کم پر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیے اور اپنے رب عزوجل سے کم کرائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ کی قسم! اب مجھے بار بار اپنے رب عزوجل کے پاس جانے سے حیا آتی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

کلام کرنے کا انکار اور رد

علامہ علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال اندلسی متوفی 449ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

شفاعت کی طویل حدیث مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے' لیکن تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور ان سے کلام فرمایا۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس کے برخلاف اشاعرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کلام فرمایا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ (النجم:10)

سو وحی فرمائی اپنے عبد مکرم کی طرف جو وحی فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استدلال کو رد کر دیا ہے اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ (الاعراف:144)

اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تم کو لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج:10، ص:510 مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے آپ کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود ہیں اور ہارون ہر چند کہ نبی ہیں لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کلام نہیں کیا گیا اور نہ وہ صاحب شرع ہیں۔

(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی: ج:4، ص:367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر کلام کی وجہ سے فضیلت دی ہے یہ اس لئے کہا ہے کہ رسالت اور بلاواسطہ ہم کلام ہونے کی فضیلت تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی متحقق ہے سو اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہوں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل علی الاطلاق ہیں۔ (عنایۃ القاضی: ج:4، ص:367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی 725ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ ان کو رسالت کے لئے چن لیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسالت کے لئے چن لیا ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام انسانوں پر یہ فضیلت ہے کہ ان کو رسالت کے لئے بھی چن لیا ہے اور ان کو بلاواسطہ اپنا کلام سنایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کسی انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:359 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے بھی چن لیا ہے اور شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ کلام بھی فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر نمازوں کو فرض فرمایا اور یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔

اور اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ (النجم:10)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلند مقام تک لے گیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور یہ چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر بہت زیادہ شرف اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس لیے اصل سوال کا صرف یہ جواب صحیح ہے کہ یٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ (الاعراف:144) کا معنیٰ یہ ہے کہ اے موسیٰ! میں نے تم کو اپنی پیغمبری سے اور اپنی ہم کلامی سے تمہارے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان سے زیادہ بلند منصب والا اور ان سے زیادہ اشرف اور افضل اور کوئی انسان نہیں تھا وہ صاحب شریعت ظاہرہ تھے اور ان کو تورات عطا فرمائی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے جس طرح ان کی قوم کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی اور فرمایا "يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ؕ" (البقرہ:47)
اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تم کو (تمہارے زمانہ کے) تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ (تفسیر خازن: ج:2، ص:138 مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے موسیٰ! (علیہ السلام) میں نے تم کو تمہارے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالت سے تم کو تورات دے کر اور تم سے کلام کر کے فضیلت دی ہے۔ (مدارک التنزیل علی ہامش الخازن: ج:2، ص:137 مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اس آیت کریمہ میں علی الناس (تمام لوگوں پر) لفظ عام ہے لیکن اس کا معنیٰ خصوص ہے یعنی میں نے تم کو اپنی

رسالت اور اپنے کلام سے تمہارے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں کلام فرمایا اور ان کے بعد شب معراج ہمارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا۔
(البحر المحیط: ج:5،ص:169 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کا معنیٰ ہے میں نے آپ کو آپ کے معاصرین پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے کیونکہ ہر چند کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا اور ان سے کلام نہیں فرمایا تھا اور نہ وہ صاحب شرع تھے۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:3،ص:47 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر یا ان کے معاصرین پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے۔ (روح البیان: ج:3،ص:306 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ عمر بن اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس نے ان کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم اور تمام اولین اور آخرین کے سردار ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مرتبہ کے ساتھ مختص کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء والمرسلین بنایا اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو باقی رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرف اور فضیلت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام الخلیل ہیں پھر موسیٰ بن عمران کلیم الرحمان علیہ السلام ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:278 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کرنے پر دلائل

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی قائل تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور اس پر انہوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ:51)

"کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بغیر وحی کے اللہ تعالیٰ سے کلام کرے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ وحی کرے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے بہت حکمت والا ہے۔"

اور بعض مشائخ نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور اس سے بلاواسطہ اور بلا کسی فرشتے کے واسطہ سے کلام کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا تین قسم پر ہے۔

1- پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا۔

2- فرشتہ سے بذریعہ وحی جس طرح کہ اکثر انبیاء کرام علیہم السلام سے کلام کیا۔

3- بذریعہ وحی یعنی دل میں کوئی بات ڈال کر۔

اب کلام کرنے کی تین صورتوں میں سے صرف ایک صورت باقی بچی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بالمشاہدہ کلام کیا جائے۔ (اکمال المعلم: ج:1، ص:531 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جعفر بن محمد، ابوالحسن اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی نفی کی ہے۔

(المفہم: ج:1، ص:403 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے الشوریٰ: 51 سے ثابت کیا ہے کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے وقت کلام کیا ہو پس ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر کلام کیا ہو۔

2- یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی صرف تین صورتیں ہیں پردے کی اوٹ سے، فرشتے کے ذریعے اور وحی سے ہوسکتا ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہو اور آپ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوں۔

3- بعض علماء کرام نے کہا ہے: وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام بلاواسطہ ہے۔

(شرح للنواوی: ج:1، ص:984 مطبوعہ نزار مصطفیٰ بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کرنے کے ساتھ دیدار الٰہی کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار بھی کیا جس پر کثیر دلائل قرآن مجید و احادیث مبارکہ و علماء کرام کے اقوال کی صورت میں موجود ہیں۔

قرآن مجید سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار بھی کیا جس پر یہ آیات کریمہ ثبوت ہیں۔

چنانچہ قرآن میں ہے۔

ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی ۝ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ (النجم:6 تا18)

بہت زبردست نے پھر اللہ تعالیٰ استواء فرمایا اس وقت وہ (نبی) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے پھر وہ زیادہ قریب ہوئے پھر زیادہ قریب ہوئے تو وہ دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی آپ کے قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا۔ بے شک انہوں نے اس کو ضرور دوسری بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا آپ کی نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی بے شک اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا۔

آیت نمبر 7 کی تفسیر میں مقاتل نے کہا:

رب العزت عزوجل شب معراج سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے پھر زیادہ قریب ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قرظی نے فرمایا:

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے پس وہ دو کمانوں کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ فرماتے ہیں۔

ان اقوال میں قول مختار مقاتل کا ہے کیونکہ اس کی تائید میں صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے

(زاد المسیر: ج:66 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

جس حدیث مبارکہ کا علامہ جوزی نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

اور جب رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح البخاری میں یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

الجبار العزت قریب ہوا پس زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے پس دو کمانوں کی مقدار ہو گئے۔

جعفر بن محمد نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے خود سے قریب کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے۔

اور جعفر بن محمد نے کہا:

اللہ تعالیٰ کے قریب کی کوئی حد نہیں ہے اور بندوں کا قرب محدود ہے۔

نیز انہوں نے کہا:

کیا تم نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قرب سے کیسے حجاب میں تھے اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معرفت اور ایمان کو رکھا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکون قلب سے وہاں تک قریب ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ہر قسم کا شک اور تردد زائل ہو گیا۔ (الشفاء: ج: 1، ص: 159 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اپنے نزدیک بلند کیا اور تدلی کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے آپ کو بالکلیہ جانب قدس میں جذب کر لیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونا کہتے ہیں۔ ہم نے جو دنا کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے قریب ہوا اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث مبارکہ ہے کہ جبار رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ (روح المعانی: جز: 27، ص: 80 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید راقم ہیں:

معظم صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے اس سے قرب کا وہ معنیٰ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی: جز:27،ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور آیت نمبر 8 کی تفسیر میں علامہ الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

محمد بن کعب نے کہا:

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے۔

(النکت والعیون: ج:5،ص:393 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قریب ہوئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:17،ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دو کمانوں کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر قریب ہو گئے۔ (روح المعانی: جز:17،ص:80 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے کیونکہ دو سردار جب ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو وہ اپنی دونوں کمانوں کو ملاتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کے ہتھیار ایک ہیں اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو وہ دونوں اس کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:239 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ سے واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا اللہ تعالیٰ کا منع کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا رب تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

قرآن مجید میں اس کی مثال درج ذیل ہیں۔

1- قرآن مجید میں ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی۔
اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔
2-قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط (الفتح:10)
بے شک جو لوگ رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔
اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے خریدنا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر تھا۔
3-تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج (الفتح:10)
اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔
اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت عطا اور مدد اللہ تعالیٰ کی قوت عطاء اور مدد ہے۔
4-قرآن مجید میں ہے:
وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ج (الانفال:17)
آپ نے کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے کنکریاں ماری تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کنکریاں ماری تھیں۔
اس آیت کریمہ میں یہ واضح صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔
ستر انصار نے مدینہ منورہ آ کر مکہ مکرمہ کی گھاٹی میں اپنی جانوں اور مالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جنت کے عوض فروخت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
5-اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (التوبۃ:111)
بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے۔
منافقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ایمان ظاہر کر کے اپنے گمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
6-یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (البقرہ:9)
وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا تو غیر متصور ہے کیونکہ اللہ سبحانہ عالم الغیب ہے اور منافق بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اس لیے اس کا معنیٰ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے۔

7-قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (الاحزاب:57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا تو محال ہے اس لیے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا اس آیت کریمہ میں الگ سے صراحۃً ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز پہلے سے ضمناً سمجھ آ رہی تھی اس کو صراحۃً ذکر کر کے مؤکد کر دیا گیا ہے اصطلاح میں اس کو تصریح بما علم ضمناً کہتے ہیں بعض نو مسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرنے کا مشورہ مال دنیا کی طمع میں دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو ان کی آخرت کے اعتبار سے قبول کیا تھا کہ ان میں سے بعض قیدی خود ایمان لے آئیں گے اور بعض کی اولاد اسلام قبول کر لے گی اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے سو بعض نو مسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مال دنیا کی طمع سے تھی اور آپ کا اس رائے کو قبول کرنا قیدیوں کی آخرت کی وجہ سے تھا۔

8-لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (الانفال:67)

تم فدیہ سے متاع دنیا کا ارادہ کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرما رہا تھا۔

آخرت کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ کر رہا تھا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رب تعالیٰ کا ارادہ ہے۔

9-قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:62)

اور اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم اس کو راضی کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور يُّرْضُوْهُ میں ضمیر واحد ذکر کی ہے اور اس سے اس پر متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا واحد ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

10-قرآن مجید میں ہے:
وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ:74)
ان منافقوں کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔
اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور مِنْ فَضْلِهٖ میں ضمیر واحد کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل واحد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا فضل فرمانا ہے۔
11-قرآن مجید میں ہے:
لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات:1)
اللہ تعالیٰ اور رسول پر سبقت نہ کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو۔
اللہ تعالیٰ پر سبقت کرنا اور اس سے آگے بڑھنا محال ہے اس کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور منع اس کام سے کیا جاتا ہے جس کا کرنا متصور ہو اس لیے اللہ تعالیٰ پر سبقت کرنے سے مراد ہے اس کے رسول پر سبقت کرنا اور اس آیت کریمہ میں یہ بتانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت کرنا اللہ تعالیٰ سے سبقت کرنا ہے پھر تائید کے لئے صراحۃً فرمایا کہ اس کے رسول سے سبقت نہ کرو۔
ہم نے یہ گیارہ آیات پیش کی ہیں جن سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہے اور اسی چیز کو "قاب قوسین او ادنی" کی مثال سے واضح کیا ہے کہ دونوں کمانیں انتہائی قریب ہیں جس طرح دو قبیلوں کے سردار اپنی کمانوں کو ملا کر یہ بتاتے ہیں کہ ایک سے صلح دوسرے سے صلح ہے اور ایک سے جنگ دوسرے سے جنگ ہے اور ایک سے خیانت دوسرے سے خیانت ہے اور ایک سے معاہدہ دوسرے سے معاہدہ ہے اور ایک سے عہد شکنی دوسرے سے عہد شکنی ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ معاملہ واحد ہے۔
اور سورہ النجم کی دسویں آیت کے تحت علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالمشافہ اور بلا واسطہ وحی کی۔
(زاد المسیر: ج:8، ص:67 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ کے حبیب، اللہ تعالیٰ سے غایت قریب میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ ہیبت طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی لطف و کرم فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ (النجم:10)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔

گویا جو ہونا تھا وہ ہوا اور حبیب نے اپنے حبیب سے وہ کہا جو ایک حبیب دوسرے حبیب سے کہتا ہے اور آپ سے وہ راز کی باتیں کیں جو راز ایک حبیب اپنے حبیب سے کہتا ہے پس دونوں نے اس راز کو مخفی رکھا اور ان کے راز و نیاز پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ (روح المعانی: ج:27،ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور سورۃ النجم کی آیت نمبر 11 کی تفسیر میں علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج کو بیداری میں اپنے رب عزوجل کو اپنے سر اقدس کی آنکھوں سے دیکھا۔

محمد بن کعب نے فرمایا:

ہم نے سوال کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! میں نے اپنے رب عزوجل کو اپنے سر کی آنکھوں سے دو بار دیکھا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (النجم:11) (جامع البیان: ج:27،ص:65 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:241 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم ہوں اور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیت حاصل ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ نور ہے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:178)

اور سورۃ النجم کی آیت نمبر 17 کی تفسیر میں علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابن بحر نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کم نہیں ہوئی۔

وما طغی کا معنیٰ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس حق سے متجاوز نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حد سے بڑھی نہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ادراک کرنے سے عاجز نہیں ہوئی اور نہ اس نے تخیل سے واقع کے خلاف زیادہ وہم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دائیں بائیں نہیں ہوئی اور نہ زیادہ ہوئی اور نہ متجاوز ہوئی۔

(زاد المسیر: ج:8،ص:71 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ قونوی حنفی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی: ج:18،ص:281 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جنت اور اس کی زینت کی طرف مڑی اور نہ دوزخ اور اس کے ہولناک عذاب کی طرف گئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ عزوجل کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہے۔

سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شب معراج اپنی ذات میں الوہیت کے دلائل کی طرف متوجہ ہوئی نہ اس رات کی عظیم نشانیوں کی طرف ملتفت ہوئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے رب عزوجل کی ذات کا مشاہدہ کرتے رہے اور اپنے رب عزوجل کی صفات کا مطالعہ کرتے رہے۔ (روح المعانی: جز:27،ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا:

مَا زَاغَ قلب محمد وَمَا طَغٰی

محمد کا قلب نہ بہکا نہ کج ہوا۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آپ کی بصر نہ بہکی اور نہ کجی ہوئی۔

اور بصر سر کی آنکھ کو کہتے ہیں اس سے واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں اپنے سر کی آنکھ سے اپنے رب

عزوجل کو دیکھا۔

حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار اپنے رب عزوجل کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

آپ کی بصر ادھر ادھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی بلکہ اسی کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت، دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اسی کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔

(روح البیان: ج:9،ص:269 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ دیدار بھی کیا جس کا ثبوت درج ذیل احادیث مبارکہ سے ہے۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حتیٰ کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور پھر زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری: ج:2،ص:1120 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی طرف نظر سے دیکھا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا:

آیا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نظر سے دیکھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اس کے لئے استغفار کرے گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 20750)

حدیث مبارکہ: 45

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ کھانے کے پیالہ میں شریک کیا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کر کے کھاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 24526)

حدیث مبارکہ: 46

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ
مسلمان جب کسی غزوہ میں جاتے تو بیماروں اور اپاہجوں کو اپنے گھروں میں چھوڑ جاتے تھے اور اپنے گھر کی چابیاں انہیں دے دیتے تھے اور وہ لوگ کہتے تھے کہ ہمارے لئے ان کے گھروں سے کھانا پینا حلال نہیں ہے اور اس میں حرج سمجھتے تھے وہ کہتے تھے جب کہ وہ لوگ غائب ہیں تو ہمیں ان کے گھروں سے کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2241)

حدیث مبارکہ: 47

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرنے میں رغبت کرتے تھے وہ اپنے گھروں کی چابیاں اپنے وکیلوں اور کفیلوں کو دے دیتے تھے اور یہ کہہ کر دیتے تھے کہ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو وہ تم کھا لینا ہم نے تمہارے لیے اپنی چیزیں حلال کر دی ہیں اور وکیل یہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں ہے انہوں نے خوشی سے ہمیں اجازت نہیں دی ہم ان کے مال کے امین ہیں تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہوں) (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 14875)

حدیث مبارکہ: 48

ابراہیم سے روایت ہے کہ
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا وہ روزے سے تھے انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل تھے ان کو صرف ایک چادر میں کفنا دیا گیا جس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل تھے پھر ہمارے لیے دنیا اتنی کشادہ کر دی گئی جتنی کشادہ کر دی گئی اور دنیا سے ہمیں اتنا کچھ دیا گیا اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ ہمیں ہماری نیکیاں دنیا میں ہی مل گئی ہیں پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا ترک کر دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1275)

حدیث مبارکہ:49

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب کھائے یا پئے تو یہ کہہ لے۔
بسم اللہ وباللہ الذی لایضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء یا حی یا قیوم۔
(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 1113)

حدیث مبارکہ:50

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے۔
الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3850)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھانے کے متعلق اقوال

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ○ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ہاں معززترین مہمان تھے اور اب وہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے محتاج تھے بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ کا پیٹ آپ علیہ السلام کی پشت سے لگا ہوا تھا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روٹی کے ایک ٹکڑے کا سوال کیا جس کے ذریعے بھوک سے نجات حاصل کریں اور اپنی ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط کریں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگے تو انہیں بھوک نے آلیا ان کی انتڑیاں کپڑوں کے باہر سے دیکھی جا سکتی تھیں۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا پھر سائے کی طرف گئے اور عرض کی رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ○ کہا اس روز وہ کھجور کی ایک مٹھی کے محتاج تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے عرض کی "رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝" کہا اس روز انہیں سیر کر دے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے صرف کھانے کا سوال کیا جو انہیں کھلا دے۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان کے ساتھ نہ کوئی روٹی تھی اور نہ کوئی درہم تھا۔ (درمنثور، ج:5، ص:363 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو مقدس لڑکیوں کا سن لینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی کہ اے میرے رب عزوجل! بے شک میں اس اچھائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو اس دعا کو ان مقدس لڑکیوں نے سن لیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر اور بھوکے نکلے آپ علیہ السلام کے پاس زادِ راہ نہ تھا حتیٰ کہ مدین کے کنویں پر پہنچے وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے دو عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟

دونوں نے کہا:

ہم اس وقت تک جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں حتیٰ کہ چرواہے چلے جائیں جبکہ ہمارے والد محترم بوڑھے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

کیا تمہارے قریب بھی کوئی کنواں ہے؟

دونوں نے کہا:

نہیں مگر ایک کنواں ہے جس پر ایک پتھر ہے جس نے کنویں کو ڈھانپ رکھا ہے جس کو اٹھانے کی کسی کو طاقت نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

دونوں چلو اور مجھے دکھاؤ۔ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے پتھر ہٹا دیا اور اسے کنویں سے دور کر دیا پھر ان کے جانوروں کے لئے ایک ہی ڈول نکالا اور ریوڑ کو پانی پلا دیا پھر پتھر اسی جگہ رکھ دیا پھر آپ علیہ السلام سائے کی طرف چل دیئے اور عرض کی "اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝" ان دونوں نے آپ علیہ السلام کی بات سن لی۔ (درمنثور، ج:5، ص:360 مطبوعہ کراچی)

دونوں مقدس لڑکیوں کا اپنے والد محترم کے پاس جانا

جب ان دونوں مقدس لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سنی تو وہ جلدی سے اپنے والد محترم کے پاس چلی گئیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

دونوں اپنے والد محترم کے پاس چلی گئیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:360 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹیوں کی جلدی آنے پر اظہار تعجب کرنا

جب دونوں مقدس لڑکیاں جلدی سے اپنے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دونوں کے جلدی واپس آنے پر اظہار تعجب کیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

والد محترم (حضرت شعیب علیہ السلام) نے دونوں کے جلدی واپس آنے پر تعجب کا اظہار کیا۔

(تفسیر درمنثور: ج:5، ص:360 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا جلدی آنے کی وجہ پوچھنا اور ان کا بتانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی صاحبزادیوں سے جلدی آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام نے دونوں صاحبزادیوں سے پوچھا تو صاحبزادیوں نے سب کچھ بتا دیا۔

(درمنثور: ج:5، ص:360 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا ایک صاحبزادی کو بلا کر لے آنے کا حکم

جب دونوں صاحبزادیوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو سب کچھ بتا دیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ان کو جا کر بلا لاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک کو کہا ان کو جا کر بلا لاؤ۔ (درمنثور: ج:5، ص:360 مطبوعہ کراچی)

صاحبزادی کا کہنا کہ میرے والد محترم بلاتے ہیں

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو کہا کہ جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ تو ان میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور اس نے کہا: میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِیۡ عَلَى اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡكَ (القصص:25)

پھر ان دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں۔

صاجبزادی کا اجر دینے کا کہنا

جب حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی بلانے گئی تو انہوں نے یہ کہا میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا دیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَاؕ (القصص:25)

کہا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا دیں۔

دونوں مقدس لڑکیوں کا نام اور ان کے والد محترم کے نام میں اقوال

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ان دونوں مقدس لڑکیوں میں سے ایک کا نام لیا اور دوسری کا صفوریا تھا اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ان کے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے یثرون تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہونے کے بعد فوت ہو گئے تھے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور ابو عبیدہ کا بھی یہی مختار ہے۔

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے' لیکن زیادہ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

(تفسیر کبیر: ج:8،ص:589، الجامع الاحکام القرآن: جز:13،ص:249)(تفسیر ابن کثیر: ج:3،ص:422)

صاجبزادی کا ریوڑ کو پانی پلانے کی اجرت دینے کا کہنا

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاجبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور اس نے کہا: میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ کو اس عمل کی اجرت دیں جو آپ نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلایا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر اور بھوکے نکلے آپ علیہ السلام کے پاس زادراہ بھی نہ تھا حتیٰ کہ مدین کے کنویں پر

پہنچے وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے دو عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟

دونوں نے کہا:

ہم اس وقت تک جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں حتیٰ کہ چرواہے چلے جائیں جبکہ ہمارے والد محترم بوڑھے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

کیا تمہارے قریب بھی کوئی کنواں ہے؟

دونوں نے کہا:

نہیں مگر ایک کنواں ہے جس پر ایک پتھر ہے جس نے کنویں کو ڈھانپ رکھا ہے جس کو اٹھانے کی کسی کو طاقت نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

دونوں چلو اور مجھے دکھاؤ۔ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے پتھر ہٹا دیا اور اسے کنویں سے دور کر دیا پھر ان کے جانوروں کے لئے ایک ڈول نکالا اور ریوڑ کو پانی پلا دیا۔ پھر پتھر اسی جگہ رکھ دیا پھر آپ علیہ السلام سائے کی طرف چل دیئے اور عرض کی رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ○ ان دونوں بچیوں نے آپ کی بات سن لی۔ دونوں اپنے والد محترم کے پاس گئیں۔ والد محترم نے جلد واپس آنے پر تعجب کا اظہار کیا۔

دونوں بچیوں سے پوچھا بچیوں نے بتایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک کو کہا۔

جاؤ اسے بلا کر لے آؤ وہ بچی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں تاکہ تجھے اس عمل کو اجرت دیں جو تو نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلایا ہے۔ (درمنثور: ج:5، ص: 361 مطبوعہ کراچی)

صاحبزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے چلنا اور آپ علیہ السلام کا ان کو پیچھے چلنے کا حکم

صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے چلنے لگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا میرے پیچھے چلو۔

امام جلال الدین متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

تو وہ صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے چلنے لگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا میرے پیچھے چلو۔

(درمنثور: ج:5، ص: 361 مطبوعہ کراچی)

پیچھے چلنے کی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت پاک بتانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کو فرمایا کہ میرے پیچھے چلو کیونکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا میرے پیچھے چلو کیونکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہوں۔

(درمنثور:ج:5،ص:361 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے لیے تجھے دیکھنا حلال نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے کہا میرے پیچھے چلو کیونکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہوں اور میرے لیے تجھے دیکھنا حلال نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

میرے لیے تجھے دیکھنا حلال نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حرام کر دیا ہے۔ (درمنثور:ج:5،ص:361 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھے راستہ بتاتی جاؤ

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

مجھے میرے راستہ کے بارے میں بتاؤ۔ (درمنثور:ج:5،ص:361 مطبوعہ کراچی)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا اسے دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے جبکہ وہ صرف دو عورتیں تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ دونوں نے بتایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پاس پہنچے اور اکیلے ہی اسے اٹھا دیا پھر جانوروں کو پانی پلایا۔ آپ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول ہی نکالا تھا کہ تمام ریوڑ کو پانی پلا دیا۔ دونوں عورتیں اپنے والد محترم کے پاس آئیں ان سے گفتگو کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سایہ کی طرف چل دیئے اور یوں اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء کی "رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ہ" ایک بچی حیاء کا پیکر بن کر آئی اپنا کپڑا چہرے پر ڈالی ہوئی تھی وہ ان جری خواتین کی طرح نہ تھی جو مردوں کے پاس بے باک چلی آتی ہیں۔

عورت نے کہا:

میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں تا کہ جو آپ نے ریوڑ کو پانی پلایا ہے اس کا آپ کو اجر دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

میرے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ہوا تیرے کپڑے کو لگے اور تیرے جسم کی

حالت کو بیان کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہنچ کر تمام قصہ سنانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام کو تمام قصہ سنایا۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے والد محترم کے پاس پہنچے تو سب واقعہ سنایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ (القصص:25)

پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینا

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ علیہ السلام فکر نہ کریں آپ علیہ السلام ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (القصص:25)

انہوں نے کہا: آپ فکر نہ کریں آپ ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھنے کا کہنا

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے آپ علیہ السلام سے کہا: اے ابا جان آپ علیہ السلام ان کو اجرت پر رکھ لیجئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ (القصص:26)

ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے۔

صاحبزادی کا اجرت پر رکھنے والے کو امین اور قوت والا کہنا

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے کہا: اے ابا جان آپ علیہ السلام ان کو اجرت پر رکھ لیجئے بے شک آپ علیہ السلام جن کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو قوت والا اور امین ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (القصص:26)

ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان! آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو قوت والا اور امانت دار ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی صاحبزادی سے قوت والا اور امین ہونے کی وجہ پوچھنا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوت والا اور امین ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا:

اے ابا جان! آپ علیہ السلام ان کو اجرت پر رکھ لیجئے بے شک آپ علیہ السلام جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو قوت والا اور ایمان دار ہو۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:64،ص:28 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

صاحبزادی کا حضرت شعیب علیہ السلام کو قوت والا اور امین ہونے کی تفصیل بتانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی صاحبزادی سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوت والا اور امین ہیں تو اس پر صاحبزادی نے پتھر ہٹانے کا واقعہ اور خود پیچھے چلنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے چلنے کا واقعہ بیان کیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اس پر انہوں نے کہا:

جس کنویں سے انہوں نے پانی پلایا تھا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے دس آدمی مل کر اس پتھر کو اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھا لیا تھا یہ ان کے قوت والے ہونے کی دلیل ہے اور ان کے امین اور متقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لئے میں آگے آگے چل رہی تھی ہوا سے بار بار میری چادر اڑ جاتی تھی تو انہوں نے کہا! تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چلتا ہوں تا کہ میری نظر تمہارے جسم کے حصہ پر نہ پڑے اور راستہ کی نشاندہی کے لئے پیچھے سے کوئی پتھر یا کنکری مار دیا کرو۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:64،ص:28 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

تو ان میں سے ایک نے کہا:

اے والد محترم! اسے اجرت پر رکھ لو کیونکہ جس کو آپ علیہ السلام اجرت پر رکھ رہے ہیں وہ قوی اور امین ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا:

اے بیٹی! اس کی امانت اور اس کی قوت کے بارے میں تجھے کس نے بتایا؟

بیٹی نے کہا: اس کی قوت تو یہ ہے کہ اس نے پتھر اٹھا لیا جسے دس آدمی مل کر اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی امانت کا تعلق ہے

تو اس نے کہا: میرے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کو ہوا لگے اور تیرے جسم کی ساخت کو بیان کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:336 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعد میں ہونے والی بیوی نے کہا: "یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ٥" تو والد محترم نے پوچھا تو نے اس کی کیا قوت دیکھی ہے تو اس عورت نے کہا: وہ کنویں کی طرف آئے جبکہ اس کنویں پر ایک پتھر تھا اسے اتنے اتنے آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے تو اس نے اس پتھر کو اٹھا دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا:

تو نے اس کی کیا امانت دیکھی ہے؟

اس نے کہا:

میں اس کے سامنے چل رہی تھی تو اس نے مجھے اپنے پیچھے کر دیا۔ (درمنثور: ج:5،ص:364 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب رغبت

جب حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے قوت والا اور امین ہونے کی آپ علیہ السلام کو مکمل تفصیل بیان کر دی تو اس بات سے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کی رغبت میں اضافہ ہو گیا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

اسی بات نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کی رغبت میں اضافہ کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرا ارادہ ہے میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ (القصص:27)

انہوں نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں۔

نکاح کا معنیٰ

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں۔

لغت میں نکاح کا معنیٰ جمع کرنا اور ملانا ہے اور شریعت میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی عورت کے جسم سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا جاتا ہے اگر کسی انسان کی شہوت معتدل ہو تو نکاح کرنا سنت ہے اور اگر کسی انسان پر شہوت بہت غالب ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور جب اس کو اپنے نفس پر ظلم کا خدشہ ہو (یعنی وہ سخت قسم کا آدمی اور بیوی پر ظلم کرے گا) تو پھر اس کا نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر وہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا نکاح کرنا حرام ہے جو نکاح بغیر تشہیر کے خفیہ کیا جائے اس کو نکاح اسر کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ یہ دس روپے لو اور میں اس کے عوض دس دن تم سے جماع کروں تو اس کو نکاح المتعۃ یا النکاح الموقت کہتے ہیں یہ نکاح باطل اور حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی بہن سے نکاح کرے اور مہر کے بجائے یہ مقرر کرے کہ وہ دوسرا شخص اس کی بہن سے نکاح کرلے تو اس کو نکاح اشغار کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور فریقین کو مہر مثل دینا لازم ہوگا اور اگر کوئی شخص فریقین میں سے کسی ایک سے یا دونوں سے اجازت لیے بغیر کسی مرد اور عورت کا معروف طریقہ سے نکاح کر دے تو یہ نکاح الفضولی کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب فریقین اس نکاح کو برقرار رکھیں تو یہ نکاح صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے۔ (دستور العلماء: ج:3، ص 289 تا 290 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایمان اور نکاح کے سوا کوئی اور ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لے کر اب تک مشروع رہی ہو اور فقہاء کرام کے نزدیک نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس سے مرد کا عورت کے جسم سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہو جائے جبکہ کوئی شرعی مانع نہ ہو عورت کی قید سے مرد، خنثیٰ، مشکل اور جنیہ خارج ہو گئے اور مانع شرعی کی قید سے محارم خارج ہو گئے البتہ حسن نے جنیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ نکاح کا لفظ جماع کرنے میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے۔ نکاح فریقین میں سے کسی ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول کرنے سے منعقد ہو جاتا ہے اور اس میں دو آزاد مسلمان مکلّف گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے جو ایجاب اور قبول کرنے والوں کا کلام معاً سن رہے ہوں خواہ وہ فاسق ہوں یا مردود الشہادۃ ہوں یا نابینا ہوں۔

(درمختار ورد المحتار: ج:4، ص:76 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

ازہری نے کہا ہے: کلام عرب میں نکاح کا معنیٰ عمل ازدواج ہے اور تزوج کو بھی نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے۔

جوہری نے کہا ہے: نکاح کا اطلاق عمل ازدواج پر ہوتا ہے اور عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔

(لسان العرب: ج:2، ص:426 مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران)

نکاح کے فضائل

احادیث مبارکہ میں نکاح کرنے کے کثیر فضائل وارد ہوئے ہیں اور نکاح کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ درج ذیل احادیث مبارکہ نکاح کے فضائل اور حکم پر دال ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہئے کہ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1862)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب بندہ نے نکاح کرلیا تو اس کا نصف ایمان کامل ہو گیا اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 6486)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں چند مسلمان آئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور انہوں نے کہا: کہاں ہم کہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام بخش دیئے ہیں۔
ان میں سے ایک نے کہا:
رہا میں تو میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا۔
اور دوسرے نے کہا:
میں ساری عمر مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ ترک نہیں کروں گا۔
اور تیسرے نے کہا:
میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:
تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح اس طرح کہا تھا اور میں بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور

پسند بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5063)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے گا اس شخص کی ذلت میں اللہ تعالیٰ اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے فقر میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے منصب کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ عزوجل اس کی پستی میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس وجہ سے نکاح کرے گا کہ اس کی نظر نیچی رہے یا اس کی شرم گاہ گناہ سے بچی رہے یا رشتہ جوڑنے کے لئے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس نکاح میں برکت دے گا اور اس عورت کو بھی اس نکاح میں برکت دے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2527)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے شہوت کو کم کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5066)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔
1- ختنہ کرنا، 2- عطر لگانا
3- مسواک کرنا، 4- اور نکاح کرنا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1080)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1467)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابونجیح سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص خوش حال اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 993)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل کے تقویٰ کے بعد مومن کی سب سے بڑی خیر یہ ہے کہ اس کی نیک بیوی ہو اگر وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے اور اگر وہ اس کے اوپر قسم کھائے تو وہ اس کو پورا کرے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1857)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک عزت والی مال دار اور منصب والی عورت مل رہی ہے، لیکن اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی کیا میں اس سے نکاح کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا وہ پھر آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا پھر وہ تیسری بار آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محبت کرنے والی اور بچے دینے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 3227)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم تین اشخاص کی مدد اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا، وہ مکاتب جو اپنا مال بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور وہ شخص جو پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1655)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عورت سے اس کے جمال، اس کے مال، اس کے اخلاق اور اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے تم اس کی دین داری اور اس کے اخلاق کے سبب کو لازم کرلو۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث:1012)

حدیث مبارکہ:13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت سے نکاح ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:44406)

حدیث مبارکہ:14

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس کو چار چیزیں ملیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی ملی۔
1-دل شکر گزار، 2-زبان یاد خدا کرنے والی
3-بدن بلا پر صابر، 4-اور ایسی زوجہ کہ اپنے نفس اور مال شوہر میں خیانت نہ کرتی ہو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:11275)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین اشخاص کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔
1-اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والا، 2-مکاتب کہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے
3-پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔ (جامع الترمذی: رقم الحدیث:1661)

حدیث مبارکہ:16

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ
اللہ عزوجل نے جو تمہیں نکاح کا حکم فرمایا تم اس کی اطاعت کرو اس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ عزوجل انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ (کنزالعمال: رقم الحدیث: 45576)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم میں کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ہائے افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچالیا۔

(کنزالعمال: رقم الحدیث: 44447)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے نکاح کرو کیونکہ تمہاری وجہ سے میری امت دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی جس کے پاس طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جس کے پاس طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1846)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دنیا عارضی نفع کا سامان ہے اور اس میں بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1855)

حدیث مبارکہ: 20

عبید بن سعد سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو میری فطرت سے محبت رکھتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے اور میری سنت سے نکاح ہے۔

(مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 2740)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے قریش کے جوانو! زنا نہ کرو جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6846)

حدیث مبارکہ:22

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 3653)

نکاح کا شرعی حکم

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نکاح کے شرعی حکم میں تین مذاہب ہیں۔

1۔ جس شخص کو خطرہ ہے کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو عام فقہاء کے نزدیک اس پر نکاح کرنا واجب ہے کیونکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کو گناہوں سے دور رکھے۔

2۔ جس شخص میں شہوت ہو اس کے باوجود اس کو اطمینان ہو کہ وہ گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا اس کے لئے نکاح مستحب ہے اور نفلی عبادات میں مشغول رہنے سے اس کا نکاح کرنا افضل ہے اور یہ اصحاب رائے (فقہاء احناف) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ظاہر قول اور ان کا فعل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی رہ جائیں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میں آخری دن فوت ہو جاؤں گا اور مجھے ان ایام میں نکاح کرنے کی طاقت ہو تو میں فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے نکاح کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالزائد سے کہا:

نکاح نہ کرنے کی صرف دو وجہیں ہیں تم میں طاقت نہیں یا تم گناہ کرتے ہو۔

المروزی میں ہے کہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجرد رہنا اسلام سے نہیں ہے اور جس نے تمہیں نکاح نہ کرنے کی دعوت دی اس نے تمہیں غیر اسلام کی دعوت دی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نکاح کرنے سے عبادت کے لئے فارغ رہنا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کی اور ارشاد فرمایا:

وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران:39)

وہ سردار اور نفس پر ضبط کرنے والے تھے۔

الحصور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عورتوں کی طرف میلان نہ کرے۔ اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو نکاح نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نہ فرماتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ (آل عمران:14)

عورتوں کی طرف شہوت اور بیٹوں کی محبت لوگوں کے لئے خوش نما بنادی گئی ہے۔

اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو اس آیت میں عورتوں کی طرف شہوت اور بیٹوں کی محبت کو بطور مذمت نہ ذکر کیا جاتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (الانفال:28)

اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض فتنہ ہیں اور یہ بھی یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت عظیم اجر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (التغابن:14)

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے خبردار رہو۔

یہ آیت کریمہ اس موقع پر نازل ہوئی جب بعض مسلمانوں نے بیوی اور بچوں کی محبت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نہیں کی حالانکہ اس وقت ہجرت کرنے کا بہت مؤکد حکم تھا پھر انہوں نے کافی عرصہ کے بعد ہجرت کی۔ اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ لوگ بیوی اور بچوں کی محبت میں عبادات سے غافل ہو جاتے ہیں اور فرائض کو ترک کر دیتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المنافقون:9)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جنہوں نے ایسا کیا سو وہ بہت ہی نقصان اٹھانے والے لوگ ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (الحدید:20)

"اور یقین رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور خوش نمائی ہے اور ایک دوسرے پر فخر اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر سبقت ہے اس کی مثل اس بارش کی طرح ہے جس کا زمین میں فصل کو اگانا کسانوں پر اچھا لگتا ہے پھر جب وہ کھیتی خشک ہو تو تم اس کو زرد رنگ کی دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔"

اگر کوئی شخص آزمائش میں پورا نہ اترا مال اور اولاد میں سبقت سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں عذاب کا سامنا ہو گا اس لیے سلامتی اور امن اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر ضبط کر سکتا ہو تو وہ نکاح کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہے نیز نکاح، خرید و فروخت کی طرح ایک عقد معاوضہ ہے اس لیے نکاح کرنے سے عبادت میں مشغول رہنا افضل ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور اس پر برانگیختہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی خصی ہونے کی درخواست کو مسترد کر دیا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

3۔ جس شخص میں شہوت نہ ہو خواہ اس میں شہوت پیدا نہ کی گئی ہو جیسے نامرد ہوتا ہے یا اس میں شہوت ہو تو لیکن بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے وہ شہوت ختم ہو گئی ہو اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اُس کے لئے بھی نکاح کرنا مستحب ہے جیسا کہ عمومی دلائل کا تقاضا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عبادت میں مشغول رہے کیونکہ وہ نکاح کے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔

(المغنی: ج:7، ص 4 تا 5 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

نکاح کی فضیلت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے نکاح کی فضیلت میں مبالغہ کیا اور کہا تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نکاح افضل ہے اور بعض دوسرے علماء نے کہا: کہ نکاح میں فضیلت ہے، لیکن عبادت الٰہی سے افضل نہیں ہے اور نفلی عبادات نکاح سے افضل ہیں تاوقتیکہ خواہشات نفسانیہ اتنی بڑھ جائیں جس سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

(احیاء علوم الدین: ج:2، ص: 21 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

نکاح غیر کفو

نکاح غیر کفو کے مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ دال ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تمہیں وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1967)

حدیث مبارکہ:2

یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو خواہ وہ کوئی شخص ہو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 10325)

حدیث مبارکہ:3

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق دے دی درآں حالیکہ وہ غائب تھے ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جو بھیجے وہ ناراض ہو گئیں۔ وکیل نے کہا! بہ خدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر فرمایا: ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن سفیان اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہما نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ تو وہ مفلس آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ میں نے ان کو ناپسند کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: اسامہ سے نکاح کر لو میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1480)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے ساتھ چار وجوہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی محاسن کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے سو تم اس کی دین داری میں کوشش کرو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5090)

مذاہب اربعہ

امام ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی الاندلسی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ کفو میں حسب و نسب کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ کفو میں صرف دین کا اعتبار کیا جاتا ہے اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کیونکہ آزاد شدہ غلاموں کا غیر خاندان میں نکاح ہوا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا یہ بنو اسد سے تھیں۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت صباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہما سے ہوا یہ ہاشمیہ تھیں اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہوا یہ قرشیہ تھیں۔ (احکام القرآن: ج:3، ص:574 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی یا اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج:2، ص:145 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ جائز ہے۔ (کتاب الام: ج:5، ص:5 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ میں کفو دو قول ہیں ایک قول کے مطابق کفو کا نکاح میں ہونا شرط ہے اور دوسرے قول کے مطابق نکاح میں کفو کا ہونا شرط نہیں ہے۔ (المغنی: ج:7، ص:26 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جمہور فقہاء احناف کے نزدیک اگر لڑکی نے اپنی مرضی سے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو اس کے ولی کو اس پر اعتراض کا حق ہے اور ان کو حق ہے کہ وہ عدالت سے اس نکاح کو فسخ کرا لیں لیکن اگر ان کو اس نکاح پر اعتراض نہ ہو تو پھر یہ نکاح جائز ہے۔

(المبسوط: ج:5، ص:46 مطبوعہ دار المعرفہ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابو الحسن الکرخی اور امام جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے: نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔ (رد المحتار: ج:4، ص:150 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سیدات سے نکاح

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ حامد آفندی حنفی سے سوال کیا گیا کہ ایک ہاشمی شخص نے دانستہ اپنی مرضی سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک غیر ہاشمی

شخص سے کردیا آیا یہ نکاح صحیح ہے؟ جواب ہاں اس صورت میں نکاح صحیح ہے۔ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ: ج:1 ص:21 مطبوعہ کوئٹہ)

ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں ایک قیمتی چادر بچ گئی بعض اہل مجلس نے کہا: اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں۔ (صحیح البخاری: ج:1 ص:403 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی 276ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اولاد بھی ہوئی۔ (المعارف: ص:92 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ان کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے زید پیدا ہوئے۔

(جمہرۃ انساب العرب: ص:38 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی متوفی 1356ھ لکھتے ہیں:

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں لائے ان سے ایک صاحبزادہ زید نام کا پیدا ہوا۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق: ص:156 مطبوعہ گولڑہ شریف)

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی 276ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا حسن بن حسن بن علی سے نکاح ہوا پھر ان کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا۔ ان سے قرین پیدا ہوئے اور ان کی نسل چلی پھر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا انہوں نے دخول سے پہلے آپ کو طلاق دے دی پھر آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے آپ کو طلاق دے دی اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ یہ ابوالیقظان کا قول ہے۔

اور ہیثم بن عدی نے روایت کیا ہے کہ

سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمرو بن حکیم بن حزام سے ہوا اس کے بعد آپ کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔

اور ابن الکلبی نے کہا کہ

سکینہ کے پہلے شوہر اصبغ بن عبدالعزیز تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے وہ مصر میں آپ کو دیکھنے سے پہلے فوت ہو گئے اس کے بعد آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا پھر اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا پھر آپ کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا ان سے عثمان پیدا ہوئے جن کو قرین کہتے ہیں اور مصعب سے آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کے بعد آپ کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف سے ہوا جو ابراہیم بن سعد فقیہ کے دادا تھے۔ (المعارف: ص: 94 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا ان کے چچازاد حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے نکاح ہوا ان سے عبداللہ ابراہیم، حسن اور زینب پیدا ہوئے پھر وہ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کے حکم سے ان کے صاجزادے عبداللہ بن حسین نے ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور ان سے قاسم اور محمد پیدا ہوئے۔

(طبقات کبریٰ: ج: 8: ص: 473 مطبوعہ دار صادر بیروت)

یہی امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن زبیر نے عقد کیا ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں پھر وہ شہید ہو گئے تو ان کا عقد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا ان سے عثمان، حکیم اور ربیحہ پیدا ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح زین بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اور ان کی وفات کے بعد سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے ہوا یہ نکاح سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا نے از خود کیا تھا وہ تین ماہ ان کے ساتھ رہیں پھر ہشام بن عبدالملک نے مدینہ کے والی کو حکم دیا کہ ان میں تفریق کر دی جائے سو ان میں تفریق کر دی گئی۔

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

زید بن عمرو بن عثمان کی وفات کے بعد سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا۔

(طبقات کبریٰ: ج: 8: ص: 475 مطبوعہ دار صادر بیروت)

شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن حسن کی صاجزادیوں کی تفصیل

سیّدہ زینب یہ عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی بہن ہیں ان کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔ اور سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ بھی ان کی بہن ہیں ان کا نکاح اپنے چچازاد محمد بن علی بن الحسین سے ہوا اور سیّدہ فاطمہ بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہما ان کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا اور ان سے حسن، صالح اور یزید پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ ام ولد کی لڑکی تھیں اس کے بعد ان کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبداللہ بن الولید بن مغیرہ سے ہوا اور سیّدہ ملیکہ بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہما ہیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن ہیں ان کا نکاح جعفر بن المصعب بن الزبیر سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکی ہوئی اور سیّدہ ام

القاسم بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہما ہیں یہ سیّدہ ملیکہ کی بہن ہیں۔ ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان سے ہوا اور ان سے محمد پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ان کا نکاح ان کے چچازاد علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے ہوا۔

(جمہرۃ انساب العرب: ص:42 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی شیخ ابو محمد علی بن احمد سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر بن عمر بن علی بن ابی طالب سے ہوا اور سیّدہ عبرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح محمد بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔ اس کے بعد ان کا نکاح علی بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی ابن ابی طالب سے ہوا اس کے بعد ان کا نکاح نوح بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا اور سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح داؤد بن الحسن بن الحسن سے ہوا۔ اور سیّدہ ام الحسن رضی اللہ عنہا کا نکاح داؤد بن علی بن عبیداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔ ان سے موسیٰ پیدا ہوئے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح داؤد بن علی بن عبداللہ ابی طالب سے ہوا اس کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور سیّدہ ام الحسین رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوا۔ (جمہرۃ انساب العرب: ص:52 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ ماقولھم رحمھم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے اور سیّد کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں۔ باپ خود اس کے سامان میں ہے جب یہ صورت ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ: ج:5، ص:287 مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے کہ آیا عجمی عالم سیّدہ کا کفو ہے یا نہیں۔ قرآن مجید سے اس کا جواب دیں اور اجر پائیں؟

الجواب

ہاں! دیندار عالم سیّدہ کا کفو ہے کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے زائد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کو بلند کرتا ہے اور عالموں کو بہت درجات بلندیاں دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔

اور امام کردری نے وجیز میں لکھا ہے کہ

عالم، جاہل عربی کا کفو ہے کیونکہ علم کا مرتبہ زیادہ بلند اور زیادہ قوی ہے اسی طرح فقیر عالم جاہل غنی کا کفو ہے اور غیر قرشی عالم، جاہل قرشی اور جاہل علوی کا کفو ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص: 291 مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

سوال

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سیّد مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سیّد ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیّدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے بھی مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیّدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہوں تو اب ان کے لئے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ، دادا، پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:293 مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

سوال

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں۔

1۔ ایک عورت ہے جو نسبی سیّدہ ہے اس سے کسی شخص نے جو نسباً سیّد نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا

شخص مذکور کافر ہوا یا نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔

2-عورت بالغہ جو نسباً سیّدہ ہے باکرہ ہو یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سیّد نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

3-مرد غیر سیّد نے سیّدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد اس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سیّد کہلائے گی یا نہیں؟ بینوا و توجروا؟

الجواب

1-حاشا اللہ اسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نسباً سادات سے نہیں۔

2-سیّدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سیّد نہ ہو مثلاً شیخ، صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ، انصاری یا مغل، پٹھان سے مگر جب کہ وہ معزز عالم دین ہو۔

3-جب باپ سیّد نہ ہو اولاد سیّد نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیّدانی ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:299 مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

جنیہ سے نکاح

قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی متوفی 769ھ لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ انسان کا جنیہ سے اور جن کا انسان عورت سے نکاح کرنا ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ (بنی اسرائیل:64)

اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اپنی عورت سے جماع کرتا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے آلہ کے سوراخ میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ جماع کرتا ہے۔

حافظ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو شیطان اس پر سبقت کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں مخنث پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے اور فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے اور یہ

اس کی دلیل ہے کہ یہ نکاح ممکن ہے ورنہ ممانعت اور اختلاف کا کوئی معنیٰ نہیں ہے کیونکہ جو چیز محال ہو اس سے ممانعت کی جاتی ہے اور نہ اس کے جواز میں اختلاف ہوتا ہے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ

جن کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو عناصر اربعہ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کا عنصر اس سے مانع ہے کہ جنیہ کے رحم میں انسان کا نطفہ ہو کیونکہ اس میں رطوبت ہوتی ہے اور آگ کی تیزی سے وہ رطوبت مضمحل ہو جائے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہر چند کہ جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن ان میں آگ کا عنصر باقی نہیں رہا وہ کھانے پینے اور توالد اور تناسل سے متغیر ہو گیا جیسا کہ بنو آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن ان میں مٹی کا جوہر باقی نہیں رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

جو آگ سے پیدا کیا گیا تھا وہ جنات کا باپ تھا یعنی ابلیس جیسے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے لیکن ابلیس کے علاوہ ہر جن آگ سے نہیں پیدا کیا گیا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر انسان مٹی سے نہیں پیدا کیا گیا۔ نیز جب شیطان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں حملہ آور ہوا تھا تو بعض روایات میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا گلا گھونٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبان یا لگام کی ٹھنڈک محسوس کی۔

نیز حدیث مبارکہ میں ہے کہ

شیطان بنو آدم کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اگر شیطان آگ کے عنصر پر باقی ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا۔

(آکام المرجان فی احکام الجان: ص 66 تا 67 مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی)

علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء کرام نے کہا ہے: بلقیس بنت شرجیل ملکہ سبا کی ماں جنیہ تھی اس چیز کا ملحدین نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جن کھاتے ہیں نہ ان کی اولاد ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر لعنت کرے انہوں نے جھوٹ کہا۔ یہ چیز صحیح ہے جنات کا انسانوں سے نکاح عقلاً صحیح ہے اور اگر یہ شرعاً بھی صحیح ہو تو بہت اچھا ہے۔ (احکام القرآن: ج:3، ص:481 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ جنات اور انسانوں کے درمیان توالد اور تناسل ہے یعنی جن کا انسان عورت سے نکاح ہو انسان مرد کا جنیہ سے نکاح ہو تو ان سے اولاد نہیں ہوتی البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بعض روایات سے اس کا جواز منقول ہے۔

علامہ ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ

ابو عثمان سعید بن داؤد زبیدی نے روایت کیا ہے کہ

اہل یمن سے کچھ لوگوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آیا جنات سے نکاح جائز ہے؟ انہوں نے کہا میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں کہ کوئی عورت حاملہ پائی جائے اور اس عورت سے اس کے شوہر کے متعلق دریافت کیا جائے تو وہ کہے کہ میرا شوہر جن ہے اور اس سے اسلام میں بہت فساد پھیل جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس نکاح کی کراہت کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

اس پر یہ اشکال وارد ہے کہ

جب جنیہ انسان سے حاملہ ہوگی تو جن کی لطافت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دکھائی نہ دے اور حمل کی کثافت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دکھائی دے اور جب وضع حمل کا وقت ہوگا تو وہ دکھائی دے گا یا جب تک اس کے پیٹ میں حمل رہے گا وہ انسان کی شکل میں رہے گی اور پیٹ میں اس کو غذا اور نشوونما حاصل ہوگی اور یہ تمام صورتیں استبعاد سے خالی نہیں ہیں۔

(روح المعانی: ج:19، ص:282 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد بن محمد بن حجر شافعی ہیثمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

جنات کے ساتھ شرعی جواز میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواز منقول ہے' لیکن انہوں نے اس وجہ سے اس کو مکروہ کہا ہے کہ پھر جو عورت زنا سے حاملہ ہوگی وہ یہ دعویٰ کرے گی کہ اس کو جن سے حمل ہے۔

اسی طرح الحکم بن عیینہ، قتادہ، حسن بصری، عقبۃ الاصم اور الحجاج بن ارطاق نے بھی اس نکاح کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابن جریر نے امام احمد اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور فقہاء احناف کی تصانیف میں سے فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہوا ہے کہ انسان اور جن کے درمیان اختلاف جنس کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور ہمارے آئمہ شافعیہ میں سے شیخ الاسلام البارزی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان قرار دیا ہے کہ اس نے ہمارے نفسوں سے ہماری بیویاں بنائی ہیں۔ (النحل:72) اور ابن العماد نے شرح الوجیز میں اس نکاح کو جائز کہا ہے۔

اور اعمش نے کہا ہے کہ

ایک جنی نے ہم سے شادی کی میں نے ان سے پوچھا کہ تم کو کون سا کھانا پسند ہے اس نے کہا چاول۔ ہم اس شادی میں گئے میں نے دیکھا کہ چاول دستر خوان سے اٹھ رہے تھے اور کھانے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا تمہارے بھی گمراہ فرقے ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پوچھا پھر رافضیوں کا تمہارے ہاں کیا حکم ہے؟ اس نے کہا وہ سب سے بدتر فرقہ ہے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ: ص97 تا 98 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قاضی بدرالدین شبلی حنفی متوفی 769ھ لکھتے ہیں:

جہاں تک انسان اور جن کے درمیان نکاح کے مشروع ہونے کا تعلق ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت منقول ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور حکم، قتادہ، حسن بصری، ابوسعید، الحکم بن عتیبہ وغیرہم سے اس کی ممانعت میں بہ کثرت آثار ہیں اور فقہاء احناف میں سے شیخ سجستانی اور شیخ زاہدی نے اس نکاح سے منع کیا ہے اور فقہاء شافعیہ میں سے شیخ جمال الدین نے اس نکاح سے منع کیا ہے اور قرآن مجید کی ان آیتوں سے اس ممانعت پر استدلال کیا ہے۔
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (النحل:72)
اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے بیویاں بنائی ہیں۔
خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (الروم:21)
(اللہ تعالیٰ نے) تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے بیویاں پیدا فرمائی ہیں۔
ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کے لئے انسانوں کی نوع سے بیویاں بنائی ہیں اور جنات انسانوں کی نوع سے نہیں ہیں۔ اور اعمش سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے ایک انسان کی جنیہ سے شادی میں شرکت کی تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا کراہت کے ساتھ جواز منقول ہے۔ (آکام المرجان: ص 71 تا 74 مطبوعہ کراچی)

اہل کتاب عورت سے نکاح

اہل کتاب عورتوں سے دار الکفر میں نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہاں کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور مسلمان وہاں آزادی اور شرح صدر کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم اور تربیت نہیں دے سکے گا اور دار الاسلام میں بلا ضرورت اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ واضح رہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اللہ تعالیٰ کو، نبی کو اور آسمانی کتاب کو مانتے ہیں خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہوں۔ (ردالمحتار: ج:4، ص:101 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جن عورتوں نے خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نکاح کے لئے پیش کیا

ثابت بنانی سے روایت ہے کہ
میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے پاس ان کی بیٹی بھی تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:
ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری ضرورت ہے؟
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے یہ سن کر کہا۔
اس عورت میں کس قدر کم شرم وحیا تھی وہ کیسی بری عورت تھی۔ وہ کیسی بری عورت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

وہ تم سے بہتر تھی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں رغبت کی اور خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5120)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنے آپ کو کسی پر پیش کر سکتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ

(الاحزاب: 51)

ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے جس کو چاہیں پھر طلب کریں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

تب میں نے یہ کہا کہ

میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4788)

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی صاحبزادی سے نکاح کی خود پیشکش

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی صاحبزادی سے نکاح کے لئے خود پیشکش کی تھی مگر افسوس ہمارے معاشرے میں اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما حضرت خنیس بن حذیفہ السہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب وہ مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ پیش کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس معاملہ پر غور کروں گا چند دنوں بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ چاہیں تو میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ رنج پہنچا پھر چند دنوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا بعد میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے حضرت حفصہ رضی

اللہ عنہا کا رشتہ مجھے پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس سے رنج پہنچا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے جواب دینے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء کرنا نہیں چاہتا تھا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ترک کیا ہوتا تو میں ان کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5122)

نکاح کی آٹھ سال تک اجرت پر کام کرنے کی شرط

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا آپ انشاء اللہ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ (القصص: 27)

انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا آپ انشاء اللہ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔

اجارہ کے عوض نکاح

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اجارہ کے عوض نکاح کرنا صحیح ہے اس چیز کو ہماری شریعت نے بھی مقرر رکھا ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دے اور اس کے عوض میں اس سے نکاح کرے تو یہ صحیح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 13، ص: 252 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے سو آپ کی میرے متعلق کیا رائے ہے۔ آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اس نے دوبارہ کھڑی

ہو کر کہا کہ اس نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا ہے تو آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا اس نے پھر تیسری بار کھڑی ہو کر کہا کہ اس نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا ہے سو آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے؟

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔

کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟

اس نے عرض کیا:

نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جا کر تلاش کرو خواہ وہ لوہے کا ایک چھلا ہو وہ گیا اور تلاش کر کے واپس آ گیا اور کہا مجھے کوئی چیز نہیں ملی نہ لوہے کا چھلا ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟

اس نے عرض کیا:

مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ! میں نے تمہارا نکاح اس عورت کے ساتھ کر دیا بما معك من القرآن کیونکہ تمہیں قرآن یاد ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1549)

قرآن مجید کی اس آیت سے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ ابوبکر احمد بن علی حصاص رازی حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے اس آیت سے منافع اور اجارہ کے عوض نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے اور اس آیت کریمہ میں ان کے مدعا پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی خدمت کی شرط لگائی تھی نہ کہ اپنی بیٹی کی خدمت کے لئے تو منفعت حضرت شعیب علیہ السلام کو حاصل ہوئی نہ کہ ان کی بیٹی کو اور ان کا مقصود یہ ہے کہ عورت کو جو منافع حاصل ہو وہ اس کا مہر ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دے یا اس کی خدمت کرے اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے لیے منافع کے حصول کی شرط لگائی تھی انہوں نے کہا تھا "عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ" اس شرط پر کہ تم میرے لئے آٹھ سال اجرت پر کام کرو یہ نہیں کہا تھا علی ان تاجرھا ثمنی حجج کہ تم میری بیٹی کے لئے آٹھ

سال اجرت پر کام کرو۔ سو یہ نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا۔ اور عورت کے ولی کے لئے ایک مدت معینہ تک منافع کے حصول کی شرط لگائی گئی تھی اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کے ذکر کے بغیر نکاح صحیح ہے اور عورت کے ولی کے لئے منافع کے حصول کی شرط لگائی گئی تھی اور ایسی شرائط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں عورت کے مہر کے بغیر نکاح جائز ہو اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مہر کے نکاح کو منسوخ کر دیا ہے۔

(احکام القرآن: ج:3، ص:348 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کے نکاح کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سال خدمت کرنے کی شرط لگائی تھی اس کی منفعت ان کے لئے تھی ان کی بیٹی کے لئے نہیں تھی کیونکہ انہوں نے تاجرنی کہا تھا نہ کہ تاجرھا اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح کا نکاح ان کی شریعت میں جائز ہو کہ اس میں ایک مدت مقررہ تک لڑکی کے ولی کے لئے منفعت کی شرط لگائی جائے جس طرح ہماری شریعت میں یہ جائز ہے کہ ایک مدت مقررہ تک لڑکی کی بکریاں چرانے کی شرط لگائی جائے۔

اور عین المعانی میں لکھا ہے کہ

پہلی شریعتوں میں یہ جائز تھا کہ لڑکی کے سرپرست کو مہر دیا جائے اور ہماری شریعت میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء:4)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ کوئی کام اور خدمت بھی مہر ہو سکتی ہے یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ہماری شریعت میں مہر کا مال متقوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (النساء:24)

اور محرمات کے سوا باقی عورتوں سے تمہارے لیے نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنے مال کو بہ طور مہر دے کر ان سے نکاح کرو۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مہر ان عورتوں کو ادا کیا جائے نہ کہ ان کے سرپرستوں کو جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء:4)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔ (روح البیان: ج:6، ص:509 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں عقد نکاح اور عقد اجارہ کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور ان دونوں کو واقع کرنے کا عزم کیا ہے اور ان کی شریعت میں عقد نکاح اور عقد اجارہ کے کیا ارکان اور شرائط تھے ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی کسی ایک بیٹی سے نکاح کی پیشکش کی نہ یہ کہ بالفعل ان کے ساتھ اپنی کسی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اور اس نکاح کو واقع کر دیا اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی کسی بیٹی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکاح کر دیا تھا انہوں نے بھی یقین کے ساتھ اس نکاح کو ان کی شریعت کے مطابق منعقد کرنے کی کیفیت نہیں بیان کی۔ ایک قول یہ ہے کہ کسی معین لڑکی کے ساتھ ایک معین مہر کے عوض یہ نکاح کر دیا گیا اور وہ مہر اس مذکورہ آٹھ سال اجرت پر کام کرنے کے علاوہ تھا اور اس اجرت کا ذکر باہمی معاہدہ کے طور پر کیا گیا ہے نہ کہ اس نکاح کو منعقد کرنے کے طریقہ پر گویا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں میں سے ایک کا مہر معین کے عوض تمہارے ساتھ نکاح کر دوں جبکہ تم اجرت مقررہ کے عوض آٹھ سال میرے پاس کام کرو اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک معین لڑکی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ لڑکی کی تعیین کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ اجرت معین کیے بغیر اجارہ کا انعقاد صحیح نہیں ہے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ اس آیت میں تو لڑکی کے باپ کے لئے خدمت کرنے کا ذکر ہے نہ کہ لڑکی کے لئے تو اس کو مہر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ شریعتیں مختلف ہوتی ہیں ہوسکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں غیر معین لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہو اور تعیین کا حق لڑکی کے ولی یا شوہر کو حاصل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں لڑکی کے ولی کی خدمت کرنے کو لڑکی کا مہر قرار دینا درست ہو اور یہ دونوں چیزیں ہماری شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ (روح المعانی: ج:20، ص:103 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کیا حضرت شعیب علیہ السلام نے بغیر مہر کے نکاح کر دیا؟

مجھے اس بارے میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ کا جواب بہت اچھا لگا ایک تو یہ کہ ان کا یہ فرمانا کہ ایک قول یہ ہے کہ کسی معین لڑکی کے ساتھ ایک معین مہر کے عوض یہ نکاح کر دیا گیا اور وہ مہر اس مذکورہ آٹھ سال اجرت پر کام کرنے کے علاوہ تھا اور اس اجرت کا ذکر باہمی معاہدہ کے طور پر کیا گیا ہے نہ کہ اس نکاح کو منعقد کرنے کے طریقہ پر گویا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں میں سے ایک کا مہر معین کے عوض تمہارے ساتھ نکاح کر دوں جبکہ تم اجرت مقررہ کے عوض آٹھ سال میرے پاس کام کرو۔ اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک معین لڑکی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ اور ایک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں لڑکی کے ولی کی خدمت کرنے کو لڑکی کا مہر قرار دینا درست ہو اور یہ دونوں چیزیں ہماری شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ (روح المعانی: ج:20، ص:103 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شریعت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مہر ادا کرنے کا حکم

شریعت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مہر ادا کرنے کا حکم قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے سب سے پہلے

قرآن مجید سے دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے مہر ادا کرنے کا ثبوت

قرآن مجید کی آیات کریمہ سے مہر ادا کرنے کا ثبوت ان آیات میں ہے۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ (الاحزاب:50)

ہم جانتے ہیں کہ ہم نے جو (مہر) مسلمانوں کی بیویوں کے متعلق ان پر فرض کیا ہے۔

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء:4)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

آیت مبارکہ:3

قرآن مجید میں ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ (النساء:24)

تمہارے لئے وہ سب عورتیں حلال کی گئی ہیں جو ان محرمات کے علاوہ ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو درآں حالیکہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ ان سے زنا کرنے والے، پھر جن عورتوں سے نکاح کے ذریعے فائدہ اٹھا چکے ہو تو ان کا مہر ان کو ادا کر دو۔

ان قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے حق مہر ادا کرنے کا حکم ثابت ہوا۔

احادیث مبارکہ سے مہر ادا کرنے کا ثبوت

کثیر احادیث سے مہر ادا کرنے کا ثبوت ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

پوچھا تم نے ان کا کتنا مہر مقرر کیا ہے انہوں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5167)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر اوپر اٹھائی پھر نظر نیچے کر لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حاجت نہیں تو پھر اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا! نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے وہ گیا پھر واپس آ گیا۔ اس نے کہا بخدا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے پاس صرف یہ تہبند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہنو گے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا اگر وہ اس کو پہنے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا وہ شخص بیٹھ گیا جب کافی دیر ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلانے کا حکم دیا جب وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟ اس نے گن کر بتایا کہ اس کو فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ اس نے کہا! ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ! تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب میں نے یہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5087)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2796)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں باندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کو مہر مثل ملے گا نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدت ہے اور اسے میراث ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا تھا یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خوش ہوئے۔ (جامع الترمذی: رقم الحدیث: 1148)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور نیت ہو کہ قیمت میں سے کچھ اسے نہ دے گا تو جس دن مرے گا خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7302)

حدیث مبارکہ: 6

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی الآیۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ایک یتیم لڑکی اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی تھی وہ اس کے حسن اور اس کے مال کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہوتا تھا اور اس جیسی لڑکیوں کے مہر سے کم مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا ماسوا اس کے کہ وہ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں ورنہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْہِنَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا کہ جب یتیم لڑکی مالدار اور حسین ہو اور اس کے ولی اس کے ساتھ نکاح میں راغب ہوں اور اس کو پورا پورا مہر نہ دیں اور جب اس کے مال اور اس کی شکل وصورت میں ان کو رغبت نہ ہو تو کسی اور عورت سے نکاح کر لیں اور جب وہ اس کے حسن اور مال میں رغبت کریں تو اس سے نکاح کرنا ان کے لئے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ اس کو پورا پورا مہر ادا کریں اور اس کا حق نہ ماریں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 2763)

حدیث مبارکہ:7

میمون کردی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی خواہ اس کا مہر کم ہو یا زیادہ اور اس کا ارادہ اس مہر کو ادا کرنے کا نہیں تھا اس نے اس عورت کو دھوکہ دیا اور اگر اس نے اس عورت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور وہ صاحب مال کی رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور اس نے اس کو دھوکہ دے کر اس کا مال لیا اور اگر وہ اس کا قرض ادا کئے بغیر مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (معجم الصغیر: رقم الحدیث: ۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مہر پر یہ احادیث مبارکہ دال ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے گھر کے سامان کے عوض نکاح کیا جس کی مالیت چالیس درہم تھی۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:2097)

حدیث مبارکہ:2

ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا مہر مقرر کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو نش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا نصف اوقیہ، تو یہ پانچ سو درہم ہو گئے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر تھا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:1426)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہو گئے پھر نجاشی نے ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور ان کا چار ہزار درہم مہر مقرر کیا اور ان کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث:2107)

حدیث مبارکہ:4

زہری سے روایت ہے کہ

نجاشی نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا چار ہزار درہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لکھ کر بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:2108)

حدیث مبارکہ:5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔

(مسند ابو یعلی: رقم الحدیث:3372)

حدیث مبارکہ:6

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر ازواج مطہرات کے لئے ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:78)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی تفصیل

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ چاندی کے لحاظ سے 14472 گرام چاندی تھی اور 1052 تولہ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی تفصیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار 40 چالیس درہم تھی چاندی کے لحاظ سے 122.472 گرام چاندی اور 10.5 تولہ تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی تفصیل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار 10 دس درہم تھی چاندی کے لحاظ سے 30.618 گرام چاندی اور 2.625 تولہ تھا۔

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مہر کی تفصیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مہر کی مقدار 500 پانچ سو درہم تھی چاندی کے لحاظ سے 1509 گرام چاندی اور 131.5 تولہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا مہر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر کے متعلق یہ احادیث مبارکہ دال ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زرہ کے عوض میرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور فرمایا: یہ زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بھیج دو۔ سو میں نے بھیج دی بہ خدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔ (مسند ابو یعلی: رقم الحدیث:499)

حدیث مبارکہ:2

ابوالعجفاء سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سنو عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو کیونکہ اگر اس دنیا میں کوئی عزت ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں تقویٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے کہ آپ مہر میں غلو کرتے اور میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی صاحبزادی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:1117)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مہر کی تفصیل

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار 400 درہم تھی اور چاندی کے لحاظ سے 1224.72 گرام چاندی اور ایک سو پانچ (105) تولہ تھا۔

دیگر صاحبزادیوں کے مہر کی تفصیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کے مہر کی مقدار 480 درہم اور چاندی کے لحاظ سے 1736.64 گرام چاندی اور 126 تولہ تھا۔

مہر کی مقدار میں مذاہب فقہاء کرام

مہر کی مقدار میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

مالکیہ کا مذہب

امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے انہوں نے چور کے ہاتھ کاٹے

کے نصاب پر قیاس کیا ہے اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چور کے ہاتھ کاٹنے کے نصاب پر قیاس کیا ہے جوان کے نزدیک مقرر ہے۔ مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی کا یہ قول نہیں تھا نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

وَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡکُمۡ طَوۡلًا اَنۡ یَّنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ مِّنۡ فَتَیٰتِکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ (النساء:25)

اور تم میں سے جو شخص آزاد کنواری مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرے۔

اور اس آیت کریمہ میں طاقت سے مراد مالی طاقت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ایک پیسہ، ایک دمڑی یا مٹھی بھر جو ہر شخص کی استطاعت میں ہوتے ہیں تو اگر مہر کی مقدار ایک پیسہ ایک مٹھی جو بھی جائز ہوتی تو پھر ہر شخص کے پاس نکاح کرنے کی مالی طاقت ہوتی اور اس آیت کا کوئی معنٰی نہ ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک تین درہم سے کم پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ اس لئے واجب ہے کہ تین درہم سے کم مہر جائز نہ ہو لیکن امام ابن عبدالبر نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آزاد اور باندی کے کم از کم مہر کی مقدار میں مالکیہ کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر مسلمان آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو پھر مسلمان باندی سے نکاح کرلو اور جب کہ باندی کا بھی مہر ان کے نزدیک کم از کم تین درہم ہے تو پھر مالی طاقت اس سے زیادہ مراد لینی ہوگی۔ (الاستذکار:ج:16،ص71تا72مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم از کم نہ زیادہ سے زیادہ بلکہ ہر وہ چیز جس میں مال بننے کی صلاحیت ہو وہ مہر ہو سکتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے۔ سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کا مہر دو درہم رکھا اور کہا: اگر اس کا مہر ایک رسی بھی ہوتی تو یہ جائز تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے اور یہ وہ مقدار ہے جس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے مہر کے متعلق فرمایا: تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے پوچھا کیا تو اپنے نفس اور مال کے عوض دو جوتیوں پر راضی ہوگئی ہے؟ اس عورت نے کہا: ہاں! (سنن الترمذی،رقم الحدیث:1115)

امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر ایک شخص کسی عورت کا مٹھی بھر طعام مہر رکھے تو وہ عورت اس کے لئے حلال ہوگی۔

نیز اثرم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں ایک مٹھی بھر طعام پر نکاح کر لیتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان (محرمات) کے سوا عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو۔ (النساء:24)

اور مال عام ہے وہ قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے اور چونکہ مہر بدل منفعت ہے اس لئے جس مقدار پر دونوں فریق راضی ہو جائیں وہ جائز ہے جس طرح اجرت ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ دس درہم سے کم مہر صحیح نہیں ہے، وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو میسرہ بن عبید نے حجاج بن ارطاق سے روایت کیا ہے۔ میسرہ ضعیف ہے اور حجاج مدلس ہے۔ نیز یہ حدیث مبارکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف حدیث مبارکہ بیان کر چکے ہیں اور بر تقدیر صحت وہ حدیث مبارکہ کسی معین عورت کے معاملہ پر محمول ہے اور چور کے ہاتھ کاٹنے پر ان کا قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ نکاح میں ایک عضو سے نفع حاصل کرنے کی اباحت ہے اور ہاتھ کاٹنے میں ایک عضو کو ضائع کرنا ہے اس سے نفع حاصل کرنے کی اباحت نہیں ہے نیز یہ سزا اور حد ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مہر میں زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ (النساء:20)

اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم بہت مال دے چکے ہو تو اس مال سے کچھ واپس نہ لو۔ (المغنی: ج:7، ص:61 [مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شافعیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو قیمت اور اجرت ہو سکتی ہے وہ مہر ہو سکتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین مٹھی انگوروں کو مہر فرمایا۔ اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری اور سعید بن مسیب کا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کا دو درہم مہر رکھا اور فقہاء میں سے ربیعہ، اوزاعی، ثوری، احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم مہر کی مقدار وہ ہے جو چور کے ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے اور وہ چوتھائی دینار یا تین درہم ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار ایک دینار یا دس درہم ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو۔ (النساء:24) اور کم تر چیزوں مثلاً دمڑی اور قیراط پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور حدیث مبارکہ میں ہے از حجاج

بن ارطاق از عطا از عمرو بن دینار از جابر بن عبداللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کفو کے سوا عورتوں کا نکاح نہ کرو اور سوائے ولی کے اور کوئی نکاح نہ کرے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے اور یہ نص ہے اور یہ ایک مال ہے جس کے عوض ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اس لئے اس کو مقرر ہونا چاہیے جیسا کہ ہاتھ کاٹے جانے کے لئے چوری کا نصاب ہے نیز نکاح میں یہ ایک معین چیز کا عوض ہے اس لئے اس کو مقرر ہونا چاہیے اور حقوق عقد میں معین چیز مقرر ہوتی ہے جیسے گواہوں کی مقدار مقرر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرۃ:237)

اور اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے تو جو مہر مقرر کیا گیا تھا اس کا نصف ادا کرنا واجب ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "مَا" ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہے اس سے واضح ہوا کہ قلیل اور کثیر دونوں مہر ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث مبارکہ دلیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علائق کو ادا کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علائق کیا ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ چیز جس پر دونوں فریق راضی ہو جائیں۔

اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ "مَا" عام ہے خواہ دونوں فریق قلیل پر راضی ہوں یا کثیر پر۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں کہا۔

ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دو درہموں سے حلال کیا اس نے حلال کیا۔ (الام، ج:5، ص:95)

ابو ہارون العبدی از ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جس نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ گواہ ہوں اور فریقین راضی ہوں۔

عامر بن ربیعہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا۔ کیا تم اپنے نفس اور اپنے مال پر ان دو جوتیوں سے راضی ہو گئی ہو؟ اس نے عرض کیا ہاں!

امام حازم نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ارشاد فرمایا جس نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تھا تلاش کرو تلاش کرو خواہ ایک لوہے کی انگوٹھی بھی ہو۔

اور لوہے کی انگوٹھی قیمتی جواہر میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم مہر ہو سکتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

ہو سکتا ہے کہ وہ انگوٹھی کسی خاص لوہے کی ہو جو دس درہم کی ہو اسی طرح وہ جوتیاں بھی دس درہم کی ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ کے اسلوب کے مخالف ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس کا تقاضا ہے کہ وہ کوئی بے قیمت چیز ہو ورنہ آپ اس کے بجائے دس درہم فرماتے تو وہ زیادہ سہل تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر کوئی شخص کسی عورت کو دو مٹھی طعام مہر دے تو وہ عورت اس پر حلال ہو جائے گی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

ہم ایک مٹھی یا دو مٹھی آٹے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نکاح کر لیا کرتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ میں دس درہم سے کم مہر ہونے کی تصریح ہے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اور قیاس سے دلیل یہ ہے کہ یہ ایک منفعت کا عوض ہے اور اس میں کم از کم مقدار معین نہیں ہوتی جس طرح اجارہ میں ہوتا ہے نیز خلع بھی اسی چیز کا بدل ہے اور اس میں بھی کم از کم مقدار متعین نہیں ہے لہٰذا مہر کی کم از کم مقدار کا متعین ہونا صحیح نہیں ہے البتہ جزیہ میں کم از کم مقدار معین ہے لیکن وہ کسی منفعت کا عوض نہیں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت سے جو استدلال کیا ہے اور دس درہم سے کم کو مال نہیں جانا یہ صحیح نہیں ہے اول تو اس آیت کا ظاہری معنی متروک ہے کیونکہ اگر کوئی شخص مہر کا ذکر کیے بغیر نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے ثانیاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں کا مال دینا ہے پھر کہے میں نے اس کا ایک درہم دینا ہے یا نصف درہم دینا ہے تو اس کا یہ قول صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم پر بھی مال کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ احناف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جس حدیث مبارکہ سے

استدلال کیا ہے اس کی سند میں مبشر بن عبید ضعیف ہے اور حجاج بن ارطاق مدلس ہے علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات اس کے معارض ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

ممکن ہے کہ یہ حدیث مبارکہ کسی خاص عورت کے معاملہ میں ہو جس کا مہر مثل دس درہم ہو۔

"فقہاء احناف نے چور کا ہاتھ کاٹنے پر مہر کا قیاس کیا ہے یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ چوری میں اس عضو سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا بلکہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ ثانیاً اگر مال کے بدلہ میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا تو پھر چور سے مال واپس نہ لیا جاتا حالانکہ اگر اس سے مال برآمد ہو تو اس سے واپس لیا جاتا ہے اور مالک کو دیا جاتا ہے۔ ثالثاً اس سے معلوم ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اس مال کے عوض نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حد توڑنے کی سزا ہے۔ رابعاً مہر کے ذریعہ عورت کا صرف ایک عضو مباح نہیں ہوتا بلکہ اس کے سارے بدن سے فائدہ حاصل کرنا مباح ہوتا ہے۔ خامساً یہ کہ چوری میں ہاتھ کاٹنا ایک سزا ہے اس لئے اس کا نصاب مقرر ہونا چاہئے جیسا کہ باقی جنایات میں ہے اس کے برخلاف مہر باہمی رضامندی سے ایک عقد کا عوض ہے اس لئے جس طرح باقی عقود میں کوئی مقدار شرعاً معین نہیں ہے اس میں بھی نہیں ہوگی اسی طرح ان کا شہادت پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ شہادت عقد کی شرائط میں سے ہے اور مہر عقد کا عوض ہے۔ (الحاوی الکبیر: ج:12، ص11 تا16)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو، عورتوں کے نکاح صرف ان کے اولیاء کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے۔

اور کتاب میں ہے کہ

ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عامر اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک عقد کا بدل ہے اور یہ عقد عاقدین کی طرف منسوض نہیں ہے اس لئے اس کی مقدار شرعاً مقرر ہے جیسے دیت میں ہے اور عورت کے عضو سے استفادہ شرعاً ممنوع ہے جب تک کہ نکاح صحیح نہ ہو اور اس عضو کا عوض واجب نہ ہو خواہ فوراً یا بعد میں اور یہ مقصود اصل مالیت کے بغیر حاصل نہیں ہوگا اور مال کا لفظ حقیر اور خطیر دونوں کو شامل ہے اور یہ مقصود تب پورا ہوگا جب خطیر رقم کو عوض قرار دیا جائے اور وہ مال مقرر ہو۔

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ (الاحزاب:50)

ہم جانتے ہیں کہ جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے متعلق مقرر فرمایا ہے۔

اور عورت کا عضو مخصوص بھی اس کے نفس کے حکم میں ہے اور عمل تزویج نفس کی چسپیدگی کا سبب ہے اور مال ہی وہ چیز ہے جو نفس میں شرعاً بہ طور بدل مقرر ہوتا ہے جیسا کہ دیت ہے اور ہر وہ مال جس کو شرع نے واجب کیا ہو اس کی مقدار بیان کی جاتی ہے جیسا کہ زکوٰۃ میں ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے اسی طرح چوری کا نصاب بھی بالاتفاق مقرر ہے کیونکہ اس میں بھی ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اسی طرح مہر کی مقدار بھی شرعاً مقرر ہونی چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو احادیث مبارکہ اور آثار بیان کیے ہیں جن میں دس درہم سے کم چیز کو مہر قرار دیا گیا ہے اس سے مراد مہر معجّل ہے اور باقی مہر شوہر کے ذمہ ثابت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ تلاش کرو حالانکہ مہر فوراً دینا واجب نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث مبارکہ میں مہر سے مراد مہر معجّل ہے اور ہمارے نزدیک مہر معجّل کی مقدار شرعاً معین نہیں ہے۔ (المبسوط، ج:5، ص:81 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سنو! عورتوں کا نکاح صرف ان کے سرپرست کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔

اور جن احادیث مبارکہ میں دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے وہ تمام احادیث مبارکہ مہر معجّل پر محمول ہیں تاکہ احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو کیونکہ عرب کی عادت تھی کہ وہ مہر کا کچھ حصہ دخول سے پہلے دیا کرتے تھے حتیٰ کہ فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ

جب تک عورت کو کوئی چیز پہلے نہ دے دے اس وقت تک دخول نہ کرے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، زہری اور قتادہ سے منقول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ کچھ دینے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دخول سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دخول کا ارادہ فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ان کو کوئی چیز دے دیں۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کو اپنی زرہ دے دو تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنی زرہ دے دی پھر ان کے ساتھ دخول کیا۔ یہ سنن ابوداؤد کی عبارت ہے اور اس کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم چاندی تھا۔ پسندیدہ امر یہ ہے کہ دخول سے پہلے کچھ دے دیا جائے اور بغیر دیئے بھی دخول جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں ایک عورت کو اس کے خاوند کے کچھ دینے سے پہلے اس کے پاس بھیج دوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو دخول سے پہلے کچھ دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے تاکہ عورت کا دل دخول کے وقت خوش ہو اور اس کی تالیف قلب ہو اور جب یہ امر معروف ہے تو دس درہم سے کم مہر کی جو احادیث مبارکہ ہیں وہ مہر معجّل پر ہی محمول ہیں تاکہ احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو لوہے کی انگوٹھی ڈھونڈنے کا حکم دیا تھا وہ بھی تالیف قلب کے لئے بہ طور مہر معجّل تھا اور جب وہ اس سے بھی عاجز رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو بیس آیتوں کی تعلیم دو یہ تمہاری بیوی ہے۔

اور یہ حدیث مبارکہ اس کا صحیح محمل ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ سو یہ ہماری روایت کردہ حدیث مبارکہ کے منافی نہیں ہے اور اس طریقہ سے احادیث مبارکہ جمع ہو جاتی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

ان احادیث مبارکہ کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دس درہم والی روایت کو سند میں مبشر بن عبید اور حجاج بن ارطاق دو ضعیف راوی ہیں۔

تو ہم کہیں گے کہ

اس حدیث مبارکہ کا ایک شاہد بھی ہے جو اس کو تقویت پہنچاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔

حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، عامر اور ابراہیم سے روایت ہے کہ

شرح طحاوی میں اسی سند کے ساتھ یہ اثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور چونکہ اس اثر میں نصاب کا عدد معین بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ یہ اثر داؤدی از شعبی از حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور داؤد کو امام ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور حق یہ ہے کہ بہ اعتبار ظاہر کے یہ کثرت احادیث مبارکہ میں جو دس درہم کی نفی کرتی ہیں لیکن سوائے لوہے کی انگوٹھی والی حدیث مبارکہ

کے باقی تمام احادیث مبارکہ ضعیف ہیں۔

جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جس نے عورت کے مہر میں دو ستو دیئے۔

اس کی سند میں مسلم بن رومان بھی مجہول ہے اور دو جوتیوں والی حدیث مبارکہ کو ہر چند کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے' لیکن وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ ہے۔

ابن الجوزی نے کہا:

یہ فاحش الخطا ہے۔ غرض یہ تمام آثار ضعیف ہیں اور صحیح حدیث صرف صحاح ستہ کی ہے جس میں آپ نے فرمایا: ڈھونڈ و خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ مہر معجّل پر محمول ہے ہر چند کہ یہ خلاف ظاہر ہے' لیکن اس کو مہر معجّل پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ بعد میں آپ نے فرمایا تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا اگر اس کو تعلیم پر محمول کیا جائے یا مہر کی بالکلیہ نفی کر دی جائے تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (النساء:24)

اور محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں کہ تم ان کو اپنے مال سے طلب کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مال کو مہر بنانے کا حکم دیا ہے اس لئے اس حدیث مبارکہ میں مہر معجّل کی تاویل کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس عورت کا مہر بہ طور مال اس شخص کے ذمہ تھا جو اس وقت نہیں دیا گیا تھا اب اگر شوہر کے ذمہ اس کا مہر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ خبر واحد نے قرآن مجید کی اس آیت قطعیہ متواترہ کو منسوخ کر دیا اور اس وقت مہر کا ذکر نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ جب نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

(فتح القدیر: ج:3، ص:305 تا 309 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

زیادہ مہر مقرر کی مقدار

زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرنے کی کوئی حد نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اگر تم کو کوئی عورت ناپسند ہو اور اس کے علاوہ دوسری عورت پسند ہو اور تم یہ ارادہ کرو کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کر لو تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مطلقہ عورت کو جو مہر دیا تھا اس کو واپس لے لو خواہ وہ ڈھیروں مال کیوں نہ ہو کیا تم اس عورت پر کوئی تہمت یا بہتان باندھ کر اس مال کو واپس لو گے اور تمہارے لئے اس عورت سے مال لینا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ عمل ازدواج کر کے جسمانی قرب حاصل کر چکے ہو اور تم اس عورت سے مہر پر عقد نکاح کر چکے ہو جس پر مسلمان گواہ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (الوسیط: ج:1، ص:28 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سعید بن منصور 227ھ سے روایت ہے کہ

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا۔ سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ نہ رکھا کرو۔ اگر مجھے کسی کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باندھے ہوئے مہر سے زیادہ مہر باندھا ہے تو میں آپ کے مقرر کردہ مہر سے زائد رقم کو بیت المال میں داخل کر دوں گا۔

اس وقت قریش کی ایک عورت نے کہا:

اے امیر المومنین! آیا اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرنا زیادہ حق دار ہے یا آپ کے حکم پر عمل کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرنا۔

اس عورت نے عرض کیا:

آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی عورتوں کا زیادہ مہر رکھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔

اگر تم نے کسی عورت کو ڈھیروں مال بھی دیا ہو تو اس سے واپس نہ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے آپ رضی اللہ عنہ دو یا تین بار یہ فرما کر منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا میں نے تمہیں زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا تھا سنو! اب جو شخص جتنا چاہے مہر رکھ سکتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور: رقم الحدیث: 598)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ کوئی شخص چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ رکھے اور جب اس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل مجھے معاف فرما! ہر شخص کو عمر سے زیادہ قرآن مجید کی سمجھ ہے۔

اور زبیر بن بکار نے عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے کہ

اس عورت کے اعتراض کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مرد نے خطا کی اور عورت نے درست کہا۔ (درمنثور، ج:2، ص:133)

علامہ آلوسی حنفی متوفی 1270ھ نے اس حدیث مبارکہ کو امام ابو یعلیٰ کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

شیعہ اس حدیث مبارکہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا بھی علم نہیں تھا تو وہ خلافت کے اہل کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پھر انہوں نے ان کا یہ جواب دیا کہ اس آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے مثلاً کوئی کہے کہ اگر فلاں شخص تمہارے بیٹے کو قتل کر دے پھر بھی تم اس کو معاف کر دینا اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے اسی طرح یہاں فرمایا کہ اگر تم عورت کو قنطار دو پھر بھی اس سے واپس نہ لینا۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ قنطار مہر

باندھنا جائز ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید میں قنطار دینے کا ذکر ہے نہ یہ کہ قنطار بہ طور مہر دیا جائے اس لئے اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے اور خاوند کا عورت کو ہبہ کر کے واپس لینا صحیح نہیں ہے۔

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب سے بہتر عورت وہ ہے جس کا سب سے آسان مہر ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ

عورت کی سعادت یہ ہے کہ اس کا مہر سہل ہو۔ (روح المعانی: ج:4، ص:245)

ہمارے نزدیک علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے اور اس عورت کی رائے کو صحیح اور اپنی رائے کو خطا قرار دے کر اس سے رجوع فرمالیا تھا۔ اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی للّٰہیت اور بلند ہمتی کی دلیل ہے کہ بھرے مجمع میں انہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا۔ رہا شیعہ کا اعتراض تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کے لئے عالم کل ہونا لازم نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندیقوں کو جلا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو اور میں ان زندیقوں کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6922)

امام حسین بن محمد بغوی متوفی 516ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا اور تمام اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ (شرح السنۃ: ج:5، ص:431 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا اس شخص نے کہا یہ مسئلہ اس طرح نہیں اس طرح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے درست کہا اور میں نے خطا کی۔ اور علم والے سے زیادہ علم والا ہے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:19 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی ایک مسئلہ کا علم نہ ہونا خلافت کے منافی نہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ہے کہ انہوں نے حدیث مبارکہ کے سامنے ہونے کے بعد اپنے موقف سے رجوع فرمالیا لہٰذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا بھی علم نہیں تھا تو وہ خلافت کے اہل کس طرح ہو سکتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا صاحبزادی سے مشورہ کیئے بغیر نکاح کرنا

ایک تو یہ قول ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے مشورہ کیئے بغیر اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس شریعت میں بیٹی سے مشورہ نہ کرنے کی اجازت ہو جس کی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت (القصص: 27) اس پر دلالت کرتی ہے کہ باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی کنواری بالغہ بیٹی کا اس کے مشورہ کے بغیر جہاں چاہے نکاح کر دے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور یہ اس باب میں بہت قوی دلیل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء کرام نے بھی اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کی مرضی کے بغیر اس کا کوئی نکاح نہیں کر سکتا البتہ جب لڑکی نابالغہ ہو تو اس کا باپ یا دادا اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے اور وہ نکاح لازم ہوگا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:250 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے ہم پر حجت نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کے خلاف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے نکاح عورت کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہیں کیا جائے گا اور کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں نے پوچھا:

وہ اجازت کیسے دے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ خاموش رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:5136)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معینہ مدت کی شرط پر نکاح کرنے کو منظور کر لینا

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر

دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے احسان ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا آپ انشاء اللہ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو منظور کر کے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پکی ہو گئی ہے میں نے ان دونوں میں سے جس عدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے معاہدہ پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

(القصص:28)

موسیٰ نے کہا! یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ میں نے دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دو عورتوں میں سے جو چھوٹی عورت تھی ان سے نکاح کیا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مدت زیادہ تھی؟

اور پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں میں سے کون سی عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ان میں چھوٹی تھی۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2244)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت صفورا رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت صفورا رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے چشمہ پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا اسے دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے جبکہ وہ صرف دو عورتیں تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ دونوں نے بتایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پاس پہنچے اور اکیلے ہی اسے اٹھا دیا پھر جانوروں کو پانی پلایا۔ آپ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول ہی نکالا تھا کہ تمام ریوڑ کو پانی پلا دیا۔ دونوں عورتیں اپنے والد محترم کے پاس آئیں اور ان سے گفتگو کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سایہ کی طرف چل دیئے اور یوں اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء کی رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ○ ایک بچی حیا کا پیکر بن کر آئی۔ اپنا کپڑا چہرے پر ڈالی ہوئی تھی وہ ان جری خواتین کی طرح نہ تھی جو مردوں کے پاس بے باک چلی آتی ہیں۔

عورت نے کہا:

میرے والد محترم آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ جو تو نے ریوڑ کو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں اجر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا:

میرے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ہوا تیرے کپڑے کو لگے اور تیرے جسم کی حالت کو بیان کر دے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے والد محترم کے پاس پہنچے تو سب واقعہ سنایا۔

ان میں سے ایک نے کہا:

اے والد محترم! اس کو اجرت پر رکھ لو کیونکہ جس کو آپ علیہ السلام اجرت پر رکھ رہے ہیں وہ طاقتور اور امین ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا:

اے بیٹی! اس کی امانت اور اس کی قوت کے بارے میں تجھے کس نے بتایا۔

بچی نے کہا:

اس کی قوت تو یہ ہے کہ اس نے اکیلے پتھر اٹھا لیا جسے دس آدمی مل کر اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی امانت کا تعلق ہے تو اس نے کہا میرے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کو ہوا لگے اور تیرے جسم کی ساخت کو بیان کر دے۔ اس چیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کی رغبت میں اضافہ کر دیا۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:

میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں انشاء اللہ تو مجھے صالح لوگوں میں سے پائے گا یعنی جو میں نے بات کہی ہے اچھی سنگت والا اور وعدہ پورا کرنے والا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

میں جو مدت بھی پوری کروں تو اس کے بعد مجھ پر کوئی زیادتی نہ کی جائے گی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:

ٹھیک ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی آپ علیہ السلام سے کردی اور اپنے پاس ٹھہرالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی خدمت کے لئے کافی ہوگئے بکریاں چرانے کی ان کی خدمت کرتے اور دوسرا کوئی کام ہوتا تو وہ بھی بجالاتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کی بہن کا نام شرفا تھا

حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کی بہن کا نام شرفا تھا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

ان کی بہن کا نام شرفا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

یہی دونوں بہنیں پہلے ریوڑ چرایا کرتی تھیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی سے پہلے حضرت صفورا رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کی بہن شرفا دونوں پہلے اکٹھے ریوڑ چرایا کرتی تھیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

یہی دونوں بہنیں پہلے ریوڑ چرایا کرتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرایا کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے کام کاج بھی کردیا کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ (حضرت شعیب علیہ السلام) ہی کی بکریاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چرائیں۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کی مہمان نوازی

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو کھانا پیش کیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو شام کے کھانے کا وقت تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

کھاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ لمیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:

کیا آپ بھوکے نہیں؟

آپ علیہ السلام نے کہا:

کیوں نہیں! لیکن مجھے خوف ہے کہ یہ بکریوں کو پانی پلانے کا عوض ہو جبکہ میں ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں کہ ہم زمین بھر سونا بھی آخرت کے عمل کے عوض نہیں چاہتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! لیکن یہ میرے آباء کا معمول ہے، ہم مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیٹھ گئے اور کھانا کھالیا۔ (درمنثور: ج:5، ص:363 مطبوعہ کراچی)

مہمان نوازی حسن عمل

مہمان نوازی ایک حسن عمل ہے اور اس کا حکم احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کی تکریم کرے اور اس کو جائزہ دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جائزہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر مدارات کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6019)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ (خاطر مدارات) ایک دن ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ ہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1726)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک رات تو مسلمان پر مہمان کا حق ہے جو شخص کسی مسلمان کے گھر رہے تو وہ اس مسلمان پر قرض ہے اب مہمان چاہے تو میزبان سے قرض وصول کرے اور چاہے چھوڑ دے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3677)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو اور صبح تک وہ مہمان محروم رہے تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر حق ہے حتیٰ کہ اس مہمان کی ضیافت اس قوم کے مال اور ان کے کھیت سے وصول کر لی جائے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3751)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روانہ کرتے ہیں ہمیں ایسے لوگوں کے پاس قیام کرنا پڑتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ تمہاری معمول کے مطابق مہمان نوازی کریں (تو ٹھیک) اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اس قدر وصول کر لو جتنا مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6137)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

جائزہ کا معنی ہے مہمان کو تحفہ وغیرہ پیش کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ تین دن مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد اس کو روانہ کرے اور اس کے سفر کے لئے ایک دن ایک رات کا زادراہ پیش کرے یہ جائزہ ہے۔ تین دن سے زیادہ مہمان کا ٹھہرنا اس لئے حرام ہے کہ میزبان اس کی ضیافت کے لئے کسی ناجائز ذریعہ کو تلاش نہ کرے یا تنگ آکر مہمان سے کوئی ناجائز بات نہ کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ مہمان کے لئے تین دن سے زیادہ قیام کرنا اس وقت حرام ہے جب اس کو یہ علم ہو کہ میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ اس کو کھلانے کے جائز وسائل نہیں ہیں اور اس کی وجہ سے میزبان کسی حرام کام میں مبتلا ہو جائے گا۔ تین دن سے زیادہ کی مہمان نوازی ضرورت مند پر صدقہ ہے اور جو غنی ہو اس کے لئے میزبان کی رضا اور خوشی کے بغیر مزید قیام کرنا حرام ہے۔

(اکمال المعلم: ج:6، ص 21 تا 22 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

ایک رات کی مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: یہ احادیث مبارکہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں جب بالعموم مسلمان تنگ دست تھے اس وقت لوگوں پر یہ واجب تھا کہ وہ مسافروں اور مہمانوں کی ضیافت کریں اور اگر وہ ضیافت نہ کریں تو مہمان کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بقدر ضیافت ان سے جبراً وصول کر لے اور جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کے ذریعہ مسلمانوں کو اس سے مستغنی کر دیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا خصوصاً اس آیت کریمہ سے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ:188)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ اضطرار کی حالت پر محمول ہے یعنی جب مہمان یا مسافر کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملے اور نہ کھانے کی صورت میں اس کو موت کا خطرہ ہو تب وہ اتنی مقدار جبراً بھی لے سکتا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

پہلے اہل ذمہ پر یہ شرط لگائی گئی تھی کہ جب مجاہدین ان کے علاقے سے گزریں تو ان پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت کریں اور یہ ان علاقوں میں شرط تھی جن کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو علاقے فتح کیے گئے تھے ان میں یہ شرط تھی۔ (اکمال المعلم: ج:6، ص:23 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکمل والی مدت پوری کی تھی۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ فرمایا:

ان میں سے جو زیادہ اور پاکیزہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول کوئی بات کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:335 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا ان دونوں میں سے جو زیادہ مکمل تھی۔

(مستدرک: ج:2، ص:442 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف بن سرح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے سوال کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا مجھے تو اس کا کچھ علم نہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے سے بلند مرتبہ فرشتے سے سوال کیا اس نے جواب دیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر اس فرشتے نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس مدت کو پورا کیا جس میں قسم کو زیادہ پورا کرنے کا تصور تھا زیادہ تقویٰ والی تھی اور زیادہ پاکیزگی کا باعث تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک آدمی نے سوال کیا! دونوں مدتوں میں سے کس مدت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو کچھ نہیں جانتا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تو کچھ نہیں جانتا حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھوں۔

حضرت میکائیل علیہ السلام سے پوچھا۔

تو انہوں نے کہا میں تو کچھ نہیں جانتا حتیٰ کہ رفیع سے پوچھوں۔

اس نے بلند مرتبہ فرشتے سے پوچھا اس نے جواب دیا میں تو کچھ نہیں جانتا حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سے پوچھوں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام نے بلند آواز سے پوچھا۔

اے عزت وشان والے! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی۔

ارشاد فرمایا:

دونوں مدتوں سے کامل اور پاکیزہ یعنی دس سال۔

علی بن عاصم نے کہا:

ابو ہارون جب یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے مجھے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وہ حضرت میکائیل علیہ السلام سے وہ رفیع سے وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سے وہ اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے جو مکمل اور پاکیزہ یعنی دس سال کی مدت پوری کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا دونوں مدتوں میں سے کس مدت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا؟ ارشاد فرمایا:

ان میں سے جو زیادہ مکمل تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا! اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم!

اگر یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں کہ دونوں مدتوں میں کس مدت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا تو کہنا ان میں سے جو زیادہ مکمل تھی اگر وہ پوچھیں کہ کس سے آپ علیہ السلام نے شادی کی؟ تو کہنا ان میں سے چھوٹی سے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تجھ سے یہ پوچھا جائے کہ دونوں مدتوں میں سے کس مدت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا؟ تو کہنا جو ان میں سے بہترین اور زیادہ قسم پوری کرنے والی تھی۔ جب تجھ سے پوچھا جائے کس عورت سے آپ علیہ السلام نے شادی کی تو کہنا ان دونوں میں سے جو چھوٹی تھی یہی آئی تھی اور کہا تھا ”یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ o“

پوچھا تو نے اس کی کیا قوت دیکھی؟ تو اس نے کہا تھا اس نے بھاری پتھر پکڑا اور کنویں پر ڈال دیا۔

پوچھا تو نے اس کی کیا امانت دیکھی؟ اس نے کہا میرے پیچھے چلو اور میرے سامنے نہ چلو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان میں سے جو زیادہ لمبی اور پاکیزہ تھی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس مدت کو پورا کیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان میں سے جو زیادہ قسم کو پورا کرنے والی اور کامل تھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے کس عورت سے آپ علیہ السلام نے شادی کی تو فرمایا کہ ان میں سے جو چھوٹی تھی۔
حضرت مقسم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
میں حضرت حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ملا۔
میں نے ان سے کہا دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوری کی پہلی یا دوسری؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
دوسری! (درمنثور: ج5، ص366 تا 367 مطبوعہ کراچی)
امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو مدت زیادہ تھی!
اور پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں میں سے کون سی عورت کے ساتھ شادی کی تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو ان میں چھوٹی تھی۔ (معجم الصغیر: رقم الحدیث: 815)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے سال مدین میں رہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں کئی سال رہے۔ ایک قول کے مطابق دس سال رہے اور ایک قول کے مطابق اٹھائیس سال رہے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ (طٰہٰ: 40)
سو آپ کئی سال اہل مدین میں رہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل نے کہا:

آپ علیہ السلام وہاں دس سال رہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام وہاں اٹھائیس سال رہے تھے۔ (زاد المسیر: ج:5، ص:286 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

دس سال اپنی زوجہ محترمہ کے مہر کے عوض میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے

ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں اٹھائیس سال رہے دس سال اپنی زوجہ محترمہ کے مہر میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام وہاں اٹھائیس سال رہے تھے دس سال اپنی بیوی صفورا کے مہر میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے۔ (زاد المسیر: ج:5، ص:286 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحبزادہ کی پیدائش

ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اٹھائیس سال رہے اور آپ علیہ السلام کا صاحبزادہ وہب پیدا ہوا۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام وہاں اٹھائیس سال رہے تھے دس سال اپنی بیوی صفورا کے مہر میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا وہب نام کا بیٹا پیدا ہوا۔ (زاد المسیر: ج:5، ص:286 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا مبارکہ عطا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا مبارکہ عطا فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے۔

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب یہ عقد منعقد ہو گیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام گھر میں جائیں وہاں پر جو لاٹھیاں رکھی ہیں آپ علیہ السلام ان میں سے کوئی لاٹھی لے لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام کی لاٹھیاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی اٹھالی جو حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی تھی جس کو وہ جنت سے لائے تھے حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہو چکے تھے انہوں نے اس لاٹھی کو چھو کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی ہے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

آپ کوئی اور لاٹھی لے لیں۔

لیکن ہر بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یہی لاٹھی آئی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی عام شخص نہیں ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:5،ص:121 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ (حضرت شعیب علیہ السلام) ہی کے ہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:578 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدت پوری ہونے پر اپنی زوجہ محترمہ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ریوڑ میں سے کچھ بکریاں مانگنے کے واسطے بھیجنا اور ان کا دے دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری ہونے کے بعد جب علیحدہ ہونے کا ارادہ کیا تو اپنی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنے والد محترم سے سوال کرو کہ وہ اپنے ریوڑ میں سے کچھ ان کو دے دیں جن سے وہ زندگی بسر کر سکیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو وہ بکریاں عطا فرما دیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

عقبہ بن منذر سلمی سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طٰسٓ پڑھی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ تک پہنچے اور کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال اپنی پاکدامنی اور کھانے پر مزدوری کی۔ جب مدت پوری کر دی عرض کی گئی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے کون سی مدت پوری کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ان میں سے زیادہ قسم کو پوری کرنے والی اور کامل تھی۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علیحدہ ہونے کا ارادہ کیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ وہ اپنے والد محترم سے سوال کرے کہ وہ اپنے ریوڑ سے کچھ اس کو دے دے جن کے ساتھ وہ زندگی گزار سکیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو وہ بکریاں دیں جنہوں نے اسی سال بدلے رنگوں والے بچے جنتے تھے۔ آپ علیہ السلام کا ریوڑ سیاہ رنگ کا حسین تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کی طرف گئے اس کی ایک طرف کو بلند کیا پھر اس کو حوض کی پست جگہ پر رکھ دیا پھر ریوڑ کو لے آئے اور انہیں پانی پلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حوض کے سامنے کھڑے ہو گئے اس سے کوئی بکری واپس نہ جاتی مگر اس کے پہلو میں ایک ایک بکری کھڑی کرتے۔ انہوں نے نشوونما پائی اور تین گنا ہو گئیں۔ ان سب نے بدلے رنگوں والے بچے جنے یعنی اپنی ماں کے رنگ پر نہ تھے مگر ایک بکری یا دو بکریوں نے ان میں سے کوئی بکری ایسی نہ تھی جس کا دودھ دوہے بغیر ہی بہتا رہتا ہو ان میں سے کوئی ایسی بکری بھی نہ تھی جس کے تھن کا سوراخ تنگ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی جس کا دودھ کم ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی جس کا تھن زائد ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی

جس کے تھن چھوٹے ہوں جسے ہتھیلی گرفت میں نہ لے سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم شام کے ملک میں جاؤ تو ان بکریوں میں سے باقی ماندہ بکریاں دیکھو گے یہی سامریہ ہیں۔

حضرت ابن لہیعہ نے فرمایا:

خشوس سے مراد وہ بکری ہے جس کے تھن کا سوراخ کھلا ہوا اس کا دودھ خود بخود بہتا رہتا ہو۔ جنوں سے مراد وہ بکری ہے جس کی کھیری لمبی ہو اور سوراخ تنگ ہو۔ نمزور سے مراد جس کی کھیری چھوٹی ہو اور ثفول یا ثعول سے مراد جس کی کھیری پستان کی دو بھٹنیوں کی طرح اور کشمہ سے مراد وہ بکری ہے جن کی کھیری اتنی چھوٹی ہو کہ ہاتھ اسے نہ پہنچ سکے۔

(در منثور: ج:5، ص:365 مطبوعہ کراچی)

بکریوں نے رنگ برنگے بچے جنے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو اس مدت کی طرف متوجہ کیا جو ان کے درمیان طے ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی نے کہا ہر بکری جو اپنے رنگ پر بچے جنے گی تو تیرے لیے اس رنگ کی بکریاں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصد کیا اور پانی پر ایک ڈھانچہ سا لگا دیا جب بکریوں نے وہ ڈھانچہ دیکھا وہ یکبارگی پھریں تو سب نے چتکبرے بچے جنے سوائے ایک بکری کے وہ سال ان سب کے رنگ لے گیا۔ (تفسیر طبری: ج:20، ص:82 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور زوجہ محترمہ کا مدت پوری ہونے پر مدین سے روانہ ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکمل مدت پوری کردی تو اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ مدین سے روانہ ہو گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ (القصص:29)

پھر جب موسیٰ نے میعاد پوری کردی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر مصر واپس روانہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اکمل مدت پوری کردی تو حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر مصر واپس روانہ ہوئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت پوری کردی تو وہ ان سے اجازت لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 18102)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت سردی کے موسم میں راستہ بھولنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت پوری کردی تو وہ ان سے اجازت لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں اور ایک بکری تھی اور عصا تھا جس سے وہ دن میں بکری کے لئے پتے جھاڑتے تھے اور ایک چقماق تھا جس سے وہ رات کو آگ جلا کر حرارت حاصل کرتے کیونکہ وہ انتہائی سرد موسم تھا اور برفانی راتیں تھیں جب وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے مشرف کرنا چاہتا تھا اور ان کو اپنے کلام سے سرفراز کرنا چاہتا تھا اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے حتیٰ کہ انہیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کس طرف متوجہ ہوں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے چقماق نکالا تا کہ اپنے اہل کے ساتھ رات گزارنے کے لئے آگ روشن کریں اس رات وہ چقماق نہ جل سکا وہ اس کو جلانے کی کوشش میں تھک گئے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 18102)

سردی سے بچنے کے لئے چقماق چلانا مگر نہ چلنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ سخت سردی میں سفر کر رہے تھے اس لئے آپ علیہ السلام کو سردی سے بچنے کے لئے چقماق نکالنا پڑا تا کہ اس کو جلا کر آگ تاپ سکیں مگر وہ اس رات نہ جل سکا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ دیکھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چقماق کو جلانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ جل سکا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے ایک مقام پر آگ دیکھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے ایک جگہ آگ دیکھی۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 18102)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور کی جانب آگ دیکھنا اور لینے جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی تو اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں کوئی خبر لاؤں یا آگ کا انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپ سکو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ (القصص:29)

پھر جب موسیٰ نے میعاد پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم لوگ یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو۔

سردی سے بچاؤ کے لئے آگ لینے جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مدت پوری کر لی تو اپنی اہلیہ کو لے کر چل پڑے پھر راستہ بھول گئے موسم سردیوں کا تھا آپ علیہ السلام کے لئے آگ بلند کی گئی جب اسے دیکھا تو گمان کیا یہ آگ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا:

امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ

اگر میں تمہارے پاس کوئی خبر نہ لاؤں تو میں تمہارے پاس آگ لے آؤں گا تا کہ تم سردی سے بچاؤ کے لئے اس کو تاپو۔ (درمنثور،ج:5،ص:368 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ کا کلام مقدس

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام کو وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ایک ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العٰلمین ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (القصص:30)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العٰلمین ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کیوں کہا جاتا ہے

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو آواز اور حروف کے واسطہ سے سنا تو پھر خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو فرشتہ یا کتاب کی وساطت کے بغیر سنا اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد سنا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے لئے واقع نہیں ہوئی۔ باقی رہا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے علم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں علم بدیہی پیدا کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا ان کو معجزہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہرے بھرے درخت سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی اور یہ امر خلاف عادت ہے اور اسی درخت سے بغیر کسی بولنے والے کے آواز آ رہی تھی اور یہ بھی امر خلاف عادت اور معجزہ ہے۔

(روح المعانی: جز: 20، ص: 111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شب معراج میں کلام فرمایا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:

(جس کے آخری الفاظ یہ ہیں) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر وہاں تک گئے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور الجبار رب العزۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو وحی کی اس میں یہ وحی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک کر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عہد لیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رب عزوجل نے مجھ سے دن اور رات میں پچاس نمازوں کا عہد لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی واپس جائیے اور اپنی اور اپنی امت کی طرف سے کمی کی درخواست کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ طلب کر رہے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں تو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر الجبار کی طرف گئے

اور اپنے مقام پر کھڑے ہو کر عرض کیا: اے رب عزوجل! ہم سے کچھ کمی کیجئے کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹے انہوں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی طرف بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر روک لیا اور کہا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنی قوم بنی اسرائیل کا اس سے کم پر تجربہ کر چکا ہوں وہ ان نمازوں کو پڑھنے سے کمزور پڑ گئے اور ان کو ترک کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کے جسموں، ان کے دلوں، ان کے بدنوں، ان کی آنکھوں اور ان کے کانوں سے زیادہ کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیے اور اپنے رب عزوجل سے اس میں بھی کمی کرائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر مشورہ لیتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو ناپسند نہیں کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچویں بار بھی لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میری امت کے اجسام، ان کے قلوب، ان کے کان اور ان کے بدن کمزور ہیں سو ہم سے کچھ کمی کیجئے۔

الجبار نے کہا:

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے عرض کیا لبیک وسعدیك۔ فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے آپ پر جس طرح لوح محفوظ میں فرض کیا ہے سو ہر نیکی کا اجر دس گنا ہو گا پس لوح محفوظ میں یہ پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر یہ پانچ نمازیں ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔

انہوں نے پوچھا:

کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم سے تخفیف کر دی گئی اور ہم کو ہر نیکی کا اجر دس گنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

میں اس سے کم پر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیے اور اپنے رب عزوجل سے کم کرائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ کی قسم! اب مجھے بار بار اپنے رب عزوجل کے پاس جانے سے حیا آتی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

کلام کرنے کا انکار اور رد

علامہ علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال اندلسی متوفی 449ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

شفاعت کی طویل حدیث مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے، لیکن تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور ان سے کلام فرمایا۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس کے برخلاف اشاعرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کلام فرمایا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ (النجم:10)

سو وحی فرمائی اپنے عبد مکرم کی طرف جو وحی فرمائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استدلال کو رد کر دیا ہے اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ۖ (الاعراف:144)

اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تم کو لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج:10، ص:510 مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے آپ کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود ہیں اور ہارون ہر چند کہ نبی ہیں لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کلام نہیں کیا گیا اور نہ وہ صاحب شرع ہیں۔

(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی: ج:4، ص:367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر کلام کی وجہ سے فضیلت دی ہے یہ اس لئے کہا ہے کہ رسالت اور بلاواسطہ ہم کلام ہونے کی فضیلت تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی متحقق ہے سو اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہوں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل علی الاطلاق ہیں۔ (عنایۃ القاضی: ج:4، ص:367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی 725ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ ان کو رسالت کے لئے چن لیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسالت کے لئے چن لیا ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام انسانوں پر یہ فضیلت ہے کہ ان کو رسالت کے لئے بھی چن لیا ہے اور ان کو بلاواسطہ اپنا کلام سنایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کسی انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:359 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے بھی چن لیا ہے اور شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ کلام بھی فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر نمازوں کو فرض فرمایا اور یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔

اور اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ○ (النجم:10)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلند مقام تک لے گیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور یہ چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر بہت زیادہ شرف اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس لیے اصل سوال کا صرف یہ جواب صحیح ہے کہ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ (الاعراف:144) کا معنیٰ یہ ہے کہ اے موسیٰ! میں نے تم کو اپنی پیغمبری سے اور اپنی ہم کلامی سے تمہارے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان سے زیادہ بلند منصب والا اور ان سے زیادہ اشرف اور افضل اور کوئی انسان نہیں تھا وہ صاحب شریعت ظاہرہ تھے اور ان کو تورات عطا فرمائی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے جس طرح ان کی قوم کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی اور فرمایا "یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○" (البقرہ:47)

اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تم کو (تمہارے زمانہ کے) تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ (تفسیر خازن: ج:2، ص:138 مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد حنفی متوفی 710ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے موسیٰ! (علیہ السلام) میں نے تم کو تمہارے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالت سے تم کو تورات دے کر اور تم سے کلام کر کے فضیلت دی ہے۔ (مدارک التنزیل علیٰ ہامش الخازن: ج:2، ص:137 مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اس آیت کریمہ میں علی الناس (تمام لوگوں پر) لفظ عام ہے لیکن اس کا معنیٰ خصوص ہے یعنی میں نے تم کو اپنی

رسالت اور اپنے کلام سے تمہارے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں کلام فرمایا اور ان کے بعد شب معراج ہمارے نبی سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا۔

(البحر المحیط: ج:5، ص:169 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کا معنیٰ ہے میں نے آپ کو آپ کے معاصرین پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے کیونکہ ہر چند کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا اور ان سے کلام نہیں فرمایا تھا اور نہ وہ صاحب شرع تھے۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:3، ص:47 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر یا ان کے معاصرین پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے۔ (روح البیان: ج:3، ص:306 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ عمر بن اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس نے ان کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم اور تمام اولین اور آخرین کے سردار ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مرتبہ کے ساتھ مختص کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء والمرسلین بنایا اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو باقی رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرف اور فضیلت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام الخلیل ہیں پھر موسیٰ بن عمران کلیم الرحمان علیہ السلام ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:278 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کرنے پر دلائل

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی قائل تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور اس پر انہوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ:51)

"کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بغیر وحی کے اللہ تعالیٰ سے کلام کرے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ وحی کرے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے بہت حکمت والا ہے۔"

اور بعض مشائخ نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور اس سے بلا واسطہ اور بلا کسی فرشتے کے واسطہ سے کلام کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا تین قسم پر ہے۔

1- پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا۔

2- فرشتہ سے بذریعہ وحی جس طرح کہ اکثر انبیاء کرام علیہم السلام سے کلام کیا۔

3- بذریعہ وحی یعنی دل میں کوئی بات ڈال کر۔

اب کلام کرنے کی تین صورتوں میں سے صرف ایک صورت باقی بچی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بالمشاہدہ کلام کیا جائے۔ (اکمال المعلم: ج:1 ص: 531 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جعفر بن محمد، ابو الحسن اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی نفی کی ہے۔

(المفہم: ج:1 ص:403 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے الشوریٰ: 51 سے ثابت کیا ہے کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے وقت کلام کیا ہو پس ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر کلام کیا ہو۔

2- یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی صرف تین صورتیں ہیں پردے کی اوٹ سے، فرشتے کے ذریعے اور وحی سے ہو سکتا ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہو اور آپ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوں۔

3- بعض علماء کرام نے کہا ہے: وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ ہے۔

(شرح للنواوی: ج:1 ص:984 مطبوعہ نزار مصطفیٰ بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کرنے کے ساتھ دیدارِ الٰہی کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار بھی کیا جس پر کثیر دلائل قرآن مجید واحادیث مبارکہ وعلماء کرام کے اقوال کی صورت میں موجود ہیں۔

قرآن مجید سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار بھی کیا جس پر یہ آیات کریمہ ثبوت ہیں۔

چنانچہ قرآن میں ہے۔

ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ○ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ (النجم:6تا18)

بہت زبردست نے پھر اللہ تعالیٰ استواء فرمایا اس وقت وہ (نبی) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے پھر وہ زیادہ قریب ہوئے پھر زیادہ قریب ہوئے تو وہ دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی آپ کے قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا۔ بے شک انہوں نے اس کو ضرور دوسری بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا آپ کی نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی بے شک اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا۔

آیت نمبر 7 کی تفسیر میں مقاتل نے کہا:

رب العزت عزوجل شب معراج سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے پھر زیادہ قریب ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قرظی نے فرمایا:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے پس وہ دو کمانوں کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ فرماتے ہیں۔

ان اقوال میں قول مختار مقاتل کا ہے کیونکہ اس کی تائید میں صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔

(زادالمسیر، ج 66 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

جس حدیث مبارکہ کا علامہ جوزی نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

اور جب رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح البخاری میں یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

الجبار العزت قریب ہوا پس زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7517)

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے پس دو کمانوں کی مقدار ہو گئے۔

جعفر بن محمد نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے خود سے قریب کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے۔

اور جعفر بن محمد نے کہا:

اللہ تعالیٰ کے قریب کی کوئی حد نہیں ہے اور بندوں کا قرب محدود ہے۔

نیز انہوں نے کہا:

کیا تم نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قرب سے کیسے حجاب میں تھے اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معرفت اور ایمان کو رکھا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکون قلب سے وہاں تک قریب ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ہر قسم کا شک اور تردد زائل ہو گیا۔ (الشفاء: ج: 1، ص: 159 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اپنے نزدیک بلند کیا اور تدلی کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے آپ کو بالکلیہ جانب قدس میں جذب کر لیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونا کہتے ہیں۔ ہم نے جو دنا کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے قریب ہوا اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث مبارکہ ہے کہ جبار رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ (روح المعانی: 7: 27، ص: 80 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید راقم ہیں:

معظم صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے اس سے قرب کا وہ معنیٰ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی: جز:27، ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور آیت نمبر 8 کی تفسیر میں علامہ الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

محمد بن کعب نے کہا:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے۔

(النکت والعیون: ج:5، ص:393 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قریب ہوئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:17، ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دو کمانوں کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر قریب ہو گئے۔ (روح المعانی: جز:17، ص:80 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے کیونکہ دو سردار جب ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو وہ اپنی دونوں کمانوں کو ملاتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کے ہتھیار ایک ہیں اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو وہ دونوں اس کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:239 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ سے واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا اللہ تعالیٰ کا منع کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا رب تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

قرآن مجید میں اس کی مثال درج ذیل ہیں:

1۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

2-قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ (الفتح:10)

بے شک جو لوگ رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے خریدنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر تھا۔

3-تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ (الفتح:10)

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت عطا اور مدد اللہ تعالیٰ کی قوت عطاء اور مدد ہے۔

4-قرآن مجید میں ہے:

وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۚ (الانفال:17)

آپ نے کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے کنکریاں ماری تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کنکریاں ماری تھیں۔

اس آیت کریمہ میں یہ واضح صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

ستر انصار نے مدینہ منورہ آ کر مکہ مکرمہ کی گھاٹی میں اپنی جانوں اور مالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جنت کے عوض فروخت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

5-اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ (التوبۃ:111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے۔

منافقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ایمان ظاہر کر کے اپنے گمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

6-یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ (البقرۃ:9)

وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا تو غیر متصور ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ عالم الغیب ہے اور منافق بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اس لیے اس کا معنیٰ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے۔

7-قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (الاحزاب:57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا تو محال ہے اس لیے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا اس آیت کریمہ میں الگ سے صراحۃً ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز پہلے سے ضمناً سمجھ آ رہی تھی اس کو صراحۃً ذکر کر کے مؤکد کر دیا گیا ہے اصطلاح میں اس کو تصریح بما علم ضمناً کہتے ہیں بعض نو مسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرنے کا مشورہ مال دنیا کی طمع میں دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو ان کی آخرت کے اعتبار سے قبول کیا تھا کہ ان میں سے بعض قیدی خود ایمان لے آئیں گے اور بعض کی اولاد اسلام قبول کر لے گی اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے سو بعض نو مسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مال دنیا کی طمع سے تھی اور آپ کا اس رائے کو قبول کرنا قیدیوں کی آخرت کی وجہ سے تھا۔

8-لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (الانفال:67)

تم فدیہ سے متاع دنیا کا ارادہ کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرما رہا تھا۔

آخرت کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ کر رہا تھا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رب تعالیٰ کا ارادہ ہے۔

9-قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (التوبہ:62)

اور اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم اس کو راضی کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور یُّرْضُوْهُ میں ضمیر واحد ذکر کی ہے اور اس سے اس پر متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا واحد ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

10-قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبہ:74)

ان منافقوں کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور مِنْ فَضْلِهٖ میں ضمیر واحد کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل واحد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا فضل فرمانا ہے۔

11-قرآن مجید میں ہے:

لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الحجرات:1)

اللہ تعالیٰ اور رسول پر سبقت نہ کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو۔

اللہ تعالیٰ پر سبقت کرنا اور اس سے آگے بڑھنا محال ہے اس کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور منع اس کام سے کیا جاتا ہے جس کا کرنا متصور ہو اس لیے اللہ تعالیٰ پر سبقت کرنے سے مراد ہے اس کے رسول پر سبقت کرنا اور اس آیت کریمہ میں یہ بتانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت کرنا اللہ تعالیٰ سے سبقت کرنا ہے پھر تائید کے لئے صراحۃً فرمایا کہ اس کے رسول سے سبقت نہ کرو۔

ہم نے یہ گیارہ آیات پیش کی ہیں جن سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہے اور اسی چیز کو "قاب قوسین او ادنی" کی مثال سے واضح کیا ہے کہ دونوں کمانیں انتہائی قریب ہیں جس طرح دو قبیلوں کے سردار اپنی کمانوں کو ملا کر یہ بتاتے ہیں کہ ایک سے صلح دوسرے سے صلح ہے اور ایک سے جنگ دوسرے سے جنگ ہے اور ایک سے خیانت دوسرے سے خیانت ہے اور ایک سے معاہدہ دوسرے سے معاہدہ ہے اور ایک سے عہد شکنی دوسرے سے عہد شکنی ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ معاملہ واحد ہے۔

اور سورہ النجم کی دسویں آیت کے تحت علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالمشافہ اور بلا واسطہ وحی کی۔

(زاد المسیر: ج:8،ص:67 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے حبیب، اللہ تعالیٰ سے غایت قرب میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ ہیبت طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی لطف و کرم فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ○ (النجم:10)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔

گویا جو ہونا تھا وہ ہوا اور حبیب نے اپنے حبیب سے وہ کہا جو ایک حبیب دوسرے حبیب سے کہتا ہے اور آپ سے وہ راز کی باتیں کیں جو راز ایک حبیب اپنے حبیب سے کہتا ہے پس دونوں نے اس راز کو مخفی رکھا اور ان کے راز و نیاز پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ (روح المعانی: جز: 27، ص: 83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور سورۃ النجم کی آیت نمبر 11 کی تفسیر میں علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو بیداری میں اپنے رب عزوجل کو اپنے سر اقدس کی آنکھوں سے دیکھا۔

محمد بن کعب نے فرمایا:

ہم نے سوال کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! میں نے اپنے رب عزوجل کو اپنے سر کی آنکھوں سے دو بار دیکھا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (النجم: 11) (جامع البیان: جز: 27، ص: 65 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ (تفسیر کبیر: ج: 10، ص: 241 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم ہوں اور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیت حاصل ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ نور ہے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 178)

اور سورۃ النجم کی آیت نمبر 17 کی تفسیر میں علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابن بحر نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کم نہیں ہوئی۔

وما طغی کا معنیٰ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس حق سے متجاوز نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حد سے بڑھی نہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ادراک کرنے سے عاجز نہیں ہوئی اور نہ اس نے تخیل سے واقع کے خلاف زیادہ وہم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دائیں بائیں نہیں ہوئی اور نہ زیادہ ہوئی اور نہ متجاوز ہوئی۔

(زادالمسیر: ج:8،ص:71 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ قونوی حنفی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی: ج:18،ص:281 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جنت اور اس کی زینت کی طرف مڑی اور نہ دوزخ اور اس کے ہولناک عذاب کی طرف گئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ عزوجل کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہے۔

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شب معراج اپنی ذات میں الوہیت کے دلائل کی طرف متوجہ ہوئی نہ اس رات کی عظیم نشانیوں کی طرف ملتفت ہوئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے رب عزوجل کی ذات کا مشاہدہ کرتے رہے اور اپنے رب عزوجل کی صفات کا مطالعہ کرتے رہے۔ (روح المعانی: جز:27،ص:83 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا:

مَا زَاغَ قلب محمد وَمَا طَغٰی

محمد کا قلب نہ بہکا نہ کج ہوا۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آپ کی بصر نہ بہکی اور نہ کج ہوئی۔

اور بصر سر کی آنکھ کو کہتے ہیں اس سے واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں اپنے سر کی آنکھ سے اپنے رب

عزوجل کو دیکھا۔

حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار اپنے رب عزوجل کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی٥

آپ کی بصر ادھر ادھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی بلکہ اسی کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت، دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اسی کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔

(روح البیان: ج:9، ص:269 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے ساتھ ساتھ دیدار بھی کیا جس کا ثبوت درج ذیل احادیث مبارکہ سے ہے۔

حدیث مبارکہ 1:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حتیٰ کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور پھر زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری: ج:2، ص:1120 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حدیث مبارکہ 2:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی طرف نظر سے دیکھا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا:

آیا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نظر سے دیکھا؟

انہوں نے فرمایا:

ہاں! اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ خاص کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کیا اور سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر سے دیکھنے کے ساتھ خاص کیا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 9394)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ نور ہے جس نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 178)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہوتی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سوال کرتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟

انہوں نے کہا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 178)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(در منثور: ج: 7، ص: 569 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دوبار دیکھا ہے ایک بار آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل سے۔

(درمنثور: ج:7،ص:569 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے!

میں نے کہا:

کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (الانعام:103)

آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دوبار دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3279)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا۔

بے شک انہوں نے اس کو دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ کی طرف وہ وحی نازل کی جو اس نے کی پھر وہ دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ (جامع الترمذی: ص:472 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ:9

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میدان عرفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب سے ملاقات کی اور آن سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا۔ کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

میں بنو ہاشم ہوں۔

تو کعب نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار کلام فرمایا اور سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

(جامع ترمذی: ص: 471 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ (مسند احمد: ج: 1 ص: 290 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بے شک سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان: ج: 1 ص: 226 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ (مجمع الزوائد: ج: 1 ص: 78 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک کو دیکھا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا:

حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا؟

انہوں نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کلام کی خصوصیت رکھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے خلیل ہونے کی اور حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیکھنے کی خصوصیت رکھی۔

(مجمع الزوائد: ج: 1 ص: 79 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث مبارکہ:14

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دوبار دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ۔ (مجمع الزوائد: ج: 1 ص: 79 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے خلیل ہونا ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کلام اور سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیدار ہو۔ (مستدرک: ج: 1 ص: 65 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان روایات کو روایت کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ ان مقدس نفوس نے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کو صحیح معنوں میں امت تک پہنچایا لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان روایات کو ذوق وشوق کے ساتھ روایت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

اقوال علماء سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب عزوجل کو دیکھنے پر کثیر علماء کرام کے اقوال ہیں۔

ان علماء کرام میں مالکیہ، حنبلیہ، شافعیہ اور حنفیہ شامل ہیں۔

ان کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

مالکیہ علماء کے اقوال

مالکیہ علماء کے اقوال درج ذیل ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

متقدمین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں۔

مسروق سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا! اے ام المومنین! کیا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے جو شخص بھی تم کو یہ باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا۔ جو شخص بھی یہ کہے کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ اس نے جھوٹ بولا۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز (انعام:103)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

پھر پوری حدیث مبارکہ ذکر کی۔ علماء کرام کی ایک جماعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مشہور قول بھی یہی ہے اس کی مثل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا:

دنیا میں رویت باری ممتنع ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روای ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا۔

اور امام ابو العالیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دو بار دیکھا۔

اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ مختص کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور حضرت

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (النجم: 11 تا 13)

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا تو جو انہوں نے دیکھا تھا تم اس پر جھگڑتے ہو اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابولیث سمرقندی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اُپنے قلب سے دیکھا۔

اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

اور مالک بن یخامر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ملاءِ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ اور یہ حدیث مبارکہ عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ

مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟

انہوں نے کہا:

ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ کا قائل ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا۔

ابو عمر نے کہا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عطاء نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۝ کی تفسیر میں کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارکہ رویت کے لئے کھول دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سینہ کلام کے لئے کھول دیا۔

ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس معجزہ کی مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ (الشفاء: 119 تا 121 مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے اور ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی o (النجم:10)

تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو وحی فرمائی۔

انہوں نے کہا! اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور بعض علماء کرام نے سماع کلام کی نفی کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اس وقت کلام کا سننا جائز اور اس کے یقینی ثبوت کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔ نقاش نے حدیث معراج میں ثُمَّ دَنَا کی تفسیر میں بیان کیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں اس وقت میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام سنا۔ اے محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے دل کو مبارک ہو۔ قریب آؤ، قریب آؤ۔

امام بزار نے روایت کیا ہے کہ

ایک فرشتہ نے کہا:

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

تو پردے سے آواز آئی۔

میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:1 ص:327 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے حقیقتاً دیکھا۔

پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول ہے۔ دوسرا قول حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا ہے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے ہو، کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیئے ہو اور رویت حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہو۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:17، ص:92 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران)

علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی کا قول

علامہ محمد الباقی زرقانی مالکی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

انہوں نے کہا:

ہاں!

علامہ نووی نے کہا:

یہ اکثر علماء کرام کا قول ہے۔

امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

امام نسائی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیئے اور دیدار سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہو۔

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا ہے ایک بار سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث مبارکہ میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے اللہ تعالیٰ کو جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا علم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرمادے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ

میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے۔

انہوں نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے اکبر اور راجح ہے۔

اور نقاش نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مبارکہ کا قائل ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بار بار کہتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا سانس رک گیا۔ (شرح مواہب اللدنیہ: ج:6، ص:116 تا 120 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علماء شافعیہ کے اقوال

علماء شافعیہ کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی کا قول

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیث مبارکہ میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں

دیکھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید میں جس ادراک کی نفی ہے وہ ادراک علیٰ وجہ الاحاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ رویت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔

(الدیباج: ج: 1 ص: 247 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:۔

اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور ان سے مسئلہ میں استفسار کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جا سکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

علامہ معمر بن راشد نے کہا:

اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہا کی روایات رویت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی

حدیث کی بناء پر رویت کا انکار نہیں کیا۔ اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کو قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج (انعام:103)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (شوریٰ:51)

اور اللہ تعالیٰ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- اس آیت کریمہ میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

2- یہ آیت عام مخصوص عند البعض ہے اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے، لیکن حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

3- مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلاواسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ

سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے۔ امام ابوالحسن الواحدی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم تیمی نے یہ کہا: آپ نے دل سے دیدار کیا۔

امام ابوالحسن نے کہا:

اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح رؤیت صحیحہ کے ساتھ

اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔

امام ابوالحسن نے کہا:

اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ انس، عکرمہ، حسن اور ربیع کا قول ہے۔ (شرح طلنواوی: ج: 1 ص: 97 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا قول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں رویت کی نفی کی گئی ہے وہ رویت علیٰ وجہ الاحاطہ ہے۔ نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معرف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ انعام: 103) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (المطففین: 15)

حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن واہی اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (قیامۃ: 22 تا 23)

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپ رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں کہ دونوں وقتوں میں یہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں۔ علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقاء کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث مبارکہ میں ہے۔ جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اگر چہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممتنع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا۔ متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رویت کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں اور ایک جماعت کے نزدیک رویت ثابت ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا ہے۔

کعب احبار، زہری، معمر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے۔ امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؟ اس میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ بعض احادیث مبارکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا اور بعض روایات میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے دیکھا اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو، کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہو اور رویت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اور امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا آیا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔ ہاں!

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار اپنے دل سے دیکھا۔

اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب عزوجل کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے۔

اور اب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نفی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو رویت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے اور رویت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائما علم تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو اس طرح رویت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے رویت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے انہوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو یہ فرمایا کہ حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا۔

خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ

میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

ان کے اس قول کا کیا جواب ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے مسترد کر دیا جائے گا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔ (فتح الباری: ج:8، ص 607 تا 609 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علماء حنبلیہ کے اقوال

علماء حنبلیہ کے اقوال درج ذیل ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی کا قول

حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۪ (انعام:103)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو بار دیکھا ہے۔

نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت کعب کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے میدان عرفات میں ملاقات ہوئی انہوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

ہم بنو ہاشم ہیں۔

کعب نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

اور مسروق نے کہا:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

کیا سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے تھوڑی دیر بعد یہ آیت پڑھی۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ (النجم:18)

بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ مغیبات خمسہ کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں۔ ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے افق کو بھر لیا تھا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور رویت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ
میں نے نور کو دیکھا۔
محمد بن کعب سے روایت ہے کہ:
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے اپنے رب عزوجل کو دو بار اپنے دل سے دیکھا ہے۔
اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ
ہم نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ (تفسیر ابن کثیر: ج:6، ص447 تا 448 مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت)

علماء حنفیہ کے اقوال

علماء حنفیہ کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی کا قول

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دل سے دیکھا۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (النجم)
آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔
امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاص کر لیا اور حضرت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا۔ اس سے مراد رویت بصری ہے نہ کہ رویت قلبی کیونکہ رویت قلبی سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

خلیل ہونا اور ہم کلام ہونا بھی سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل پھر ہم کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت کیسے رہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہر چند کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ پر ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہم کلام ہوا۔ (نسیم الریاض: ج:2، ص:288 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی۔ فاضل ملا امین عمری نے شرح ذات الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآخر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی۔ ایک قول رمضان المبارک کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیس شب کو واقع ہوئی۔ بعض نے کہا جمعہ کی شب کو ہوئی۔ بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی۔ علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔

(روح المعانی: ج:15، ص:7 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب محبوب اپنے رب عز و جل سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ انتہائی

لطف سے پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب، اپنے حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

صوفیاء عظام یہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب ہوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے نہیں ہٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور اس کی زینت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات محویت سے دیکھتے رہے اور مَا طَغٰی o کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے۔

ابو حفص سہروردی نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصرت سے تجاوز نہیں کیا۔

اور سہل بن عبداللہ تستری نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الٰہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے رب عزوجل کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی: ج: 27،ص: 54 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جمہور، محدثین اور فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا۔

علامہ سبکی نے کہا:

اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ مکرمہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ

واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

معراج ربیع الآخر میں ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ

رمضان المبارک میں ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ

شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:2، ص:224 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید راقم ہیں۔

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

امام ابوالحسن الواحدی نے کہا:

ان احادیث مبارکہ میں بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم التیمی نے یہ کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفرق اقوال جمع ہو جاتے ہیں۔

پھر امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ

مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، عکرمہ اور ربیع کا قول ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا یا نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس پر قسم کھاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو الحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟

امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور متکلمین کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا ہے۔ امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے۔ اسی طرح ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ٥ میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئیں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو شرف استجابت عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے۔
جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔
(مرقات: ج:10 ص:349 مطبوعہ مکتب امدادیہ ملتان)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رویت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت باری کا اثبات کرتے ہیں ان میں کیسے موافقت ہو گی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رویت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت قلبی کا اثبات کرتے ہیں اور امام خزیمہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں رویت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ (عمدۃ القاری: ج:19 ص:199 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعتیں متفق ہو گئیں۔ اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں۔

اور علامہ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

اکثر علماء عظام کا مختار یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متعین ہے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ ان کے لئے یہ جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔ ہاں۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ کا مختار یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص:431 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی کا قول

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور مجھے دیدار عطا فرمایا۔ الخ

اور بعض علماء کرام نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (روح البیان: ج:9، ص:222 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی حنفی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ظہور نور کے وقت سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ادھر ادھر ہٹی نہ نور سے متجاوز ہوئی اس کے برخلاف جب کوئی شخص سورج کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر بے اختیار ادھر ادھر ہو جاتی ہے اور آپ نے اتنے عظیم نور کو دیکھا اور آپ کی نظر ادھر ادھر

نہیں ہوئی۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:246، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی قونوی کا قول

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی قونوی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی: ج:18، ص:281، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر قرآنی آیات

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر درج ذیل قرآنی آیات موجود ہیں۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (قیامۃ:22تا23)

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (المطففین:15)

بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

آیت مبارکہ:3

قرآن مجید میں ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ (حم السجدۃ:31)

اور تمہارے لئے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو گے۔

اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینے پر احادیث مبارکہ

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم عنقریب اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو اس طرح کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 554)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط (یونس: 26)

جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لئے اچھی جزاء ہے اور اس سے بھی زیادہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی نداء کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارا ایک وعدہ ہے وہ کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا وہ کہیں گے کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر حجاب کو کھول دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتیوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 561)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اہل جنت کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں، اپنی بیویوں اور اپنی نعمتوں اور اپنے خادموں اور اپنی باندیوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہوگا جو صبح اور شام اس کے چہرے کی زیارت کرے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ o اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ o (القیامۃ:22،23)

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ (سنن الترمذی:رقم الحدیث:2563)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابو بکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سونے کا ہے اور ان لوگوں اور ان کے رب کے دیدار میں صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہے جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہے۔ (صحیح البخاری:رقم الحدیث:4878)

حدیث مبارکہ:5

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب آسمان پر ابر نہ ہو تو کیا تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے؟

ہم نے عرض کیا! نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسی طرح تم کو اس دن اپنے رب عزوجل کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی جس طرح تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ (صحیح البخاری:رقم الحدیث:7439)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب عزوجل کلام فرمائے گا اس شخص کے اور اس کے رب عزوجل کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے رب عزوجل کو دیکھنے سے مانع ہو۔ (صحیح البخاری:رقم الحدیث:7443)

حدیث مبارکہ:7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا میں نے کہا: اے جبرائیل

علیہ السلام! یہ کیا چیز ہے۔ کہا یہ جمعہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتا ہے تا کہ وہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے عید ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے لیے اس عید میں کیا ہے؟

کہا۔

اس دن میں آپ (سب) کے لئے خیر ہے اس دن میں آپ (سب) کے لئے ایک ساعت ہے اس ساعت میں جو شخص بھی اپنے رب عزوجل سے خیر کی دعا کرے گا اور وہ اس کی قسمت میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ خیر عطا فرمائے گا اور اگر وہ خیر اس کی قسمت میں نہ ہو تو اس سے عظیم چیز کو اس کے لئے ذخیرہ کر دے گا یا اس کی قسمت میں جو شر ہو گا اس شر سے اس کو پناہ میں رکھے گا۔

میں نے کہا:

اس آئینہ میں یہ سیاہ نکتہ کیسا ہے؟

انہوں نے کہا:

یہ وہ ساعت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور آخرت میں ہمارے نزدیک اس کا نام یوم المزید ہے۔

میں نے کہا:

تم اس دن کو یوم المزید کس وجہ سے کہتے ہو؟

انہوں نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے جنت میں مشک سے زیادہ خوشبودار ایک سفید وادی بنائی ہے جب جمعۃ المبارک کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کرسی کے گرد نور کے منبر بچھا دیئے جاتے ہیں اور انبیاءکرام علیہم السلام آکر اس کرسی کے گرد بیٹھ جاتے ہیں پھر ان منبروں کے گرد سونے کی کرسیاں بچھا دی جاتی ہیں پھر صدیقین اور شہداء آکر ان کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں پھر اہل جنت آتے ہیں اور ٹیلوں پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ان کا رب عزوجل ان سب پر تجلی فرمائے گا حتیٰ کہ وہ سب اس کے چہرے کی طرف دیکھیں گے۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 4228)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! اپنے علم غیب سے اور مخلوق پر اپنی قدرت سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے اس وقت وفات دینا جب تیرے علم میں میرے لیے

وفات بہتر ہو۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے غیب میں اور شہادت میں تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں اور میں رضا اور غضب میں کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں اور فقر اور غنا میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے ختم نہ ہونے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں اور زائل نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں اور تقدیر واقع ہونے کے بعد اس پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈی زندگی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا اور تجھ سے ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں جو بغیر کسی ضرر اور گمراہ کرنے والے فتنہ کے حاصل ہو۔ اے اللہ عزوجل! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین کر اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1304)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی طرف اور اپنے خادموں کی طرف اور اپنی کنیزوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف صبح اور شام دیکھے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامۃ: 23،22) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3327)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو جنتیں چاندی کی ہیں ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے وہ چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سونے کا ہے اور مسلمانوں اور ان کے رب عزوجل کے دیدار کے درمیان صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہوگی جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہوگی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4880)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: بے شک تم لوگ اپنے رب عزوجل کو بالکل ظاہر دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اپنے رب عزوجل کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی پس اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث: 4729)

حدیث مبارکہ:12

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمارا ربّ عزوجل تجلی فرمائے گا حتیٰ کہ سب اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر سجدے میں گر جائیں گے۔ پھر اللہ سبحانہ فرمائے گا اپنے سر اٹھاؤ کیونکہ یہ دن عبادت کرنے کا دن نہیں ہے۔(سنن دارقطنی: رقم الحدیث:62)

حدیث مبارکہ:13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پس جب حجاب کھول دیا جائے گا تو سب اللہ سبحانہ کی طرف دیکھیں گے سو اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے دیدار سے بڑھ کر زیادہ پسندیدہ کوئی چیز ان کو عطا نہیں کی اور نہ اس سے زیادہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کوئی چیز عطا کی تھی۔(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:187)

حدیث مبارکہ:14

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے رب عزوجل کو دیکھے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! اے ابورزین!

انہوں نے پوچھا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر شخص چاند کو نہیں دیکھتا؟

ہم نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پس اللہ عزوجل تو سب سے زیادہ عظیم ہے۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4731)

ابلیس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے کی پہچان کا پوچھنا

ابلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا آپ علیہ السلام نے یہ کس طرح جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا اس کلام کو میں نے اپنے جسم کے تمام اجزاء اور اعضاء سے سنا تھا۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔

آپ علیہ السلام نے یہ کیسے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے یہ کلام اپنے جسم کے تمام اجزاء اور اعضاء سے سنا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:593 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کلام سننے کی صفت پیدا فرمانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام میں ایک ایسی صفت پیدا کر دی تھی جس سے آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا۔ اور اس کا ادراک کر لیا۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے برگزیدہ فرشتوں کو اپنے کلام کے سننے کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔

استاذ ابو اسحاق نے فرمایا ہے کہ

اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ایک ایسی صفت پیدا کر دی تھی جس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا اور اس کا ادراک کر لیا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:259 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام عزیز سنایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام عزیز سنایا۔

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن سعد بن کلاب نے یہ فرمایا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو ان آوازوں سے سنا جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام میں پیدا کر دیا تھا۔

ابو المعالی نے کہا:

یہ قول مردود ہے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہ طور خلاف عادت اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور یہ آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے اگر یہ بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہونے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام عزیز سنایا اور ان میں یہ علم پیدا کر دیا کہ انہوں نے جو سنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جس

نے ان کو نداء کی اور ان سے کلام کیا وہ اللہ رب العلمین ہے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام اپنے تمام اعضاء اور اجزاء سے سنا ہے اور میں نے اس کلام کو کسی ایک جہت سے نہیں سنا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:260 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام تمام جہات سے سنا تھا؟

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو تمام جہات سے سنا تھا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی سنا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو درخت کے اندر بلا اتحاد اور حلول کے پیدا کر دیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو اسی طرح ہوا میں پیدا کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو اپنی دائیں جانب سے سنا تھا یا تمام جہات سے سنا تھا۔ (روح المعانی: جز:20، ص:110 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

کلیم اللہ فرمانے کی خصوصیت

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو آواز اور حروف کے واسطہ سے سنا تو پھر خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو فرشتہ یا کتاب کی وساطت کے بغیر سنا اور یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد سنا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے لئے واقع نہیں ہوئی۔ باقی رہا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے علم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں علم بدیہی پیدا کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا ان کو معجزہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہرے بھرے درخت سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی اور یہ امر خلاف عادت ہے اور اسی درخت سے بغیر کسی بولنے والے کے آواز آ رہی تھی اور یہ بھی امر خلاف عادت اور معجزہ ہے۔

(روح المعانی: جز:20، ص:111 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

نور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی کوئی طاقت نہ رکھتا تھا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کرلیا تو کوئی شخص آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کرلیا تو کوئی شخص آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا کیونکہ آپ علیہ السلام کے چہرے کو نور نے ڈھانپ رکھا تھا۔

(الوسیط: ج:2،ص:405 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زندگی بھر چہرے پر نقاب ڈالے رکھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کو نور نے ڈھانپ رکھا تھا اس لیے آپ علیہ السلام نے زندگی بھر اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھا۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

اس لیے آپ علیہ السلام نے زندگی بھر اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھا۔(الوسیط: ج:2،ص:405 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

زوجہ محترمہ کا چہرہ اقدس نہ دیکھنے پر عرضی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ جب سے آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا ہے میں نے آپ علیہ السلام کا چہرہ نہیں دیکھا۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

ایک دن آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے کہا جب سے آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا ہے میں نے آپ علیہ السلام کا چہرہ نہیں دیکھا۔(الوسیط: ج:2،ص:405 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

چہرہ اقدس سے نقاب ہٹانے پر سورج کی طرح شعاعیں نکلنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے چہرہ اقدس دیکھنے کی تمنا کی تو آپ علیہ السلام نے اپنے چہرہ اقدس سے نقاب ہٹایا جس سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو آپ علیہ السلام کے چہرے سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں۔(الوسیط: ج:2،ص:405 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

زوجہ محترمہ کا چہرہ اقدس دیکھتے ہی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے جونہی آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا تو انہوں نے فوراً اپنے

چہرے پر ہاتھ رکھ لیے اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر گئیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے فوراً اپنے چہرے پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر گئیں۔

(الوسیط: ج:2، ص:405 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

زوجہ محترمہ کا جنت میں زوجہ بننے کی خواہش کا اظہار کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں آپ علیہ السلام کی زوجہ بنائے۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

اور اس نے کہا آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھی آپ علیہ السلام کی زوجہ بنائے۔

(الوسیط: ج:2، ص:405 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرنا

جب زوجہ محترمہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھی آپ علیہ السلام کی زوجہ بنائے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہیں حاصل ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو کیونکہ جنت میں عورت اپنے آخری شوہر کے پاس رہتی ہے۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تم کو حاصل ہو جائے گا بہ شرطیکہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو کیونکہ جنت میں عورت اپنے آخری شوہر کے پاس رہتی ہے۔ (الوسیط: ج:2، ص:405 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں ازواج ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:53)

تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے۔

☆ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن زید سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے یہ کہا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے فلاں زوجہ کے ساتھ نکاح کرے گا اس بات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمہاری مائیں ہیں اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں سے نکاح کرے۔(جامع البیان: رقم الحدیث: 21840)

حضرت عامر سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں قیلہ بنت الاشعث ایک کنیز تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔

ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا تھا اور ان کو حجاب میں رکھا تھا اور جب یہ اپنی قوم کے ساتھ مرتد ہو گئی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے برأت کا اظہار کر دیا تھا۔(جامع البیان: رقم الحدیث: 21841)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں باقی رہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ان کا نکاح زائل ہو گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ان کا نکاح زائل ہو گیا تو آیا ان پر عدت ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان پر عدت لازم ہے کیونکہ شوہر کی وفات سے بیوی پر عدت واجب ہوتی ہے اور عدت عبادت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر عدت واجب نہیں ہے کیونکہ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بیویاں کسی دوسرے سے نکاح کرنے سے رکی رہتی ہیں اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کا انتظار کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی دوسرے شخص کا نکاح کرنا جائز نہ تھا اور وہ بدستور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات تھیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے ورثاء میرے دینار کو تقسیم نہیں کریں گے میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ ابن عیینہ یہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن معتدات کے حکم میں تھیں کیونکہ ان کے لئے کبھی بھی نکاح کرنا جائز نہیں تھا' اسی لیے ان کا خرچ جاری رہا اور ان کے حجروں کو ان کے لئے باقی رکھا گیا جن میں وہ رہائش رکھتی تھیں۔ (عمدۃ القاری: ج:14، ص:374 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور علامہ ماوردی متوفی 450ھ نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں میری ازواج ہیں وہی آخرت میں میری ازواج ہوں گی۔

(النکت والعیون: ج:14، ص:374 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے سوا میرے سبب اور میرے نسب کے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کبیرہ گناہوں میں سے قرار دیا اور اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:14، ص:208 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تعظیم کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواہ حیات ظاہری میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور عزت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کرنا واجب ہے۔ (البحر المحیط: ج:8، ص:501 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد چالیس دن تک جو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا وہ مر جاتا تھا

اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم کلام ہونے کے بعد چالیس دن تک جو بھی آپ علیہ السلام کی طرف دیکھتا تھا وہ مر جاتا تھا۔

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمان بن معاویہ ابوالحویرث سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر رب العٰلمین کے نور کی چالیس دن تک یہ کیفیت تھی کہ جو بھی آپ علیہ السلام کی طرف دیکھتا تھا وہ مر جاتا تھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:64، ص:42 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر تین دن تک نور نظر آتا رہا

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد تین دن تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور نظر آتا رہا اور جب سے بھی آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا تھا اپنی زوجہ محترمہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد تین دن تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر نور نظر آتا رہا اور جب سے آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا تھا آپ علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:64، ص:87 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کون سا درخت تھا؟

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا جس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پناہ لی تھی میں ایک دن اور ایک رات چلتا رہا حتی کہ صبح کے وقت وہاں پہنچا کیا دیکھتا ہوں وہ ببول کا درخت ہے سرسبز و شاداب ہے، پتوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا اور اپنے اونٹ کو اس کی طرف مائل کیا جبکہ وہ بھوکا تھا اس نے منہ بھر کر اس سے خوراک لی۔ منہ میں گھماتا رہا مگر اسے نگل نہ سکا پھر اس کو پھینک دیا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا پھر میں واپس آگیا۔ (مستدرک، ج:2، ص:630 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی نداء

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت درخت کے پاس پہنچے جبکہ وہ سرسبز و شاداب تھا جبکہ آگ اس میں آ جا رہی تھی وہ آگ لینے کے لئے گئے تو وہ آپ علیہ السلام سے دور ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے تو وادی ایمن کی جانب سے نداء کی گئی کہا درخت کی دائیں جانب سے۔ آپ آواز سے مانوس ہوئے۔ عرض کی۔ تو کہاں ہے تو کہاں ہے؟ کہا گیا میں تیرے اوپر ہوں۔ عرض کی۔ میرا رب عزوجل ہے؟ فرمایا ہاں۔ (درمنثور، ج:5، ص:369 مطبوعہ کراچی)

درخت سے بلند آواز آنا

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کو دیکھا تو وہ تھوڑی دور چلے حتیٰ کہ آگ کے قریب پہنچ کر ٹھہر گئے انہوں نے دیکھا وہ بہت عظیم الشان آگ تھی جو ایک سرسبز درخت کی شاخوں سے بھڑک رہی تھی اور آگ کے بھڑکنے سے درخت جلنے کے بجائے اور زیادہ سرسبز ہو رہا تھا اور اس کا حسن اور زیادہ نکھر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوچا یہ ایسی آگ ہے کہ اس سے انگارے حاصل نہیں کیے جاسکتے وہ وہاں پر حیران کھڑے ہوئے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ میں یہیں پر کھڑا رہوں یا واپس چلا جاؤں وہ اسی کیفیت میں تھے کہ اس درخت سے عمودی شکل میں آسمان کی جانب ایک نور بلند ہوا جو سورج کی شعاع کی مثل تھا اور اس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی وہ اسی خوف اور دہشت کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے کہ درخت سے ایک بلند آواز آئی یا موسیٰ (علیہ السلام)! (کتاب الزہد: ص: 80 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

درخت سے آسمان کی طرف نور کا جانا

امام فخر الدین عمر بن رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ اس درخت سے آسمان کی طرف ایک نور جا رہا ہے اور انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی تو انہوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے پھر جب ان کو ندا کی گئی یا موسیٰ! تو انہوں نے کہا لبیک۔ میں آپ کی آواز تو سن رہا ہوں لیکن آپ کو دیکھ نہیں رہا۔ آپ کہاں ہیں؟ فرمایا! میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے آگے ہوں اور تمہارے پیچھے ہوں اور تم کو محیط ہوں اور تم سے زیادہ قریب ہوں پھر ابلیس نے ان کے دل میں یہ شک ڈالا اور کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کا کلام سن رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیونکہ میں اس کلام کو اپنے اوپر سے اور اپنے نیچے سے اور اپنے دائیں سے اور اپنے بائیں سے سن رہا ہوں جیسا کہ میں اپنے سامنے سے سن رہا ہوں۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ میں اپنے جسم کے تمام اجزاء اور تمام اعضاء سے یہ کلام سن رہا ہوں گویا کہ میرے جسم کا ہر عضو کان ہو گیا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:17 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سننے کے وقت کیفیت

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

جب درخت سے ندا کی گئی اے موسیٰ! تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً جواب دیا لبیک حالانکہ ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ان کو کس نے پکارا ہے لیکن ان کو اس آواز سے انس ہو گیا اس لیے انہوں نے یا رب لبیک کہا۔ انہوں نے کہا میں آپ کی آواز سن رہا ہوں اور میں آپ کی جگہ کو نہیں دیکھ رہا۔ آپ کہاں ہیں؟ فرمایا: میں تمہارے اوپر ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے قریب ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام ان کے رب عزوجل کے سوا اور کسی کا نہیں ہے سو انہوں نے اپنے رب پر یقین کر لیا پس انہوں نے کہا: اے میرے معبود! میں تیرا کلام سن رہا ہوں یا تیرے رسول

کا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں ہی تم سے کلام کر رہا ہوں تم میرے قریب ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کھڑے ہو گئے ان کے کندھے کپکپا رہے تھے۔ ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل مضطرب تھا حتیٰ کہ وہ اس درخت کے قریب کھڑے ہو گئے جس سے نداء آئی تھی۔ (کتاب الزہد: ص:80 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام کو پکارا گیا۔

اے موسیٰ! بے شک میں آپ کا رب عزوجل ہوں لہٰذا آپ اپنے جوتے اتار دیجئے کیونکہ آپ اس وقت مقدس میدان طوی میں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ۝ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

(طٰہٰ: 10 تا 12)

جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا ٹھہرو بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ! بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں سو آپ اپنے جوتے اتار دیجئے۔ بے شک آپ مقدس میدان طوی میں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب تعالیٰ سے کلام کرتے وقت اون کا جبہ پہنے ہوئے ہونا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا اس دن انہوں نے اون کی چادر اور اون کا جبہ پہنا ہوا تھا اور اس کی آستینیں بھی اون کی تھیں اور شلوار بھی اون کی تھی اور ان کی نعلین مردہ گدھے کی اون کی تھی۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1734)

وادی مقدس میں جوتیاں اتارنا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ابو الاحوص نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے ان کے گھر گئے اسی اثناء میں

اذان ہوگئی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں یہ آپ رضی اللہ عنہ کا گھر ہے آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی جوتیاں اتار دیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

کیا یہ وادی مقدس ہے؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہاں۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 11 ص: 94 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کی خبر عطا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے لہٰذا جو بھی آپ کی طرف وحی کی جائے تو اس کو بہ غور سنئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○ (طٰہٰ: 13)

اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے پس وحی کی جائے اس کو بہ غور سنئے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی عبادت کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں لہٰذا آپ میری عبادت کیجئے اور میرے لیے نماز قائم کیجئے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے لہٰذا آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ○ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ○

(طٰہٰ: 14 تا 16)

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد کے لئے نماز قائم کیجئے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے

پس آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

اے موسیٰ (علیہ السلام)! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ○ (طٰہٰ:17)

اور اے موسیٰ! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرا عصا ہے

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اے موسیٰ (علیہ السلام) یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ○ (طٰہٰ:18)

میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں۔

عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس عصا کو زمین پر ڈالو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوسٰى ○ (طٰہٰ:19)

فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو۔

عصا زمین پر ڈالنا اور اس کا سانپ بن کر لہرانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا زمین پر ڈالنے کا حکم ارشاد فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا جونہی زمین پر ڈالا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ (القصص:31)

اور یہ (بھی آواز آئی) کہ اپنا عصا ڈال دیں پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ پیٹھ

پھیر کر چل دیئے اور واپس مڑ کر نہ دیکھا۔

ایک اور مقام پر ہے۔

فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:20)

موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھا۔

سانپ بننے والے عصا کو پکڑنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ قف سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ○ (طٰہٰ:21)

فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ○ (القصص:31)

اے موسیٰ آگے بڑھیے اور خوف زدہ نہ ہوں بے شک آپ مامون رہنے والوں میں سے ہیں۔

ہاتھ کو بغل میں ڈالنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ○ (طٰہٰ:22)

اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے تا کہ ہم آپ کو اپنی بعض بڑی نشانیاں دکھائیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (القصص:32)

آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا باہر نکلے گا اور خوف (دور کرنے) کے لئے اپنے بازو اپنے ساتھ ملا لیں۔

عصا رکھنے کے فوائد کثیرہ

عصا رکھنے کے کثیر فوائد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

میمون بن مہران نے بیان کیا ہے کہ

عصا رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور مومن کی علامت ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں۔

1- یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

2- صلحاء کی زینت ہے۔

3- دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔

4- کمزوروں کا مددگار ہے۔

5- منافقین کے لئے باعث پریشانی ہے۔

6- اور عبادات میں زیادتی کا باعث ہے۔

کہا جاتا ہے کہ

جب مومن کے پاس عصا ہو تو اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے اور جب وہ نماز پڑھے تو اس کے لئے سترہ ہے اور جب وہ تھک جائے تو اس کے لئے قوت ہے۔ حجاج کی ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا:

اے اعرابی تم کہاں سے آرہے ہو؟

اس نے کہا:

جنگل سے آرہا ہوں۔

کہا! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے اس کو میں نماز کے وقت گاڑ لیتا ہوں اور اس کو میں اپنے دشمنوں کے لئے تیار رکھتا ہوں اور اس سے میں اپنے جانوروں کو ہنکاتا ہوں اور اس کی مدد سے میں اپنے سفر میں قوت حاصل کرتا ہوں اور چلتے وقت اس پر اعتماد کرتا ہوں تاکہ لمبے لمبے قدم رکھ سکوں اس کے ساتھ میں نہر میں داخل ہوتا ہوں اور یہ مجھے پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے اس پر میں اپنی چادر ڈال دیتا ہوں تو یہ مجھے دھوپ سے بچاتا ہے اس سے میں دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں اور کتوں سے محفوظ رہتا ہوں اور یہ میرے لیے تلوار اور نیزے کا قائم مقام ہے اس سے میں درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں اور بھی فوائد ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 11، ص 107 تا 108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عصا اٹھایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 494)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں اور ایک نوجوان (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے تھے ہمارے ساتھ نیزہ یا عصا ہوتا تھا اور ہمارے ساتھ ایک مشکیزہ ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مشکیزہ دیتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 500)

فرشتے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ نے فرمایا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ علیہ السلام جہاں تھے وہیں لوٹ آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور اپنے جبہ کے پلو کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔

فرشتہ نے کہا:

یہ بتائیے اگر اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ کپڑا لپیٹنا آپ علیہ السلام کو بچا سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

نہیں! لیکن میں کمزور ہوں۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ کھول کر اس کو سانپ کے منہ میں ڈال دیا تو وہ پھر دوبارہ عصا بن گیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 13، ص: 252 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

خوف دور کرنے کا طریقہ

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص کو بھی کسی چیز سے خوف لاحق ہو اور وہ اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لے تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔

(معالم التنزیل: ج: 3، ص: 534 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: آپ فرعون کی طرف جائیے اس نے بہت سرکشی کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ (طٰہٰ:24)

آپ فرعون کی طرف جائیے اس نے (بہت) سرکشی کی ہے۔

دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب دو معجزے دے کر بھیجا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (القصص:32)

پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں بے شک وہ فاسق لوگ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص کو اپنے ہاتھوں قتل ہونے کا کہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں کہا: اے میرے رب عزوجل! میرے ہاتھ سے ان کا ایک شخص قتل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ (القصص:33)

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں سینہ کھول دینے کا کہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کی۔ اے میرے رب عزوجل! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ ۝ (طٰہٰ:25)

موسیٰ نے کہا! اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔

رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں کام کو آسان بنا دینے کی عرض

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا اے میرے رب عزوجل! میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ۙ (طٰہٰ:26)

اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔

زبان کی گرہ کھول دینے کی عرضی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا اے میرے رب عزوجل! میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۙ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۪ (طٰہٰ:27تا28)

اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو مدد کے لئے رسول بنا دینے کی عرضی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کی کہ اے رب عزوجل! میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لئے رسول بنا دے کہ وہ میری تصدیق کریں گے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ (القصص:34)

اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لئے رسول بنا دے وہ میری تصدیق کریں گے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔

مدد کے لئے وزیر بنا دینے کی عرضی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب عزوجل! میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دے۔ جو میرا بھائی ہارون ہے اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور میرے مقصد میں اس کو میرا شریک کر دے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِی ۙ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ۙ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ۙ (طٰہٰ:29تا32)

اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دے میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور میرے مقصد میں اس کو میرا شریک کر دے۔

بھلائی کا ارادہ کرنے والے کے لئے وزیر

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ

میں نے اپنی پھوپھی سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جو شخص کسی منصب پر فائز ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کے لئے ایک نیک وزیر بنا دیتا ہے اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 4215)

خلیفہ کے لئے دو راز دار

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بناتا ہے اس کے دو راز دار ہوتے ہیں ایک راز دار اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے اور دوسرا راز دار اس کو برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے اور معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معصوم رکھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6611)

دو دو زمین و آسمان میں وزیر

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسمان والوں میں سے بھی میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں میں سے بھی میرے دو وزیر ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے جو دو وزیر ہیں وہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں۔ زمین والوں میں سے جو میرے دو وزیر ہیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (سنن الترمذی برقم الحدیث: 3680)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں تسبیح کرنے کی عرضی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا میرے بھائی کو میرا وزیر بنا دے اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور میرے مقصد میں اس کو میرا شریک فرما دے تا کہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں بے شک تو ہی ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ (طٰہٰ: 29 تا 35)

اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دے میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور

میرے مقصد میں اس کو میرا شریک کردے تا کہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے یاد کریں بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔

زمین وآسمان والے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں

تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور پرندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (النور:41)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اڑنے والے (پرندے) بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتے ہیں ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

کھانے کا تسبیح کرنا

کھانا رب تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے جس پر کثیر احادیث مبارکہ دلیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو ڈرانے والی اشیاء خیال کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پانی کم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس قدر پانی بھی ہے) وہ لے آؤ۔ ہم ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی برکت والے مبارک اور پاک کرنے والے پانی کی طرف آؤ اور بے شک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی جاری ہو رہا تھا اور جس وقت کھانا کھایا جاتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3579)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا طعام لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ طعام تسبیح کر رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اس پیالہ کو قریب رکھو اس نے اس کو قریب رکھا۔

اس نے عرض کیا:

ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ طعام تسبیح کر رہا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ دوسرے شخص کے قریب رکھا اس نے بھی اسی طرح کہا۔

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کو سنادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر اس نے کسی شخص کے پاس تسبیح نہیں پڑھی تو تم سمجھو گے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

حضرت قیس سے روایت ہے کہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک پیالے سے کھانا کھا رہے تھے تو اس پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا۔

حضرت خثیمہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دیگچی میں کھانا کھا رہے تھے کچھ طعام ان کے چہرے پر گرا تو وہ تسبیح کرنے لگا۔

(الخصائص الکبریٰ: ج:2،ص125 تا126 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کنکریوں کا تسبیح کرنا

کنکریاں بھی رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

سوید بن یزید سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلا بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اس کو غنیمت جانا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا انہوں نے کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کلمہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ تنہائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کچھ حاصل کروں۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اے ابوذر رضی اللہ عنہ تم کس لیے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اے عمر رضی اللہ عنہ! تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے بھی کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اے عثمان رضی اللہ عنہ! تم کس لیے آئے ہو۔ انہوں نے کہا! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2414)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ (معجم الاوسط: 1265)

سواریوں کا تسبیح کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنیوں اور سواریوں پر سواروں کو دیکھ کر فرمایا: سلامتی کے ساتھ سواریوں پر سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور راستوں اور بازاروں میں اپنی سواریوں کو باتیں کرنے کی کرسیاں نہ بناؤ۔ سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہیں اور ان سے عمدہ اور افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 15566)

چیونٹیوں کا تسبیح کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلانے کا حکم دیا تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ آپ کو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والی پوری مخلوق کو ہلاک کر ڈالا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 4870)

سرسبز درخت کی تسبیح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے کسی باغ سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو ایسے انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو قبروں میں عذاب ہورہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو قبروں میں عذاب ہورہا ہے اور کسی ایسی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ پھر ارشاد فرمایا: کیوں نہیں ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں تب تک یہ دونوں ٹکڑے تسبیح کرتے رہیں گے اور مسند ابوداؤد والطیالسی میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر ایک ٹکڑا اور دوسری قبر پر دوسرا ٹکڑا رکھ دیا پھر ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے ان دونوں ٹکڑوں میں نمی رہے گی یا ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔ ہمارے علماء کرام نے کہا اس حدیث مبارکہ سے درخت کو گاڑنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور قبر کے پاس قرآن پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جب درخت کی وجہ سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کیوں نہیں ہوگی۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ میت کو جو ہدیہ کیا جائے اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:10 ص:240 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ ہر چیز جس میں درختوں کی نمی ہو اس کو قبر پر رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن بلکہ اس سے تخفیف کا ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ (فتح الباری: ج:1 ص:320 مطبوعہ لاہور)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی اور قرآن مجید میں جو ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر زندہ چیز تسبیح کرتی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا ہی اس کی تسبیح ہے محققین یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث

مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے اس کو ماننا ضروری ہے اور اس حدیث کی بناء پر علماء کرام نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی معلوم ہوتی ہے جیسے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں۔ اس کی وجہ کا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے۔ رسل ملائکہ میں سے صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:117 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر)

سبحان اللہ و بحمدہ ہر چیز کی نماز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے تھا جس کے ریشمی کف اور ریشمی بٹن تھے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا۔ تمہارے پیغمبر کا یہ ارادہ ہے کہ وہ چرواہوں کو سرفراز کرے اور سرداروں کو سرنگوں کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور اس کا جبہ کھینچتے ہوئے فرمایا: کیا میں تجھے جانوروں کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھ رہا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا میں تمہیں بہ طور وصیت کے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تم کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور تم کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو اگر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لا الٰہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ایک حلقہ بنا دیا جائے اور ان پر لا الٰہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو وہ ان کو پاش پاش کر دے گا اور میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ سبحان اللہ و بحمدہ پڑھا کرو کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کے سبب سے ہر ایک چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد، رقم الحدیث: 6583)

تسبیح کی اقسام

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی کئی اقسام ہیں اس کی ذات کی عیوب سے برأت بیان کرنا، اس کی صفات کی عیوب سے برأت بیان

کرنا، اس کے افعال کی عیوب سے برأت بیان کرنا، اس کے اسماء کی عیوب سے برأت بیان کرنا اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت بیان کرنا۔

اس کی ذات کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے اور اس کی ذات امکان اور حدوث کے عیب سے بری ہے اور اس کی ذات واحد ہے اور وہ شرکت اور کثرت کے عیب سے بری ہے کیونکہ اگر واجب الوجود متعدد ہوں تو ان میں نفس وجوب مشترک ہوگا اور کوئی امر ممیز ہوگا اور جو چیز دو چیزوں سے مرکب ہو وہ ممکن اور حادث ہوتی ہے واجب اور قدیم نہیں ہوتی۔

اور اس کی صفات کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ جہل کے عیب سے بری ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور عجز کے عیب سے بری ہے۔

اور اس کے افعال کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ جس فعل کا ارادہ کرے اس کو کر گزرتا ہے اس کے افعال زمان پر موقوف ہیں نہ مکان پر، مادے پر نہ اس کی استعداد پر وہ کسی چیز کے متعلق فرماتا ہے "ہو" سو وہ ہو جاتی ہے۔

اس کے اسماء کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کے تمام اسماء حسنیٰ ہیں اور اس کے اوپر کسی ایسے اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے جس میں کسی وجہ سے نقص اور عیب ہو بلکہ اس پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا ذکر قرآن اور احادیث مبارکہ میں آ گیا ہو اور محض اپنی عقل سے اس پر کسی اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کا ہر حکم کسی حسن، خوبی اور مصلحت پر مبنی ہے اس کا کوئی حکم عبث اور بے فائدہ نہیں اور یہ محض اس کا فضل اور احسان ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج:10، ص:441 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال پورا فرما دینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب عزوجل! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دے میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور میرے مقصد میں اس کو میرا شریک کر دے تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے تو اس عرضی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ○ (طٰہٰ:36)

فرمایا! اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احسانات یاد دلانا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام عرض گزاریوں کو پورا کرنے کا قول فرما دیا تو ساتھ احسانات یاد دلاتے

ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! ہم نے اس سے پہلے بھی ایک بار آپ پر احسان فرمایا تھا جب ہم نے آپ کی والدہ کی جانب وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف کی جارہی ہے کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے گا اور میں نے آپ کے اوپر اپنی جانب سے محبت ڈال دی تا کہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے جب آپ کی بہن جارہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ میں تمہاری اس جانب رہنمائی کروں جو اس بچہ کی پرورش کرے پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی سو آپ کئی سال مدین میں رہے پھر اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ اللہ تعالیٰ کے مقررہ وقت پر آ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ۝ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۝ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ۝ (طٰہٰ: 37 تا 40)

بے شک (اس سے پہلے بھی) ہم نے ایک بار اور آپ پر احسان فرمایا تھا جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف کی جارہی ہے کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے اس کو میرا اور اس کا دشمن لے لے گا اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تا کہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے جب آپ کی بہن جارہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی کیا میں تمہاری اس کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی پرورش کرے پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی سو آپ کئی سال اہل مدین میں رہے پھر اے موسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے مقررہ وقت پر آ گئے۔

رب تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاص اپنے لیے چن لینا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۝ (طٰہٰ: 41)

اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا۔

دونوں بھائیوں کو فرعون کی طرف جانے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ○ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى○ (طٰہٰ:42تا43)

آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی سے بات کرنے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: جب آپ دونوں وہاں جائیں تو اس سے نرمی سے بات کریں یہ امید رکھتے ہوئے وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى○ (طٰہٰ:44)

آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔

رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں فرعون کے زیادتی اور سرکشی کرنے کا عرض کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں اس سے نرمی سے بات کریں تا کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے تو دونوں بھائیوں نے کہا: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى○ (طٰہٰ:45)

ان دونوں نے کہا! اے ہمارے رب! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔

رب تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ ہونے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى○ (طٰہٰ:46)

فرمایا تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

رب تعالیٰ کا رسول ہونے اور بنی اسرائیل کو ساتھ بھیجنے کا فرعون کو جا کر کہنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: فرعون کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ ہم تیرے رب عزوجل کے رسول ہیں لہٰذا تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو اور ان کو اذیت مت دو بے شک ہم تیرے رب عزوجل کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں۔ اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ○ (طٰہٰ:47)

سو اس کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو ایذاء نہ دے بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

جھٹلانے پر عذاب نازل کرنے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: فرعون کے پاس جا کر کہو بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس پر عذاب ہو گا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ (طٰہٰ:48)

بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس پر عذاب ہو گا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا فرمانے کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے پس وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○ (القصص:35)

فرمایا ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے سو وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب

رہیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس جاتے وقت اون کالباس پہنے ہوئے ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس گئے تو اون کالباس پہنا ہوا تھا جو آپ علیہ السلام کی گردن سے اوپر تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو وہ اون کالباس پہنے ہوئے تھے جو آپ علیہ السلام کی گردن سے اوپر تھا۔

(درمنثور: ج:3، ص:339 مطبوعہ کراچی)

فرعون سے اندر آنے کی اجازت لی گئی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لے گئے تو فرعون سے آپ علیہ السلام کے اندر آنے کی اجازت لی گئی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعون سے آپ علیہ السلام کے اندر آنے کی اجازت لی گئی۔ (درمنثور: ج:3، ص:339 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا اجازت دینا

جب فرعون سے اجازت لی گئی تو اس نے اجازت دے دی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

تو اس نے کہا آپ علیہ السلام کو لے آؤ۔ (درمنثور: ج:3، ص:339 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اندر تشریف لے جانا

جب فرعون نے اندر آنے کی اجازت دے دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے۔ (درمنثور: ج:3، ص:339 مطبوعہ کراچی)

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خود کو رب العالمین کی طرف سے رسول فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جا کر ارشاد فرمایا اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

قرآن مجید میں ہے

وَقَالَ مُوسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الاعراف:104)

اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

فرعون کا کہنا اے موسیٰ (علیہ السلام) تمہارا رب کون ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے ارشاد فرمایا: میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں تو فرعون نے کہا: اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی ○ (طٰہٰ:49)

اس نے کہا! پھر تم دونوں کا رب کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب تعالیٰ ہونے کی گواہی دینا

جب فرعون نے کہا تمہارا رب کون ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہمارا رب عزوجل وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا فرمائی پھر ہدایت عطا فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ○ (طٰہٰ:50)

موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا فرمائی پھر ہدایت عطا فرمائی۔

فرعون کا کہنا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ ہمارا رب عزوجل وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا فرمائی پھر ہدایت عطا فرمائی تو فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ○ (طٰہٰ:51)

فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا

جب فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کا علم میرے رب عزوجل کے پاس لوح محفوظ میں ہے میرا رب عزوجل نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لئے زمین میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کیے کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ۝ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ۝ (طٰہٰ:52تا54)

موسیٰ نے کہا! اس کا علم میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لئے زمین میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کیے کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

فرعون کا اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کا کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے رب عزوجل ہونے کی بات فرعون سے کی تو اس نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو کہا میں اپنے علاوہ تمہارے لیے اور کوئی معبود نہیں جانتا لہٰذا اس کو پکڑ لو۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو وہ اون کا ایسا لباس پہنے ہوئے تھے جو ان کی گردن سے اوپر تک تھا فرعون سے آپ علیہ السلام کے اندر آنے کی اجازت لی گئی تو اس نے کہا آپ علیہ السلام کو لے آؤ۔ آپ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا! بلاشبہ میرے رب تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے تو اس نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو کہا میں اپنے سوا تمہارے لیے اور کوئی نہیں جانتا اسے پکڑ لو۔ الخ (درمنثور: ج:3، ص:339 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا میں تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

حَقِیْقٌ عَلٰۤی اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الاعراف:105)

میرا یہ منصب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو بنی اسرائیل ساتھ بھیج دینے کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا میں تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا

ہوں لہٰذا اے فرعون تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ o (الاعراف:105)

سو (اے فرعون) تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دلیل پیش کرنے کا کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے تو اس نے کہا: اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o (الاعراف:106)

فرعون نے کہا: اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ڈالنا اور اس کا اژدھا بن جانا

جب فرعون نے کہا: اگر آپ کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ جیتا جاگتا اژدھا ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ o (الاعراف:107)

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا پس وہ اچانک جیتا جاگتا اژدھا بن گیا۔

ہاتھ کا بغل سے نکال کر روشن دکھانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دوسری یہ نشانی دکھائی کہ اپنا ہاتھ بغل میں ڈالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے روشن ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ o (الاعراف:108)

اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے روشن ہو گیا۔

اژدھا کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع

اژدھا کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع (ساٹھ فٹ) کا فاصلہ تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس (اژدھا) کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع (ساٹھ فٹ) کا فاصلہ تھا۔

(جامع البیان: ج: 6، ص: 20 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اژدھا کا فرعون کی طرف دوڑنا اور اس کا تخت کے نیچے گھس جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارکہ کو ڈالا تو وہ بڑا اژدھا بن گیا جو اپنا منہ کھولے ہوئے فرعون کی جانب دوڑ رہا تھا جب فرعون نے دیکھا کہ وہ اژدھا اس کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے تو وہ تخت کے اندر گھس گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا جو اپنا منہ کھولے ہوئے فرعون کی طرف دوڑ رہا تھا جب فرعون نے دیکھا کہ وہ اژدھا اس کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے تو وہ تخت کے اندر گھس گیا۔

(جامع البیان: ج: 6، ص: 20 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اژدھا کے روک دینے کی فریاد

جب فرعون نے دیکھا کہ اژدھا میری طرف دوڑ رہا ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اس کو روک لے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اس کو روک لے سو انہوں نے اس کو روک لیا۔

(جامع البیان: ج: 6، ص: 20 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا کو روک لینا

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اژدھا کے روکنے کی فریاد کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو روک لیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

سو انہوں نے اس کو روک لیا۔ (جامع البیان: ج: 6، ص: 20 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اژدھا کا زمین سے ایک میل بلند ہونا

اژدھا زمین سے تقریباً ایک میل بلند تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال دار اژدھا ہو گیا اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا۔ وہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور وہ زمین سے تقریباً ایک میل بلند تھا۔

(روح المعانی: ج: 9، ص: 20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اژدھا کا ایک جبڑا زمین پر دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا

اژدھا کا ایک جبڑا زمین کے اوپر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا جبڑا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کے دست جاری ہونا

اژدھا فرعون کو پکڑنے کے لئے دوڑا جس کی وجہ سے فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا اس حال میں کہ اس کے دست جاری تھے۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

وہ فرعون کے پکڑنے کے لئے دوڑا فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا اس حال میں کہ اس کے دست جاری تھے۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کے ایک دن میں چار سو دست جاری ہوئے

اژدھا کے خوف کی وجہ سے فرعون کے ایک دن میں چار سو دست جاری ہوئے۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کو اژدھا کے ڈر کی وجہ سے بیماری پیدا ہوئی جو تادم مرگ رہی

فرعون کو اژدھا کے ڈر کی وجہ سے بیماری پیدا ہوئی جو مرتے دم تک دور نہ ہو سکی۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ اس کے پیٹ میں بیماری ہو گئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اژدھا کا فرعون کے جبہ کو داڑھوں میں پکڑ لینا

اژدھا نے فرعون کے جبہ کو اپنی داڑھوں میں پکڑ لیا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ

فرعون کا جبہ اس نے اپنی داڑھوں میں پکڑ لیا۔ (روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لوگوں میں بھگدڑ مچنے کی وجہ سے پچیس ہزار آدمی رش میں مارے گئے

جب اس اژدھا نے لوگوں پر حملہ کیا تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور پچیس ہزار آدمی رش میں مارے گئے۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس نے لوگوں پر حملہ کیا تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور پچیس ہزار آدمی رش میں مارے گئے۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا رب تعالیٰ کی قسم دے کر اژدھے کو پکڑنے کا کہنا

جب فرعون نے دیکھا کہ یہ اژدھا ہمارا کچھ بھی باقی نہیں بچائے گا تو اس نے چیخ مار کر کہا: اے موسیٰ علیہ السلام میں آپ علیہ السلام کو اس ذات کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے آپ علیہ السلام کو بھیجا ہے آپ علیہ السلام اس اژدھے کو پکڑ لو۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا ایمان لے آنے کا وعدہ

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔ (روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا بنی اسرائیل کو ساتھ بھیج دینے کا وعدہ

فرعون نے ایمان لانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی وعدہ کیا میں آپ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دوں گا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا۔ (روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا کو پکڑ لینا اور دوبارہ عصا بن جانا

جب فرعون نے طرح طرح کے وعدے کیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑ لیا اور وہ دوبارہ عصا بن گیا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدھے کو پکڑ لیا تو وہ پھر عصا بن گیا۔

(روح المعانی: ج:9،ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عصا ہی دابۃ الارض تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہی دابۃ الارض تھا۔ (درمنثور: ج:3، ص:340 مطبوعہ کراچی)

وہ شہر کی مثل بڑا اژدھا بن گیا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

معمر کا قول ہے کہ کسی اور نے کہا کہ وہ شہر کی مثل بڑا سانپ بن گیا۔

(جامع البیان: ج:9، ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وہ زرد رنگ کا اژدھا بن گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ زرد رنگ کا مذکر سانپ بن گیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:340 مطبوعہ کراچی)

نر اژدھا تھا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ اژدھوں میں نر اژدھا تھا اپنا منہ کھولے ہوئے تھا اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر اور اوپر والا جبڑا محل کی فصیل پر رکھے ہوئے تھا پھر وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اس کو پکڑ لے جب فرعون نے اس کو دیکھا تو وہ اس سے انتہائی خوفزدہ ہوا اور اچھل پڑا اور اس نے ایسی بات کہی جو اس سے قبل کبھی نہیں کہی تھی وہ زور سے پکارنے لگا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اس کو پکڑ لو میں تجھ پر ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دوں گا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا تو وہ عصا بن گیا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ید بیضاء کے نور سے آسمان وزمین کی ہر چیز روشن ہوگئی

ید بیضاء کے نور کی وجہ سے آسمان اور زمین کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس (ید بیضاء کے) نور کی وجہ سے آسمان اور زمین کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی۔

(روح المعانی: ج:9، ص:21 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اژدھا کے خوف سے دست آنے سے پہلے فرعون کو چالیس دن میں ایک بار پاخانہ کی حاجت ہوتی تھی

فرعون کو اژدھے کے خوف کی وجہ سے اس دن چار سو گز آئے پھر فرعون کو ڈوبتے وقت تک دستوں کا مرض رہا اس سے

پہلے اس کو چالیس دن میں ایک بار پاخانہ کی حاجت ہوتی تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ (اژدھا) اسی ہاتھ لمبا سانپ تھا، جب اس نے منہ پھاڑا تو اس کا نچلا ہونٹ زمین پر تھا اور اوپر والا ہونٹ فرعون کے محل کی چوٹی رپ تھا دونوں ہونٹوں میں اسی ہاتھ کا فاصلہ تھا، پیلے رنگ کا تھا اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اس طرح فرعون کی طرف چلا فرعون گوز مارتا بھاگا اس دن اسے چار سو گوز آئے پھر ڈوبتے وقت تک فرعون کو دستوں کا مرض رہا اس سے پہلے اسے چالیس دن میں ایک بار پاخانہ کی حاجت ہوتی تھی لوگوں میں اس قدر بھگدڑ مچی کہ کئی ہزار آدمی کچلے گئے۔ فرعون چیخا کہ اے موسیٰ علیہ السلام مجھے بچاؤ، میں تم پر ایمان لاؤں گا بنی اسرائیل کو آزاد کروں گا تب آپ نے اس کو پکڑ کر اٹھایا تو ویسی ہی لاٹھی تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:9،ص:66 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

قوم فرعون کے سرداروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہنا

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا موسیٰ (علیہ السلام) تو بہت ماہر جادوگر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ (الاعراف:109)

قوم فرعون کے سرداروں نے (آپس میں) کہا یقیناً یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماہر جادوگر کہنا

فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا بے شک یہ ضرور کوئی ماہر جادوگر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ (الشعراء:34)

فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا بے شک یہ ضرور کوئی ماہر جادوگر ہے۔

فرعون کا اپنی قوم کو کہنا یہ اپنے جادو کے ذریعے تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے

فرعون نے اپنی قوم سے کہا یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے یہ اپنے جادو کے ذریعے تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ (الشعراء:35)

یہ اپنے جادو کے ذریعے تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔

سحر کی تعریفات

سحر کی تعریفات کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: سحر کا اطلاق چند معانی پر کیا جاتا ہے۔

1- دھوکہ دہی، نظر بندی۔

قرآن مجید میں ہے:

سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ (الاعراف:116)

2- شیطان کے تقرب اور اس کی مدد سے اپنا مقصد پورا کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلٰـكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرہ:102)

لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے تھے۔

3- سحر اس فعل کا نام ہے جس کی قوت اور تاثیر سے اشیاء کی صورتیں اور حقیقتیں بدل جاتی ہیں سو ساحر انسان کو گدھا بنا دیتا ہے۔ محصلین کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

4- جس کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (سبا:43)

یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے۔

یعنی اس کلام کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہے۔

سحر اور سحرۃ اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کی ظلمت دن ضوء اور روشنی سے مختلط ہوتی ہے۔

(المفردات ج:1 ص:299 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی کا قول

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ فعل جس کا ماخذ غامض اور دقیق ہو اور اس کا سبب مخفی ہو اس کو سحر کہتے ہیں۔

(القاموس المحیط ج:2 ص:66 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد طاہر پٹنی کا قول

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

انسان اس وقت تک سحر میں مہارت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی شر کے ساتھ مناسبت نہ ہو۔ اہل سنت کا مذہب

یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب انسان جادو کے مخصوص کلمات بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہے وہ اس وقت غیر معمولی امور کر دیتا ہے یا وہ ایسے بعض اجسام یا قوی امتزاج سے چیزیں بناتا ہے جن کو ساحر ہی جانتا ہے کیونکہ بعض زہر قاتل ہوتے ہیں اور بعض زہریلی اشیاء بیمار کر دیتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں۔

(مجمع بحار الانوار: ج:3 ص:47 مطبوعہ مکتبۃ دار الایمان: مدینہ منورہ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

سحر وہ غیر معمولی اور خلاف عادت کام ہے جس کو حاصل کرنے میں برے کام کر کے شیطان کے تقرب سے مدد حاصل کی جاتی ہے خواہ وہ برے کام زبان سے کیے جائیں جیسے منتر جن میں شرکیہ الفاظ ہوں اور شیطان کا تعریف کی جائے یا وہ برے کام دیگر اعضاء سے کیے جائیں جیسے ستاروں کی عبادت کرنا اور کسی کا نقصان کرنا اور دیگر فسق و فجور کے کام یا وہ برے کام اعتقاد سے کیے جائیں مثلاً ان کاموں کو اچھا اعتقاد کرنا جن سے شیطان کا تقرب اور اس کی محبت حاصل ہوتی ہے اور وہی شخص سحر کر سکتا ہے جو شر اور نفس کی خباثت میں شیطان کے مناسب ہو کیونکہ تعاون اور مدد کے لئے مناسبت شرط ہے پس جس طرح سے فرشتے صرف نیک انسانوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ان ہی پر فیضان کرتے ہیں جو دائمی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے میں فرشتوں کے مشابہ ہوں اسی طرح شیاطین بھی ان ہی فساق اور فجار کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو قول، فعل اور اعتقاد کی خباثت اور نجاست میں شیاطین کے مشابہ ہوں اور ہماری اس تعریف سے ساحر نبی اور ولی سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

(روح المعانی: جز:1 ص:534 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی کا قول

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

سحر سے مراد وہ کام ہے جس کو حاصل کرنے میں شیطان سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور وہی انسان اس مقصد کو حاصل کر سکتا ہے جو شر اور نفس کے خبث میں شیطان کے مناسب ہو کیونکہ کسی سے تعاون حاصل کرنے میں یہ شرط ہے کہ دونوں میں مناسبت ہو اور اسی قید سے ساحر نبی اور ولی سے ممتاز ہو جاتا ہے اور بعض حیرت ناک اور تعجب خیز کام جو شعبدہ بازی سے آلات دوائیوں اور ہاتھ کی صفائی اور کرتبوں سے کیے جاتے ہیں وہ مذموم نہیں ہیں ان کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ ان کا ماخذ غامض اور دقیق ہوتا ہے اور ان کا سبب مخفی ہوتا ہے۔ (انوار التنزیل: ج:2 ص:347 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

سحر اور کرامت میں فرق

علامہ عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری لکھتے ہیں۔

1۔ سحر خبیث اور فاسق شخص سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت اس نیک مسلمان سے ظاہر ہوتی ہے جو دائماً عبادت کرتا ہو اور

برے کاموں سے بچتا ہو۔

2-سحر چند مخصوص برے کاموں کا نام ہے اور کرامت کے مخصوص اعمال نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور دائما شریعت کی اتباع سے ظاہر ہوتی ہے۔

3-سحر صرف تعلیم اور تعلم سے حاصل ہوتا ہے اور کرامت اس طرح نہیں ہے بلکہ کرامت وہبی ہے اور محض اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

4-سحر طلب کرنے والوں کے مطالب کے موافق نہیں ہوتا بلکہ معین اور محدود مطالب کے ساتھ مخصوص ہے اور کرامت طلب کرنے والوں کے مطالب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس کے مخصوص مطالب نہیں ہیں۔

5-سحر مخصوص وقتوں، مخصوص جگہوں اور مخصوص شرائط سے ہوتا ہے اور کرامت کے لئے کسی وقت کسی جگہ اور کوئی شرط ضروری نہیں ہے۔

6-ساحر کو کبھی دوسرا ساحر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے چیلنج کرتا ہے اور کرامت میں ایک ولی دوسرے ولی کو چیلنج نہیں کرتا۔

7-سحر بغیر کوشش اور سخت جدوجہد کے حاصل نہیں ہوتا اور کرامت خواہ ہزار بار حاصل ہو اس کے لئے کوشش نہیں کرنی پڑتی۔

8-ساحر فاسقوں کے کام کرتا ہے اور ناپاک رہتا ہے بعض اوقات غسل جنابت بھی نہیں کرتا، استنجاء نہیں کرتا، ناپاک کپڑے نہیں دھوتا کیونکہ ناپاکی اور نجاست کی جادو کے ظہور میں بہت تاثیر ہوتی ہے یہ اس کی ظاہری نجاست ہے اور اس کی باطنی نجاست کفر ہے اس کے برخلاف ولی کا ظاہر اور باطن پاک اور صاف ہوتا ہے۔

9-ساحر خلاف شرع کاموں کا حکم دیتا ہے اور ولی شریعت کے موافق کاموں کا حکم دیتا ہے۔

ہم نے سحر اور کرامت میں جو فرق بیان کیے ہیں ان ہی سے سحر اور معجزہ میں بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

(دستور العلماء، ج:2، ص:120 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سحر کے واقع ہونے کے دلائل

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

سحر ایک خلاف عادت کام ہے جو کسی شریر اور فاسق شخص سے اعمال مخصوصہ کے ذریعہ صادر ہوتا ہے اور یہ اہل حق کے نزدیک عقلاً جائز ہے اور قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ

بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:102)

لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ علم جو ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر بابل میں نازل کیا گیا اور وہ (فرشتے) کسی کو اس وقت تک وہ علم نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں سو تم کفر نہ کرو پس لوگ ان سے وہ علم سیکھتے جس کے ذریعہ وہ خاوند اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں یہ خبر دی ہے کہ جادو حقیقتاً ثابت ہے اور وہ محض نظر بندی اور ملمع کاری نہیں ہے اور موثر اور خالق حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ (الفلق:4)

(اور میں) گرہ (باندھ کران) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی پناہ مانگتا ہوں)

اس آیت کریمہ میں جادوگروں کی شرارت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جادوگر منتر پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے ہیں اور گرہ باندھتے جاتے ہیں عموماً جس پر جادو کرنا ہوتا ہے اس کے بال یا کوئی چیز حاصل کر کے یہ عمل کیا جاتا ہے اگر جادو ایک ثابت شدہ حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے کا کیوں حکم دیتا۔ اور جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الفلق اس وقت نازل ہوئی جب لبید بن اعصم یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن بیمار رہے۔

اسی طرح روایت ہے کہ

ایک باندی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جادو کیا اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر جادو کیا گیا پھر لوہا گرم کر کے ان کے ہاتھ پر داغ لگایا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

اگر جادو کرنا ممکن ہوتا تو کفار تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین پر جادو کر دیتے تا کہ ان کو ملک عظیم حاصل ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنا کس طرح صحیح ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:67)

اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ۝ (طٰہٰ:69)

اور ساحر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا۔

اور کافر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ عیب لگاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے حالانکہ یہ قطعی بات ہے کہ وہ جھوٹے تھے۔

ہم پہلے اعتراض کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ

جادو ہر دور اور زمانے میں نہیں پایا گیا اور نہ ہر خطہ اور ہر جگہ میں پایا گیا ہے۔

ہم دوسرے اعتراض کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ ہیں کہ لوگ ان کو ہلاک کر دیں یا آپ کی نبوت میں خلل ڈالیں اور اس بات سے محفوظ نہیں ہیں کہ لوگ آپ کو ضرر پہنچائیں یا آپ کے جسم میں کوئی تکلیف پہنچائیں اور کفار نے جو کہا تھا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو سے آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے کیونکہ آپ نے ان کے دین کو ترک کر دیا تھا۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:66)

موسیٰ کو یہ خیال آنے لگا کہ ان کے جادو کے زور سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ محض تخیل اور ملمع کاری ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ

ہوسکتا ہے کہ ان کا سحر ہی تخیل ہو اور ان کے سحر کا تخیل ہونا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ فی نفسہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(شرح المقاصد: ج:5، ص79 تا 81 مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران)

سحر کا شرعی حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے کام ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا

2- جادو کرنا

3- جس کو قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا

4- سود کھانا

5-یتیم کا مال کھانا

6-میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا

7-اور مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح البخاری: ج: 1 ص: 388 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں اہل علم کا اتفاق ہے جادو کے سیکھنے اور جادو کے عمل کی وجہ سے جادوگر کی تکفیر کی جائے گی خواہ وہ جادو کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس کے مباح ہونے کا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عراف، کاہن اور جادوگر کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ ان کے افعال پر ان سے توبہ طلب کی جائے کیونکہ میرے نزدیک وہ حکماً مرتد ہیں اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔

راوی نے پوچھا! اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا؟

تو فرمایا: نہیں! بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے۔

راوی نے پوچھا! اس کو قتل کیوں نہیں کیا جائے گا؟

ارشاد فرمایا:

جب تک وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کی توبہ اور رجوع کی توقع ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ جادوگر کافر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

سلیمان نے کفر نہیں کیا۔

یعنی انہوں نے جادو نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی تکفیر کی جائے۔

اور فرشتوں نے کہا:

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

ہم تو محض آزمائش ہیں تم تو جادو سیکھ کر کفر نہ کرو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جادو کرنا کفر ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جادوگر کافر ہے۔

1-حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 2-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

3-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، 4-حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

5-حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 6-حضرت حبیب بن کعب رضی اللہ عنہ

اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ

جادوگر کو بہ طور حد کے قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمان کو قتل کرنا صرف تین وجہوں سے جائز ہے۔

1-ایمان لانے کے بعد کفر کرے۔

2-شادی کرنے کے بعد زنا کرے۔

3-یا ناحق قتل کرے۔

جادوگر نے اس میں کوئی کام نہیں کیا اس لیے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جادو کرنا بھی ارتداد ہے۔

نیز حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

جادوگر کی حد اس کو تلوار سے مارنا ہے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہر جادوگر کو قتل کردو۔ (المغنی: ج:9،ص:34 تا 36 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ مرداوی حنبلی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

جادوگر کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا یہی مذہب ہے اور یہی جمہور اصحاب کا نظریہ ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ

اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور جو شخص دواؤں اور دھوئیں سے شعبدہ بازی کرتا ہو اس کو صرف تعزیر دی جائے گی۔

(الانصاف: ج:10،ص:350 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سات ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کیا ہے۔ اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے۔ اگر جادو کرنے والے کے قول یا فعل میں کوئی چیز کفر کی مقتضی ہو تو جادو کرنا کفر ہے ورنہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے اسی طرح جادو کے سیکھنے یا سکھانے میں کوئی قول یا فعل کفر کا مقتضی ہو تو کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔

ہمارے نزدیک جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ

جادو کا سیکھنا جائز ہے تا کہ انسان کو جادو کی معرفت ہو اور وہ جادو کے ضرر سے بچ سکے اور جادوگر کا رد کر سکے اور ان کے نزدیک جادو کی ممانعت جادو کرنے پر محمول ہے جادو سیکھنے پر نہیں۔ (شرح مسلم: ج:1 ص:65 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔

علامہ دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جادو کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ وہ کلام ہے جس میں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کی طرف حوادث کائنات کو منسوب کیا جاتا ہے۔

امام رضی کا یہ قول ہے کہ

جادو کا سیکھنا اور سکھانا کفر ہے خواہ اس سے جادو کا عمل نہ کیا جائے کیونکہ شیطان کی تعظیم کرنا اور حوادث کی نسبت اس کی طرف کرنا یہ ایسا کام ہے کہ کوئی عاقل مسلمان یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ فعل کفر نہیں ہے اگر جادو کا توڑ اسی کی مثل جادو سے کیا جائے تو یہ بھی کفر ہے جادو کے توڑ کے لئے کسی کو کرایہ پر لینا جائز ہے بہ شرطیکہ جادو سے یہ توڑ نہ کیا جائے۔ جادو کے ذریعہ احوال اور صفات میں تغیر ہو جاتا ہے اور حقائق بدل جاتے ہیں اگر یہ کام آیات قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ سے ہو جائیں تو پھر یہ کفر نہیں ہے البتہ اگر جادو کے ذریعہ دو آدمیوں کے درمیان عداوت پیدا کی جائے یا کسی کی جان اور مال کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ حرام ہے اگر کوئی شخص علی الاعلان جادو کرتا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال فئی ہے بہ شرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔

(شرح الکبیر: ج:4 ص:302 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

جادو کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے۔ جادو کا سکھانا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی اباحت کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔ ہمارے بعض اصحاب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جادو کا سیکھنا اور جادو کا کرنا کفر ہے خواہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 2- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

3- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، 4- حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
5- حضرت حبیب بن کعب رضی اللہ عنہ، 6- حضرت قیس بن سعد رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جادوگر سے توبہ طلب کئے بغیر اس کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت جندب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جادوگر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلوار سے مار دیا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ
جب تک جادوگر جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو کافر نہ کہا جائے اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے۔ جادوگر کو کافر قرار دینے نہ دینے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کرنا واجب ہے البتہ اس کو قتل کرنا واجب ہے جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کوشش کر کے جادو کرتا ہے اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا جائے۔

(فتح القدیر: ج:5، ص:232 تا 233 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
اگر پکڑے جانے سے پہلے جادوگر نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا ورنہ توبہ قبول نہیں ہو گی اور قتل کیا جائے گا۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار: ج:3، ص:296 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
خلاصہ یہ ہے کہ جادوگر جب تک کسی کفریہ امر کا اعتقاد نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ النہر الفائق میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور جادوگر کو مطلقاً قتل کر دیا جائے گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ
جو شخص کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرنے کے لئے کوئی عمل کرے وہ مرتد ہے اور اس کو قتل کر دیا جائے بہ شرطیکہ وہ تفریق میں اس عمل کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لئے جادو کرتا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور جو جادوگر تجربہ کرنے کے لئے جادو کرتا ہو اور اس پر اعتماد نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
جس شخص کا جادو کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی۔ اس میں مسلمان، ذمی، آزاد اور غلام برابر ہیں۔ جادوگر سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو معوذات سے جادو کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے جو ہمارے بعض اصحاب سے جادو کا حکم کفر نقل کیا ہے وہ اسی پر مبنی ہے کہ جادو کا تحقق کلمات کفریہ کہنے پر موقوف ہے۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:295 تا 296 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کی تحقیق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا خیال یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گئے تھے۔

سفیان نے کہا:
اگرچہ ایسا ہوتا تو یہ جادو کی زبردست قسم ہے۔
پس آپ نے ارشاد فرمایا:
اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کچھ سوالات کیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جوابات دیئے میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب جو آدمی سر کی جانب بیٹھا تھا۔
اس نے دوسرے سے کہا:
اس شخص کا کیا حال ہے؟
اس نے کہا:
اس پر جادو کیا گیا ہے!
اس نے پوچھا۔
اس پر کس نے جادو کیا ہے؟
اس نے کہا:
لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ سے ہے اور یہود کا حلیف ہے یہ شخص منافق تھا۔
اس نے پوچھا:
کس چیز پر جادو کیا ہے؟
اس نے کہا:
کنگھی اور ان بالوں میں جو کنگھی میں جھڑ جاتے ہیں۔
آپ نے پوچھا:
وہ کس جگہ ہیں؟
اس نے کہا:
نر کھجور کے کھو کھلے شگوفے میں لپیٹ کر ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر

گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو نکال لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہی وہ کنواں ہے جو مجھے (خواب میں) دکھایا گیا تھا اور اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح تھا اور اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی طرح تھے پھر جس پر جادو کیا گیا تھا اس کو کنویں میں سے نکال لیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نشرہ (منتر) کیوں نہیں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں کسی شخص کو برائی کی ترغیب دوں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:2268)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دعا فرمائی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جواب دے دیئے ہیں۔

میں نے پوچھا:

وہ کیا جواب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا۔

پھر ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا۔

اس شخص کو کیا تکلیف ہے۔

اس نے کہا:

ان پر جادو کیا گیا ہے۔

اس نے پوچھا:

کس نے جادو کیا ہے؟

اس نے کہا:

لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے۔

اس نے پوچھا:

کس چیز میں جادو کیا ہے؟

اس نے کہا:

ایک کنگھی اور اس میں لگے ہوئے بالوں میں نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں۔

اس نے کہا:

وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا:

وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کنویں پر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اس کے پاس کھجور کے درخت تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کا پانی مہندی کی تلچھٹ کی طرح ہے اور گویا کہ اس کے درخت شیطانوں کے سر ہیں۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! مجھے اللہ تعالیٰ نے اس عافیت میں رکھا اور شفا دے دی اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس فعل سے لوگوں میں شر پھیلے گا اور میں نے اس کنگھی کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5766)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے: بعض مبتدعین نے اس حدیث مبارکہ کا انکار کیا ہے اور یہ زعم کیا ہے کہ یہ ماننے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت میں کمی ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا ہوتا اور احکام شرعیہ پر اعتماد نہیں ہوتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ڈالا جائے کہ آنے والا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہے اور وہ حقیقت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی ہے اور واقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نہ کی گئی ہو اور یہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے باطل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز پہنچاتے ہیں اس کے صدق پر معجزہ کی دلالت ہے اور اس

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ان دلائل کے خلاف کسی چیز کو جائز قرار دینا باطل ہے اور جن کاموں کا تعلق امور دنیا سے ہے اور جن کاموں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہیں کیا گیا اور نہ ان کاموں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی فضیلت ہے اور وہ ایسے امور ہیں جو اکثر انسانوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں تو یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بعض ایسی چیزوں کا خیال ڈالا جائے جن کی واقع میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

بعض نے کہا:

اس حدیث مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے عمل ازدواج کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل نہیں کیا ہوتا تھا اور کبھی عام لوگوں کی طرف بھی نیند میں اس قسم کا خیال آجاتا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس طرح کا کوئی خیال آجاتا ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا:

ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعتقاد نہ کیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخیل صحیح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد اور یقین ہمیشہ درست رہتا ہے لہٰذا ملحدین کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کی تاویل جو مجھ پر منکشف ہوئی وہ زیادہ ظاہر اور جلی ہے اور ملحدین کے اعتراض سے بہت دور ہے اور وہ تاویل اسی حدیث مبارکہ سے متضاد ہے اور یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ عروہ اور مسیّب سے بھی مروی ہے۔

اور اس میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنوزریق کے یہودیوں نے جادو کیا اور اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی کمزور ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کنویں سے نکال لیا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19764)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

عطاء خراسانی یحییٰ بن معمر سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تک ان کے پاس نہیں جاسکے پھر جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا پیروں کی جانب۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا:

(سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جادو کیا گیا ہے۔

دوسرے نے کہا:

ہاں! ان پر ابو فلاں نے کنویں میں جادو کیا ہے پھر جب صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالنے کا حکم دیا سو اس کو کنویں سے نکال لیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19765)

اور محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور ازواج کے پاس جانے اور کھانے پینے پر قادر نہ ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے اور اسی طرح مکالمہ کیا جس طرح صحیح بخاری میں ہے۔

اور اس کے آخر میں ہے۔

پھر جب وہ فرشتے چلے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم اس کنویں پر جاؤ اس کا پانی مہندی کے رنگ کا ہو گا تم اس میں سے پتھر کے نیچے سے کھوکھلا شگوفہ نکالنا۔ انہوں نے اس میں سے وہ شگوفہ نکالا اس میں گیارہ گرہیں تھیں اور اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔

1- قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ○، 2- قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی حتیٰ کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند ہو گئے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:2، ص:198 تا 199 مطبوعہ دار صادر)

پس ان روایات سے ظاہر ہو گیا کہ جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اعضاء پر ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل سلیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد پر نہیں ہوا تھا اور حدیث مبارکہ میں یہ جو الفاظ ہیں کہ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کے پاس جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہیں جاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا تھا۔

ان کا معنیٰ یہ ہے کہ

پہلے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر خوش تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب جاتے تو جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر قادر نہ ہوتے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں فرق پڑ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے یا کسی اور کو دیکھا ہے یا کسی اور کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا نہیں ہوتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

جادو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر بہت متاثر ہوگئی تھی اس سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رسالت کے بارے میں کوئی اشتباہ یا التباس ہو گیا ہو اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے گمراہوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کسی اعتراض یا طعن کی گنجائش ہو۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:7،ص86 تا88 مطبوعہ دارالوفاء)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی 656ھ اسی حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ بعض کج رووں نے اس حدیث مبارکہ کو نبوت میں طعن کا ذریعہ بنالیا ہے۔

انہوں نے کہا:

جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس نے ایک کام نہ کیا اور اس کا گمان یہ ہو کہ اس نے وہ کام کرلیا ہے اس کے دعویٰ نبوت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ اعتراض ان کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔

کم فہمی یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ جماع کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کرلیں گے لیکن جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل پر قادر نہ ہوتے تھے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھا پی سکیں گے لیکن جادو کی وجہ سے جو مرض عارض ہوا تھا اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے پر قادر نہیں ہوتے تھے۔

اور ان احادیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ

جادو کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل میں کوئی خلل ہو گیا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام خلط ملط ہو گیا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق معجزہ ثابت ہے اور امور تبلیغیہ میں غلطی واقع ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم رکھا ہے۔

اور معترض کی کم عقلی یہ ہے کہ

اس کو نبوات کے احکام اور معجزہ کی دلالت کا علم نہیں ہے گویا کہ وہ نہیں جانتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی بشر ہیں اور ان پر بیماری، درد، غضب، رنج وغم، عجز، نظر لگنا، جادو کا کیا جانا اور دیگر تمام عوارض بشریہ کا اس طرح طاری ہونا ممکن ہے جس طرح یہ عوارض دوسرے لوگوں پر طاری ہوتے ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اس چیز سے معصوم ہیں کہ ان پر کوئی ایسی چیز طاری ہو جو معجزہ کی دلالت کے مناقض اور منافی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کی معرفت، ان کا صادق ہونا اور امور تبلیغیہ میں کسی غلطی کا واقع نہ ہونا اور اسی معنیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (الکہف:110)

آپ فرمادیجئے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

بشری حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ تمام امور جائز ہیں جو دیگر انسانوں پر جائز ہیں اور نبوت کے خواص کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں سے ان تمام چیزوں میں ممتاز ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر نے نہ کجی کی اور نہ حد سے بڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشاہدہ کیا اس میں جھوٹ نہیں کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔

(المفہم: ج:5، ص570 تا 571 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قادر نہ ہوتے۔

اور ایک روایت میں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا ہے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی میں خلل ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر میں کچھ قصور ہو گیا تھا یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہو گئی تھی کیونکہ جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہو سکتا تھا اور اس میں گمراہوں کے لئے نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج 7، ص 365، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

7ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں حضور پر جادو کر، لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیر اوان میں پانی کے نیچے دبا دیا۔ اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہوگئی چھ ماہ تک اثر رہا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ دونوں سورتیں فلق و ناس لائے جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کنویں پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا، حضور نے یہ سورتیں پڑھیں ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہوگئی۔

اس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

ایک یہ کہ

جادو اور اس کی تاثیر حق ہے۔

دوسرے یہ کہ

نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے جیسے تلوار، تیر اور نیزے کا یہ اثر خلاف نبوت نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان: ص: 965 مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا تھا اور ایک یہودی نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کا اثر جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ (بنی اسرائیل: 47)

ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات

کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ:69)

اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں۔ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اثر ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا، اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر ہوا ہو اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر پہنچا ہو اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے ان الفاظ کا حدیث مبارکہ میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے اور جادوگر اپنی قوت مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت میں نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوت مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن: ج:1 ص:49 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ ان روایات کے متعلق لکھتے ہیں۔

معتزلہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا کئی وجوہ سے انکار کیا ہے۔

1- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ:69)

جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

2- اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں یہ فرمایا ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (الفرقان:8)

اور ظالموں نے کہا تم لوگ تو صرف جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔

اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو کفار کے اس قول کی مذمت نہ کی جاتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا ہوا ہے۔

3- اگر جادو سے یہ کام ممکن ہوتا تو پھر معجزہ سے جادو ممتاز نہ ہوتا۔

پھر انہوں نے کہا

یہ دلائل یقینیہ ہیں اور جن روایات کا تم نے ذکر کیا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں جو ان دلائل قطعیہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ (تفسیر کبیر: ج:1، ص:626 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سیّد محمد قطب شہید متوفی 1385ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جبکہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے ہر فعل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبار احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا۔ عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورہ فلق اور سورہ ناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور ایک وجہ ہے کہ جو ان روایات کی بنیاد کو کمزور کرتی ہے۔

(فی ظلال القرآن: ج:30، ص:294 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی جھٹلانا

فرعون کو سب نشانیاں دکھائی گئیں مگر اس نے پھر بھی جھٹلایا اور انکار کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ○ (طٰہٰ:56)

اور بے شک ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھائیں اس نے پھر بھی جھٹلایا اور انکار کیا۔

ملک سے نکال دینے کا کہنا

فرعون نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ:57)

اس نے کہا: اے موسیٰ کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم کو اپنے جادو کے ذریعے ہمارے ملک سے نکال دو۔

ماہر جادوگر کہنا

قوم فرعون کے سرداروں نے آپس میں کہا یہ شخص تو واقعی ہی بہت بڑا جادوگر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۹﴾ (الاعراف:109)

قوم فرعون کے سرداروں نے (آپس میں) کہا یقیناً یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے۔

زمین سے نکال دینے کا کہنا

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے لہٰذا اب تمہارا کیا مشورہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ (الاعراف:110)

یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے اب تمہارا کیا مشورہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بھائی کو روکنے اور جادوگروں کو بلانے کا کہنا

قوم فرعون کے سرداروں نے فرعون سے کہا اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہرالو اور لوگوں کو جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دو جو تمہارے پاس ماہر جادوگر کو لے آئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ (الاعراف:111)

انہوں نے فرعون سے کہا اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہرالو اور جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دو۔

مدت مقرر کرنے اور مقابلہ کھلے میدان میں ہونے کا کہنا

فرعون نے یا سرداروں نے کہا تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کرلو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ (طٰہٰ:58)

پس ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے لہٰذا تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کرلو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہوگا۔

جشن کے دن مقابلہ کرنے کا وعدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کا جشن کے دن کا وعدہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ (طٰہٰ:59)

تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے۔

دن چڑھے لوگ جمع ہونے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ○ (طٰہٰ:59)

اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں۔

فرعون کا اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے تو فرعون چلا گیا اور اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آگیا۔

قرآن مجید میں ہے: فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ○ (طٰہٰ:60)

پھر فرعون چلا گیا اور اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آگیا۔

يَوْمُ الزِّيْنَةِ کا مطلب

آیت کریمہ میں يَوْمُ الزِّيْنَةِ کے الفاظ ہیں اس کے متعلق درج ذیل اقوال ہیں۔

1- ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔

2- سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد عاشورا کا دن ہے۔

3- ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد یوم النیروز ہے اور وہ اس کے پہلے دن ہفتہ کے روز تھا۔

4- سعید بن جبیر کا قول ہے کہ وہ ان کے بازار جانے کا دن تھا۔

آگے آیت میں ضُحًى کا لفظ آیا ہے اور اس سے مراد جب دن چڑھ جائے اور سورج کی روشنی خوب پھیل جائے اور دن چڑھنے پر اس مقابلہ کو اسی لیے معلق کیا تاکہ سورج کی روشنی کامل ہو اور لوگ آسانی سے جمع ہو جائیں اور حجت خوب واضح ہو جائے اور شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ (زاد المسیر: ج:5،ص:295 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ہتھکنڈوں سے مراد

ہتھکنڈوں سے مراد جادوگر ہیں کہ فرعون نے جادوگر جمع کر لیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جھوٹ بولنے سے منع فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر بہتان نہ باندھو وہ تمہیں عذاب سے ملیامیٹ کردے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی ؕ (طٰہٰ:61)

موسیٰ نے ان سے کہا تم جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر بہتان نہ باندھو وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کردے گا اور بے شک جس نے بہتان باندھا وہ نامراد رہا۔

لوگوں کا آپس میں سرگوشیاں کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے سے منع فرمایا تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی ؕ (طٰہٰ:62)

پھر وہ لوگ اپنے معاملہ میں مختلف ہوگئے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

کیا سرگوشیاں کی تھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے یہ سرگوشی کی تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ان پر غالب آ گئے تو وہ ان کی پیروی کریں گے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کی یہ سرگوشی تھی کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آ جائیں گے اور اگر ان کا تعلق آسمانوں سے ہے تو پھر وہی کامیاب ہوں گے۔

دونوں کو جادوگر کہنا

جادوگروں نے سرگوشی کے وقت کہا یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰی ؕ (طٰہٰ:63)

وہ کہنے لگے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں۔

تمام داؤں کے ساتھ صف بندی کر کے مقابلہ کرنے کا کہنا

جادوگروں نے کہا تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کر لو پھر صف باندھ کر آؤ بے شک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا۔
قرآن مجید میں ہے:

فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ○ (طٰہٰ:64)

تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کر لو پھر صف باندھ کر آؤ بے شک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا۔

جادوگروں کا غالب ہونے پر انعام کا طلب کرنا

جادوگروں نے فرعون سے کہا: اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارے لیے انعام ہوگا۔
قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرۡعَوۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ○ (الاعراف:113)

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا: اگر ہم غالب آ گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا۔

فرعون کا جادوگروں سے غالب آنے پر انعام کا وعدہ

جب جادوگروں نے کہا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا تو فرعون نے کہا ہاں اور بے شک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔
قرآن مجید میں ہے:

قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ○ (الاعراف:114)

فرعون نے کہا ہاں! اور بے شک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے یا بعد میں عصا ڈالنے کا پوچھنا

جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آیا آپ علیہ السلام پہلے عصا ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں۔
قرآن مجید میں ہے:

قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ ○ (الاعراف:115)

جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! آیا آپ پہلے (عصا) ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ○ (طٰہٰ:65)

انہوں نے کہا! اے موسیٰ! آیا آپ پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو پہلے ڈالنے کا حکم

جب جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم پہلے ڈالو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ (طٰہٰ:66)

موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالَ اَلْقُوْا ۚ (الاعراف:116)

موسیٰ نے کہا تم ڈالو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ○ (یونس:80)

پس جب وہ جادوگر آ گئے موسیٰ نے ان سے کہا تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو۔

جادوگروں کا لوگوں کی آنکھوں پر جادو کرنا اور خوف زدہ کرنا

جب جادوگروں نے اپنی عصا یا رسیاں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ○ (الاعراف:116)

موسیٰ نے کہا تم ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوفزدہ کر دیا اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا۔

رسیوں اور لاٹھیوں کا دوڑنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو فرمایا کہ پہلے تم ڈالو تو اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:66)

پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خوف

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف پایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی۝ (طٰہٰ:67)

پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی توجیہ

1 - جادوگروں نے لاٹھیاں اور رسیاں ڈالی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے عصا ڈالنے سے پہلے دیکھنے والے عام لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں جادو کی تاثیر بیٹھ جائے اور وہ جادوگروں سے متاثر ہو جائیں۔

2 - حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ عام لوگ جب لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنتا دیکھیں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی طرح اپنی لاٹھی کو سانپ بنایا ہوگا۔

3 - حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ بغیر وحی کے از خود کوئی اقدام نہ کریں جب اس موقع پر وحی موخر ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ وحی نازل نہ ہوئی تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل حقائق نے یہ کہا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے یہ کہا تھا کہ تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر افتراء نہ باندھو پس وہ تم کو عذاب سے ملیا میٹ کر دے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ان کی دائیں جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا:

اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ نرمی کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے جبرائیل علیہ السلام! یہ لوگ تو معجزہ کو باطل کرنے کے لئے بہت بڑے جادو کا سامان لے کر آئے ہیں یہ فرعون کے دین کی مدد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو رد کر رہے ہیں اور آپ علیہ السلام ان کے متعلق کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ نرمی کریں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اس وقت سے لے کر عصر کے وقت تک یہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور عصر کے بعد یہ جنت میں ہوں گے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ بتایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے اور ان کے دل میں خیال آیا کہ مجھے کون بتائے گا کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا علم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس ساعت میں، میں جس حال میں ہوں اگلی ساعت میں میرا حال اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے برعکس ہو۔ جس طرح یہ جادوگر اس حال میں کفر پر ہیں اور اس کے بعد ایمان سے مشرف ہوکر جنت میں ہوں گے جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ حالت دیکھی تو ان کو وحی فرمائی کہ تم ڈرو مت دنیا میں بھی تم ہی غالب رہو گے اور جنت میں بھی تم ہی بلند درجات میں ہوگے کیونکہ میں نے تم کو نبی بنایا ہے اور تم کو فضیلت دے کر چن لیا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 11، ص: 139 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غالب آنے کا فرمانا

ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف پایا تو ہم نے کہا آپ نہ ڈریں بے شک آپ ہی غالب رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ (طٰہٰ: 68)

ہم نے کہا آپ نہ ڈریں بے شک آپ ہی غالب رہیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کے لائے ہوئے کو جادو فرمانا

جب جادوگروں نے لاٹھیاں یا رسیاں ڈالیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم لائے ہو وہ جادو ہے بے شک جلد ہی اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد فرمادے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (یونس: 81، 82)

پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے بے شک عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کردے گا بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرمادے گا خواہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب اپنا عصا ڈالنے کی وحی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی گئی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ج (الاعراف:117)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کی تمام کاری گری نگل جانے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجئے وہ ان کی تمام کاری گری کو نگل جائے گا انہوں نے جو کچھ بھی بنایا ہے وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے گا کامیاب نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی o

(طٰہٰ:69)

اور جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجئے وہ ان کی تمام کاری گری کو نگل جائے گا انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنا عصا پھینکنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ڈالنے کا فرمایا گیا تو آپ علیہ السلام نے وہ عصا ڈالا تو وہ صاف اژدھا بن گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سو انہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔

اے موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا ڈالو پس آپ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدھا بن گیا۔

(تفسیر طبری، ج:9، ص:27 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عصا کا جادوگروں کے جھوٹے طلسم کو نگلنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ جادوگروں کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگ گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ o (الاعراف:117)

تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا۔

رسیوں اور چھڑیوں کو نگلنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈالا تو وہ اژدھا بن کر رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قاسم بن بزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سوانہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے موسیٰ (علیہ السلام)! اپنا عصا ڈالو۔ پس آپ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدھا بن گیا اس نے اپنا منہ کھولا اور ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:9، ص:27 تا 28 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور اس کا بطلان ظاہر ہو گیا

عصا کا جادوگروں کے جھوٹے طلسم کو نگلنے سے حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الاعراف:118)

سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا۔

فرعون اور درباریوں کا مغلوب ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا جھوٹے طلسم کو نگلنے سے فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ (الاعراف:119)

پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے۔

جادوگروں کا سجدہ میں گرنا

عصا کا جادوگروں کے جھوٹے طلسم کو نگلتے دیکھ کر جادوگر سجدہ میں گر گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ (الاعراف:120)

اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔

سب جادوگر سجدہ میں گر پڑے

سب جادوگر سجدہ میں گر پڑے تھے۔

قرآن مجید میں ہے

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا (طٰہٰ:70)

پس سب جادوگر سجدے میں گر گئے۔

جادوگروں کا کہنا ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رب عزوجل پر ایمان لائے

جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب عزوجل پر ایمان لے آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی ○ (طٰہٰ:70)

انہوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔

ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے

جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا رب عزوجل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ○ (الاعراف:121تا122)

انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

جادوگروں کو یقین کیسے ہوا؟

جب عصا جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل کر اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا تو جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ اس وقت سجدے میں گرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم سارے جہانوں کے رب عزوجل پر ایمان لائے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جادوگر جب جمع ہوئے تو انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں اگر وہ جادو ہے تو وہ ہرگز غالب نہیں آئیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو ابھی تم دیکھ لوگے سو جب آپ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو اس نے اسے کھا لیا جو فریب انہوں نے اپنے جادو کے سبب دے رکھا تھا اور اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا تو انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس وقت وہ سجدے کرتے ہوئے گر گئے اور کہنے لگے ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے۔ (درمنثور، ج:3،ص:343 مطبوعہ کراچی)

فرعون کے بارہ ہزار جادوگر تھے

فرعون نے جن جادوگروں کو بلایا ایک روایت کے مطابق وہ بارہ ہزار تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے جادوگر بارہ ہزار تھے۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے

ایک روایت کے مطابق فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے تھے۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:27 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے

ایک روایت کے مطابق فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سو انہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے موسیٰ علیہ السلام! اپنا عصا ڈالو۔ پس آپ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدھا بن گیا اس نے اپنا منہ کھولا اور ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا تو اس وقت جادوگر سجدے میں گر گئے انہوں نے اپنے سر نہیں اٹھائے حتیٰ کہ جنت و دوزخ اور ان کے اہل کا انجام دیکھ لیا۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص27 تا 28 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

فرعون کے جادوگر انیس ہزار تھے

ایک روایت کے مطابق فرعون کے جادوگر انیس ہزار تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوثمامہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد انیس ہزار تھی۔ (درمنثور: ج:3، ص:342 مطبوعہ کراچی)

فرعون کے جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی

ایک روایت کے مطابق فرعون کے جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

سدی سے روایت ہے کہ

جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی ان میں سے ہر آدمی کے پاس رسی یا چھڑی تھی پس جب انہوں نے انہیں پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوفزدہ کر دیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:342 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا جادوگروں کو میری اجازت سے پہلے ایمان لانے اور خفیہ سازش کا کہنا

جب جادوگر معجزہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے تو اس نے جادوگروں سے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے ایمان لائے ہو یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف:123)

فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے ایمان لے آئے؟ یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو سو عنقریب تم اس کا خمیازہ بھگتو گے۔

فرعون کا جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جادو سکھانے کا کہنا

فرعون نے جادوگروں سے کہا بے شک یہی تمہارا بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ (طٰہٰ:71)

فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے بے شک یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔

فرعون نے خفیہ سازش کا کیوں کہا؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے امیر کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کہا۔ تیری کیا رائے ہے اگر میں تجھ پر غالب آ گیا تو کیا تو میرے ساتھ ایمان لے آئے گا اور یہ شہادت دے گا کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں وہ حق ہے؟

جادوگر نے کہا:

میں بالیقین کل ایسا جادو لاؤں گا جس پر کوئی جادو غالب نہیں آسکے گا۔قسم بخدا! اگر مجھ پر غالب آگئے تو میں بالیقین تمہارے ساتھ ایمان لاؤں گا اور میں یہ شہادت دوں گا کہ آپ حق پر ہیں۔فرعون ان کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا اور یہ فرعون کا قول ہے۔

"اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ"

بے شک یہ ایک خفیہ سازش ہے جو تم نے شہر میں کی تھی۔

جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لئے ملے تھے کیا تم دونوں شہر سے اس کے رہائشیوں کو نکال دو گے۔

(تفسیر طبری: ج:9 ،ص:30 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جادوگروں کا حالت سجدہ میں جنت کے محلات اور منازل دیکھنا

جب جادوگر سجدہ کی حالت میں گئے تو انہوں نے جنت میں اپنے محلات اور منازل دیکھ لیے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

والقی السحرۃ سجدین کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی حالت سجدہ میں اپنے وہ محلات اور منازل دیکھ لیے جو ان کے لئے بنائے جائیں گے۔(در منثور: ج:3 ،ص:344 مطبوعہ کراچی)

جادوگروں کے لئے سجدے کی حالت میں جنت کے حجابات اٹھادینا اور ان کا دیکھ لینا

جب جادوگر سجدے کی حالت میں گئے تو ان کے لئے جنت کے حجابات اٹھادیئے اور انہوں نے ان کو دیکھ لیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب جادوگر سجدے میں گرے تو ان کے لئے جنت (کے حجابات) اٹھادیئے گئے اور انہوں نے اس کو دیکھ لیا۔

(در منثور: ج:3 ،ص:344 مطبوعہ کراچی)

چار سردار جادوگروں کا ایمان لانا بعد میں دوسروں کا لانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ جادوگر جو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جمع کیے تھے ان کے چار سردار یہ تھے۔

1-سابور 2-عاذور

3-حطحط 4-اور مصفی

یہی وہ لوگ ہیں جو اس وقت ایمان لائے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو دیکھا اور پھر ان کے ساتھ تمام کے

تمام جادوگر ایمان لے آئے۔ (درمنثور: ج:3، ص:344 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا جادوگروں کو ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی پر چڑھانے کا کہنا

جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے کہا یہ ضرور تمہاری خفیہ سازش ہے جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے تا کہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو میں تمہیں ضرور اس کی سزا دوں گا اور میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا پھر میں تم سب کو ضرور سولی پر چڑھاؤں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (الاعراف:124)

میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا پھر میں ضرور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ○ (طٰہٰ:71)

سو میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔

جادوگروں کا فرعون کو منہ توڑ جواب دینا

جب فرعون نے جادوگروں سے کہا میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا تو جادوگروں نے کہا ہم تجھے ہرگز ان واضح دلیلوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور اس مقدس ذات پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے تو نے جو کچھ کرنا ہے وہ کر لے تو تو صرف دنیا کی زندگی میں فیصلہ کر سکتا ہے بے شک ہم تو اپنے رب عزوجل پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہم کو مجبور کیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ○ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ○ (طٰہٰ:72 تا 76)

انہوں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ان واضح دلیلوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور اس ذات پر (ترجیح نہیں دیں گے) جس نے ہم کو پیدا کیا ہے پس تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر گزر تو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ بے شک ہم اپنے رب عزوجل پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ تعالیٰ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا اور بے شک جو اپنے رب کے پاس جرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جئے گا اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہو اور اس کے عمل نیک ہوئے تو ان ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔ دائمی جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی ان لوگوں کی جزا ہے جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں۔

جادوگروں نے یہ کیوں کہا کہ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے؟

جادوگروں نے چونکہ سجدے میں اپنی جنت کی منازل دیکھ لی تھیں اس لیے انہوں نے فرعون سے کہا ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو ہمارے پاس دلیلیں آ چکی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے جادوگروں کی تعداد نو سو تھی انہوں نے فرعون سے کہا: اگر تو یہ دونوں جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آ جائیں گے کیونکہ ہم سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں ہے اگر ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے معجزات ہیں (تو پھر مقابلہ ممکن نہیں) جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سامنے اپنے جادو اور فریب کاری کی درگت بنتی دیکھی تو فوراً سجدے میں گر گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدے میں ہی اپنی جنت کی منازل دکھا دیں جن کی طرف انہوں نے لوٹ کر جانا تھا اسی وجہ سے انہوں نے کہا تھا کہ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو ہمارے پاس دلیلیں آ چکی ہیں۔ (درمنثور: ج:4، ص:790 مطبوعہ کراچی)

جادوگروں نے ہرگز تجھے ترجیح نہ دینے کا قول دوزخیوں اور اہل جنت کو ثواب و عذاب کے دیکھنے پر کہا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت قاسم بن ابی بزہ سے روایت ہے کہ

جب جادوگر سجدے میں گئے تو انہوں نے دوزخیوں کو اور اہل جنت اور ان کے ثواب و عذاب کو دیکھا تو کہا ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے تجھے ان دلیلوں پر جو ہمارے پاس آ چکی ہیں۔ (درمنثور: ج:4، ص:791 مطبوعہ کراچی)

جادوگروں کا اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹنے کا کہنا

جب فرعون نے کہا میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا پھر میں تم سب کو ضرور سولی پر

چڑھاؤں گا تو جادوگروں نے کہا بے شک ہم اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الاعراف:125)

انہوں نے کہا بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

جادوگروں کا فرعون کو انتقام لینے کی وجہ بتانا

جادوگروں نے کہا تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب عزوجل کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ (الاعراف:126)

تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔

جادوگروں کی دعا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض فرما

جادوگروں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں عرض کی کہ اے ہمارے رب عزوجل! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝ (الاعراف:126)

اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض کرنا۔

فرعون نے سب سے پہلے سولی کا آغاز کیا

فرعون ایسا بدبخت شخص ہے جس نے سب سے پہلے اہل ایمان کو سولی دی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعون نے سب سے پہلے سولی دی اور اسی نے ہاتھ، پاؤں مخالف سمت سے سب سے پہلے کاٹے تھے۔

(تفسیر طبری، ج:9، ص:31 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرعون نے سب سے پہلے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے

فرعون نے کہا تھا کہ میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹوں گا تو اس نے ایسے ہی کیا جس طرح کہا تھا

کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب جادوگروں نے وہ کچھ پھینک دیا جو ان کے ہاتھوں میں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدھان گیا اس نے اپنا منہ کھولا جو چکی کی مثل تھا اس نے اس کا نیچے والا کنارہ زمین پر رکھا اور دوسرے کو اوپر اٹھایا اور جو رسیاں اور چھڑیاں انہوں نے پھینکی تھیں ان میں سے ہر شے کو نگل لیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف آئے اور اس کو پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا اور بنی اسرائیل سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے "اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ○" ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب عزوجل پر ایمان لے آئے۔

تو فرعون نے کہا:

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

تم تو ایمان لائے ہو اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا۔

پس سب سے پہلے زمین میں فرعون نے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اسی نے سب سے پہلے سولی دی۔

(درمنثور، ج:3، ص:345 مطبوعہ کراچی)

فرعون نے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں اپنے کہنے کے مطابق کاٹ دیئے

فرعون نے کہا تھا کہ میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا تو اس نے ایسے ہی کیا جس طرح کہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لئے ملے تھے کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے۔

تو فرعون نے کہا:

میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا چنانچہ اس نے انہیں قتل کر دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اپنے کہنے کے مطابق کاٹ دیئے۔ (درمنثور، ج:3، ص:344 مطبوعہ کراچی)

میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارے ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارا پاؤں

فرعون نے جادوگروں کو کہا میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارے ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارے پاؤں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

قول باری تعالیٰ "لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ" کا معنیٰ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارا ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارا پاؤں۔ (درمنثور: ج:3،ص:345 مطبوعہ کراچی)

جادوگر دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے

جادوگر دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:31 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی ہزار جادوگر حالت اسلام پر فوت ہوئے

وہ جادوگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے حالت اسلام پر موت دی ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ جادوگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے حالت اسلام پر موت دی ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔ (درمنثور: ج:3،ص:342 مطبوعہ کراچی)

جادوگر کہاں کے رہائشی تھے؟

تین سو جادوگر قرم، تین سو عریش اور تین سو اسکندریہ کے رہائشی تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

تین سو جادوگر قرم کے رہنے والے تھے، تین سو عریش سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس بات میں شک ہے کہ ان میں سے تین سو اسکندریہ کے رہائشی تھے۔ (درمنثور: ج:3،ص:343 مطبوعہ کراچی)

صبح کے وقت جادوگر اور شام کے وقت شہداء تھے

جادوگر صبح کے وقت جادوگر اور شام کے وقت شہداء تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ جادوگر ستر آدمی تھے وہ صبح کے وقت جادوگر تھے اور شام کے وقت شہداء تھے۔

ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ

وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور دن کے آخری حصہ میں شہید تھے کیونکہ اس وقت وہ قتل کر دیئے گئے تھے۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:2،ص:86 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے یہ کیسے کہا کہ تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کیا تھا حالانکہ انہوں نے اپنی خوشی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جادو کے مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ (الاعراف:113 تا 114)

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا: اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا فرعون نے کہا ہاں اور بے شک تم یقیناً مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

جواب

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ نے اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فرعون لوگوں کو جادو سیکھنے پر مجبور کرتا تھا۔

ابن الانباری نے کہا کہ

فرعون اپنی سلطنت کے لوگوں کو بلاتا اور ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنی اولاد کو جادو سکھائیں اور وہ اس کو ناپسند کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا شغف جادو کے ساتھ تھا اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف جاگزین ہو گیا پس جادو پر مجبور کرنے سے ان کی مراد فرعون کا ان کو ابتداء میں جادو پر مجبور کرنا تھا۔

2- ان جادوگروں نے پہلے فرعون سے یہ کہا تھا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا ہم کو اجر ملے گا لیکن اس کے بعد جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جادو کا مقابلہ کرنے سے ڈرے اور ان کو یہ خوف ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر غالب آ جائیں گے اور ان کی جادوگرنے کی صنعت ماند پڑ جائے گی اور ان کا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا لیکن فرعون اس کے سوا نہیں مانا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کریں اور فرعون کے مجبور کرنے سے ان کی یہی مراد تھی۔

3- ان کو یہ خوف تھا کہ اس عظیم مجمع میں مغلوب ہو جائیں گے اور اس سے ان کے کاروبار پر اثر پڑے گا لیکن فرعون نے ان کو جادو کرنے پر مجبور کیا۔

4 – فرعون نے جادوگروں کو ان کے وطنوں سے آنے پر مجبور کیا تھا اور یہی ان کے جادو کرنے کا سبب تھا۔

(زاد المسیر: ج:5،ص:318 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

فرعون کی بیوی کا ایمان لانا

جب جادوگروں سے مقابلہ ہوگیا تو فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھ رہی تھی اس معرکہ میں کون غالب رہا اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام غالب رہے تو اس نے کہا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب عزوجل پر ایمان لے آئی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھ رہی تھی اس معرکہ میں کون غالب رہا اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام غالب رہے تو اس نے کہا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب عزوجل پر ایمان لے آئی۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:11،ص:141 مطبوعہ بیروت)

فرعون کا کسی شخص کو اپنی بیوی پر پتھر کی بھاری چٹان گرانے کے لئے بھیجنا

فرعون نے کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرادو۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے کسی شخص کو اس کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرادو۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:11،ص:141 مطبوعہ بیروت)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر چٹان گرانے سے پہلے روح کا قبض ہونا

فرعون نے جب لوگوں کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا تو وہ ان کے پاس گئے تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ان کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اسی حال میں ان کی روح قبض کرلی گئی اور اس وقت ان کے جسم پر بھاری چٹان گرائی گئی تو ان کے جسم میں روح نہیں تھی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب وہ لوگ اس کے پاس گئے تو اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا وہ اپنے ایمان پر قائم رہی اور اسی حال میں اس کی روح قبض کرلی گئی اور اس وقت اس کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو اس کے جسم میں روح نہیں تھی۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:11،ص:141 مطبوعہ بیروت)

قوم فرعون کے سرداروں کا فرعون کو خوف دلانا

قوم فرعون کے سرداروں نے فرعون سے کہا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لئے چھوڑ دے گا

تا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ (الاعراف:127)

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لئے چھوڑ دے گا تا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔

قوم فرعون کے سرداروں کی چالاکی

قوم فرعون کے سرداروں نے جب دیکھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تو گرفتار کیا اور نہ ہی کوئی سزا دی تو انہوں نے کہا کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لئے چھوڑ دے گا تا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عصا چھوڑ دیا تو وہ اژدھا بن کر اس کو کھا جائے گا۔

فرعون کی عبادت کی جاتی تھی مگر وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا

فرعون کی عبادت کی جاتی تھی مگر وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ پڑھتے تھے اور فرماتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے اور فرمایا کہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:34 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے

قوم فرعون کے سرداروں نے فرعون سے کہا تو ان کو یونہی چھوڑے رکھے گا کہ وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:33 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا تو ان کو ایسے چھوڑے گا کہ وہ تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اٰلِھَتَکَ کا معنی بیان کیا ہے کہ وہ عبادتک ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:33 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا فرعون کسی چیز کی عبادت کرتا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے بکر بن عبداللہ کے پاس یہ آیت پڑھی "وَ یَذَرَكَ وَاٰلِھَتَكَ ط"، تو بکر نے پوچھا: کیا تو اس طرح کی ترکیب عربی میں جانتا ہے؟

تو میں نے کہا: ہاں! بے شک۔ پھر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ آ گئے تو بکر نے مجھے پڑھنے کو کہا چنانچہ میں نے اسی طرح آیت پڑھی۔

تو حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا۔

وَ یَذَرَكَ وَاٰلِھَتَكَ ط

تو میں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کو کہا۔

کیا وہ (فرعون) کسی شے کی عبادت کرتا تھا؟

تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! وہ عبادت کرتا تھا۔

سلیمان تیمی نے کہا:

مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اپنی گردن میں کوئی چیز رکھتا تھا اور اسی کی وہ عبادت کرتا تھا۔

اور مزید کہا کہ

مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ گائے کی پوجا کرتا تھا۔ (درمنثور: ج:3،ص:346 مطبوعہ کراچی)

فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی وہ چھپ کر پوجا کرتا تھا

فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی وہ چھپ کر پوجا کیا کرتا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی وہ چھپ کر پوجا کیا کرتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:33 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جادوگروں کے ایمان سے بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی

جب جادوگر ایمان لے آئے تو بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب جادوگر ایمان لے آئے تو بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:35 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کا قوم فرعون کے سرداروں کو جھوٹی تسلی دینا

جب قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لئے چھوڑ دے گا تا کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں تو فرعون نے کہا ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ○ (الاعراف:127)

فرعون نے کہا! ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

فرعون کا درباریوں کو کہنا کہ میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا

فرعون نے درباریوں سے کہا: اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ (القصص:38)

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرعون کو ہلاک کرنے کی اجازت مانگنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

جب فرعون نے کہا:

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندے نے سرکشی کی ہے اسے ہلاک کرنے کی مجھے اجازت دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! وہ میرا بندہ ہے اس کی وہ اجل مجھ پر سبقت نہیں لے جائے گی جو اجل میں نے اس کے لئے مقرر کی ہے حتیٰ کہ وہ اجل آ جائے جب اس نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۔

ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام) تیری روح کو سکون ہو گیا ہے۔ میرے بندے نے بغاوت کی ہے اب اس کی ہلاکت کا وقت آ گیا ہے۔ (درمنثور: ج:5،ص:372 مطبوعہ کراچی)

فرعون کی دو باتوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے پکڑ فرمائی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو باتیں جو فرعون نے کی تھیں یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ان دو باتوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ حائل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ کی۔

فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولٰی۔ (درمنثور: ج:5،ص:373 مطبوعہ کراچی)

فرعون اپنی قوم کو کم عقل سمجھتا تھا

فرعون اپنی قوم کو کم عقل سمجھتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ (الزخرف:54)

وہ اپنی قوم کو کم عقل سمجھتا تھا اس نے ان کو بہکایا سو انہوں نے اس کی بات مان لی۔

کم عقل کیوں سمجھتا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے چالیس سال سے اوپر اور بیس سال سے کم عمر کا کوئی آدمی ساتھ نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ سے یہی مراد ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں اپنی قوم کو ہلکا جانا۔ (درمنثور: ج:5،ص:1080)

فرعون کا سب کو جمع کر کے کہنا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں

فرعون نے سب کو جمع کر کے اعلان کیا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَحَشَرَ فَنَادٰیo فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰیo (نازعات:23تا24)

پھر فرعون نے سب کو جمع کر کے اعلان کیا پس کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

فرعون کا کہنا کہ اگر تم نے میرے علاوہ کسی کو خدا اقرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا

فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو خدا اقرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَo (الشعراء:29)

فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو خدا اقرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

فرعون کا ہامان کو بلند عمارت بنانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب عزوجل کو دیکھنے کا کہنا

فرعون نے ہامان کو کہا میرے لیے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اس کو جھوٹوں میں سے گمان کر رہا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَo (القصص:38)

اے ہامان! میرے لیے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اس کو جھوٹوں میں سے گمان کر رہا ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَo ۙ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍo ۧ (المومن:36تا37)

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند قلعہ بناؤ تا کہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں جو آسمانوں کے راستے ہیں اور موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اس کو جھوٹا گمان کرتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کے برے کام مزین کر دیے گئے اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی سازشیں ناکام ہو گئیں۔

ہامان وہ پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں پکائیں

ہامان وہ پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں پکائی تھیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہامان وہ پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں پکائیں۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:493 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں پکائیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے اینٹیں پکائیں اور اس کے لیے مینار تیار کیا گیا۔ (درمنثور: ج:5، ص:373 مطبوعہ کراچی)

فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے پکی اینٹیں بنوائیں

فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے پکی اینٹیں بنوائیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے پکی اینٹیں بنوائیں اور اس سے عمارت تعمیر کروائی۔ (درمنثور: ج:5، ص:373 مطبوعہ کراچی)

کچی اینٹوں پر آگ روشن کر کے پکی اینٹیں بنانے کا کہنا

فرعون نے ہامان کو کہا کچی اینٹوں پر آگ روشن کروتا کہ وہ پکی اینٹیں بن جائیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ہامان! کچی اینٹوں پر آگ روشن کروتا کہ وہ پکی ہوئی اینٹیں بن جائیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:373 مطبوعہ کراچی)

ہامان ایک قبطی تھا

ہامان ایک قبطی تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح مصر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں حضرت اسد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ایک محدث سے جس نے حدیث بیان کی ہے کہ ہامان ایک قبطی تھا۔

(درمنثور: ج:5، ص:373 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا بلند قلعہ پر چڑھ کر آسمان کی طرف تیر پھینکنا اور اس کا خون آلودہ واپس کر دیے جانا

جب فرعون کے لیے بلند عمارت بنادی گئی تو فرعون اس قلعہ پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکے اور وہ تیر خون میں ڈوبے ہوئے واپس کر دیے گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی نے روایت کیا ہے کہ

جب وہ بلند قلعہ بنا لیا گیا تو فرعون اس قلعہ پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکے اور وہ تیر خون میں ڈوبے ہوئے واپس کر دیئے گئے۔ الخ (جامع البیان: رقم الحدیث: 20914)

فرعون کا کہنا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب عزوجل کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے

جب تیر واپس کر دیئے گئے تو فرعون نے کہا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب عزوجل کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی نے روایت کیا ہے کہ فرعون نے کہا:

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 20914)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب اس کے لئے مینار بنا دیا گیا تو وہ اس پر چڑھا اس نے تیر لانے کا حکم دیا اس نے آسمان کی طرف تیر مارا تیر واپس پلٹا جبکہ وہ خون سے آلود تھا۔

تو فرعون نے کہا:

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا ہے۔ (درمنثور: ج:5، ص:373 مطبوعہ کراچی)

کیا فرعون نے واقعی بلند قلعہ بنایا تھا؟

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے پھر بھی اس کو آسمان اتنی ہی دور بلند نظر آتا ہے جتنا زمین سے بلندی پر نظر آتا ہے سو ایسی حرکت تو کوئی فاتر العقل اور مجنون ہی کر سکتا ہے اور سدی بہت ضعیف راوی ہے اس کی مذکور الصدر روایت صحیح نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص 599 تا 600 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو تسلی دینا

جب فرعون نے کہا ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو بے شک ساری زمین صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقین کے لئے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰہِ وَاصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ ۟ۙ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿الاعراف:128﴾

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو بے شک ساری زمین صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقین کے لئے ہے۔

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی دی گئی اذیتیں پہنچانے کا بتانا

قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور آپ علیہ السلام کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوۡۤا اُوۡذِیۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِیَنَا وَمِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا ؕ (الاعراف:129)

انہوں نے کہا (اے موسیٰ علیہ السلام) آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی۔

قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہم تو ستائے گئے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

قوم موسیٰ نے کہا ہم تو ستائے گئے اللہ تعالیٰ کے آپ کو رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی۔

(تفسیر طبری، ج:9، ص:36، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرض کرنا کہ فرعون ہمیں دودھ کا پابند کیا کرتا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ علیہ السلام کے ہمارے پاس آنے سے پہلے فرعون ہمیں دودھ کا پابند کیا کرتا تھا اور جب آپ علیہ السلام تشریف لے آئے تو اس نے ہمیں دودھ کے ساتھ بھوسے کا بھی پابند بنا رکھا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب عزوجل! تو فرعون کو ہلاک کر دے تو کب تک اسے باقی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی بے شک انہوں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے بدلے وہ انہیں ہلاک کر دے۔

(در منثور، ج:3، ص:347، مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کون سی بات کا شکوہ کر رہے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ختم کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا جاتا۔ فرعون کو یہ معلوم ہوا کہ اس سال میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری بادشاہی کو تجھ سے چھین لے گا۔ تو فرعون اس سال میں ان کے بچوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان سے ہر مذکر بچے کو ذبح کر دیتا پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کے پاس آنے کے بعد بھی بچوں کو ذبح کرایا اور بنی اسرائیل کا یہی قول ہے جس کی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت اور شکوہ کر رہے ہیں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۝

عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (درمنثور، ج:3، ص:347 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دینا

جب قوم نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آپ علیہ السلام کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور آپ علیہ السلام کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارا رب عزوجل تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۝

(الاعراف:129)

عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا پھر وہ تمہارے اعمال کو ظاہر فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو ایمان لانے کے بدلے جوانی اور شباب لوٹا دینے کا فرمانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے فرعون! کیا تیری خواہش ہے کہ میں تجھے جوانی اور شباب عطا کر دوں کہ تو بوڑھا نہ ہو تجھے ملک اور بادشاہی عطا

کروں کہ وہ تجھ سے چھنی نہ جائے اور نکاح، شراب اور سواری کی لذت تیری طرف لوٹائی جاتی رہے اور جب تو مرے تو تو جنت میں داخل ہو تو میرے ساتھ ایمان لے آ۔ پس یہ لذتیں اور راحتیں اس کے دل میں واقع ہو گئیں۔ الخ

(در منثور: ج:6، ص:868 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا ایمان لانے کے معاملہ کو ہامان کے مشورہ پر موقوف کرنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس نے کہا: ایسا ہی ہوگا جیسا آپ نے کہا ہے حتیٰ کہ ہامان آجائے پس جب ہامان آیا تو اس نے اسے آگاہ کیا تو ہامان نے اس کو عاجز قرار دیا اور کہا تو عبادت کرنے لگا جبکہ تو رب ہے اور تیری عبادت کی جاتی ہے تو اس وقت وہ لوگوں پر نکلا اور اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا:

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝

میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ (در منثور: ج:6، ص:868 مطبوعہ کراچی)

ایمان لانے والوں کے بیٹوں کو قتل کرنے اور بیٹیوں کو زندہ رکھنے کا کہنا

جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے ان کے بیٹوں کو قتل کرنے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھنے کا کہا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ (المومن:25)

جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو۔

فرعون کا کہنا کہ مجھے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے دو

فرعون نے کہا کہ مجھے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے دو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ (المومن:26)

اور فرعون نے کہا مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اور موسیٰ کو چاہئے کہ وہ اپنے رب سے دعا کرے مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا وہ اس ملک میں بڑا ہنگامہ کرے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا قول

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں

آتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿ (المومن:27)

اور موسیٰ نے کہا! میں اس متکبر سے جو روز حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے نکات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہر اس متکبر سے جو روز حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب عزوجل اور تمہارے رب عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں، اس قول کے درج ذیل نکات ہیں۔

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا معنیٰ یہ ہے کہ دشمن کے شر سے صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آکر ہی نجات ملتی ہے سو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آرہا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کرے اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ہر آرزو کو پورا کرتا ہے۔

2۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان قرآن مجید پڑھنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے دین اور اس کے اخلاص کی حفاظت فرماتا ہے اسی طرح جب وہ آفات اور مصائب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر رنج اور پریشانی سے محفوظ رکھتا ہے۔

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں۔

گویا کہ بندے کو یہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اور تمہیں ہر شر سے محفوظ رکھا ہے اور ہر خیر تک پہنچایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مالک اور مولیٰ نہیں ہے تو بندہ پر لازم ہے کہ جب بھی اس کو کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے نہ کہے اور جب بھی اسے کوئی مہم درپیش ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مدد طلب نہ کرے۔

4۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا:

میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں اور اپنی قوم کا ذکر فرمایا اس قول میں انہوں نے اپنی قوم کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ہر شر اور ہر مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کریں اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے اور جب تمام نیک اور پاک روحیں مل کر ایک مطلوب کی دعا کریں گے تو اس دعا میں قبولیت کی تاثیر زیادہ قوی ہوگی اور باجماعت نمازیں ادا کرنے کا بھی یہی سبب ہے اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿ کا بھی یہی نکتہ ہے۔

5۔ ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خصوصیت کے ساتھ فرعون کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت اور اس کے شر میں مبتلا

تھے اس کے باوجود انہوں نے یوں نہیں فرمایا۔ میں فرعون کے شر سے اپنے رب عزوجل اور تمہارے رب عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں بلکہ فرمایا۔ میں ہر اس متکبر سے جو روز حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے رب عزوجل کی پناہ میں ہوں۔ کیونکہ خصوصیت کے ساتھ فرعون کے شر سے نجات کی دعا کی بہ نسبت عمومی دعا زیادہ مفید تھی کہ میں ہر متکبر اور ہر منکر حساب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرعون اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی الوہیت کا دعویٰ دار تھا اور اپنے آپ کو ربِ اعلیٰ کہلواتا تھا اس لیے آپ علیہ السلام نے اپنی دعا میں اسی گستاخ بارگاہ صمدیت کا ذکر کرنا پسند نہیں فرمایا بلکہ بالعموم فرمایا۔ میں ہر متکبر اور ہر منکر حساب سے تیری پناہ میں ہوں۔

6- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں دو شخصوں سے پناہ طلب کی ہے۔ متکبر سے اور منکر حساب سے اس لیے کہ جو شخص صرف متکبر ہو اور یوم حساب کا منکر نہ ہو اس کا تکبر اس کو لوگوں کی ایذاء پر ابھارتا ہے' لیکن قیامت اور روز حساب کا خوف اس کو بعض اوقات تکبر کے تقاضے پورے کرنے سے باز رکھتا ہے' لیکن جس شخص کا قیامت اور یوم حساب پر ایمان نہ ہو وہ بالکل بے مہار اور بے لگام ہوتا ہے اس کو اپنے تکبر کے تقاضے پورا کرنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ متکبر اور منکر حساب سے پناہ میں رہنے کی دعا کی ہے۔

7- فرعون نے جب کہا تھا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے دو اور موسیٰ علیہ السلام کو چاہئے کہ وہ اپنے رب عزوجل سے دعا کرے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کے لئے استہزاء کہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اپنے متبعین کے لئے پناہ کی دعا کر کے یہ ظاہر فرمایا۔ تو جس چیز کو بہ طریق استہزاء کہہ رہا ہے وہی تو اصل دین ہے اور صریح حق ہے میں اپنے رب عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے تیرے شر کو دور کر دے اور عنقریب تو دیکھ لے گا کہ میرا رب عزوجل کس طرح تجھ پر قہر فرماتا ہے اور کس طرح مجھے غلبہ عطا فرماتا ہے۔

ان نکات کو لکھنے کے بعد امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں۔

جس شخص کی عقل ان تمام نکات کا احاطہ کر لے گی وہ یہ سمجھ لے گا کہ دشمنوں کی سازشوں اور ان کے شر سے بچنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حفاظت اور اس کی پناہ طلب کرے۔ (تفسیر کبیر: ج:9، ص:508 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مخفی ایمان رکھنے والے کا فرعون کو نصیحت آموز کلمات کہنا

فرعون کی اتباع کرنے والوں میں سے ایک مردِ مومن جو اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا اس نے کہا کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے اور اگر وہ بالفرض جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب سے وہ ڈرا رہا ہے ان میں سے کچھ نہ کچھ عذاب تو تم پر آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۞ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ (المومن:28تا29)

فرعون کے متبعین میں سے ایک مردِ مومن جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا اس نے کہا! کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جس (عذاب) سے وہ ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تم پر آئے گا۔ بے شک جو حد سے تجاوز کرنے والا بہت جھوٹا ہو اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا۔ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا۔

فرعون کا کہنا کہ میں تم کو کامیابی کی راہ دکھا رہا ہوں

جب مردِ مومن نے فرعون کو نصیحتیں کیں تو فرعون نے کہا میں تمہیں وہی راستہ دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں صرف کامیابی کی راہ دکھا رہا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۞ (المومن:29)

فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی (راستہ) دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں صرف کامیابی کی راہ دکھا رہا ہوں۔

مردِ مومن کا عذاب سے ڈرانا

فرعون کے جواب پر مردِ مومن نے قوم کو طرح طرح کے عذاب سے ڈرایا اور نصیحتیں کیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۞ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۞ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ۞ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۞ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۞ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۞ (المومن:30تا35)

اوراس مرد مومن نے کہا! اے میری قوم مجھے خطرہ ہے کہ تم پر سابقہ امتوں کی طرح عذاب آجائے گا جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد کے لوگوں کا طریقہ تھا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا اور اے میری قوم! مجھے تم پر چیخ و پکار کے دن کا خطرہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے پس تم ان کی لائی ہوئی نشانیوں میں شک ہی کرتے رہے حتیٰ کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہا اب اللہ تعالیٰ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا اور اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے متجاوز ہو شک میں مبتلا ہو جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا جھگڑا سخت غصہ کا موجب ہے اللہ تعالیٰ اس طرح ہر جبار متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

مرد مومن فرعون کا چچازاد تھا

مرد مومن فرعون کا چچازاد تھا جس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہوا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

وہ فرعون کا عم زاد تھا۔ (جامع البیان: ج: 24، ص: 73 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مرد مومن وہی ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی

جس مرد مومن نے فرعون کو نصیحتیں کی تھیں یہ وہی ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا اور وہ اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے مخفی رکھتا تھا کیونکہ اس کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی۔

(جامع البیان: ج: 24، ص: 73 تا 74 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مرد مومن اسرائیلی تھا

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ مرد مومن اسرائیلی شخص تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اور دوسرے مفسرین نے کہا:

بلکہ وہ شخص اسرائیلی تھا وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آل فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ

ان میں راجح قول سدی کا ہے۔ (جامع البیان: ج:24،ص73 تا74 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کی قوم میں سے اس کے اور مرد مومن اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی مومن نہیں تھا

فرعون کی قوم میں سے اس کے اور مرد مومن اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی مومن نہیں تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعون کی قوم میں اس کے اور فرعون کی بیوی کے اور اس مومن کے علاوہ کوئی مومن نہیں تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرایا جس نے کہا تھا سردار آپ کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ (درمنثور: ج:5،ص:970 مطبوعہ کراچی)

مرد مومن کا نام

اس مرد مومن کے نام میں چند اقوال ہیں۔

بعض نے کہا:

اس کا نام حزقیل تھا۔

بعض نے کہا:

اس کا نام حبیب تھا۔

بعض نے کہا:

اس کا نام حزیل تھا۔

بعض نے کہا:

اس کا نام حزیقال تھا۔

بعض نے کہا:

اس کا نام خبرل تھا۔

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی 427ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علما نے کہا:

اس مرد مومن کا نام حزیل تھا۔

وہب بن منبہ نے کہا

اس کا نام حزیقال تھا۔

ابن اسحاق نے کہا:

اس کا نام خبرل تھا۔

ابو اسحاق نے کہا:

اس کا نام حبیب تھا۔ (الکشف والبیان: ج:8،ص:273 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن منذر نے کہا:

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اس آدمی کا نام حزقیل تھا۔

عبد بن حمید نے حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ

فرعون کی قوم سے جو آدمی ایمان لایا تھا اس کا نام حبیب تھا۔ (درمنثور: ج:5،ص:970 مطبوعہ کراچی)

مرد مومن کی فضیلت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

جس طرح قوم فرعون میں ایک مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے زیادہ ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی سخت اذیت پہنچائی تھی؟

انہوں نے کہا:

میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن معیط آیا اور وہ اپنی چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اقدس میں ڈال کر سختی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹنے لگا اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے اس کو دھکا دیا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دیا اور یہ کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3678)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سخت رویہ نہیں دیکھا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو ہر طرف سے پکڑ لیا اور کہا کیا تو ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے منع کرتا ہے جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں وہی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹ گئے اور کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی آواز کو بلند کیے ہوئے تھے آنکھوں سے آنسو رواں تھے حتیٰ کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ: ج:2، ص:277 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور بلند آواز سے یہ کہنے لگے تم پر افسوس اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ

مشرکوں نے پوچھا:

یہ کون ہے؟

کہا: یہ ابن ابی قحافہ ہے۔ (در منثور: ج:5، ص:971 مطبوعہ کراچی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے پوچھا! اے لوگو! مجھے لوگوں میں سے سب سے بہادر کے بارے میں بتاؤ۔

لوگوں نے کہا: آپ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! نہیں!

لوگوں نے پوچھا: پھر وہ کون ہے؟

فرمایا! وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے پکڑ کر رکھا ہے ایک دوسرے کو برانگیختہ کر رہا ہے اور یہ دوسرے کو بھڑکا رہا ہے وہ فرما رہے ہیں میں وہی ہوں جس نے تمام معبودوں کو ایک بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ ہوا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریب ہوئے۔ وہ ایک کو مارتے، دوسرے سے مقابلہ کرتے اور کہتے ویلکم اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اٹھائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کر رکھی تھی آپ روئے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی تر ہوگئی پھر فرمایا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کیا آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم فرعون کے مومن سے بہتر ہیں؟ آل فرعون کا مومن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا یہ آدمی اپنے ایمان کا اعلان کرتا تھا۔ (در منثور: ج:5، ص:971 مطبوعہ کراچی)

مرد مومن نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا

یہ مرد مومن شروع میں فرعون اور اس کے درباریوں سے اپنے ایمان کو چھپاتا تھا بعد میں جب ایمان کی حرارت اس کے خون میں چنگاریوں کی طرح گردش کرنے لگی تو اس نے فرعون کے غیظ و غضب کی پرواہ کیے بغیر برملا اپنے ایمان کو ظاہر کر دیا اور جب وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو انہوں نے منع کیا اور یہ مرد مومن اس حدیث مبارکہ کا مصداق ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سنو! کسی شخص کو جب حق بات کا علم ہو تو وہ لوگوں کے دباؤ اور ان کے خوف کی وجہ سے حق بیان کرنے کو ترک نہ کر دے۔ سنو! ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: 11143)

اشکال

اس مرد مومن کا قول نقل فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال صرف اسی پر ہو گا یعنی اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس آیت کے بہ موجب اگر کوئی جھوٹا نبی اپنے باطل دین کی تبلیغ کر رہا ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے حالانکہ جھوٹے نبی اور زندیق کو قتل کرنا واجب ہے۔

جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ہم یہ نہیں مانتے کہ اس کے جھوٹ کا ضرر صرف اسی تک محدود رہے گا کیونکہ وہ لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے گا اور لوگ اس کے باطل دین اور فاسد مذہب کو اپنا لیں گے اور اس سے بہت فتنہ اور فساد ہو گا اس لیے اس فتنہ کا سد باب کرنے کے لئے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو زندیق لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے رہا ہو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ

اس طرح ہر زندیق اور ہر باطل کو اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ کی اجازت مل جائے گی۔

اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ

اس طرح تو پھر کفار سے جہاد بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر ان کا کفر جھوٹ ہے تو ان کے اس جھوٹ کا ضرر صرف ان ہی کو ہو گا۔

امام رازی نے ان تینوں اشکالوں کا یہ جواب لکھا ہے کہ

اس مرد مومن کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو تم کو ان کے شر کو دور کرنے کے لیے ان کو

قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ان کو تبلیغ کرنے سے روک دو پھر ان کو قتل کرنے سے باز رہو پس اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا ضرر صرف ان ہی تک محدود رہے گا اور اگر یہ سچے ہیں تو تم ان سے نفع حاصل کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ

اگر یہ جھوٹے ہیں تو تمہیں ان کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ان کو ان کے دین کے اظہار سے روک دو اور اس تقریر سے یہ تینوں اعتراض دور ہو جائیں گے۔ (تفسیر کبیر: ج: 9، ص 509 تا 510 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرعون کی مزید بداعمالیاں

مرد مومن کی نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے فرعون نے مزید بداعمالیاں شروع کر دیں اور اس نے ہامان سے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے شاید کہ میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں جو آسمان کے راستے ہیں پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو دیکھ لوں اور بے شک میں ضرور گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ○ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ○ (المومن: 36 تا 37)

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے شاید کہ میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں جو آسمانوں کے راستے ہیں پھر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور بے شک میں ضرور گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح فرعون کے برے عمل کو اس کے نزدیک خوش نما بنا دیا گیا اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی ہر سازش صرف ناکام ہونے والی تھی۔

☆ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

جب وہ بلند قلعہ بنا دیا گیا تو فرعون اس قلعہ پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکے اور وہ تیر خون میں ڈوبے ہوئے واپس کر دیئے گئے۔

تو فرعون نے کہا:

میں نے موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کو قتل کر دیا ہے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 20914)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے پھر بھی اس کو آسمان اتنی ہی دور نظر آتا ہے جتنا زمین سے بلندی پر نظر آتا ہے سو ایسی حرکت تو کوئی

فاتر العقل اور مجنون ہی کر سکتا ہے اور سدی بہت ضعیف راوی ہے اس کی مذکور الصدر روایت صحیح نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:600 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

1- دراصل فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ایک بلند رصد گاہ بنائے جس میں وہ آلات رصد سے ستاروں کو دیکھ سکے اور ان ستاروں کے احوال سے زمین میں ہونے والے حوادث پر استدلال کر سکے پھر وہ اس پر غور کر سکے کہ آیا ان ستاروں میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا واقعی اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا ہے یا نہیں۔

2- وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے فساد کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان کی خبریں دیتے تھے اس کا یہ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی خبریں اسی وقت موصول ہوں گی جب کسی عمارت کے ذریعہ وہ آسمان تک پہنچ سکیں وہ ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ آیا کسی ذریعہ سے آسمان تک پہنچا جا سکتا ہے یا نہیں اور جب اس نے ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کر لیا کہ آسمان تک نہیں پہنچا جا سکتا تو اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب وہ اس بلند عمارت کے ذریعہ آسمان تک نہیں پہنچ سکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بغیر کسی عمارت کے آسمان تک کیسے پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آسمانوں تک پہنچ نہیں سکتے تو ان کو دی ہوئی آسمانوں کی خبریں کیسے صحیح ہوں گی اور اس سے اس لعین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی خبریں دی ہیں وہ جھوٹی ہیں۔

اور یہ اس لعین کی حماقت اور جہالت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں نے حواس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو جانا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے عقلی دلائل پیش کیے تھے اور ارشاد فرمایا تھا۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط (الشعراء:28)

وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔

مرد مومن کا قوم کو اپنی پیروی کرنے اور بعض دوسری نصیحتیں کرنا

مرد مومن نے اپنی قوم کو کہا! اے میری قوم میری پیروی کرو میں نیکی کے راستہ پر تمہاری رہنمائی کروں گا اس کے علاوہ اس مرد نے یہ نصیحتیں کیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۞ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۞ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۞ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۞ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ

وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ○ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (المؤمن:38تا44)

اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو میں نیکی کے راستہ پر تمہاری مدد کروں گا۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی دائمی قیام کی جگہ ہے جس نے برا کام کیا تو اس کو صرف اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اللہ تعالیٰ کا کفر کرنے کی دعوت دے رہے ہو اور یہ کہ میں اس چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دوں جس کے شریک ہونے کا مجھے علم نہیں ہے اور میں تمہیں بہت غالب اور بے حد بخشنے والے کی دعوت دے رہا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی طرف دعوت دے رہے ہو جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں اور بے شک ہم سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ پس عنقریب تم ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کرتا ہوں اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

مرد مومن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر پار کر گیا تھا اور غرق ہونے سے محفوظ رہا

یہ مرد مومن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر پار کر گیا اور غرق ہونے سے محفوظ رہا اور فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ مرد مومن قبطی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر پار کر گیا اور غرق ہونے سے محفوظ رہا اور فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 23422)

مرد مومن کا فرعون سے بھاگ جانا اور فرعون کا پکڑنے کے لئے سپاہی بھیجنا مگر وحشی جانوروں کے پہرہ کی وجہ سے نہ پکڑ سکنا

وہ مرد مومن فرعون کے پاس سے بھاگ کر ایک پہاڑ پر چلا گیا اور وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرعون نے سپاہیوں کو تلاش کے لئے بھیجا مگر جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وحشی جانور اس کا پہرہ دے رہے ہیں وہ سپاہی ان کے پہرے کی وجہ سے اس مرد مومن کو نہ پکڑ سکے۔

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

آل فرعون کا وہ مردِ مومن فرعون کے پاس سے بھاگ کر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرعون نے اس کی تلاش میں اپنے سپاہیوں کو بھیجا جس وقت اس کے سپاہی وہاں پہنچے تو وہ مردِ مومن نماز میں تھا اور جنگل کے درندے اور وحشی جانور اس پر پہرہ دے رہے تھے وہ سپاہی ان کے پہرے کی وجہ سے اس کے قریب نہ جا سکے۔

(النکت والعیون: ج:5، ص:159 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سپاہیوں کا جا کر فرعون کو واقعہ کی خبر دینا اور فرعون کا سپاہیوں کو قتل کر دینا

جب سپاہیوں نے دیکھا کہ اس مردِ مومن کا درندے پہرہ دے رہے ہیں تو وہ فرعون کے پاس واپس چلے گئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو فرعون ناکامی کی خبر سن کر غضب ناک ہوا اور اس نے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے جا کر فرعون کو اس واقعہ کی خبر دی فرعون ان کی ناکامی کی خبر سن کر غضب ناک ہوا اور اس نے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ (النکت والعیون: ج:۵، ص:159 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تاحیات مردِ مومن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے عقیدہ پر قائم رہا

فرعون کی سازش یہ تھی کہ اس مردِ مومن کو برگشتہ کر کے اپنے دین پر لاؤں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سازش سے ناکام کر دیا اور یہ مردِ مومن تاحیات اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے عقیدہ پر قائم رہا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

فرعون اور اس کے سرداروں کی یہ سازش تھی کہ اس مردِ مومن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برگشتہ کر کے فرعون کے دین کی طرف لایا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ناکام کر دیا اور آل فرعون کا وہ مردِ مومن تاحیات اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے عقیدہ پر قائم رہا۔ (تفسیر کبیر: ج:9، ص:521 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بعض اولاد کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بعض اولاد کے سوا آپ علیہ السلام پر کوئی ایمان نہیں لایا اور وہ بھی فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ وہ ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ○ (یونس:83)

تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انہیں ہٹنے پر مجبور نہ کر دیں اور بے شک فرعون زمین پر سر اٹھانے والا تھا اور بے شک وہ حد سے گزر گیا۔

بعض اولاد سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کی بعض اولاد ایمان لائی۔ بعض اولاد کی تعیین میں اختلاف ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310 ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جن لوگوں کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا لمبے عرصہ کے بعد وہ لوگ مر گئے اور ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جن لوگوں کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی وہ بنی اسرائیل نہیں تھے بلکہ وہ فرعون کی قوم کے چند لوگ تھے ان میں فرعون کی بیوی، آل فرعون کا مومن، فرعون کا خازن اور فرعون کے خازن کی بیوی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت یہ ہے کہ

وہ لوگ بنی اسرائیل کی اولاد تھے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میرے نزدیک راجح مجاہد کی روایت ہے کہ جن لوگوں کی ذریت ایمان لائی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا اور وہ بنو اسرائیل میں لمبا عرصہ گزارنے کے بعد وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے مر گئے پھر ان کی اولاد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور ان میں سے بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (جامع البیان: جز: 11، ص: 194 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو توکل کرنے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو صرف اسی پر توکل کرو اگر تم واقعی مسلمان ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ (یونس: 84)

اور موسیٰ نے کہا! اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو صرف اسی پر توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو۔

قوم کا کہنا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرو تو انہوں نے کہا

ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (یونس:85)

انہوں نے کہا ہم نے صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا ہے اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر۔

قوم کی رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں قوم کفار سے نجات عطا فرمانے کی دعا

قوم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا اے ہمارے رب عزوجل ہمیں ظالم لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات عطا فرما۔

قرآن مجید میں ہے:

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (یونس:86)

اور ہم کو اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات عطا فرما۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر میں گھر بنانے اور ان کو قبلہ قرار دینے کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر وحی فرمائی گئی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ یعنی مساجد قرار دو اور نماز پڑھو اور مومنین کو بشارت دو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس:87)

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف یہ وحی فرمائی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (مساجد) قرار دو اور نماز پڑھو اور مومنین کو بشارت دو۔

گھروں کو قبلہ بنانے کا کیوں حکم فرمایا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: بنو اسرائیل نماز پڑھنے میں فرعون اور اس کی قوم سے ڈرتے تھے تو ان کو حکم دیا کہ تم اپنے گھروں کو قبلہ بنالو یعنی اپنے گھروں کو مسجد بنالو اور ان میں نماز پڑھو۔ (جامع البیان، رقم الحدیث:13771)

ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ فرعونیوں پر ظاہر کر کے نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اجازت دی کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں کو قبلہ رو بنائیں۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 13780)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قبلہ سے مراد کعبہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کو اپنے معابد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے فرعون کا خوف ہوا تو ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں قبلہ رو مساجد بنائیں اور قبلہ کی جانب منہ کر کے خفیہ طریقہ سے نماز پڑھیں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 13783)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

بیوت کا غالب استعمال رہائشی گھروں کے لئے ہوتا ہے اور قبلہ کا غالب استعمال نماز کے قبلہ کے لیے ہوتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کو ان ہی معانی پر محمول کرنا چاہئے جن کے لئے غالب استعمال ہو اس لیے اس آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اپنے گھروں میں قبلہ رو ہو کر نماز پڑھو اور اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا معنیٰ ہے فرض نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ اس کے اوقات میں پڑھو اور بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ کا معنیٰ ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کو عظیم ثواب کی بشارت دیجئے (اور ایک معنیٰ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو یہ بشارت دیجئے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو فرعون اور اس کے سرداروں پر غلبہ عطا فرمائے گا) (جامع البیان: ج: 11: ص: 202 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مصر سے مراد اسکندریہ کا شہر ہے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آیت میں مصر سے مراد اسکندریہ کا شہر ہے۔ (تفسیر طبری: ج: 11: ص: 178 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

گھروں میں مساجد بنانے اور رخ قبلہ کی طرف کرنے کا حکم

قوم کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں میں مساجد بناؤ اور اپنا رخ قبلہ کی جانب کر لو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ان (قوم) کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں مساجد بنالیں۔ (تفسیر طبری: ج: 11: ص: 176 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نماز سے روک دیا تھا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی مساجد اپنے گھروں میں بنائیں

اوران کے رخ قبلہ شریف کی طرف کریں۔(درمنثور:ج:3،ص:953 مطبوعہ کراچی)

قوم صرف عبادت گاہ میں نماز پڑھتے تھے پھر ان کو گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا

قوم پہلے عبادت گاہ میں ہی نماز پڑھتی تھی حتیٰ کہ ان کو آل فرعون سے خوف لاحق ہو گیا تو ان کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

وہ صرف عبادت گاہ میں ہی نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ انہیں آل فرعون سے خوف لاحق ہو گیا تو انہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔(سنن سعید بن منصور:ج:15،ص:329 مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے بعد جو بھی ہوئے ہیں وہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ فرعون اور اس کی قوم سے نماز پڑھنے کے لئے علیحدہ ہو جاتے تھے تو رب کریم نے ارشاد فرمایا:

وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً

تم قبلہ رخ اپنے گھر بناؤ۔

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے بعد جو بھی ہوئے ہیں وہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

(تفسیر طبری:ج:11،ص:176 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لئے کچھ گھر بنائیں ان کی مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے اور نہ وہ مسجد میں عورتوں کے قریب جائیں سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو حکم ارشاد فرمایا: وہ دونوں اپنی قوم کے لیے کچھ گھر بنائیں اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کی مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے اور نہ وہ مسجد میں عورتوں کے قریب

جائیں سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے۔ اور کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ میری اس مسجد میں عورتوں کے قریب آئے اور نہ کوئی جنبی اس میں رات گزارے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے۔

(درمنثور: ج:3، ص:954 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں فرعون اور درباریوں کے مال و دولت کو برباد کرنے کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا: اے ہمارے رب عزوجل! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے۔ اے ہمارے رب عزوجل تا کہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب عزوجل ان کے مال و دولت کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تا کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۝

(یونس:88)

اور موسیٰ نے کہا! اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے اے ہمارے رب! تا کہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال و دولت کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تا کہ وہ اس وقت ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۝ (یونس:89)

فرمایا تمہاری دعا قبول کرلی گئی ہے تم دونوں ثابت قدم رہنا اور جاہلوں کے راستہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا۔

دونوں کی دعا قبول ہونے کا مطلب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہا تھا تو جو شخص دعا پر آمین کہے وہ بھی دعا کرنے والا ہے اس لئے دونوں کی دعا قبول ہونے کا فرمایا گیا۔

اس دعا کے دو محمل ہیں۔

ایک محمل یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور جو شخص کسی کی دعا پر آمین کہے وہ بھی دعا کرنے والا ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ دونوں نے دعا کی ہو۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 13812)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔ (درمنثور: ج:3، ص:955 مطبوعہ کراچی)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے اور دعا مانگنے والا اور اس پر آمین کہنے والا دونوں شریک ہیں۔ (سنن سعید بن منصور: ج:5، ص:331 مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

(تفسیر طبری: ج:11، ص:175 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تم دونوں کی دعا کو قبول فرما لیا گیا ہے۔ پس آمین کہنا بھی دعا ہو گئی اور اسے کہنے والا دعا میں شریک ہو گیا۔

(تفسیر طبری: ج:11، ص:186 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون اور ان کی قوم کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے

فرعون اور ان کی قوم کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے۔

(تفسیر عبد الرزاق: ج:2، ص:177 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

درہم و دنانیر سب کے سب پتھر ہو گئے

فرعون اور اس کی قوم کے درہم و دنانیر سب کے سب پتھر ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان کے دنانیر، دراہم، تانبہ اوران کا لوہا سب منقش پتھر بن گئے تھے۔(درمنثور:ج:3،ص:955 مطبوعہ کراچی)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا درہم و دنانیر کا پتھر بنے ہوئے دکھانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ربنا الحمس علی اموالھم کے بارے پوچھا تو میں نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے مالوں کو برباد کر دیا حتیٰ کہ وہ پتھر ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم یہیں ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں چنانچہ انہوں نے سر بمہر ایک تھیلا منگوایا اور اسے کھولا تو اس میں چاندی کے ٹکڑے تھے گویا کہ وہ پتھر ہیں اسی طرح دراہم و دنانیر اور انہی کی مثل دیگر مال سب کا سب پتھر بنا ہوا تھا۔(درمنثور:ج:3،ص:955 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا فرمائی تھی اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ

اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔(جامع البیان: رقم الحدیث:13814)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ

اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس تک زندہ رہا۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تم دونوں کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے یعنی چالیس سال کے بعد۔

(درمنثور:ج:3،ص:956 مطبوعہ کراچی)

فرعون کے متبعین کا کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا ہونا

فرعون کے متبعین پر قحط اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کے بارے میں ارشاد فرمایا: ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ○ (الاعراف:130)

اور بے شک ہم نے فرعون کے متبعین کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فرعونی خوش حالی پر کہتے یہ ہمارے سبب ہے

فرعونیوں پر جب خوش حالی آتی تو کہتے یہ ہمارے سبب سے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ (الاعراف:131)

پس جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے۔

فرعونی بدحالی آنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے

فرعونی اس قدر گندے ذہن کے مالک تھے جب خوشحالی آتی تو کہتے یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب بدحالی آتی تو کہتے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف سے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ○ (الاعراف:131)

اور جب ان پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے! سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ثابت) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

فرعونیوں کا ایمان لانے سے انکار

فرعونیوں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ○ (الاعراف:132)

اور انہوں نے کہا (اے موسیٰ) آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

سالہا سال تک فرعونیوں پر قحط سالی

فرعونیوں پر سالہا سال تک قحط سالی رہی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سالہا سال تک انہیں قحط سالی کے ساتھ پکڑے رکھا اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کیے رکھی۔

الخ (تفسیر طبری: ج:9،ص:37 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بھوک اور قحط سالی جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والوں کے لئے تھی

فرعونیوں پر جو بھوک اور قحط کی گئی وہ ان کے جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والے لوگوں کے لئے تھی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

بھوک اور قحط سالی ان کے جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والے لوگوں کے لئے تھی۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:37 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں پر پھلوں کی کمی ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لئے تھی

فرعونیوں پر جو پھلوں کی کمی کی گئی وہ ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لئے تھی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور پھلوں کی کمی ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لئے تھی۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:37 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پھلوں میں پیداوار کی کمی کا عالم

پھلوں میں پیداوار کی کمی کا یہ عالم تھا کہ کھجور کے درخت پر سوائے ایک خشک کھجور کے کوئی پھل نہیں لگتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

پھلوں کی پیداوار میں کمی اس حد تک تھی کہ کھجور کے درخت پر سوائے ایک خشک کھجور کے کوئی پھل نہیں لگتا تھا۔

(درمنثور: ج:3،ص:348 مطبوعہ کراچی)

فرعونیوں کی ہر شے خشک ہو گئی

جب اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کے ساتھ فرعونیوں کو پکڑا تو ان کی ہر شے خشک ہو گئی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کے ساتھ فرعونیوں کو پکڑا تو ان کی ہر شے خشک ہوگئی۔(درمنثور:ج:3،ص:348 مطبوعہ کراچی)

فرعونیوں کے قحط سالی کی وجہ سے مویشی مر گئے

قحط سالی کی وجہ سے فرعونیوں کے مویشی مر گئے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان کے مویشی مر گئے۔(درمنثور:ج:3،ص:348 مطبوعہ کراچی)

دریائے نیل بھی خشک ہوگیا

فرعونیوں پر قحط سالی کا یہ عالم تھا کہ دریائے نیل بھی خشک ہوگیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حتیٰ کہ دریائے نیل بھی خشک ہوگیا۔(درمنثور:ج:3،ص:348 مطبوعہ کراچی)

فرعونیوں کا فرعون کے پاس جا کر دریائے نیل میں پانی لانے کا کہنا

جب دریائے نیل خشک ہوگیا تو فرعونی فرعون کے پاس گئے اور اس کو کہا: اگر تو اس طرح ہے جس طرح تو گمان کرتا ہے تو پھر ہمارے لیے دریائے نیل میں پانی لے آ۔ اس نے جواب دیا کل صبح تمہیں پانی مل جائے گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعونی فرعون کے پاس اکٹھے ہوئے اور اسے کہا: اگر تو اس طرح ہے جیسے تو گمان کرتا ہے تو پھر ہمارے لیے دریائے نیل میں پانی لے آ۔ اس نے جواب دیا کل صبح تمہیں پانی مل جائے گا۔(درمنثور:ج:3،ص:348 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا آخر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے کی دعا کرنا

جب فرعونی فرعون کے پاس سے چلے گئے تو اس نے کہا میں نے کون سی چیز بنائی ہے؟ کیا میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے پر قادر ہوں کل صبح ہوگی تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے جب نصف رات ہوئی وہ اٹھا اور اس نے غسل کیا اور اون سے بنی ہوئی قمیض پہنی پھر ننگے پاؤں نکلا حتیٰ کہ دریائے نیل پر پہنچ گیا اور اس کے اندر کھڑے ہو کر دعا مانگی اے اللہ عزوجل! بے شک تو جانتا ہے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ تو دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھر دینے کی قدرت رکھتا ہے لہٰذا تو اس کو بھر دے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سو جب وہ اس کے پاس سے نکل گئے تو اس نے کہا میں نے کون سی چیز بنائی ہے؟ کیا میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے پر قادر ہوں کل صبح ہو گی تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے جب نصف رات ہوئی وہ اٹھا اور اس نے غسل کیا اور اون سے بنی ہوئی قمیض پہنی پھر ننگے پاؤں باہر نکلا حتی کہ دریائے نیل پر پہنچ گیا اور اس کے اندر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ عزوجل! بے شک تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ تو دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھر دینے کی قدرت رکھتا ہے تو اس کو بھر دے۔

(درمنثور: ج:3، ص:348 مطبوعہ کراچی)

دریائے نیل پانی کے ساتھ ابلنے لگا

جب فرعون نے دعا کی تو دریائے نیل پانی کے ساتھ ابلنے لگا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پس اس کو یقین ہو گیا کہ پانی کا ریلا آئے گا تو وہ باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی کے ساتھ ابلنے لگا۔

(درمنثور: ج:3، ص:348 مطبوعہ کراچی)

دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھرنے سے فرعون کو ہلاک و تباہ کرنے کا ارادہ

دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھرنے کا مقصد یہ تھا کہ فرعون کو اس کے ساتھ ہلاک اور تباہ کیا جائے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک اور تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (درمنثور: ج:3، ص:348 مطبوعہ کراچی)

فرعونیوں کا برا گمان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آیت کریمہ میں اَلْحَسَنَۃُ سے مراد عافیت اور خوش حالی ہے یعنی جب انہیں خوش حالی اور عافیت حاصل ہوتی تو کہتے ہم ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اگر انہیں کوئی مصیبت اور تنگی پہنچتی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بدفالی پکڑتے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:38 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں پر طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون کا عذاب

جب فرعونیوں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لئے کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے خلاف دعاء ضرر فرمائی اور کہا: اے میرے رب عزوجل! تیرا بندہ فرعون زمین میں بہت تکبر اور سرکشی کر رہا ہے اور اس کی قوم نے تیرے عہد کو توڑ دیا ہے۔ اے میرے رب عزوجل! ان پر عذاب نازل فرما جو ان کے لئے عذاب ہو اور میری قوم کے لئے نصیحت ہو اور بعد والوں کے لئے نشانی اور

عبرت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان، ٹڈی دل کے بادل اور جوئیں اور مینڈک اور خون کا عذاب بھیجا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ○ (الاعراف:133)

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈی دل کے بادل اور جوئیں اور مینڈک اور خون درآنحالیکہ یہ الگ الگ نشانیاں تھیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھی ہی مجرم قوم۔

فرعونیوں پر مختلف قسم کا عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب فرعون کی قوم نے یہ کہا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لئے کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج تھے۔ اس وقت انہوں نے قوم فرعون کے خلاف دعاء ضرر کی۔ اے میرے رب عزوجل! تیرا بندہ فرعون زمین میں بہت تکبر اور سرکشی کر رہا ہے اور اس کی قوم نے تیرے عہد کو توڑ دیا ہے۔ اے میرے رب عزوجل! ان پر عذاب نازل فرما جو ان کے لئے عذاب ہو اور میری قوم کے لئے نصیحت ہو اور بعد والوں کے لئے نشانی اور عبرت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا اور وہ زبردست طوفانی بارش تھی جس سے ان کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ بنو اسرائیل اور قبطیوں کے گھر ملے جلے تھے۔ قبطیوں کے گھر تو پانی سے بھر گئے حتیٰ کہ ان کی گردنوں تک پانی پہنچ گیا۔ ان میں سے جو شخص بیٹھتا وہ پانی میں ڈوب جاتا اور بنو اسرائیل کے گھروں میں پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوا اور قبطیوں کی زمینوں پر پانی جمع ہو گیا وہ کھیتی باڑی اور دیگر کام نہ کر سکے ایک سنیچر سے دوسرے سنیچر تک یہی کیفیت رہی تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ ہم کو اس بارش کے طوفان سے نجات دے دے تو ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو ان سے وہ طوفان اٹھا لیا گیا اور اس سال ان کی بہت اچھی فصل ہوئی ایسی کبھی نہ ہوئی تھی ہر طرف سبزہ پھیل گیا اور درخت ہرے بھرے ہو گئے۔

تب قبطیوں نے کہا:

یہ پانی ہمارے حق میں نعمت تھا اس سے ہماری فصل اچھی ہوئی اور ہمارے درخت پھلوں سے لد گئے سو وہ ایمان نہیں لائے اور ایک مہینہ تک آرام و عافیت سے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی دل کے بادل بھیجے انہوں نے ان کی تمام فصلوں، پھلوں حتیٰ کہ درختوں تک کو چاٹ لیا بلکہ انہوں نے دروازوں کو، مکان کی چھتوں کو، ہر قسم کی لکڑی کو، ان کے ساز و سامان کو، کپڑوں کو حتیٰ کہ دروازوں کی کیلوں تک کو کھا لیا وہ ٹڈیاں ہر چیز کو کھا رہی تھیں اور ان کی بھوک ختم نہیں ہو رہی تھی۔ تب قبطی بہت چیخے

چلائے اور بہت فریاد کی اور کہا: اے موسیٰ علیہ السلام آپ سے آپ کے رب عزوجل نے جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ کے واسطے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے اگر اس نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پختہ وعدہ کیا اور بہت پکی قسمیں کھائیں ان پر ٹڈیوں کا یہ عذاب ایک سنیچر سے دوسرے سنیچر تک رہا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹڈیوں کا یہ عذاب دور کر دیا۔

بعض احادیث مبارکہ میں ہے۔

ٹڈیوں کے سینہ پر لکھا ہوا تھا۔

جند اللہ الاعظم

اللہ تعالیٰ کا عظیم لشکر ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا فضا میں مشرق سے مغرب کی طرف گھمایا تو ٹڈیاں جہاں سے آئی تھیں وہیں واپس چلی گئیں ان کے کھیتوں میں جو بچا کھچا غلہ باقی رہ گیا تھا انہوں نے کہا یہ بھی کافی ہے اور ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اپنی بداعمالیوں پر ڈٹے رہے سو وہ ایک ماہ تک عافیت سے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل بھیج دیں۔

قمل کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

گندم سے جو سرسریاں وغیرہ نکلتی ہیں وہ قمل ہیں۔

حضرت مجاہد، سدی، قتادہ اور کلبی وغیرہ نے کہا ہے کہ

قمل بغیر پروں کی ٹڈیاں ہیں۔

بعض نے کہا:

وہ چیچڑ کی ایک قسم ہیں۔

اور بعض نے کہا:

وہ جوئیں ہیں۔

اور بعض نے کہا:

وہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

وہ شہر سے باہر بستیوں کے پاس کسی بڑے ٹیلے کے پاس جائیں اور اس ٹیلے پر اپنا عصا ماریں۔ عصا مارنے سے اس ٹیلے

کے اندر سے وہ کیڑے پھوٹ پڑے وہ ان کے بچے کھچے کھیتوں کو کھا گئے وہ ان کے کپڑوں میں گھس گئے ان کا کھانا ان کیڑوں سے بھر جاتا وہ ان کے بالوں میں، ان کی پلکوں میں، ان کی بھنوؤں میں گھس گئے وہ ان کے ہونٹوں اوران کی کھالوں میں گھسنے لگے ان کا چین وقرار جاتا رہا وہ سو نہیں سکتے تھے بالآخر وہ بے چین اور بے قرار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور رو رو کر فریاد کی۔

اور کہنے لگے۔

ہم توبہ کرتے ہیں! آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے یہ عذاب اٹھالے ان پر سات دن یہ عذاب رہا تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ان سے یہ عذاب اٹھالیا گیا لیکن انہوں نے پھر عہد شکنی کی اور دوبارہ برے اعمال شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ ہم یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جادوگر ہیں جنہوں نے ریت کے ٹیلے کو قمل سے بدل ڈالا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب بھیجا جس سے ان کے گھر اور ان کے صحن بھر گئے ان کے کھانے اور کھانے کے برتن مینڈک سے بھر گئے وہ جب بھی کسی کھانے کے برتن کو یا کھانے کو کھولتے تو اس میں مینڈک بھرے ہوئے ہوتے۔ جب کوئی شخص بیٹھتا تو مینڈک اچھل کر اس کی ٹھوڑی پر چڑھ جاتے اور جب وہ بات کرنا چاہتا تو مینڈک پھدک کر اس کے منہ کے اندر چلے جاتے وہ ان کی دیگچیوں میں اچھل کر چلے جاتے اور ان کا کھانا خراب کر دیتے اور ان کی آگ بجھا دیتے۔ وہ جب سونے کے لئے کروٹ لیتے تو دوسری جانب مینڈکوں کا ڈھیر لگ جاتا اور وہ کروٹ نہ بدل سکتے وہ منہ میں نوالہ ڈالنے کے لئے منہ کھولتے تو نوالہ سے پہلے مینڈک منہ میں چلا جاتا وہ آٹا گوندھتے تو آٹے میں مینڈک لتھڑ جاتے اور جب وہ سالن کی دیگچی کھولتے تو وہ دیگچی مینڈکوں سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

پہلے مینڈک خشکی کے جانور تھے لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی اور جوش کھاتی ہوئی دیگچی میں پھدک کر چلے جاتے اور بھڑکتے ہوئے تنور میں چھلانگ لگا دیتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھی اطاعت کی وجہ سے ان کو پانی کا جانور بنا دیا۔ قبطیوں پر ایک ہفتہ تک مینڈکوں کا عذاب رہا وہ پھر روتے پیٹتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور بہت معافی مانگی اور توبہ کی اور قسمیں کھائیں اور بہت پکے وعدے کیے کہ وہ اب وعدہ نہیں توڑیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کا عذاب اٹھالیا اور وہ ایک ماہ تک آرام اور عافیت کے ساتھ رہے پھر انہوں نے اپنے وعدوں اور قسموں کو توڑ دیا اور اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب بھیجا پھر دریائے نیل میں خون بہنے لگا۔ ان کے گھروں میں رکھا ہوا پانی خون بن گیا۔ وہ کنوؤں اور نہروں سے جو پانی لاتے تھے وہ سرخ رنگ کا گاڑھا خون ہوتا تھا۔ انہوں نے فرعون سے شکایت کی کہ اب تو ہمیں پینے کا پانی بھی میسر نہیں ہے۔

فرعون نے کہا کہ

یہ موسیٰ علیہ السلام کا جادو ہے؟

قبطیوں نے کہا:

یہ جادو کہاں سے ہو گیا۔ ہمارے تمام برتنوں میں سرخ سیال خون بھرا ہوا ہے۔ پھر فرعون نے قبطی اور اسرائیلی کو جمع کیا۔ قبطی کے پیالہ میں خون ہوتا اور اسرائیلی کے پیالہ میں پانی ہوتا۔ پھر جب قبطی اسرائیلی کا پیالہ لے کر پانی پینا چاہتا تو اس کے منہ کے پاس جا کر خون بن جاتا وہ پانی کے مٹکوں کو دیکھتے تو قبطی کے مٹکے میں خون ہوتا اور اسرائیلی کے مٹکے میں پانی ہوتا حتیٰ کہ پیاس سے مجبور ہو کر قوم فرعون کی عورت اسرائیلی کے پاس جا کر پانی مانگتی۔ اسرائیلی اس کو پیالے میں پانی دیتا لیکن قبطی عورت جب اس سے پیالہ کو پکڑتی تو وہ خون ہو جاتا پھر وہ عورت اسرائیلی سے کہتی کہ تم میرے منہ میں اس پانی کی کلی کر دو جب اسرائیلی کلی کرتا تو قبطی کے منہ میں پہنچ کر وہ پانی خون بن جاتا اور فرعون کو جب پیاس لگتی تو وہ درختوں کی تر چھال کو چباتا اور اس میں سخت کھارا اور کڑوا پانی نکلتا۔ وہ سات دن تک اس سخت عذاب میں مبتلا رہے اور خون کے سوا کوئی چیز نہ پی سکے۔ پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے پیٹتے ہوئے آئے اور کہنے لگے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس عذاب کو اٹھا لے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب اٹھا لیا ان پر طوفان، ٹڈی دل، سرسریوں، مینڈکوں اور خون کا عذاب پے در پے آیا ہر عذاب کا دورانیہ سات دن تھا اور دو عذابوں کے درمیان عافیت کا وقفہ ایک ماہ تھا لیکن ہر قسم کا عذاب بھگتنے کے باوجود وہ راہ راست پر نہیں آئے اور وہ ایمان لانے سے تکبر کرتے رہے اور دراصل وہ تھے ہی مجرم لوگ۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص160 تا 161 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص 1544 تا 1549)(زاد المسیر: ج:3،ص 250 تا 251)(جامع البیان: جز:9،ص46 تا 50)

فرعونیوں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بارش رکوا دینے کی درخواست اور بارش کا رک جانا

فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور ہٹا دے ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر طوفان بھیجا اور اس سے مراد بارش ہے۔

تو فرعونیوں نے کہا:

اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے ہمارے لیے دعا کیجئے وہ اس بارش کو ہم سے دور ہٹا دے ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے پس آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں

التجاء کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ الخ (تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بارش کے رکنے کے سال کھیتیاں اور گھاس بہت زیادہ اگنا

بارش کے رکنے کے سال اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے لئے اس قدر کھیتیاں اور گھاس وغیرہ اگائی کہ اس سے قبل کبھی بھی اتنا کچھ نہیں اگایا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور اس سال اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اتنی کھیتیاں اور گھاس وغیرہ اگائی کہ اس سے قبل کبھی بھی اتنا کچھ نہیں اگایا تھا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ناشکری پر ٹڈیاں مسلط کر دینا

فرعونیوں نے ناشکری کی اور کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کی ہم آرزو اور تمنا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور ان پر مسلط کر دیا۔

امام ابوجعفر ابن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

تو وہ کہنے لگے کہ

یہ وہی ہے جس کی ہم تمنا اور آرزو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اسے ان پر مسلط کر دیا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ٹڈی کے عذاب کو دور کرنے کی درخواست اور دعا سے ٹڈی کا دور ہونا

جب فرعونیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی ٹڈیوں سے کوئی فصل باقی نہیں رہے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں ان کے دور ہونے کی درخواست کی اور آپ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی تو وہ دور ہو گئیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

سو جب ان کی نظریں اس پر پڑیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی کوئی فصل باقی نہیں بچے گی تو انہوں نے پہلے کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے التجاء کی اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹڈی کو دور فرما دیا۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کی دوبارہ ناشکری پر جوئیں مسلط کر دینا

فرعونیوں نے دوبارہ ناشکری کی اور کہنے لگے اب تو ہم نے فصلوں کو محفوظ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جوئیں بھیج دیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

چنانچہ انہوں نے فصلوں کو گاہا اور صاف کر کے انہیں گھروں میں محفوظ کر لیا اور کہنے لگے ہم نے فصلوں کو محفوظ کر لیا ہے۔ تو

اللہ تعالیٰ نے ان پر جوئیں بھیج دیں اور یہاں قمل سے مراد وہ گھن ہے جو گندم سے نکلتا ہے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کوئی فرعونی چکی پر دس اجرب گندم لے جاتا تو تین قفیز بھی واپس نہیں لوٹا تا تھا

جب کوئی فرعونی دس اجرب گندم چکی پر لے جاتا تو ان میں سے تین قفیز بھی واپس نہیں لوٹائے جاتے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ایک آدمی دس اجرب گندم چکی پر لے جاتا تھا تو ان میں تین قفیز بھی واپس نہیں لوٹائے جاتے تھے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جوؤں کے عذاب کو دور کروا دینے کی درخواست

فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جوؤں کے عذاب کو دور کروا دینے کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سے جوؤں کا عذاب بھی دور فرما دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بھی نجات عطا فرما دی۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجنے کے انکار پر مینڈک کا عذاب

انہوں نے جب بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجنے کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک کا عذاب بھیج دیا کہ جب وہ بات کرتے تو مینڈک اچھل کر ان کے منہ میں چلا جاتا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

لیکن پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کر دیا تو اسی اثناء میں آپ علیہ السلام نے فرعون کے پاس نہر سے مینڈک کے ٹرانے کی آواز سنی۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! کیا تو اور تیری قوم اس مینڈک سے مل چکے ہو؟

تو اس نے کہا:

کیا وہ اس مینڈک کے قریب ہے؟

پس جب شام ہوئی تو ہر آدمی اپنی ٹھوڑی تک مینڈکوں میں تھا اور ان میں سے کوئی بھی بات نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ مینڈک اچھل کر اس کے منہ میں داخل ہو جاتا اور ان کے برتنوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا مگر یہ کہ وہ مینڈکوں سے بھرا پڑا ہوتا تھا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کی دوبارہ دعا کی درخواست پر مینڈک کا عذاب دور ہو جانا

فرعونیوں نے دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے مینڈک کے عذاب کو دور کرنے کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب بھی دور فرما دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دوبارہ ناشکری پر خون کا عذاب نازل ہونا

فرعونیوں نے دوبارہ ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کے عذاب کو بھیجا ان کے دریا خون ہو گئے، کنویں خون ہو گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

لیکن انہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیجا تو ان کے دریا خون ہو گئے اور ان کے کنویں بھی خون ہو گئے۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں کا فرعون سے شکوہ کرنا اور فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خون کے عذاب کو دور کر دینے کی درخواست

فرعونیوں نے فرعون کے پاس جا کر خون کے عذاب کا شکوہ کیا تو فرعون بد بخت نے کہا اس نے تم پر جادو کر دیا ہے؟ فرعونیوں نے کہا ہمارے برتنوں، کنوؤں اور دریاؤں میں کوئی پانی نہیں ہے مگر ہم اس میں تازہ خون کا ذائقہ پاتے ہیں تو پھر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس خون کے عذاب کو دور کر دینے کی درخواست کی مگر انہوں نے پھر بھی وعدہ پورا نہ کیا اور کفر پر رہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

تو انہوں نے فرعون کے پاس یہ شکوہ کیا۔

تو اس نے کہا:

محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اس نے تم پر جادو کر دیا ہے؟

فرعونیوں نے کہا:

ہمارے برتنوں، کنوؤں اور دریاؤں میں کوئی پانی نہیں ہے مگر ہم اس میں تازہ خون کا ذائقہ پاتے ہیں۔

تو فرعون نے پھر کہا۔

اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ان سے اس خون کو دور فرما دے لیکن انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا۔ (تفسیر طبری: ج: 9، ص: 45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل کو ساتھ نہ بھیجنے پر بار بار عذاب میں گرفتار ہونا

فرعونی بنی اسرائیل کو ساتھ بھیجنے کا وعدہ کرتے جب عذاب ٹل جاتا تو انکار کر دیتے پھر عذاب میں گرفتار کر دیئے جاتے یوں وہ بار بار عذاب میں گرفتار ہوئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ" میں طوفان سے مراد شدید بارش ہے یعنی ہم نے ان پر بارش بھیجی حتیٰ کہ انہیں ہلاک ہونے کا خوف ہونے لگا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا! اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں ہمارے لیے دعا فرمایئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور لے جائے تو ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دیں گے چنانچہ آپ علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ مقدسہ میں التجاء کی تو ان سے بارش ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب ان کی فصلوں کو خوب اگایا اور ان کے شہروں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔

تو انہوں نے کہا:

ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم پر بارش نہ برسائی جائے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اس نے بڑی تیزی سے ان کی فصلوں اور پھلوں کو خراب کرنا شروع کر دیا۔

تو انہوں نے پھر التجاء کی۔

اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ اس ٹڈی کو ہم سے دور فرما دے تو عنقریب ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹڈی سے نجات دے دی۔ درآنحالیکہ ان کی فصلوں اور دیگر حاجات زندگی میں سے ابھی کچھ باقی تھیں۔

تو انہوں نے کہا:

جو ہمارے لیے باقی بچا ہے وہ ہمیں کافی ہے لہٰذا ہم تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل کو بھیج دیا اور یہ ایک رینگنے والا کیڑا ہے جو فصل وغیرہ ٹڈی نے چھوڑ دی تھی یہ اس میں داخل ہو گیا تو وہ خوب گھبرا گئے اور انہیں ہلاکت و بربادی کا خوف ہونے لگا تو انہوں نے پھر درخواست کی اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس کیڑے کو ہم سے دور کر دے تو ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیں گے چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دے دی۔

تو پھر وہ کہنے لگے۔

ہم تمہارے ساتھ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور نہ تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک کو بھیج دیا اور ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے اور ان کے سبب انہیں سخت تکلیف پہنچی اتنی شدید اذیت کہ اس سے قبل کبھی بھی ایسی تکلیف سے دوچار نہیں ہوئے تھے وہ اچھل کر ان کی ہنڈیوں میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے کھانوں کو خراب کر دیتے تھے اور ان کی آگ بجھا دیتے تھے۔

انہوں نے پھر کہا۔

اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ ان مینڈکوں کو ہم سے دور فرما دے کیونکہ ان کے سبب ہم شدید آزمائش میں اور اذیت میں مبتلا ہیں تو ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دیں گے چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا تو انہوں نے پھر کہہ دیا ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیج دیا پس وہ خون ہی کھانے لگے اور خون ہی پینے لگے۔

پھر عرض کیا:

اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے ہمارے لیے دعا فرمایئے وہ اس خون کو ہم سے دور فرما دے تو ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ علیہ السلام کے ساتھ بھیج دیں گے چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے خون کو دور فرما دیا۔

لیکن انہوں نے پھر کہا۔

اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم ہرگز تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ پس یہی وہ واضح نشانیاں تھیں جو ایک دوسری کے پیچھے ظاہر ہوئیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت مکمل ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے انہیں پکڑ لیا اور گہرے سمندر میں ان کو غرق کر دیا۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ٹڈی فرعونیوں کا کیا حشر کرتی تھی؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہم نے ان پر پانی، طاعون اور ٹڈی بھیجی۔ فرمایا ٹڈی ان کے دروازے کے کیلوں اور ان کے کپڑوں کو کھانے لگی اور قمل سے مراد کیڑا اور مینڈکیں ان کے بستروں اور ان کے کھانوں میں داخل ہو جاتی تھیں اور خون ان کے کپڑوں، پانی اور کھانے میں ظاہر ہو جاتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مینڈک کو اللہ تعالیٰ نے کیا جزاءِ خیر عطا فرمائی

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مینڈک خشکی پر رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعونیوں کی طرف بھیجا تو اس نے حکم سنا اور اطاعت بجالائی پھر یہ کبھی اپنے آپ کو ابلتی ہنڈیا میں پھینک دیتا اور کبھی تنوروں میں کود جاتا حالانکہ وہ جوش مار رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس حسین فرمانبرداری اور اطاعت کی جزاء کے طور پر اس کو پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:47 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعونیوں پر مینڈک سے بڑھ کر کوئی شے تکلیف دہ اور اذیت ناک نہ تھی یہ ان کی ہنڈیوں کے پاس آجاتے حالانکہ وہ ابل رہی ہوتی تھیں اور یہ اپنے آپ کو ان میں ڈال دیتے تو اللہ تعالیٰ نے جزاء کے طور پر پانی اور مٹی کی ٹھنڈک قیامت تک کے لئے اسے عطا فرما دی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تم مینڈک کو نہ مارو کیونکہ جب اس کو فرعونیوں کی طرف بھیجا گیا تو ان میں ایک مینڈک چلا اور آگ سے بھرے تنور میں گر گیا اس کے عوض اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے ٹھنڈی شے کے ساتھ جزاء عطا فرمائی جسے ہم پانی کہتے ہیں اور اس کی آواز کو تسبیح بنا دیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:355 مطبوعہ کراچی)

اسرائیلی صاف اور میٹھا پانی پیا کرتے اور فرعونی خون سے سیراب ہوتے تھے

اسرائیلیوں کو صاف اور میٹھا پانی ملتا جس کو وہ پیتے تھے اور فرعونیوں کو خون ملتا تھا جس سے وہ سیراب ہوتے تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہی رحمۃ اللہ علیہ ں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

دریائے نیل میں خون بہنے لگا بنی اسرائیل صاف اور میٹھا پانی پیا کرتے تھے اور فرعونی خون سے سیراب ہوتے تھے حالانکہ دونوں ایک برتن میں شریک ہوتے تھے پس جو کچھ اسرائیلی کو ملتا تھا وہ صاف اور میٹھا پانی ہوتا تھا اور جو کچھ فرعونی کو ملتا تھا وہ خون ہوتا۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:48 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعونیوں پر نکسیر کا مسلط ہونا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

الدم کے بارے میں حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان پرنکسیر کو مسلط کر دیا۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:50 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرعونی پانی سے چلو بھرتے تو وہ سرخ خون ہوتا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر خون بھیجا وہ اپنے پانی کے جو چلو بھی بھرتے وہ سرخ خون ہوتا حتیٰ کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ فرعون دو آدمیوں ایک قبطی اور ایک اسرائیلی کو ایک برتن میں جمع کر دیتا تو پھر اسرائیلی کو جو ملتا تھا وہ پانی ہوتا اور جو قبطی کو ملتا وہ خون ہوتا۔

(درمنثور: ج:3،ص:355 مطبوعہ کراچی)

ٹڈی پر مقدس کلمات لکھے ہوئے ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ٹڈی پر سریانی زبان میں یہ لکھا ہوا ہے۔

انی انا اللہ لا الہ الا انا وحدی لاشریك لی الجراد جند من جندی اسلطه علی من اشاء من عبادی

بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔ ٹڈی میرے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے میں اپنے بندوں میں سے جن پر چاہوں اسے مسلط کر دیتا ہوں۔

(درمنثور: ج:3،ص:354 مطبوعہ کراچی)

امام طبرانی، اسماعیل بن عبدالغافر فارسی رحمۃ اللہ علیہما نے اربعین میں اور بیہقی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم یعنی میں، میرے بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس، قثم اور فضل ایک دسترخوان پر اکٹھے تھے کہ ایک ٹڈی آگری تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو پکڑ لیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: پڑھیے! ٹڈی پر کیا لکھا ہوا ہے؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے اپنے ابا جان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ٹڈی پر لکھا ہوا ہے!

انی انا اللہ لا الہ الا انا رب الجراد ورازقها اذا شئت بعثتها رزقا لقوم وان شئت علی قوم بلاء

بے شک میں اللہ تعالیٰ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ٹڈی کا رب عزوجل ہوں اس کا رازق ہوں جب میں چاہتا ہوں تو اسے کسی قوم کے لئے رزق بنا کر بھیج دیتا ہوں اور اگر چاہوں تو کسی قوم پر آفت اور مصیبت بنا کر اس کو بھیجتا ہوں۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قسم بخدا! یہ مخفی علم میں سے ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:354 مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ٹڈی آ کر گری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھالیا تو اس کے ایک پر عبرانی میں لکھا ہوا تھا۔

لا یعنی جنینی ولا یشبع اکلی نحن جندالله الاکبر لنا تسع و تسعون بیفة ولو تمنا لنا المائة لاکلنا الدنیا بمافیها

میرا جنین گرتا نہیں مجھے کھانے والا سیر نہیں ہوتا ہم عظیم و کبیر رب کا لشکر ہیں ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں اگر سو مکمل ہوتے تو ہم دنیا کی ہر شے کو کھا جاتیں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! ٹڈی کو ہلاک کر دے ان میں سے کبار کو قتل کر دے اور صغار کو موت دے دے ان کے انڈوں کو خراب اور فاسد کر دے اور مسلمان کے کھیتوں اور دیگر ضروریات زندگی سے ان کے منہ بند کر دے بے شک تو دعا کو سننے والا ہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: بعض امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ (شعب الایمان: ج:7، ص:233 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ٹڈی اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سب سے زیادہ ہے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سب سے زیادہ ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

(سنن ابوداود: ج:2، ص:178 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی دعا ٹڈی سے پوری ہوئی

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت مریم بنت عمران علیہما السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا مانگی کہ وہ انہیں ایسا گوشت کھلائے جس میں خون نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔

تو انہوں نے کہا: اللھم اعشه بغير رضاع وتابع بينه بغير شياع

اے اللہ عزوجل! اسے بغیر دودھ کے زندہ رکھ اور ان کے درمیان بغیر اشتراک کے موافقت رکھ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:9،ص:45 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں یہ التجاء کی کہ وہ ایسا گوشت عطا فرمائے جس میں خون نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔ (درمنثور: ج:3،ص:352 مطبوعہ کراچی)

ٹڈی سے کسی نبی کا سوال پورا کیا گیا

حضرت زینب ربیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم اسلام میں سے کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسے پرندے کے گوشت کا سوال کیا جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلیاں اور ٹڈی عطا فرمائی۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:9،ص:298 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمایا

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی سے روایت ہے کہ

ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوا میں مینڈک کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارنے سے منع فرمادیا۔ (سنن ابوداؤد: ج:2،ص:185 مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں قیام پذیر رہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں قیام پذیر رہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت نوف الشامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور آپ علیہ السلام انہیں نشانیاں دکھاتے رہے مثلاً ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون اور وہ اسلام لانے سے انکار ہی کرتے رہے۔

(درمنثور: ج:3،ص:355 مطبوعہ کراچی)

چالیس برس تک قیام پذیر رہے

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آنے کے بعد چالیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور ان کو واضح نشانیاں دکھاتے رہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آنے کے بعد چالیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور انہیں واضح نشانیاں دکھاتے رہے یعنی ٹڈی، جوئیں اور مینڈک۔ (درمنثور: ج: 3، ص: 356 مطبوعہ کراچی)

نشانیاں ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک ٹھہرتیں پھر ایک ماہ کے لئے اٹھالی جاتیں

فرعونیوں پر جو نشانیاں ظاہر کی گئیں وہ عذاب کی صورت میں ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک ٹھہرتی تھیں اور پھر ایک مہینے کے لئے ان سے ان کو اٹھالیا جاتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان نشانیوں میں سے بعض بعض کے پیچھے ظاہر ہوئیں وہ نشانی ان میں ایک ہفتے سے دوسرے ہفتے تک ٹھہرتی تھی اور پھر مہینے بھر کے لئے ان سے اٹھالیا جاتا تھا۔ (درمنثور: ج: 3، ص: 356 مطبوعہ کراچی)

تمام نشانیوں میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا

فرعونیوں پر جو عذاب کی صورت میں نشانیاں ظاہر کی گئیں ان تمام میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان تمام نشانیوں میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا۔ (درمنثور: ج: 3، ص: 356 مطبوعہ کراچی)

نو علامات نو برس میں ظاہر ہوئیں ہر سال میں ایک علامت ظاہر ہوئی

جو علامات ظاہر ہوئی تھیں وہ نو برس میں ظاہر ہوئیں ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ نو علامات نو برس میں ظاہر ہوئیں ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوئی۔ (درمنثور: ج: 3، ص: 356 مطبوعہ کراچی)

قوم فرعون کے ستر ہزار افراد مر جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تم میں ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ مینڈھا ذبح کرے پھر اپنی ہتھیلی اس کے خون سے رنگ لے پھر اس کو اپنے دروازے پر لگا دے تو قبطیوں نے بنی اسرائیل کو کہا۔ تم یہ خون اپنے دروازے پر کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کر رہا ہے ہم اس سے بچ جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

قبطی نے کہا:

کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہی علامت بتائی ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔

اسی طرح ہمیں ہمارے نبی مکرم نے حکم دیا ہے پس انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ قوم فرعون کے ستر ہزار افراد مر چکے تھے اور شام کے وقت حالت یہ تھی کہ وہ دفنائے نہیں جاسکتے تھے۔

تو اس وقت فرعون نے کہا:

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ ۝ (الاعراف:134)

دعا کرو ہمارے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کریں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل۔

چنانچہ آپ نے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ اقدس میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کو دور ہٹا دیا ان تمام سے بڑھ کر فرعون نے وعدہ وفا کیا اور کہا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ (درمنثور، ج:3، ص:357 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا اور انہیں اس میں مشغول کر دیا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکل گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا اور انہیں اس میں مشغول کر دیا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکل گئے۔

اور آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا:

اپنی ہتھیلیوں کو مٹی اور راکھ میں رکھو اور پھر اس کو اپنے دروازے پر مل لو اس طرح ملک الموت تم سے رکے رہیں گے۔

فرعون نے کہا:

کیا کوئی ہمارے غلاموں کو مار سکتا ہے۔

انہوں نے کہا:

نہیں۔

اس نے کہا:

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہم پکڑے جائیں گے اور وہ نہیں پکڑے جائیں گے۔ (درمنثور: ج:3، ص:357 مطبوعہ کراچی)

فرعونی بار بار عہد کو توڑتے تھے

فرعونیوں نے بار بار عہد کو توڑا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ (الاعراف:134 تا 135)

اور جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے اے موسیٰ! آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کی بناء پر ہمارے حق میں دعا کیجئے اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کریں گے پس جب ہم نے ان سے اس مدت معینہ تک کے لئے عذاب کو دور کر دیا جس مدت تک پہنچنا ان کے لئے مقدر تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو مصر سے لے جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں پھر ان کے لئے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں۔ نہ تو آپ کو کسی کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ ڈر ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ (طٰہٰ:77)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں پھر ان کے لئے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں آپ کو کسی کے پکڑنے کا نہ تو کوئی خوف اور نہ ہی ڈر ہوگا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ○ (الشعراء:52)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ آپ میرے بندوں کو راتوں رات نکال کر لے جائیں کیونکہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا۔

فرعون کا بنی اسرائیل کی تلاش کا کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے روانگی فرمائی تو فرعون نے بنی اسرائیل کی تلاش کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ○ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ○ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ○ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ○ (الشعراء:53تا58)

پھر فرعون نے جمع کرنے والوں کو شہر میں بھیج دیا کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل) بہت کم تعداد میں ہے اور بے شک وہ ضرور ہم کو غضب میں لانے والے ہیں اور بے شک ہم لوگ ان سے محتاط ہیں سو ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغات اور چشموں سے نکال باہر کیا اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ مسکنوں سے۔

رات کو لے جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ○ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ○ (الدخان:23تا24)

تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا آپ سمندر کو یوں ہی ساکن چھوڑ کے چلے جائیں بے شک ان کا لشکر غرق کر دیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کس ترکیب سے مصر سے لے گئے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو یہاں سے نکال لے چلیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ قبطیوں سے زیورات ادھار لیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کوئی بھی اپنے ساتھی کو آواز نہ دے اپنے گھروں میں صبح تک چراغ جلائے رکھیں ان میں سے جو اپنے دروازے کے سامنے سے نکلے تو وہاں خون گرا دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ چلا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ان تمام بچوں کو بنی اسرائیل کی طرف نکال دیا جو قبطیوں کے گھروں میں بنی اسرائیل کے پیدا ہوئے تھے اور قبطیوں کے ان تمام بچوں کو قبطیوں کی طرف نکال دیا جو قبطیوں کے بنی اسرائیل کی عورتوں سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکل کھڑے ہوئے جبکہ قبطیوں کو کچھ علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قبطیوں پر موت طاری کر

دی۔ خاندان میں سے ایک آدمی مرنے لگا وہ انہیں دفنانے لگے تو وہ بنی اسرائیل کی تلاش سے غافل ہو گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بیس ہزار افراد کو لے کر چل پڑے وہ بیس سال کی عمر والے کو اس کے چھوٹے ہونے کے ساتھ سال والے بوڑھا ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کرتے تھے انہوں نے بچوں کے علاوہ ان کے درمیانی عمر والوں کو شمار کیا۔

(درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا پیچھا کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ○ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ○ (طٰہٰ:78 تا 79)

پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا پھر سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا۔

فرعون کے مقدمۃ الجیش پر ہامان امیر تھا

جب فرعون نے پیچھا کیا تو اس کے مقدمۃ الجیش پر ہامان امیر تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

فرعون نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا تو اس کے مقدمۃ الجیش پر ہامان امیر تھا۔ (درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

لشکر کی تعداد دس لاکھ اور سات لاکھ گھوڑے تھے

لشکر کی تعداد دس لاکھ تھی اور سات لاکھ گھوڑے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

لشکر کی تعداد دس لاکھ تھی اور ساتھ لاکھ گھوڑے تھے جن میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو پالتو ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ○ (درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساقہ پر تھے

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساقہ پر تشریف فرما تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساقہ پر تھے۔ (درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

حضرت ہارون علیہ السلام کا لشکر کے آگے آگے ہونا

جب لشکر روانہ ہوا تو حضرت ہارون علیہ السلام لشکر کے آگے آگے جا رہے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

جبکہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے آگے آگے جا رہے تھے۔ (درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

مرد مومن کے سوال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

ایک مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام کو کہاں کا حکم دیا گیا ہے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سمندر کا۔ اس نے ویسے ہی سمندر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سمندر میں داخل ہونے سے منع فرما دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ایک مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ علیہ السلام کو کہاں کا حکم دیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سمندر کا! اس نے ویسے ہی سمندر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سمندر میں داخل ہونے سے منع فرما دیا۔ (درمنثور: ج:5، ص:240 مطبوعہ کراچی)

دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے پیچھا کیا

جب دن روشن ہوا تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کا پیچھا کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ○ (الشعراء:60)

سو دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے ان کا پیچھا کیا۔

دونوں لشکروں کا ایک دوسرے کو دیکھنے پر اصحاب موسیٰ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پکڑے جانے کی عرض

جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو پکڑے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ○ (الشعراء:61)

پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ نے کہا ہم یقیناً پکڑ لیے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے اصحاب کو تسلی عطا فرمانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا ہم تو پکڑے گئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہرگز نہیں۔ بے شک میرے ساتھ میرا رب عزوجل ہے جو یقیناً میری رہنمائی فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ (الشعراء:62)

موسیٰ نے کہا! ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو یقیناً میری رہنمائی فرمائے گا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا سمندر میں عصا مارنا اور سمندر کا راستہ دینے سے انکار کرنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سَيَهْدِينِ کا مطلب ہے وہ مجھے کافی ہوگا۔ حضرت ہارون علیہ السلام آگے بڑھے سمندر میں عصا مارا تو سمندر نے راستہ دینے سے انکار کردیا اور کہا وہ کون جبار ہے جو مجھے مارتا ہے؟ (درمنثور: ج:5،ص:241 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر کو ابو خالد کی کنیت دے کر ضرب لگانا اور سمندر کا پھٹ جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے سمندر کو ابو خالد کی کنیت دی انہوں نے ضرب لگائی تو سمندر پھٹ گیا تو ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا۔ (درمنثور: ج:5،ص:241 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا سمندر پر مارنے کی وحی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پر عصا مارنے کی وحی فرمائی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝ (الشعراء:63)

تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا ماریں تو یکا یک سمندر پھٹ گیا پس (اس کا) ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا۔

سمندر میں بارہ راستے کھل جانا اور ہر قبیلہ کا ایک راستہ میں داخل ہونا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا سمندر میں مارا تو بارہ راستے کھل گئے اور ہر راستے میں ایک قبیلہ تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

(حضرت سدی کے قول میں ہے) بنو اسرائیل اس سمندر میں داخل ہوگئے سمندر میں بارہ راستے تھے ہر راستے میں ایک ایک قبیلہ تھا۔ (درمنثور: ج:5،ص:241 مطبوعہ کراچی)

قبیلے والوں کا خوف اور ان کے لیے پل بنادیا جانا اور ایک دوسرے کو دیکھنا

جب راستے دیواروں کے ساتھ جدا ہوئے تو ہر قبیلہ نے کہا ہمارے ساتھی تو مارے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کو ان کے لئے پل بنادیا جو طبقات کی صورت میں تھا

آخری آدمی پہلے والے آدمی کو دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ وہ سب سمندر سے پار ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

(روایت کے آخر میں ہے) جب راستے دیواروں کے ساتھ جدا ہوئے تو ہر قبیلہ نے کہا ہمارے ساتھی مارے گئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو اللہ تعالیٰ کے حضور یہ التجاء کی تو اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کو ان کے لئے پل بنا دیا جو طبقات کی صورت میں تھے آخری آدمی پہلے آدمی کو دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ سب سمندر سے پار نکل گئے۔ (درمنثور: ج:5، ص:241 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا تکبر اور لشکریوں سمیت غرق ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

(روایت کے آخر میں ہے) پھر فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے قریب ہوئے جب فرعون نے سمندر کو بٹے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا: اے لوگو! کیا تم نے دیکھا کہ سمندر بٹ چکا ہے اور مجھ سے ڈر گیا ہے یہ میرے لیے کھولا گیا ہے تاکہ میں اپنے دشمنوں کو پکڑ لوں اور انہیں قتل کر دوں۔ جب فرعون کے لشکر راستوں کے منہ پر جا پہنچے تو ان کے گھوڑوں نے سمندر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو جبرائیل امین گھوڑی پر سوار ہو کر نیچے اترے گھوڑوں نے گھوڑی کی بو محسوس کی اور اس گھوڑی کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑے سمندر میں داخل ہو گئے حتیٰ کہ جب پہلے فوجی نے سمندر سے نکلنے کا ارادہ کیا اور آخری آدمی داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ انہیں پکڑ لے سمندر ان پر مل گیا۔ جبرائیل امین فرعون کے لئے یک وتنہا ہو گئے اور فرعون کو سمندر کی لہروں میں غوطہ دینے لگے اور اس کے منہ میں کوئی چیز ٹھونسنے لگے۔ (درمنثور: ج:5، ص:241 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا غرق ہوتے وقت ایمان لانا اور قبول نہ ہونا

فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے کہا میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں تو فرمایا اب ایمان لائے ہو حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ پس آج ہم تیرے جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (یونس:90 تا 92)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی

عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (فرمایا) اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے کہ جب میں سمندر کی کیچڑ اس کے منہ میں ڈال رہا تھا اس خوف سے کہ اس پر رحمت ہو جائے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3107)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں کیچڑ کیوں ڈالا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال رہے تھے اس خوف سے کہ وہ کہے گا لا الٰہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6215)

سمندر کا فرعون کو برہنہ حالت میں باہر پھینکنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے آخری آدمی باہر نکل گیا اور فرعون کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی سمندر میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ ان پر مل جا چنانچہ فرعون نے ایک انگلی باہر نکالی کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جس کے ساتھ بنی اسرائیل ایمان لائے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

مجھے معلوم ہے کہ رب عزوجل رحیم ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اسے رحمت آ لے گی چنانچہ میں نے اسے اپنے پیروں کے ساتھ بھالیا اور میں نے کہا آلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ کیا اب! اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھی نکل گئے تو فرعون کی قوم میں سے شہروں میں پیچھے رہنے والوں نے کہا فرعون غرق نہیں

ہوا اور نہ اس کے اصحاب غرق ہوئے بلکہ وہ تو سمندر کے جزیروں میں شکار کھیل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم فرمایا کہ فرعون کو برہنہ حالت میں باہر پھینک دے چنانچہ سمندر نے اس کو برہنہ حالت میں باہر پھینک دیا وہ سر سے گنجا، چپٹی اور سرے اٹھی ہوئی ناک والا اور کوتاہ قد تھا اور جنہوں نے یہ کہا: فرعون غرق نہیں ہوا انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں) سے تا کہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لئے نشانی۔ تو اس کی یہ نجات باعث عبرت تھی نہ کہ باعث عافیت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ جو کچھ تجھ میں ہے اس کو باہر پھینک دے تو اس نے ان تمام کو ساحل پر پھینک دیا حالانکہ سمندر اپنے اندر غرق ہونے والے کو باہر نہیں پھینکتا بلکہ وہ اسی کے اندر باقی رہتا ہے حتیٰ کہ مچھلیاں اسے کھا جاتی ہیں پس سمندر قیامت کے دن تک کسی غرق ہونے والے کو قبول نہیں کرے گا۔ (درمنثور: ج:3، ص:957 مطبوعہ کراچی)

فرعون حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نزدیک بھی مبغوض

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا! زمین پر کوئی شے نہیں جو میرے نزدیک فرعون سے زیادہ مبغوض ہو پس جب وہ ایمان لایا تو میں اس کے منہ کو کیچڑ سے بھرنے لگا اور اس کو ڈھانپنے لگا اس ڈر سے کہ اس کو رحمت آپہنچے گی۔

(درمنثور: ج:3، ص:958 مطبوعہ کراچی)

فرعون پر رب تعالیٰ کا غضبناک ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا! آپ کا رب کبھی بھی کسی پر اتنا غضب ناک نہیں ہوا جتنا کہ وہ فرعون پر غضب ناک ہوا جبکہ اس نے یہ کہا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے اور پھر کہا فقال انا ربکم الاعلی اور کیا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ پس جب اسے غرق آپہنچا تو اس نے مدد طلب کی اور میں نے ان کے منہ میں کیچڑ ڈالنا شروع کر دیا اس ڈر سے کہ اسے رحمت آپہنچے گی۔ (درمنثور: ج:3، ص:958 مطبوعہ کراچی)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی فرعون سے نفرت

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی شے سے نفرت نہیں کی جتنی کہ ابلیس سے مجھے اس دن نفرت ہوئی کہ اُسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرعون سے بڑھ کر زیادہ شدید نفرت میں نے کسی شے سے نہیں کی سو جب اس کے غرق ہونے کا دن تھا تو مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ بچ جائے گا اور نجات پا جائے گا چنانچہ میں نے کیچڑ کی ایک مشت اٹھائی اور اس کے منہ میں دبا دی تو میں نے اللہ تعالیٰ کو پایا کہ وہ اس پر مجھ سے بھی زیادہ ناراض اور غصہ میں ہے پس اس نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو حکم دیا اور اس نے خبردار کیا اور کہا: آ

لْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (درمنثور: ج:3، ص:958 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے روانگی سے قبل کیا وحی فرمائی تھی؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تمام بنی اسرائیل کو جمع کریں بنی اسرائیل کے چار گھروں کو ایک گھر میں اکٹھا کریں پھر بھیڑ کے بچوں کو ذبح کریں اور ان کا خون دروازوں پر مل دیں میں ملائکہ کو حکم دینے والا ہوں کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوں جس کے دروازے پر خون ہو اور میں فرشتوں کو حکم دینے والا ہوں کہ وہ فرعون کے نوجوانوں کو مار ڈالیں جوان کے خاندان اور گھر سے تعلق رکھتے ہوں پھر تازہ روٹی پکاؤ کہا یہ تمہارے لیے جلدی تیار ہو جائے گی پھر چل پڑو حتیٰ کہ سمندر پر پہنچو پھر ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ میرا حکم پہنچے جب فرعون نے صبح کی تو اس نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کا عمل ہے انہوں نے ہمارے نوجوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ (تفسیر طبری: ج:19، ص:90 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فرعون کے گھوڑے کا رنگ سیاہ تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے روانہ ہوئے جبکہ آپ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد تھے وہ بیس سال سے کم اور چالیس سال سے زیادہ افراد کو شمار نہ کرتے۔

فرعون نے کہا:

یہ چھوٹی سی جماعت ہے۔ فرعون ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا جس کا رنگ سیاہ تھا اس کے ساتھ آٹھ لاکھ کا لشکر تھا جو سیاہ گھوڑوں پر سوار تھے دوسرے رنگوں کے گھوڑے اس سے الگ تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نمایاں گھوڑے پر سوار تھے جو ان کے سامنے جا رہا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وہ قوم (بنی اسرائیل) راستے سے زیادہ آگاہ نہیں فرعون سیاہ رنگ کے نر گھوڑے پر سوار تھا جبکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مادہ گھوڑے پر سوار تھے۔ فرعون کا گھوڑا اس کے پیچھے ہو گیا جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پیچھے تھے وہ کہتے تھے ساتھیوں سے ملے حتیٰ کہ آخری بھی سمندر میں داخل ہو گیا فرعونیوں میں سے پہلے نے ارادہ کیا کہ وہ سمندر سے باہر نکلے تو سمندر ان پر مل گیا۔ (درمنثور:ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

فرعون نے اپنے لشکر کو کس طرح جمع کیا؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے جائیں تو یہ خبر فرعون کو ملی تو فرعون نے کہا ان لوگوں کو مہلت دو حتیٰ کہ مرغ بانگ دے وہ اس کے پاس آئے اس رات مرغ نے بانگ ہی نہ دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے۔ فرعون نے صبح کی جب صبح ہوئی تو فرعون نے بکری لانے کا حکم دیا اسے لایا گیا اب اس نے حکم دیا کہ اس کو ذبح کیا جائے اس نے کہا اس کا چمڑا اتارنے تک میرے پاس پانچ لاکھ سوار جمع ہو جائیں وہ جمع ہو گئے فرعون نے ان کا پیچھا کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر تک پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ علیہ السلام کو کہاں کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہاں سمندر میں۔ (درمنثور:ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

فرعون کے گھوڑے کی نشانی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعون کے گھوڑے کی نشانی یہ تھی کہ اس کی کنپٹیوں میں سفید پٹی تھی۔ الخ (درمنثور:ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

فرعون کا گھڑسوار دستہ ایک لاکھ گھوڑوں پر مشتمل تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرعون کے گھوڑے کی نشانی یہ تھی کہ اس کی کنپٹیوں میں سفید پٹی تھی اور اس کا گھڑسوار دستہ ایک لاکھ گھوڑوں پر مشتمل تھا۔

(درمنثور:ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

حضرت میکائیل علیہ السلام فرعونی لشکر کو دھکیل رہے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آل یعقوب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے تو ان کی تعداد چھیاسی تھی۔ اس میں ان کے مرد اور عورتیں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس روز انہیں لے کر چلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ سے زائد تھی۔ فرعون ان کی تلاش میں ایسے گھوڑے پر نکلا جس کا رنگ سیاہ تھا دوسرے رنگوں کے گھوڑے کے علاوہ اس کے پاس آٹھ لاکھ سیاہ گھوڑے تھے جبکہ شمال کی جانب سے ہوا چلی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خاکستری گھوڑے پر سوار تھے جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام انہیں پیچھے سے دھکیل رہے تھے جو بھی لشکر سے الگ ہوتا آپ علیہ السلام اس کو لشکر میں شامل کرتے۔

قوم نے کہا:

یارسول اللہ! ہم فرعون سے ذلت ورسوائی اٹھایا کرتے تھے اگر ہم نے ایسا کیا جو ہم نے کیا تو پناہ گاہ کہاں ملے گی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

سمندر۔ (درمنثور، ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب سے غافل رہا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی رات کو نکلے تو رات کو چاند گرہن ہو گیا زمین پر تاریکی چھا گئی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام ہمیں کہا کرتے تھے ہم فرعون سے نجات پائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم آپ علیہ السلام کی ہڈیاں نکال کر ساتھ لے جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رات آپ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے ایک بوڑھی عورت پائی اس بوڑھی عورت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھا۔ اس بوڑھی عورت نے ایک شرط کے ساتھ ہڈیاں نکال دیں اس کی شرط یہ تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا مجھے اٹھاؤ اور اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں بڑی چادر میں رکھیں پھر اس بوڑھی عورت کو اس چادر پر اٹھایا اور اپنی گردن پر رکھ لیا۔ فرعون کا گھوڑا ایک جماعت میں تھا ان کی لگا میں ان کی نظر میں سبز تھیں۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں سے غافل ہی رہا حتیٰ کہ وہ وہاں سے نکل گئے۔ (درمنثور، ج:5،ص:244 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کے امام کو جواب دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن عبداللہ قسری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والا قوم کا امام تھا اس نے عرض کی اے اللہ عزوجل کے نبی! تجھے کہاں کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا تیرے سامنے۔ اس نے عرض کی کہ میرے سامنے تو سمندر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی میرے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے پھر تھوڑی دیر چلا اور اسی کی مثل بات کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے والی بات کی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں قوم کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ○ (درمنثور: ج:5،ص:245 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر سے مباحثہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر سمندر تک پہنچے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی جو آپ علیہ السلام نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ کہاں ہے؟ یہ سمندر ہمارے سامنے ہے فرعون اور اس کا لشکر ہمارے پیچھے ہے ہم پر رات کیے ہوئے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر سے فرمایا۔

اے ابو خالد پھٹ جا۔

سمندر نے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں تم سے پہلے پیدا کیا گیا ہوں اور تم سے مضبوط ہوں تو اسی وقت ندا دی گئی أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ (درمنثور: ج:5،ص:246 مطبوعہ کراچی)

قبیلہ والوں کے لیئے ہر راستہ میں روشن دان بنائے گئے جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور ان پر اون کا جبہ تھا ان کے ساتھ عصا بھی تھا فرعون ہنسا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ فرعون کی طرف چل پڑا گویا وہ بختی اونٹ ہے جس میں نیزے جیسی چیزیں جھوم رہی ہیں فرعون پیچھے ہٹنے لگا جبکہ وہ اپنی چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔

فرعون نے کہا:

اس کو پکڑلو۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں وہ عصا پہلے کی طرح ہو گیا اور فرعون کافر بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ

وہ سمندر کی طرف چلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ افراد کے ساتھ چلے جب سمندر تک پہنچے تو سمندر کو حکم دیا گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو عصا ماریں تو وہ پھٹ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو تو اس میں بارہ راستے بن گئے ہر قبیلہ کے لئے ایک راستہ تھا۔ ان کے لئے سمندر میں روشن دان بنا دیئے گئے وہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے۔ فرعون آٹھ لاکھ لشکر کے ہمراہ حتیٰ کہ سمندر تک آ پہنچا جب اس نے سمندر کو دیکھا تو سمندر نے اس کو خوفزدہ کر دیا جبکہ فرعون گھوڑے پر سوار تھا ایک فرشتہ اس کے سامنے آ گیا جبکہ وہ ایک گھوڑی پر سوار تھا۔ فرعون اپنے گھوڑے پر قابو نہ رکھ سکا حتیٰ کہ اس کو سمندر میں ڈال دیا۔ بنی اسرائیل کا آخری آدمی سمندر سے نکل گیا اور فرعون کے ساتھی سمندر میں داخل ہو گئے حتیٰ کہ وہ سب سمندر میں پہنچ گئے تو سمندر ان پر مل گیا فرعون اپنے ساتھیوں کے ساتھ غرق ہو گیا۔ (درمنثور، ج:5، ص:247 مطبوعہ کراچی)

سمندر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنے کا حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات کے وقت لے کر نکل چلو تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کو نکل گئے۔ فرعون نے دس لاکھ گھوڑوں کے ساتھ بنی اسرائیل کا پیچھا کیا۔ جبکہ گھوڑیاں اس کے علاوہ تھیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل کو دیکھا تو کہا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ (شعراء:54 تا 56)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلتے رہے حتیٰ کہ سمندر تک جا پہنچے انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فرعون کے گھوڑوں کے غبار میں ہیں۔

انہوں نے عرض کی:

اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام کے آنے سے پہلے اور آپ علیہ السلام کے آنے کے بعد بھی ہمیں اذیت دی گئی یہ سمندر ہمارے سامنے ہے اور یہ فرعون اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہم پر چھایا جا رہا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا جس کا ذکر سورہ اعراف میں ہے عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الاعراف:129)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر میں مارو اور سمندر کو حکم دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم غور سے سنے اور جب وہ تجھے مارے تو تو ان کی اطاعت کر۔ سمندر سمٹ گیا اور اس پر کپکپی طاری تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی جس جانب میں مارا جائے گا۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی:

آپ علیہ السلام کو کیا حکم دیا گیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سمندر میں ماروں۔

حضرت یوشع علیہا السلام نے عرض کی:

پھراس کو مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا سے ضرب لگائی تو سمندر پھٹ گیا تو اس میں بارہ راستے بن گئے ہر راستہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا ہر قبیلہ کے لئے ایک راستہ تھا جس راستے پر وہ چلے جا رہے تھے جب وہ راستہ پر چلے تو بعض نے بعض سے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کو نہیں دیکھتے؟

تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی:

ہم اپنے ساتھیوں کو نہیں دیکھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: چلتے جاؤ! بے شک وہ تمہاری طرح راستے پر گامزن ہیں۔

لوگوں نے کہا:

ہم اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہم انہیں نہ دیکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! ان کی بری عادتوں کے خلاف میری مدد کر۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنے عصا کے ساتھ یہ کہو اپنے ہاتھ سے اشارہ کرو اس حال میں کہ اس کو سمندر پر گھمار ہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کے ساتھ دیواروں پر وار کیا اس طرح ان دیواروں میں سوراخ بن گئے جن سے وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے وہ چلتے رہے حتیٰ کہ سمندر سے باہر نکل گئے۔ جب بنی اسرائیل کا آخری آدمی بھی سمندر سے نکل گیا تو فرعون اور اس کے ساتھی سمندر پر پہنچ گئے۔ فرعون سیاہ گھوڑے پر سوار تھا۔ جب فرعون سمندر پر پہنچا تو گھوڑا سمندر میں داخل ہونے سے ڈر گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے سامنے آئے۔ جب گھوڑے نے اس کو دیکھا تو اس گھوڑی کے پیچھے داخل ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ (الدخان:24)

یعنی سمندر کو اپنے حال پر سکون سے رہنے دو۔

فرعون اور اس کی قوم سمندر میں داخل ہو گئی جب فرعون کی قوم کا آخری آدمی داخل ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا آخری آدمی سمندر سے گزر گیا تو سمندر فرعون اور اس کی قوم پر مل گیا اور وہ سب غرق ہو گئے۔

(درمنثور، ج:5، ص 247 تا 248 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سمندر کی عرضی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر چل دیئے تو خبر فرعون کو پہنچی اس نے بکری لانے کا حکم دیا اسے ذبح کیا گیا پھر اس نے کہا اس کے چمڑا اتارنے سے قبل میرے پاس قبطیوں میں سے سات لاکھ افراد جمع ہو جانے چاہئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے حتیٰ کہ سمندر تک پہنچ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر سے فرمایا۔

الگ الگ ہو جا۔

سمندر نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا:

آپ علیہ السلام نے تو مجھ سے بہت زیادہ چیز کا مطالبہ کیا ہے کیا میں بنی آدم میں سے کسی کے لئے الگ ہوا ہوں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گھوڑوں پر ایک آدمی سوار تھا۔

اس نے عرض کیا:

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! ان کے بارے میں آپ علیہ السلام کو کیا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے اسی سمت کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گھوڑا سمندر میں داخل ہو گیا اور آپ علیہ السلام کو لے کر تیرنے لگا پھر وہ سمندر سے نکلا۔

عرض کی۔

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! کہاں کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اسی سمت کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا کہ نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو سمندر پھٹ گیا تو اس میں بارہ راستے بن گئے ہر ایک قبیلہ کا ایک راستہ تھا وہ ایک دوسرے کو دیکھتے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی سمندر سے نکل گئے اور فرعون کے سب ساتھی اس میں داخل ہو گئے سمندر ان پر مل گیا تو اس نے ان سب کو غرق کر دیا۔

(درمنثور، ج:5، ص:249 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے راستہ بھولنے کی وجہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو لے جانے کا ارادہ کیا تو راستہ بھول گئے تو آپ علیہ السلام نے بنی

اسرائیل سے کہا یہ کیا ہے۔

بنی اسرائیل کے علماء نے کہا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کا جب وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے ہم سے ایک پختہ وعدہ لیا تھا کہ ہم مصر سے نہیں نکلیں گے حتیٰ کہ ہم آپ علیہ السلام کا تابوت بھی ساتھ لے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تم میں سے کون جانتا ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے؟

انہوں نے کہا:

ایک بڑھیا کے سوا ہم میں سے کوئی بھی آپ علیہ السلام کی قبر کو نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا کی طرف پیغام بھیجا اور کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر پر ہماری رہنمائی کرو۔

عورت نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گی جب تک تم میری شرط پوری نہ کرو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

تیری کیا شرط ہے؟

اس بڑھیا نے کہا:

میں جنت میں تیرے ساتھ ہوں گویا یہ شرط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ناگوار گزری۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا۔

اس کی بات مان لیں۔ وہ عورت انہیں پانی کے تالاب کی طرف لے گئی جبکہ پانی سے آواز آرہی تھی۔

عورت نے لوگوں سے کہا:

اس سے پانی نکالو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر کہا یہاں سے کھودو۔ لوگوں نے زمین کو کھودا تو اس میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو نکالا۔ جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت اٹھایا تو راستہ دن کی طرح روشن ہو گیا۔

(در منثور: ج:5، ص:249 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوتے وقت بادل کا چھا جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے تو ایک بادل چھا گیا جو بنی اسرائیل اور راستے کے درمیان

حائل ہو گیا کہ وہ اس راستہ کو دیکھیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ
آپ علیہ السلام اس وقت تک اس کو عبور نہ کر سکیں گے جب تک آپ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسم اطہر نہ ہوگا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
وہ کہاں ہے؟
تو لوگوں نے کہا:
اس کی بیٹی ایک بوڑھی عورت ہے جس کی نظر جاتی رہی ہے ہم اسے گھروں میں ہی چھوڑ آئے ہیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئے جب اس عورت نے آواز سنی تو پوچھا موسیٰ علیہ السلام ہے!
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
موسیٰ (علیہ السلام) ہوں!
عورت نے کہا:
کیا چھوڑ کر آئے ہو؟
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں اٹھا کر لے جاؤں۔
عورت نے کہا:
تم اس وقت تک عبور نہیں کر سکتے جب تک میں تمہارے ساتھ نہ ہوں گی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں پر میری رہنمائی کرو۔
اس عورت نے کہا:
میں اس وقت تک ایسے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک مجھے وہ نہ دیں گے جو میں آپ علیہ السلام سے سوال کروں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
تیرے لیے وہی کچھ ہے جو مانگے۔
بوڑھی عورت نے کہا:
میرا ہاتھ پکڑو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ عورت ایک ستون تک پہنچی جو نیل کے کنارے پر تھا اس

ستون کی بنیاد میں لوہے کا ایک صندوق تھا جس میں میخیں لگائی گئی تھیں اور اس میں زنجیر بھی تھی۔

عورت نے کہا:

ہم نے اس کو اس طرف دفن کیا تھا تو یہ جانب سرسبز و شاداب ہوگئی اور دوسری جانب خشک ہوگئی جب ہم نے یہ دیکھا کہ ہم نے اس کی ہڈیوں کو جمع کیا تو انہیں لوہے کے صندوق میں رکھا اور نیل کے وسط میں رکھ دیا تو نیل کے دونوں جانبیں سرسبز و شاداب ہوگئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صندوق اپنی گردن پر رکھا اور اس بوڑھی عورت کا ہاتھ پکڑا اور اسے لشکر تک لے آئے۔

اور اس سے کہا:

جو چاہو سوال کرو۔

تو اس عورت نے یہ سوال کیا کہ

جنت میں، میں اور تو ایک ہی درجہ میں ہوں۔ میری نظر اور جوانی واپس لوٹا دی جائے حتیٰ کہ میں ایسی جوان ہو جاؤں جیسی میں تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تیرے لیے وہ کچھ ہے جو تو نے سوال کیا۔ (درمنثور، ج:5، ص249 تا250 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم سے باہر عید گزارنے کے لئے زیورات اور کپڑے لیے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات کے وقت لے چلو۔ بنو اسرائیل نے فرعون کی قوم سے زیورات اور کپڑے لیے کہ ہماری عید ہے ہم اس عید کے لئے باہر جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت انہیں لے کر نکلے جبکہ ان کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار سے کچھ اوپر تھی۔

اس کے متعلق فرعون نے کہا:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝

فرعون نکلا اس کا مقدمۃ الجیش پانچ لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ دونوں جانب اور درمیان والا لشکر الگ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر تک پہنچے تو حضرت یوشع بن نون اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے اور پانی پر چلے دوسرے بھی اپنے گھوڑوں کے ساتھ داخل ہوگئے اور پانی میں کود گئے۔ سورج کے طلوع ہونے کے بعد فرعون ان کی تلاش میں نکلا۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کے حضور التجاء کی تو ایک کہر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان چھا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ

اپنا عصا سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو سمندر پھٹ گیا۔ گویا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا اس میں بارہ راستے بن گئے۔

انہوں نے کہا:

ہمیں ڈر ہے کہ گھوڑے کیچڑ میں دھنس جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کی ان پر ہوا چلی تو اس نے راستے خشک کر دیئے۔

انہوں نے عرض کی:

ہمیں ڈر ہے کہ ہم میں سے بعض غرق ہو جائیں گے اور ہمیں شعور بھی نہ ہوگا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے عصا سے پانی میں نقب لگائی تو ان کے درمیان روشن دان بن گئے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر بنی اسرائیل سمندر میں داخل ہو گئے حتیٰ کہ سمندر کو عبور کر لیا۔ فرعون آیا حتیٰ کہ اس جگہ پہنچا جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو عبور کیا تھا جبکہ راستے اسی طرح موجود تھے راستہ بتانے والے نے فرعون سے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر جادو کر دیا ہے حتیٰ کہ سمندر بھی ایسا ہو گیا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہی ہے۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ (الدخان:24)

یہاں سے چلو تا کہ ہم انہیں جا ملیں جبکہ سمندر میں تین دن کی مسافت تھی۔

اس روز فرعون گھوڑے پر سوار تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام تینتیس فرشتوں کے ساتھ گھوڑی پر آئے اور لوگوں میں پھیل گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین آگے بڑھے اور فرعون کے سامنے چلے۔ فرعون ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ فرشتے لوگوں میں چلائے بادشاہ کو ملو حتیٰ کہ فرعونیوں کا آخری آدمی بھی داخل ہو گیا اور وہ غرق ہو گئے جب سمندر ملا تو بنی اسرائیل نے سمندر کی آواز سنی پوچھا یہ کیا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

فرعون اور اس کے ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں وہ انہیں دیکھنے کے لئے واپس ہوئے تو سمندر نے فرعونیوں کو کنارے پر پھینک دیا۔ (درمنثور، ج5، ص:251 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل اور فرعونیوں کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق قول

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام بنی اسرائیل اور فرعون کے درمیان تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے آہستہ چلو تا کہ تمہارا آخری آدمی بھی تمہیں مل جائے۔

بنو اسرائیل نے کہا:

ہم نے اس سے بہتر ہانکنے والا نہیں دیکھا۔

آل فرعون نے کہا:

ہم نے اس جیسا لشکر کو ترتیب دینے والا نہیں دیکھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل سمندر تک پہنچے تو آل فرعون کے مومن نے کہا:

اے اللہ عزوجل کے نبی! تمہیں کہاں کا حکم دیا گیا ہے؟ سمندر آپ علیہ السلام کے سامنے ہے جبکہ پیچھے سے آل فرعون ہم تک پہنچ جا رہی ہے۔ آل فرعون کے مومن نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا تو سمندر کی موجوں نے اس کو واپس کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے طور پر یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی اطاعت کرے اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تجھے عصا مارے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اپنا عصا سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر ضرب لگائی تو سمندر پھٹ گیا تو بنو اسرائیل سمندر میں داخل ہو گئے اور آل فرعون نے ان کا پیچھا کیا۔ جب بنو اسرائیل کا آخری آدمی نکلا اور آل فرعون کا آخری آدمی سمندر میں داخل ہوا اللہ تعالیٰ نے ان پر سمندر کو جمع کر دیا۔ (درمنثور، ج:5، ص 251 تا 252 مطبوعہ کراچی)

عصا سمندر پر مارنے سے ذبح کے وقت نکلی ہوئی آواز کا سمندر سے نکلنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے اور بنی اسرائیل اور ان کی سرکشی پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ جب وہ سمندر پر پہنچے اور ان کا دشمن ان تک آ پہنچا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی۔ دشمن ہمارے سر پر آ پہنچا آپ علیہ السلام کو کیا حکم دیا گیا تھا؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا کہ میں یہاں پڑاؤ ڈالوں یا تو میرا رب عزوجل مجھے فتح دے اور ان کو شکست دے گا یا میرے لیے سمندر پھاڑ دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر ضرب لگائی تو سمندر نے یوں آواز نکالی جس طرح ذبح کیے جانے والے جانور آواز نکالتے ہیں پھر دوسری بار مارا تو وہ پھٹ گیا اور کہا یہ تیرے رب عزوجل کی اطاعت ہے۔ انہوں نے سمندر کو پار کیا۔ گناہ میں بنی اسرائیل سے بڑھ کر کسی قوم کو نہیں سنا اور نہ ہی تیز توبہ کرنے والا کسی کو سنا۔ (درمنثور، ج:5، ص 252 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی

جو بنی اسرائیل سمندر سے گزرے تھے ان کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی۔ (تفسیر طبری: ج:19 ص:89 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سمندر سے گزرنے والے بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تھی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس روز بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تھی اور فرعون کی تعداد کا شمار ہی نہ تھا۔

(تفسیر طبری: ج:19 ص:90 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل ہر راستہ میں بارہ ہزار تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے بارہ خاندانوں کی صورت میں سمندر عبور کیا ہر راستہ میں بارہ ہزار افراد تھے اور یہ سب کے سب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ (درمنثور: ج:5 ص:242 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کی تعداد ستر ہزار تھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سمندر عبور کیا تو ایک قول کے مطابق بنی اسرائیل کی تعداد ستر ہزار تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فرعون اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ستر قائدین کے ساتھ دفن کر دیا ہر قائد کے ساتھ ستر ہزار لشکری تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سمندر عبور کیا تو اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد ستر ہزار تھی۔

(درمنثور: ج:5 ص:242 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ سے زائد تھی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آل یعقوب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے ان کی تعداد چھیاسی تھی اس میں اُن کے مرد اور عورتیں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس روز انہیں لے کر چلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ سے زائد تھی۔ فرعون ان کی تلاش میں ایسے گھوڑے پر نکلا جس کا رنگ سیاہ تھا دوسرے رنگوں کے گھوڑے کے علاوہ اس کے پاس آٹھ لاکھ سیاہ گھوڑے تھے جبکہ شمال کی جانب سے ہوا چلی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خاکستری گھوڑے پر سوار تھے جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام انہیں پیچھے سے دھکیل رہے تھے جو بھی لشکر سے الگ ہوتا آپ اس کو لشکر میں شامل کرتے۔

قوم نے کہا:

یا رسول اللہ! ہم فرعون سے ذلت و رسوائی اٹھایا کرتے تھے اگر ہم نے ایسا کیا جو ہم نے کیا تو پناہ گاہ کہاں ملے گی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

سمندر۔ (درمنثور: ج:5،ص:243 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل چھ لاکھ جنگجو اور بیس ہزار سے کچھ اوپر تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ

ہمارے سامنے یہ بات کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جن بنی اسرائیل کو لے کر سمندر سے گزرے تھے ان کی تعداد چھ لاکھ جنگجو اور بیس ہزار سے کچھ اوپر تھی اور فرعون نے دس لاکھ اور دو لاکھ گھوڑوں کے ساتھ اس کا پیچھا کیا تھا۔

(درمنثور: ج:5،ص:241 مطبوعہ کراچی)

ہامان کی چالاکی مگر کامیاب نہ ہوسکا

جب فرعون سمندر کے کنارے پر پہنچا تو اس نے راستے بنے ہوئے دیکھے اور کہا میرے اقبال سے دریا خشک ہوگیا ہے تاکہ میں اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو پکڑ سکوں۔ ہامان نے چپکے سے فرعون کو کہا دریا میں قدم نہ رکھنا ورنہ تجھے اپنی خدائی کا پورا بھاؤ معلوم ہو جائے گا بہت جلد کشتیاں جمع کرا اور ان کے ذریعہ دریا کو پار کرو تو فرعون نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور اپنی گھوڑی کو دریا میں ڈال دیا تو فرعون کا گھوڑا گھوڑی کی بو پا کر اس کے پیچھے ہولیا۔ فرعون نے روکنے کی کوشش کی مگر وہ خشک راستہ میں داخل ہوگیا ان کو دیکھ کر لشکری بھی داخل ہوگئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں۔

آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا یوں نہ ہو میرے ساتھ میرا رب ہے جو مجھے ہدایت کرے گا۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) دریا پر اپنا عصا مار کر کہو تو پھٹ جا اور ہم کو راستہ دے۔ آپ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ حکم الٰہی سے تیز ہوا چلی

جن نے پانی کو پھاڑ کر اس میں راستہ بنا دیا۔ دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے جن کے درمیان پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا آناً فاناً آفتاب نے زمین کو خشک کر دیا اور آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ان راستوں میں داخل ہو جاؤ یہ لوگ ہمت نہ کرتے تھے کہ کہیں ہم ڈوب نہ جائیں سب سے پہلے یوشع علیہ السلام نے اپنا گھوڑا ڈالا ان کے پیچھے حضرت ہارون علیہ السلام نے۔ جب اسرائیلیوں نے ان کو گزرتے دیکھا تو مجبوراً یہ بھی دریا میں چل دیئے ان کے بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ ایک راستہ میں داخل ہوا ان سب کے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے۔ ان کے گروہ نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے دوسرے گروہ زندہ ہیں یا ڈوب گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پانی کی دیواروں پر لاٹھی ماری جس سے کہ ان میں جالے کی مثل روشن دان بن گئے اور ہر جماعت ان راستوں میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور باتیں کرتے گزر گئے۔ اتنے میں فرعونی لشکر بھی دریا کے اس کنارے آپہنچا۔ فرعون نے دیکھا کہ دریا میں راستے بنے ہوئے ہیں جن میں جابجا آبی دیواریں کھڑی ہیں دل میں حیران ہوا مگر لشکر والوں سے کہا میرے اقبال سے دریا خشک ہو گیا تا کہ میں اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو زندہ پکڑ سکوں۔ اگر یہ اسرائیلی ڈوب جاتے تو مجھے غلام کہاں سے ملتے۔ ہامان نے چپکے سے فرعون کو کہا کہ دریا میں قدم نہ رکھنا ورنہ تجھ کو اپنی خدائی کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ بہت جلد کشتیاں جمع کرا اور ان کے ذریعہ دریا کو پار کر۔ فرعون نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اسی حالت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام شکل انسانی میں گھوڑی پر سوار فرعون کے گھوڑے کے آگے نمودار ہوئے اور اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی۔ فرعون کا گھوڑا گھوڑی کی بو پا کر اس کے پیچھے ہولیا۔ فرعون نے لاکھ روکا مگر نہ رکا اور اس خشک راستے میں داخل ہو گیا۔ جب لشکریوں نے فرعون کو دریا میں داخل ہوتے دیکھا وہ بھی ہر طرف سے داخل ہونے لگے۔ اس جگہ اتنی بات اور یاد رکھنی چاہیے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سامری اس نے دیکھا کہ جس جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ پڑتی ہے وہاں سبزہ اگ آتا ہے وہ سمجھا کہ اس ٹاپ کے نیچے والی مٹی میں تاثیر زندگی ہے اس نے تھوڑی مٹی اپنے ہاتھ لے لی غرضیکہ سارا فرعونی لشکر بیچ دریا میں آ گیا۔ ادھر بنی اسرائیل نکل کر یہ تماشہ دیکھنے لگے۔ خیال رہے کہ جہاں یہ واقعہ ہوا وہاں قلزم کا عرض بہت تھوڑی یعنی صرف چار فرسخ کوس تھا اس لیے دوسرے کنارے سے یہاں کے حالات بخوبی نظر آتے تھے جب سارا لشکر دریا میں داخل ہو چکا تو اس کو حکم الٰہی پہنچا کہ تو آپس میں مل جا۔ دریا آپس میں مل گیا اور سب غرق ہو گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:1 ص378 تا 379 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرعون کی غرقابی کا واقعہ دس محرم یوم عاشوراء دوپہر کے وقت ہوا

جس دن فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نجات پا گئے وہ دس محرم کا دن تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہ واقعہ دسویں محرم جمعہ کے دن بوقت دوپہر ہوا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:379 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس خوشی میں روزہ رکھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن اس خوشی میں روزہ رکھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس خوشی میں روزہ رکھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص:379 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو یوم عاشوراء کے دن پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو یوم عاشوراء کے دن پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں عاشوراء کے دن فضیلت دی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ الخ (فضائل الاوقات: ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے زمینوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح زمینوں کو بھی یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے عرش کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے عرش کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور عرش کو یوم عاشوراء میں پیدا کیا۔ (فضائل الاوقات: ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے کرسی کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے کرسی کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح کرسی کو بھی یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور پہاڑوں کو یوم عاشوراء میں پیدا کیا۔ (فضائل الاوقات: ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح ستاروں کو بھی یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے قلم کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے قلم کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور قلم کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے لوح کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے لوح کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح لوح کو بھی یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور فرشتوں کو یوم عاشوراء میں پیدا کیا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارہ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت آدم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم خلیل الرحمان یوم عاشوراء میں پیدا ہوئے۔(فضائل الاوقات:ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں آگ سے نجات عطا فرمائی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں آگ سے نجات عطا فرمائی۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور یوم عاشوراء میں ان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے نجات عطا فرمائی۔(فضائل الاوقات:ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

یوم عاشوراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فدیہ قبول فرمایا

اللہ تعالیٰ نے یوم عاشورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فدیہ قبول فرمایا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور یوم عاشوراء میں اللہ تعالیٰ نے ان سے فدیہ قبول فرمایا۔(فضائل الاوقات:ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

یوم عاشوراء میں فرعون کو غرق کر دیا

اللہ تعالیٰ نے یوم عاشوراء میں فرعون کو غرق کر دیا تھا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور یوم عاشوراء میں فرعون کو غرق کر دیا۔(فضائل الاوقات:ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں اٹھالیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں اٹھالیا تھا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یوم عاشوراء میں آسمان پر اٹھالیا۔

(فضائل الاوقات:ص:441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت یوم عاشوراء میں ہوئی

حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت یوم عاشوراء میں ہوئی۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت یوم عاشوراء میں ہوئی۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں حکومت عطا فرمائی گئی

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں حکومت عطا فرمائی گئی۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں حکومت دی گئی۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارہ مکہ مکرمہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یوم عاشوراء میں ہوئی

اس روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یوم عاشوراء میں ہوئی مگر صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یوم عاشورہ میں ہوئی۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

رب عزوجل عرش پر یوم عاشوراء میں مستوی ہوا

اللہ تعالیٰ عرش پر یوم عاشوراء میں مستوی ہوا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

رب عزوجل عرش پر یوم عاشوراء میں مستوی ہوا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ)

قیامت کا دن بھی یوم عاشوراء میں ہوگا

قیامت کا دن بھی یوم عاشوراء میں ہوگا۔

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اور قیامت کا دن بھی یوم عاشوراء میں ہوگا۔ (فضائل الاوقات: ص: 441 مطبوعہ مکتبۃ المنارہ مکہ مکرمہ)

یوم عاشوراء میں اہل وعیال پر وسعت کرنے والے کو بشارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے یوم عاشوراء میں اپنے اہل وعیال پر وسعت کی اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر وسعت رکھے گا۔

(الکامل لابن عدی: ج:5، ص:1852)

عاشوراء کے دن روزہ رکھ کر یہود کی مخالفت کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یوم عاشوراء کو روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو اور اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 3790)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نو محرم اور دس محرم کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 3788)

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف کردے گا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سے ناراض ہوئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو دیکھا تو کہا ہم اللہ تعالیٰ کو رب عزوجل ماننے سے راضی ہیں اسلام کو دین ماننے سے راضی ہیں اور محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کلام کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص پوری عمر روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کا روزہ ہے نہ افطار!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

جو شخص دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے اس کا کیا حکم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری خواہش ہے کہ مجھے اس کی قوت حاصل ہوتی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر ماہ تین دن روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام کے روزے ہیں اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرمادے گا اور مجھے امید ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف کردے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2643)

جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اس نے گویا ایک سال کے روزے رکھے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اس نے گویا ایک سال کے روزے رکھے۔

الخ (لطائف علمیہ: ج: 1 ص: 80 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

جس نے یوم عاشوراء کو صدقہ کیا اس نے گویا ایک سال صدقہ کیا

اور جس نے یوم عاشوراء کو صدقہ کیا اس نے گویا ایک سال صدقہ کیا۔

(لطائف علمیہ: ج: 1 ص: 80 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

بنو اسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

جس سمندر کو بنو اسرائیل نے عبور کیا تھا اس کا نام بحر قلزم ہے۔

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ

یہ دریائے نیل تھا لیکن یہ غلط ہے جیسا کہ البحر المحیط میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس محرم کو یہ سمندر عبور کیا تھا اور فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو گیا تھا اور بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

(روح المعانی: جز: 9 ص: 40 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری لکھتے ہیں۔

بنو اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے جس سرزمین پر قدم رکھا یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے یہ لق و دق بے آب و گیاہ میدان سے شروع ہوتی ہے جو تورات کی زبان میں بیابان شور، سین، وادی سینا (تیہ) کے نام سے مشہور ہے اور طور تک اس کا دامن وسیع ہے یہاں شدید گرمی پڑتی ہے اور دور دور تک سبزہ اور پانی کا پتہ نہیں۔

اس بات کا قطعی فیصلہ تو ناممکن ہے کہ وہ خاص مقام متعین کیا جا سکے جس سے بنی اسرائیل گزرے اور سمندر کو عبور کر گئے تاہم قرآن اور تورات کی مشترک تصریحات و نصوص سے یہ متعین کیا جا سکتا ہے کہ بنو اسرائیل نے بحر قلزم (بحر احمر Red Sea) کے کسی کنارے اور دہانہ سے عبور کیا یا درمیانی کسی حصہ سے۔ بحر احمر دراصل بحر عرب کی ایک شاخ ہے جس کے مشرق میں سرزمین عرب واقع ہے اور مغرب میں مصر۔ شمال میں اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں ایک شاخ (خلیج عقبہ) جزیرہ نمائے سینا کے مشرق میں اور دوسری (خلیج سوئز) اس کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ دوسری شاخ پہلی سے بڑی ہے اور شمال میں بڑی دور تک چلی گئی ہے۔ بنو اسرائیل اسی کے درمیان سے گزرے ہیں اس شاخ کے شمالی دہانہ کے سامنے ایک اور سمندر واقع ہے جس کا نام بحر روم ہے اور بحر روم اور بحر احمر کے اس شمالی دہانہ کے درمیان تھوڑا سا خشکی کا حصہ ہے یہی وہ راستہ تھا جہاں مصر سے فلسطین اور کنعان جانے والے کو بحر احمر عبور کرنا نہیں پڑتا تھا اور اس زمانہ میں یہ راہ قریب کی سمجھی جاتی تھی اور بنو اسرائیل نے بحکم الٰہی یہ راہ اختیار نہیں کی تھی اب اس خشک زمین کو کھود کر بحر احمر کو بحر روم سے ملا دیا گیا ہے اور اس ٹکڑے کا نام نہر سوئز ہے اور بحر احمر کے شمالی دہانہ پر سوئز کے نام سے ایک شہر آباد ہے جو مصر کی بندرگاہ شمار ہوتا ہے۔

(قصص القرآن: ج: 1، ص 469 تا 477 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی 1394ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل نے جس مقام سے بحر احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سوئز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روانہ ہوئے اس زمانہ میں جزیرہ نمائے سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقہ میں موجودہ شہر طور اور ابوزنیمہ کے درمیان تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کانوں کی حفاظت کے لئے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی مفقہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوب مغربی علاقہ میں پائے جاتے ہیں اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانہ سے سامی قوموں کی چاند دیوی کا بت خانہ تھا غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو جن پر مصریوں کی غلامی نے مصریت زدگی کا اچھا خاصا گہرا ٹھپہ لگا رکھا تھا ایک مصنوعی خدا کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی۔

(تفہیم القرآن: ج: 2، ص 74 تا 75 مطبوعہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش مبارکہ ساتھ لے جانے کا حکم

امام ابو بکر محمد بن جعفر الخرائطی متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرنے کا ہوتا تو فرماتے ہاں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ نہ کرنے کا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کسی کام کے متعلق نہ نہیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کچھ سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس نے پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس کو جھڑکنے کے انداز میں فرمایا: اے اعرابی مانگ کیا چاہتا ہے؟ ہمیں اس پر رشک آیا اور ہم نے گمان کیا کہ اب وہ جنت کا سوال کرے گا۔

اس نے عرض کیا:

میں آپ سے ایک سواری کا سوال کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہیں مل جائے گی۔

پھر ارشاد فرمایا:

سوال کرو۔

اس نے کہا:

اس کے پالان کا سوال کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہیں مل جائے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوال کرو۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفری خرچ کا سوال کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہیں مل جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہمیں اس پر بہت تعجب ہوا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس اعرابی نے جن چیزوں کا سوال کیا وہ اس کو دے دو پھر اس کو وہ چیزیں دے دی گئیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس اعرابی کے سوال میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پار جانے کا حکم ہوا تو آپ کے پاس سواری کے لئے جانور لائے گئے وہ جانور سمندر کے کنارے تک پہنچے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پھیر دیئے اور خود بخود پلٹ آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اے رب عزوجل! یہ کیا ماجرا ہے؟ حکم ہوا کہ تم یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو۔ اس کی نعش کو اپنے ساتھ لے جاؤ وہ قبر ہموار ہو چکی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ نہیں تھا کہ وہ قبر کہاں ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی کو پتہ ہے کہ وہ قبر کہاں ہے۔

لوگوں نے کہا:

اگر کوئی جاننے والا ہے تو وہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے اس کو معلوم ہے کہ وہ قبر کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا کو بلوایا جب وہ پہنچ گئی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

کیا تم کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا علم ہے؟

اس نے عرض کیا:

ہاں!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ہمیں بتاؤ۔

اس نے عرض کیا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک آپ علیہ السلام میرا سوال پورا نہیں کرو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

بتاؤ تمہارا کیا سوال ہے؟

اس بڑھیا نے کہا:

میں یہ سوال کرتی ہوں کہ جنت کے جس درجہ میں آپ علیہ السلام رہیں گے اسی درجہ میں میں رہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

صرف جنت کا سوال کرو۔

اس نے کہا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ میں تمہارے ساتھ جنت میں تمہارے درجہ میں نہ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو ٹالتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اس کو وہ درجہ دے دو۔ اس سے تم کو کوئی کمی

نہیں ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جنت کا وہ درجہ دے دیا اس نے قبر بتائی اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش لے کر سمندر کے پار گئے۔ (مکارم الاخلاق: ج:2، ص:626 مطبوعہ مطبع المدنی مصر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت نکالنا

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا۔

اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لئے زاد راہ ہے۔

اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا لیکن انہوں نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم کیا کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے تو صرف ایک بوڑھی عورت کو اس کا پتہ تھا اس کا شارح بنت شیر بن یعقوب تھا۔

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتہ بتاؤں گی۔

اس نے کہا: ایک شرط تو یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں میں جوان ہو جاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

منظور ہے۔

اس نے کہا:

دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ علیہ السلام کے درجہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ آپ علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اس شرط کو بھی مان لو تو آپ علیہ السلام نے مان لیا پھر اس بڑھیا نے اس صندوق کی رہنمائی کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس صندوق کو نکال لیا۔ وہ عورت جب 52 سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کی جسامت 32 سال کی ہو جاتی اس نے 1600 یا 1400 سال کی عمر پائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 12019)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنت عطا فرمانے کا اختیار تھا

امام حافظ احمد بن علی تمیمی متوفی 307ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عزت افزائی کی اور ارشاد فرمایا ہمارے پاس آؤ وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تم اپنی حاجت بیان کرو۔

اس نے عرض کیا:

مجھے سواری کے لئے ایک اونٹنی چاہئے اور بکریاں چاہئیں جن کا دودھ دوہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم بنو اسرائیل کی بڑھیا کی طرح ہونے سے بھی عاجز ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

اس کی کیا وجہ ہے؟

ان کے علماء کرام نے فرمایا کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے ہم سے (یعنی آباؤ اجداد سے) یہ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس پر قسم لی تھی کہ ہم مصر سے اس وقت تک روانہ نہیں ہوں گے جب تک ان کی نعش کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

ان کی قبر کی جگہ کس کو معلوم ہے؟

انہوں نے کہا:

بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلوایا پس وہ آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاؤ۔

اس نے کہا:

اس وقت تک اس کا پتہ نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام میری ایک درخواست منظور نہ کریں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہاری کیا درخواست ہے؟

اس نے کہا:

میں جنت میں آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ماننا ناگوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام

کی طرف وحی کی کہ آپ علیہ السلام اس کی درخواست منظور کرلیں تو وہ آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی اس جگہ پر لے گئی جہاں کا پانی متغیر ہو چکا تھا۔

اس نے کہا:

یہاں سے پانی نکالو۔ انہوں نے وہاں سے پانی نکالا۔

اس نے کہا:

یہاں کھدائی کرو۔ کھدائی کے بعد وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش برآمد کی جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش اوپر اٹھائی تو ان کو گمشدہ راستہ روشنی کی طرح مل گیا۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 7254) (مستدرک: رقم الحدیث: 3523)

جنت میں تیری بیوی بننا چاہتی ہوں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے وصیت کی اگر میرے بعد نبی آئے تو اسے کہنا اس بستی سے میری ہڈیاں نکال لی جائیں۔ فرعون کے ساتھ جھگڑے کے موقع پر جو حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ ہوا آپ علیہ السلام اس بستی کے پاس سے گزرے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک تھی آپ علیہ السلام نے لوگوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھا تو کوئی آدمی ایسا نہیں ملا جو اس بارے میں بتاتا۔

آپ علیہ السلام سے عرض کی گئی۔

یہاں ایک بوڑھی عورت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کی رہ گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کو فرمایا: کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر پر میری رہنمائی کرے گی۔

عورت نے کہا:

میں ایسا نہیں کروں گی حتیٰ کہ تو میری دو شرطیں پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس کی شرطیں پوری کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عورت سے فرمایا۔

تم کیا ارادہ رکھتی ہو۔

عورت نے کہا:

جنت میں تیری بیوی بننا چاہتی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قبول کیا تو عورت نے قبر کے بارے میں بتا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر کھودی پھر اپنی چادر بچھائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو نکالا اور اپنے کپڑے کے درمیان رکھا پھر ہڈیوں کو کپڑے میں لپیٹا اور اپنے دائیں کندھے پر اٹھا لیا وہ فرشتہ جو دائیں جانب تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بوجھ دائیں کندھے پر اٹھایا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
وہ بائیں کندھے پر ہوتا ہے میں نے ایسا حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم کے لئے کیا ہے۔
(درمنثور، ج:5،ص:250 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑھیا عورت کی تمام شرائط منظور فرمالیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے تو ایک بادل چھا گیا جو بنی اسرائیل اور راستے کے درمیان حائل ہو گیا کہ وہ اس راستہ کو دیکھیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ
آپ علیہ السلام اس وقت تک اس کو عبور نہ کر سکیں گے جب تک آپ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نہ ہوں گی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
وہ کہاں ہیں؟
تو لوگوں نے کہا:
اس کی بیٹی ایک بوڑھی عورت ہے جس کی نظر جاتی رہی ہے ہم اس کو گھروں میں ہی چھوڑ آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئے جب اس عورت نے آواز سنی تو پوچھا موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔
عورت نے کہا:
کیا چھوڑ کر آئے ہو؟
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
مجھے کہا گیا ہے کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں اٹھا کر لے جاؤں۔
عورت نے کہا:
تم اس وقت تک عبور نہیں کر سکتے جب تک میں تمہارے ساتھ نہ ہوں گی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں پر میری رہنمائی کرو۔

اس عورت نے کہا:

میں اس وقت تک ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک آپ علیہ السلام مجھے وہ نہ دیں گے جو میں آپ علیہ السلام سے سوال کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تیرے لیے وہی کچھ ہے جو مانگے۔

بوڑھی نے کہا:

میرا ہاتھ پکڑو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ عورت ایک ستون تک پہنچی جو نیل کے کنارے پر تھا اس ستون کی بنیاد میں لوہے کا ایک صندوق تھا جس میں میخیں لگائی گئی تھیں اور اس میں زنجیر بھی تھی۔

عورت نے کہا:

ہم نے اس کو اس طرف دفن کیا تھا تو یہ جانب سرسبز و شاداب ہوگئی اور دوسری جانب خشک ہوگئی جب ہم نے یہ دیکھا تو ہم نے اس کی ہڈیوں کو جمع کیا تو انہیں لوہے کے صندوق میں رکھا اور نیل کے وسط میں رکھ دیا تو نیل کے دونوں جانبیں سرسبز و شاداب ہوگئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صندوق اپنی گردن پر رکھا اور اس بوڑھی عورت کا ہاتھ پکڑا اور اس کو لشکر تک لے آئے۔

اور اس سے فرمایا۔

جو چاہو سوال کرو تو اس عورت نے یہ سوال کیا کہ جنت میں میں اور آپ ایک ہی درجہ میں ہوں۔ میری نظر اور جوانی واپس لوٹا دی جائے حتیٰ کہ میں ایسی جوان ہو جاؤں جیسی میں تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تیرے لیے وہ کچھ ہے جو تو نے سوال کیا۔ (درمنثور: ج:5 ص249 تا250 مطبوعہ کراچی)

حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش مبارک کا ساتھ میں لینا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بوڑھے لوگوں سے کہا کہ یہ راستہ تمہارا دیکھا ہوا ہے تو تم کو کیوں نہیں ملتا۔

انہوں نے عرض کیا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میری قوم بنی اسرائیل مصر سے جائے تو میرا تابوت قبر سے نکال کر ساتھ لے جائے اور میرے بزرگوں کے ساتھ مجھے دفن کر دینا۔ ہم نے وہ وصیت پوری نہیں کی اس لیے راستہ بھول گئے۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ

ان کی قبر مبارک کہاں ہے؟

سب نے کہا:

ہمیں پتہ نہیں۔ آپ علیہ السلام نے سارے لشکر میں منادی کرائی کہ جس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہو وہ مجھے بتادے۔

ایک بڑھیا عورت نے کہا:

مجھے معلوم ہے، لیکن اگر آپ مجھ سے عہد کرلیں کہ میں جو مانگوں سو پاؤں گی تب میں پتہ بتادوں گی۔ آپ علیہ السلام نے کچھ تامل کیا وحی آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ان سے عہد کرلو اور جو چاہے سو اس کو دو۔ آپ علیہ السلام نے عہد فرمالیا۔

بڑھیا بولی کہ

میں چاہتی ہوں کہ بہشت میں میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رہوں۔

آپ علیہ السلام نے قبول فرمالیا۔

تب اس بڑھیا نے کہا:

ان کی قبر شریف دریائے نیل میں غرق ہو چکی ہے اگر فلاں جگہ سے پانی ہٹا کر زمین کھودی جائے تو اس سے آپ علیہ السلام کا صندوق نکل سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا بنی اسرائیل نے فوراً اس جگہ سے ان کا تابوت نکالا۔ یہ تابوت سنگ مرمر کا ایک صندوق تھا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش مبارک تھی۔ آپ علیہ السلام نے یہ تابوت سب کے آگے رکھا اور اس تابوت کی برکت سے راستہ ظاہر ہوا۔ رب تعالیٰ کے فضل سے رات کے تھوڑے حصہ میں بہت راستہ طے کرلیا اگر آپ علیہ السلام سیدھا فلسطین کا راستہ اختیار کرتے جو مصر سے شمال مشرق میں تھا تو آپ علیہ السلام کو یہ دشواریاں پیش نہ آتیں لیکن مرضی الٰہی عزوجل یہی تھی لہٰذا آپ علیہ السلام مشرقی جانب قلزم کی طرف روانہ ہوگئے اور منزل سقاعط میں ہوتے ہوئے مقام ایسام میں پہنچے اور وہاں سے کوچ کرکے فی الحیر ات میں جو کہ بعل سفون کے مقابل دریائے قلزم پر واقع تھا قیام کیا اور وہاں اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ صبح کے وقت فرعون کو جاسوسوں نے خبر دی کہ کل جہان بنی اسرائیل جمع ہوئے تھے وہاں سے راتوں رات کوچ کر گئے ہیں۔ فرعون کے دل میں غصے کی آگ بھڑک گئی اس نے فوراً حکم دیا کہ تیز گھوڑے اور عمدہ سوار جمع ہوں۔

روایت میں ہے کہ

ستر ہزار گھڑ سوار فوج اس کے لشکر کے آگے آگے تھی اور باقی فوج کے متعلق کچھ صحیح پتہ نہیں لگتا۔

تفسیر روح البیان میں فرمایا۔

ستر لاکھ گھڑ سوار فوج تھی۔

تفسیر عزیزی میں فرمایا۔

ایک لاکھ تیرانداز، ایک لاکھ نیزے باز اور ایک لاکھ گرز مارنے والے ان میں تھے۔ فرعون نے مع اس لشکر کے یہ راستہ

بہت جلد طے کر کے دوپہر کے قریب بنی اسرائیل کو جا لیا۔ بنی اسرائیل فرعونی لشکر دیکھ کر گھبرا گئے۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ
بتاؤ ہم کہاں جائیں۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 377 تا 378 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی فرعون کی غرقابی کے وقت عمر مبارک

فرعون کی غرقابی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک اسی 80 برس اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تراسی 83 برس تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف اسی برس اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی تراسی برس تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 377 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

سامری کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں سے مٹی اٹھانا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سامری اس نے دیکھا کہ جس جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ پڑتی ہے وہاں سبزہ اگ آتا ہے وہ سمجھا کہ اس ٹاپ کے نیچے والی مٹی میں تاثیر زندگی ہے اس نے تھوڑی مٹی اپنے ہاتھ میں لے لی۔
(تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 379 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہاں لے جانے کا وعدہ کیا تھا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس سرزمین سے مراد ارض مقدسہ ہے جس کے متعلق فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ بنو اسرائیل کو اس زمین میں لے جانا چاہتے ہیں کیونکہ وہ سرزمین ان کے باپ دادا کا وطن ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک کر دے گا تو وہ ان کو اس سرزمین میں لے جائیں گے جہاں ان کے باپ دادا رہتے تھے یا عمالقہ کی ہلاکت کے بعد ان کو اس سرزمین میں منتقل کر دیا جائے گا کیونکہ اس وقت وہ سرزمین عمالقہ کے قبضہ میں تھی۔ (روح المعانی: ج: 9، ص: 37 مطبوعہ بیروت)

بنی اسرائیل کو صبر پر برکت والی زمین کا وارث بنا دینا

بنی اسرائیل کو کمزور سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی کے صدقے مشارق و مغارب کا وارث بنا دیا جس کے اندر رب تعالیٰ نے برکتیں ہی برکتیں رکھی تھیں اور فرعون کی عمارتوں کو نیست و نابود کر دیا۔
قرآن مجید میں ہے

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْاؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ○ (الاعراف:137)

اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور بنو اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

سرزمین شام میں برکت اور اس کے فضائل وفسادات کا بیان

وہ سرزمین جس کے مشرق اور مغرب میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں اس کا مصداق کون سی زمین ہے؟ اس کے بارے میں علماء کرام کے اقوال و روایات دلائل کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر:1

امام عبدالرزاق متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ (تفسیر امام عبدالرزاق: ج:1، ص:321)

دلیل نمبر:2

امام فخر الدین رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد شام اور مصر ہے کیونکہ مصر ہی فرعون لعنہ اللہ کے قبضہ اور تصرف میں تھا اور جس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں اس کا مصداق صرف شام ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:5، ص:348 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

دلیل نمبر:3

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ

الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:143 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:4

اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں فرات سے عریش تک برکت رکھ دی ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:144 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:5

حضرت ابوالاعبش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے کہ ان سے اس برکت کے بارے سوال کیا گیا جو سرزمین شام میں رکھی گئی اس کی حد کہاں تک پہنچتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کی پہلی حد عریش مصر ہے، دوسری حد ثنیہ کا کنارہ ہے، تیسری حد فرات ہے اور چوتھی حد وہ ہے جہاں حضرت ھود علیہ السلام کی قبر مبارک بنائی گئی ہے۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:196 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 6

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ کے رب عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا: عریش سے لے کر فرات تک کی مبارک زمین کو آباد کر۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ختنہ کرایا اور مہمان کی عزت وتکریم کی۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:141 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 7

حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

دمشق کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے غلام نے بنایا ہے وہ حبشی تھا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت نمرود بن کنعان نے آپ علیہ السلام کو وہ غلام ہبہ کیا تھا اس غلام کا نام دمشق تھا لہٰذا اس نے اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر شے پر اس کو اختیار دے رکھا تھا اور اس کے بعد ایک طویل زمانے تک روئی اس میں سکونت پذیر رہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:13 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 8

حضرت ابو عبد الملک جزری سے روایت ہے کہ

جب دنیا مصائب وآلام اور قحط میں مبتلا تھی تو اس وقت سرزمین شام کے باسی خوش حالی، راحت وآرام اور عافیت میں تھے اور جب شام تنگی اور قحط میں مبتلا تھا تو فلسطین خوش حالی اور عافیت میں تھا اور جب فلسطین تکالیف اور قحط میں گھرا ہوا تھا تو بیت المقدس خوش حالی اور عافیت میں تھا اور فرمایا شام میں برکت رکھی گئی ہے۔ فلسطین مقدس ہے اور بیت المقدس کو ہزار بار پاکیزہ اور متبرک کیا گیا ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:145 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 9

عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا! میں نے ابو سلام الاسود سے کہا:

تمہیں کس چیز نے حمص سے دمشق کی طرف منتقل کیا؟

تو انہوں نے کہا!

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہاں برکت دوگنا ہو جاتی ہے۔(تاریخ مدینہ دمشق:ج:1،ص:251 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:10

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص سے پوچھا۔

تو کہاں رہتا ہے؟

اس نے جواب دیا۔

میں الغوطہ میں رہتا ہوں۔

تو حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا:

دمشق میں سکونت اختیار کرنے سے تجھے کون سی شے مانع ہے؟ کیونکہ اس میں دوگنا برکت رکھی گئی ہے۔

(تاریخ مدینہ:ج:1،ص:251 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:11

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

تورات میں لکھا ہوا ہے کہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کا خزانہ ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خزانہ کیا ہوا ہے یعنی وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مزارات ہیں۔(تاریخ مدینہ دمشق:ج:1،ص:196 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:12

حضرت ثابت بن معبد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے شام! تو میرے شہروں میں سے بہتر اور اچھی سرزمین ہے میں اپنے بندوں میں سے افضل اور بہتر افراد کو تجھ میں سکونت عطا کروں گا۔(تاریخ مدینہ دمشق:ج:1،ص:123 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دلیل نمبر:13

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے پر قرآن مجید لکھ رہے تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"طوبی للشام" شام کے لئے سعادت مندی اور خیر و برکت ہے۔عرض کی گئی وہ کس طرح؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک رحمٰن کے فرشتے وہاں کے باسیوں پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔

(مستدرک: ج:2، ص:249 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دلیل نمبر:14

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک عنقریب تم کئی لشکر اکٹھے کرو گے اور ایک لشکر شام، مصر، عراق اور یمن سے ہوگا تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے پسند فرمائیے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی ضمانت عطا فرمائی ہے۔

(مجمع الزوائد: ج:10، ص:36 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:15

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک عنقریب تم کئی لشکر مہیا کرو گے۔

تو ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے انتخاب فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تجھ پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں میں سے چن لیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے سکونت پذیر ہیں پس جس نے اس سے اعراض کیا تو اسے نجد کے ساتھ ملا دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باسیوں کی ضمانت عطا فرمائی ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:10، ص:39 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:16

حضرت عبد اللہ بن حوالۃ الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے شہر کا انتخاب فرمائیے جس میں میں رہوں گا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تجھ پر لازم ہے کہ شام میں رہے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے شام تو میرے شہروں میں سے چنی ہوئی عمدہ جگہ ہے

میں تجھ میں اپنے بندوں میں سے افضل واعلیٰ بندے داخل کروں گا۔ (تاریخ مدینۂ دمشق: ج:1 ص:69 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:17

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم شام کو لازم پکڑے رہو کیونکہ وہ سرزمین اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے پسندیدہ اور چنی ہوئی ہے وہ اس میں اپنے بہترین اور نیک بندوں کو ہی سکونت عطا کرتا ہے اور جو انکار کرے تو اسے چاہئے کہ وہ یمن میں رہے اور اس کی نہروں سے سیراب ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:69 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:18

حضرت عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک عنقریب تم کئی لشکر شام روانہ کرو گے اور ایک لشکر عراق کے لئے اور ایک لشکر یمن کی طرف۔

تو حوالی نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے انتخاب فرمائیے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے اور جو کوئی نہ جا سکے تو اسے چاہئے کہ وہ یمن چلا جائے اور اسی کی نہروں سے سیراب ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے۔ (مسند احمد: ج:4 ص:110 مطبوعہ دار صادر بیروت)

دلیل نمبر:19

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اس میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ شام چلا جائے۔

(مستدرک: ج:4 ص:505 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دلیل نمبر:20

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر جو کچھ نازل کیا ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شام میرا ترکش ہے سو جب میں کسی قوم پر ناراض ہوتا ہوں تو اس میں ایک تیر ان پر پھینکتا ہوں۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1 ص:288 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 21

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عنقریب میرے بعد میری امت کے لئے شام کو بڑی جلدی سے فتح کردیا جائے گا سو جب وہ اس کو فتح کرلیں گے اور اس میں اتر جائیں گے تو اہل شام جزیرہ کی انتہاء میں مسلسل رہنے لگیں گے پس جو اس کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اترے گا تو وہ جہاد میں ہوگا اور جو کوئی بیت المقدس اور اس کے نواح میں اترے گا تو وہ رباط (چھاؤنی) میں ہوگا۔
(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1 ص: 283 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 22

حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب اہل شام میں فساد اور بگاڑ آجائے گا تو پھر تم میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں رہے گی۔ میری امت کے ایک گروہ کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی۔ جو انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کریں گے وہ انہیں نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1 ص: 305 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 23

حضرت ضمرہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے یہ سنا ہے کہ ہر نبی شام کی جانب سے مبعوث کیا گیا اور اگر شام کی جانب سے نہ ہوا تو پھر اس کی سیر کرائی گئی۔
(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1 ص: 305 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 24

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابلیس عراق میں داخل ہوا تو وہاں اس نے اپنی حاجت و ضرورت پوری کرلی پھر شام میں داخل ہوا تو انہوں نے اس کو بھگا دیا حتیٰ کہ وہ بلیسان پہنچ گیا پھر وہ مصر داخل ہوا وہاں اس نے انڈے دیئے اور بچے نکالے اور بڑی عمدگی کے ساتھ سردار بن کر پھلا پھولا (یعنی وہاں اس نے لوگوں کو خوب بہکایا اور سردار بن کر لوگوں کی رہنمائی ضلالت و گمراہی کی طرف کرنے لگا)
(معجم الکبیر: ج: 12 ص: 340 مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم بغداد)

دلیل نمبر: 25

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

شیطان مشرق میں داخل ہوا تو اس نے اپنا مطلب خوب پورا کیا پھر وہ ارض مقدس شام کا ارادہ کرنے نکلا تو اسے روک دیا گیا پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ مغرب آ پہنچا اور خوب انڈے دیئے اور وہاں بڑی قوت وطاقت کے ساتھ پھیلا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1، ص: 318 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 26

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں کتابوں میں بار بار شام کا ذکر پاتا ہوں حتیٰ کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شام کے علاوہ کسی کی حاجت اور ضرورت نہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1، ص: 123 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 27

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ **اللهم بارك لنا في شامنا و يمننا۔**

اے اللہ عزوجل! ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔

لوگوں نے عرض کی:

وفي نجدنا وفي لفظ وفي مشرقنا۔

اور ہمارے نجد میں بھی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں اور ہمارے مشرق میں بھی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1، ص: 136 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 28

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر کے دس حصے ہیں ان میں سے نو شام میں ہیں اور ایک بقیہ ساری زمین میں اور شر کے بھی دس حصے ہیں ان میں سے ایک شام میں ہے اور نو بقیہ ساری زمین میں۔ اور جب اہل شام بگڑ جائیں گے تو تم میں خیر اور بھلائی نہیں رہے گی۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 1، ص: 154 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر: 29

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے خیر کو تقسیم کیا ہے اور اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں دس میں سے نو حصے شام میں رکھے ہیں اور بقیہ حصہ ساری زمین میں رکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شر کو تقسیم کر کے اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں دس میں سے نو حصے زمین میں اور ایک حصہ شام میں رکھا ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:136 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:30

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم کتاب اللہ میں اس زمین کو گدھ کی صفت پر پاتے ہیں لہٰذا سر شام ہے دو پر مشرق و مغرب ہیں اور دم یمن ہے۔ جب تک سر باقی رہے گا لوگ خیر و برکت کے ساتھ رہیں گے اور جب سر اتر جائے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بہ ضرور لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جزائر عرب میں سے کوئی جزیرہ باقی نہیں رہے گا مگر اس میں شام کی طرف سے گھڑ سواروں کی ایک جماعت آئے گی جوان کے ساتھ اسلام کے نام پر لڑائی کریں گے اگر وہ نہ ہو تو یہ کافر ہو جائیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:191 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:31

حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دنیا کی مثال ایک پرندے کی صورت پر بیان کی گئی ہے پس مصر اور بصرہ دو پر ہیں جزیرہ چونچ ہے شام سر ہے اور یمن دم ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:193 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:32

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

زمین کا سر شام ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:192 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:33

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بلاشبہ میں کتاب اللہ میں ایک منزل اور حد پاتا ہوں وہ یہ کہ زمین کی خرابی اور فساد شام سے چالیس سال پہلے ہوگا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:194 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:34

حضرت بحیر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت ہے کہ

زمین کے فاسد اور خراب ہونے کے بعد چالیس سال تک شام قائم رہے گا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:195 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یوم قیامت سے قبل حضر موت کی طرف سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی۔ ہم نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سو آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم شام کو لازم پکڑ لو۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:85 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:36

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قریب ہی یمن کی جانب سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو شام کی طرف ہانک کر لے جائے گی جب لوگ صبح کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی جب دو پہر کو وہ قیلولہ کریں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی اور جب وہ شام کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی سو جب تم اس کے بارے سنو تو تم شام کی طرف نکل جاؤ۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:86 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:37

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے عمود الکتاب (کتاب کا ستون) کو دیکھا کہ میرے تکیہ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا ہے تو میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو دیکھا کہ وہ ایک پھیلا ہوا انتہائی روشن نور ہے اور اسے شام کی طرف لے جایا گیا ہے خبردار! جب فتنے برپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:1، ص:103 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:38

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم شام میں لازماً رہو وہ اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سب سے زیادہ فضیلت والا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نیک بندے رہتے ہیں اور جو وہاں نہ رہ سکے وہ اس کی دائیں جانب رہے اور جو وہاں عہد شکنی کرے اس کو نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے۔

(در منثور: ج:3، ص:529 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:39

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑوں پر قرآن مجید کو جمع کر رہے تھے۔ اچانک آپ نے ارشاد فرمایا: شام کے لئے خیر اور سعادت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کس لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحمٰن کے فرشتے ان پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (در منثور: ج:3، ص:528 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:40

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تمام شہروں میں اللہ تعالیٰ کا محبوب شہر شام ہے اور شام میں محبوب قدس ہے اور قدس میں محبوب نابلس پہاڑ ہے۔

(در منثور: ج:3، ص:530 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بتوں کی عبادت کرنے والی قوم کے پاس گزرنے پر بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بت بنا کر دینے کا کہنا

جب بنی اسرائیل سمندر سے صحیح وسلامت پار گزر گئی تو ان کا ایک ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا جو بتوں کے سامنے مگن تھے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہمیں بھی اس طرح کا معبود بنا دیجئے جس طرح ان کے معبود ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ (الاعراف:138)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔

اس قوم کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے مجسمے تھے

بنی اسرائیل جس بتوں کی عبادت کرنے والی قوم کے پاس گزرے تھے ان کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے مجسمے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس قوم کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے مجسمے تھے اور جب سامری کے بچھڑے نے انہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اسی گائے کا ہے تو یہ بچھڑے کے معاملے کی ابتداء تھی تا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت قائم ہو جائے اور پھر اس کے بعد وہ ان سے

انتقام لے۔ (تفسیر طبری: ج:9، ص:59 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کون سی قوم تھی؟

جس قوم کو بنی اسرائیل نے بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا وہ لخم اور جذام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعمران جونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس قوم سے مراد لخم اور جذام ہیں۔ (درمنثور: ج:3، ص:367 مطبوعہ کراچی)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ میں قوم سے مراد لخم ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:366 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صریح شرک کا سوال کیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے صریح شرک کا سوال کیا کہ ہمارے لیے بھی ایسے معبود بنا دو جن کی یہ عبادت کر رہے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ؕ کی تفسیر میں حضرت ابوقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے اللہ عزوجل! تیری ذات اقدس پاک ہے! یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غلامی سے نجات دی ہے اور ان کے لئے سمندر کو کاٹا ان کے دشمن کو ہلاک و برباد کیا اور انہیں بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں پھر انہوں نے صریح شرک کا (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) سوال کر دیا ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:367 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو بت بنا دینے کے سوال پر ناراض ہونا

جب بنی اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جس طرح کہ ان کے معبود ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک جہالت کی باتیں کرتے ہو جس کام میں یہ لوگ مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر غلط ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ○ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰـھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (الاعراف:138 تا 140)

موسیٰ نے کہا! بے شک تم جہالت کی باتیں کرتے ہو بے شک جس کام میں یہ لوگ مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر غلط ہے اور موسیٰ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش

کروں حالانکہ اس نے تمہیں (اس زمانہ میں) سب جہانوں والوں پر فضیلت دی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو نجات کے بعد کتاب اللہ لا کر دینے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک فرما دے گا تو وہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب لائیں گے جس کے اندر ان کے متعلق احکام بیان کیے گئے ہوں گے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک کر دے گا تو وہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب لائیں گے جس میں یہ بیان ہوگا کہ ان پر کیا کام کرنے فرض ہیں اور کیا کام ان کے لئے ممنوع ہیں۔ (تفسیر کبیر:؟؟)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر تورات لینے کے لئے جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ بنی اسرائیل کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو دشمن سے نجات عطا فرمائے گا تو وہ ان کے لئے کتاب اللہ لائیں گے اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر کوہ طور پر توریت شریف لینے کے لئے تشریف لے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۝ (الاعراف:142)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کیا سو آپ کے رب کی مقررہ مدت مکمل چالیس راتیں ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک ٹھیک کام کرنا اور مفسدوں کے طریقہ پر کاربند نہ ہونا۔

تورات کا معنیٰ

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ تورات کا لفظ توریہ سے ماخوذ ہے توریہ کنایہ کو کہتے ہیں چونکہ تورات میں زیادہ تر مثالیں ہیں اس لئے اس کو توریہ کہا گیا اور بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں تورات کا معنیٰ شریعت ہے یہ دوسری رائے زیادہ صحیح ہے۔

تورات سونے کے قلموں سے لکھی گئی تھی

امام ابو عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

تورات سونے کے قلموں سے لکھی گئی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1562 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ

تورات سونے کی قلموں سے لکھی گئی۔ (درمنثور: ج:3، ص:386 مطبوعہ کراچی)

تورات زمرد کی سات تختیوں میں عطا فرمائی تھی

تورات زمرد کی سات تختیوں میں عطا فرمائی تھی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات زمرد کی سات تختیوں میں عطا فرمائی تھی اس میں ہر چیز کا بیان تھا اور اس میں نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1562 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

تورات بیری کے پتوں پر لکھی ہوئی تھی

جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی وہ بیری کے پتوں پر لکھی ہوئی تھی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

جعفر بن محمد اپنے والد اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو تورات نازل کی گئی تھی وہ بیری کے پتوں پر لکھی ہوئی تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1562 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

تورات کی لوح کا طول بارہ ہاتھ تھا

تورات کی لوح کا طول بارہ ہاتھ تھا۔

اور اس لوح کا طول بارہ ہاتھ تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1563 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد محترم کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ تختیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئیں وہ جنت کے بیری کے درخت سے بنی ہوئی تھیں اور ایک تختی کی لمبائی بارہ ذراع تھی۔ (درمنثور: ج:3، ص:386 مطبوعہ کراچی)

تورات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

لوگ کہتے ہیں کہ تورات کی تختیاں یاقوت کی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زمرد کی تھیں اور اس پر سونے سے لکھا ہوا تھا اور رحمٰن تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور آسمان والوں نے قلم چلنے کی آواز سنی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1563 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ تختیاں جنت کے زبرجد اور زمرد کی بنی ہوئی تھیں رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان تختیوں پر اسی قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر (قرآن مجید) لکھا۔ رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اس کے ساتھ تختیاں لکھیں۔ (درمنثور: ج:3،ص:386 مطبوعہ کراچی)

تورات کی تختیوں میں چلنے کی آواز سننا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے کہ

حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تختیاں لکھیں اور وہ تختیوں میں چلنے کی آواز سن رہے تھے۔

(درمنثور: ج:3،ص:386 مطبوعہ کراچی)

اہل آسمان نے قلم چلنے کی آواز سنی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ کہا کرتے تھے کہ وہ تختیاں یاقوت کی بنی ہوئی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زبرجد کی تھیں ان کی کتابت سونے کی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ انہیں لکھا اور اہل آسمان نے قلم چلنے کی آواز سنی۔ (درمنثور: ج:3،ص:386 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں زبرجد کی تھیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں زبرجد کی تھیں۔ (درمنثور: ج:3، ص:386 مطبوعہ کراچی)

رب تعالیٰ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت عدن سے تختیاں لانے کا حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

وہ تختیاں سبز زمرد کی تھیں رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے آئے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان پر اس قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر لکھا رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اس کے ساتھ تختیاں لکھیں۔ (درمنثور: ج:3، ص:386 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قلم کے چلنے کی آواز سننا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات لکھی اس وقت آپ علیہ السلام چٹان کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے۔ تختیاں زمرد کی بنی ہوئی تھیں اور آپ علیہ السلام کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوائے حجاب کے اور کچھ نہ تھا۔ (درمنثور: ج:3، ص:386 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کو اپنے دست قدرت سے مس نہیں فرمایا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حکیم بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کو اپنے دست قدرت سے مس نہیں کیا۔ جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی بنائی اور اس کے پہاڑ کستوری کے بنائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔ (درمنثور: ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

تورات بھی دست قدرت سے لکھی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وردان بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے دست

قدرت سے پیدا فرمایا، قلم کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، عرش کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا وہ کتاب جو اس کے پاس ہے اور کوئی غیر ان پر مطلع نہیں وہ اپنے دست قدرت سے لکھی اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

(درمنثور، ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی اس میں ہر شے کی تفصیل اور پند و نصائح تھے جب آپ وہ لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت پر لگا ہوا دیکھا تو آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تورات پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ میں سے چھ حصوں کو اٹھا لیا اور ساتواں حصہ باقی رکھا۔

(درمنثور، ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے تورات اپنے دست قدرت سے لکھی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیث الشامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا کسی چیز کو بھی اپنے دست قدرت سے تخلیق نہیں فرمایا۔ جنت میں اپنے دست قدرت سے درخت لگائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔ (درمنثور، ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے السنۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تورات اپنے ہاتھ سے لکھی پھر تمام چیزوں کے لئے فرمایا کن (تو ہو جا) تو وہ چیزیں معرض وجود میں آ گئیں۔

(درمنثور، ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہر شے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کی دشواری لاحق ہوئی تو انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے تحقیق

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے خاص گھر میں رکھا ہوا تھا جہاں پر موت طاری نہ ہوتی پس حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اتار دیا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا! اگر آدم علیہ السلام کو تمہاری طرف بھیج دیا جائے تو کیا تم ان سے مباحثہ کرو گے؟

آپ علیہ السلام نے عرض کی:

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اور کہا: اگر تم لغزش نہ کرتے تو ہم یہاں نہ ہوتے۔

تو جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو فرمایا:

تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہر شے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں کیا تم یہ نہیں جانتے کہ ”مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ط“ (الحدید:22) نہیں آئی کوئی مصیبت زمین پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

کیوں نہیں (ایسے ہی ہے) تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام مباحثہ میں ان پر غالب آ گئے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:71 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تختیوں میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تختیوں میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ذکر بھی کیا اور جو کچھ اپنے پاس ان کے لئے ذخیرہ کیے ہوئے ہے اور دین کے معاملے میں انہیں آسانیاں فراہم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں چیزوں کے بارے میں وسعت دی ہے جو ان کے لئے حلال کی ہیں سب تحریر کر دیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:388 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بنا دینے کی عرض

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو بعد میں آئیں گے لیکن قیامت کے دن پہلے اٹھیں گے وہ پیدا ہونے میں مؤخر ہیں اور جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے سابق اور مقدم ہیں پس انہیں میری امت بنا

دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے اسے لوگوں کے لئے خیر امت بنا کر نکالا گیا ہے وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں سو تو ان کو میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کے بارے میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں گے اور بڑھتی ہوئی گمراہی کرنے والوں کے ساتھ قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے کذاب کو بھی قتل کر دیں گے سو انہیں تو میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے دلوں میں ہوں گے اور وہ انہیں پڑھتے ہوں گے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تم سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھتے تھے اور جب انہیں اٹھا لیا گیا تو انہیں اس کی کوئی شے حفظ نہ تھی اور نہ وہ اس کو یاد کر سکتے۔ اے امت حاضرہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو تم سے پہلی امتوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی اس کے لئے خاص کیا ہے اور تمہیں ہی یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

انہیں میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کی۔

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور ان پر انہیں اجر بھی دیا جائے گا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تم سے پہلے لوگوں میں کوئی صدقہ کرتا تھا اور وہ اس سے قبول کرلیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک آگ بھیجتا اور وہ اس کو کھا جاتی اور اگر وہ رد کر دیا جاتا تو وہ پڑا رہتا اور پرندے، درندے اس کو کھا جاتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقات تمہارے اغنیاء سے فقراء کے لئے ہیں اور ان کے بدلے تم پر انتہائی رحمت فرمائی ہے اور اس کے عوض تم سے بے شمار تکالیف اور مصائب کو دور اور ہلکا کیا ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کی۔

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا قصد کرے گا پھر وہ اس کے مطابق عمل بھی نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی پس تو انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کی۔

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب کوئی ان میں سے برائی اور گناہ کا قصد کرے تو اس کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھا جاتا حتیٰ کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کے لئے ایک گناہ لکھا جائے گا پس تو انہیں میری امت بنادے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کی۔

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ دعائیں کریں گے اور ان کی دعاؤں کو

قبول کیا جائے گا تو انہیں میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔(درمنثور: ج:3،ص 391 تا 392 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں پس تو انہیں میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لئے اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی پس تو انہیں میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا اور جب اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لئے ایک گناہ لکھا جائے گا پس تو انہیں میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی تو انہیں میری امت بنا دے۔

رب کریم نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی تو انہیں میری امت بنادے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو قیامت کے دن دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی تو انہیں میری امت بنادے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جائے گی جنہوں نے ان کے ساتھ عداوت رکھی حتیٰ کہ وہ کانے دجال کو بھی قتل کر دیں گے تو انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کی۔

اے میرے رب عزوجل! مجھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کردے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ o (الاعراف:159)

تو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔ (درمنثور، ج:3،ص:392، مطبوعہ کراچی)

تورات میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفات

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کا یہ قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے رب عزوجل کے ساتھ ہم کلام ہونے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جو شرف وکمال عطا کیا ہے اس کے بارے میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مدح وتوصیف کے مقام پر پہنچے تو کہا۔ اے میرے رب عزوجل! یہ نبی کون ہے جسے اور ان کی امت کو تو نے اول بھی بنایا ہے اور آخر بھی؟

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ نبی محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو امی، عربی، حرمی، تہامی اور قاذر بن اسماعیل کی اولاد سے ہیں میں نے انہیں اول بنایا ہے اس اعتبار سے کہ انہیں سب سے پہلے اٹھا کر میدان حشر میں لایا جائے گا اور میں نے انہیں آخر اس اعتبار سے بنایا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں نے ان کی شریعت کے ساتھ دوسری شریعتوں کو، ان کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابوں کو، آپ کی سنت کے ساتھ دیگر سنن کو اور ان کے دین کے ساتھ دیگر ادیان کو ختم کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! بے شک تو نے مجھے چن لیا ہے اور مجھے شرف کلام عطا کیا ہے؟

تو رب کریم نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک تو میرا صفی ہے اور وہ میرا حبیب ہے قیامت کے دن میں اس کو ایک بلند مقام پر فائز فرماؤں گا میں نے ان کا حوض دیگر حوضوں کی نسبت وسیع وعریض بنایا ہے اس پر وارد ہونے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے اور ان کی اتباع کرنے والے بھی کثیر ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تحقیق تو نے انہیں عزت وتکریم عطا فرمائی اور شرف وعظمت سے نوازا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! میرے لیے ضروری ہے کہ میں انہیں عزت وتکریم عطا کروں اور انہیں اور ان کی امت کو فضیلت عطا کروں اس لیے کہ وہ میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور میرے تمام رسولوں کے ساتھ، میرے تمام کلمات کے ساتھ اور میرے ہر قسم کے غیب کے ساتھ اور جو ان میں شاہد ہے یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وصال کے بعد یوم قیامت تک (وہ ایمان لائیں گے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کیا یہ ان کی صفت اور تعریف ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہاں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تو نے انہیں جمعہ عطا فرمایا ہے یا میری امت کو؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہاں جمعہ تو ان کے لئے ہے تمہاری امت کے لئے نہیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت یہ دیکھی ہے وہ پنج کلیاں ہوں گے (یعنی وہ پانچ اعضاء جو دوران وضو دھوئے جاتے ہیں وہ روشن ہوں گے) وہ کون ہیں؟ کیا وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے جن کے پانچ اعضاء وضو، وضو کے اثر کے سبب چمک رہے ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایسی قوم کا ذکر پایا ہے جو پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے کہ وہ پانچ نمازیں پڑھیں گے؟ وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں یہ پایا ہے کہ وہ اپنے نصف تک (یعنی نصف پنڈلی تک) چادریں پہنیں گے وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے کہ انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس ملیں گی اور ایک برائی کا بدلہ صرف ایک، وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ وہ اپنی تلواریں سونتے ہوں گے اور کوئی حاجت (اور حرص) انہیں روک نہیں سکے گی وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو وہ تجھ سے استخارہ کریں گے اور پھر وہ کام شروع کریں گے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت یہ پائی ہے کہ ان کے نیکوکاران کے گناہ گاروں کے لئے شفاعت کریں گے سو وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ بیت حرام کا حج کریں گے نہ وہ اس سے ہمیشہ دور رہیں گے اور نہ وہ اس سے مطلب برآری کی کوشش کریں گے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے وہ

کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت میں یہ پایا ہے کہ وہ تیرے راستے میں لشکر کی صفیں باندھ کر لڑیں گے اور ان پر صبر پوری قوت کے ساتھ طاری رہے گا وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گناہ کا ارتکاب کرے گا اور پھر وہ وضو کرلے گا تو اس کا وہ گناہ معاف کر دیا جائے گا اور وہ نماز پڑھے گا تو اس کے لئے نماز گناہ کا عوض بنانے کی بجائے اضافی اور زائد بنا دی جائے گی پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ وہ تیرے رسولوں کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں پایا ہے کہ وہ صدقہ اپنے ہی پیٹوں میں ڈالیں گے (یعنی وہ خود ہی کھالیں گے) وہ کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان کے لئے مال غنیمت حلال ہو

گا اور دیگر امتوں کے لئے یہ حرام ہے پس وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں یہ پایا ہے کہ ان کے لئے زمین پاکیزہ اور جائے نماز بنادی جائے گی وہ کون لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں یہ ذکر پایا ہے کہ ان میں سے ایک شخص سابقہ یعنی ان سے پہلی امتوں کے تیس افراد سے بہتر ہوگا پس وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

ارشاد فرمایا:

امم ماضیہ کا ایک شخص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرد سے تیس گنا زیادہ عبادت کرتا ہے اور یہ ان سے تمام کتابوں کے ساتھ ایمان لانے کے سبب تیس گنا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں یہ پایا ہے کہ وہ تیرے ذکر کے لئے اکٹھے ہوں گے اور اسی کی بناء پر ایک دوسرے سے محبت کریں گے جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلوں میں اترتی ہیں پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ جب وہ غصے میں ہوں گے تو تیرا ذکر کریں گے یعنی لا الٰہ الا اللہ کہیں گے اور جب جھگڑیں گے تو تیری تسبیح بیان کریں گے وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے میں یہ پایا ہے کہ وہ تیری خوشنودی کے لئے اس طرح غضب ناک ہوں گے جیسے چیتا اپنی ذات کے لئے حالت جنگ میں غضب ناک ہوتا ہے وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور ملائکہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ درخت اور پہاڑ انہیں اپنے پاس سے گزرتے وقت بشارت اور خوشخبری دیں گے اس لیے کہ وہ تیری تسبیح وتقدیس بیان کریں گے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف دیکھا ہے کہ مصیبت کے وقت کے لئے انہیں استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) کہنا عطا کیا گیا ہے اور انہیں مصیبت کے وقت کی نماز، رحمت اور ہدایت عطا کی گئی ہے سو وہ لوگ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ تو اور تیرے فرشتے ان پر صلاۃ بھیجتے ہیں پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزّ وجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کے نیکوکار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے میانہ رو لوگوں سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور ان میں سے ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے گا پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزّ وجل! تو مجھے بھی ان میں سے کردے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! تو ان میں سے ہے اور وہ تجھ سے ہیں کیونکہ تو بھی میرے دین پر ہے اور وہ بھی میرے دین پر ہیں لیکن میں نے تجھے اپنی پیغامبری اور اپنے کلام کے سبب فضیلت دی ہے پس تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزّ وجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا تو ان کی صفیں مشرق و مغرب کے درمیان ساری جگہ بھر دیں گی ان پر موقف کو آسان کر دیا جائے گا اور دیگر امتوں میں سے کوئی بھی ان کی فضیلت کو نہیں پا سکے گا سو وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزّ وجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کی روحیں ان کے بستروں پر قبض کی جائیں گی اور وہ میرے نزدیک شہید ہوں گے پس وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزّ وجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ وہ تیرے بارے میں کبھی لومۃ لائم (ملامت کرنے والے کی ملامت) سے خوفزدہ نہیں ہوں گے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت دیکھی ہے کہ وہ مومنین کے لئے انتہائی نرم ہوں گے اور کفار پر انتہائی سخت ہوں گے وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان میں سے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہوگا؟ پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تو نے انہیں عزت و تکریم اور فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ اسی طرح میرا نبی، صفی اور میرا حبیب ہے اور ان کی امت سب سے بہتر اور افضل امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ دیگر امتوں کے لئے جنت میں داخل ہونا حرام کیا گیا ہے حتیٰ کہ ان کا نبی اور اس کی امت جنت میں داخل ہو جائے پس وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! بنی اسرائیل کا کیا حال ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ کی قوم بنی اسرائیل آپ کے بعد آپ کے دین کو تبدیل کر دے گی اور آپ کی وہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے اس میں تغیر اور تبدیلی کر دیں گے اور محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ان کی سنت کو تبدیل نہیں

کرے گی اور اس کتاب کو باطل نہیں کریں گے جو ان پر نازل کی جائے گی حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی اس لیے میں نے عزت وکرامت کا تاج انہیں پہنایا ہے اور انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے نبی کو افضل الانبیاء بنایا ہے وہ حشر میں اول ہوں گے، زمین پھٹنے میں بھی اول ہوں گے، شفاعت کرنے میں اول ہوں گے اور سب سے پہلے انہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ وہ بڑے حلیم اور علماء ہوں گے اور وہ اپنی فقاہت کے سبب انبیاء کرام علیہم السلام کے مقام ومرتبہ کے قریب تک پہنچ جائیں گے پس وہ کون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) انہیں اول وآخر کا علم عطا کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے ان کے سامنے دستر خوان رکھا جائے گا اور وہ اس کو نہیں اٹھائیں گے حتیٰ کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی سو وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان میں سے کوئی کپڑا پہنے گا اور وہ اس کو نہیں جھاڑے گا حتیٰ کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پاتا ہوں کہ جب وہ جانوروں کی پیٹھوں پر بیٹھیں گے تو وہ تیری حمد وثناء کریں گے اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی وہ کون لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) وہ تو میرے وہ دوست (اولیاء) ہیں جن کے سبب میں آگ اور بتوں کے پجاریوں سے انتقام لوں گا۔ (درمنثور: ج:3،ص393 تا396 مطبوعہ کراچی)

تورات میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین وآخرین امت ہونے کا ذکر

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور آپ علیہ السلام نے اس کو پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا اور عرض کیا: اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو الاخرون السابقون ہیں تو اسے میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی پس تو اس کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گے وہ اس کو پڑھیں گے پس تو اس کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو مال فے کھائیں گے پس تو اس کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صدقہ خود کھائیں گے اور انہیں اس پر اجر دیا جائے گا تو اس کو میری امت بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا ارادہ رکے گا اور پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ کرے تو بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی تو اس کو میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جنہیں اول وآخر کا علم دیا جائے گا اور وہ ضلالت وگمراہی کے ساتھیوں اور مسیح دجال کو قتل کریں گے پس تو اس کو میری امت بنادے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! پھر تو مجھے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے کردے تو اس وقت آپ کو دو خصلتیں عطا کی گئیں۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ۝

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں راضی ہوں۔ (درمنثور، ج:3، ص396 تا 397 مطبوعہ کراچی)

توارات میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتر اور افضل ہونے کا ذکر

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھیت ہیں۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں عبدالرحمٰن مناضری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی حاکم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کو کہا! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں وہ بات جس نے تجھے رونے پر مجبور کردیا ہے اگر اس کی خبر میں تجھے دے دوں تو کیا تو میری تصدیق کرے گا۔

تو اس نے کہا:

ہاں ضرور (تصدیق کروں گا)

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! میں تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے اس کو لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ پہلی اور آخری سب کتابوں کے ساتھ ایمان لائیں گے گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال کو قتل کردیں گے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

اس عالم نے کہا:

ہاں مجھے یہی بات یاد آئی جس کے سبب میں رونے لگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ دشمنوں سے الفت کرنے والا یہ کہے گا! اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں ایسا کروں گا پس تو انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

اس عالم نے کہا:

ہاں اسی طرح ہے۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا اور جب کسی وادی میں اترے گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے گا۔ مٹی ان کے لئے پاکیزہ بنادی جائے گی اور زمین ان کے لئے مسجد ہوگی جہاں وہ چاہیں گے جنابت سے طہارت حاصل کرسکیں گے مٹی کے ساتھ ان کا طہارت حاصل کرنا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہوگا جہاں وہ پانی نہیں

پائیں گے وضو کے اثر سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے پس تو انہیں میری بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

تو اس عالم نے کہا:

ہاں یعنی یہ چیز مجھے رونے پر مجبور کر رہی تھی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! میں ایک کمزور ناتواں امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کے وارث ہوں گے اور تو نے انہیں چن لیا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (فاطر:32) پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیان رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں اور میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پاتا مگر یہ کہ اس پر رحم کیا گیا ہے پس تو انہیں میری امت بنادے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

اس عالم نے کہا: ہاں اسی طرح ہے۔

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی جانے والی کتاب میں پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! میں ایک امت کا ذکر تورات میں پاتا ہوں کہ ان کے مصاحف ان کے سینوں میں ہوں گے اور وہ اہل جنت کے کپڑوں کی طرح کا لباس پہنیں گے۔ اپنی نمازوں میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں باندھیں گے اور مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوں گی۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو نیکیوں سے اس طرح بری اور خالی ہو جیسے پتھر درخت کے پتوں سے خالی ہو جاتا ہے سو تو انہیں میری امت بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

اس عالم نے کہا:

ہاں اسی طرح ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام خیر و برکت اور عظمت سے آگاہ ہوئے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نوازا تو کہہ اٹھے۔ اے کاش میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں

سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تین آیات وحی فرمائیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ؗ ۖ

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔ (درمنثور: ج:3، ص 397 تا 399 مطبوعہ کراچی)

زمین کی ہر بالشت کے بارے میں اس تورات میں لکھا ہوا ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے دلائل میں حضرت محمد بن یزید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ

قیس بن خرشہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ تھے حتیٰ کہ جب وہ صفین پہنچے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ رکے اور تھوڑی دیر غور کرتے رہے پھر کہا کہ اس مقام پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہایا جائے گا کہ اس کی مثل زمین کے کسی حصہ میں نہیں بہایا جائے گا۔

تو حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ کو کون سی چیز بتا رہی ہے کیونکہ یہ تو وہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا ہوا ہے؟

تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

زمین کی ہر بالشت کے بارے میں اس تورات میں لکھا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے کہ جو کچھ قیامت تک اس پر ہوگا اور جو کچھ اس سے نکلے گا۔ (درمنثور: ج:3، ص:399 مطبوعہ کراچی)

تورات میں پیٹ بھر کر کھانے والے کے لئے حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے الزہد میں حضرت خالد ربعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے ہاتھ بلند کر کے یہ کہہ رہے ہیں۔ اے میرے رب عزوجل! تیرے مومن بندوں نے مجھے قتل کیا ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:399 مطبوعہ کراچی)

تورات میں رحم کرنے کا حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو رحم کر۔ تجھ پر رحم کیا جائے گا بے شک جو رحم نہیں کرتا تو کیسے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تجھ پر رحم کروں گا حالانکہ تو میرے بندوں پر رحم نہیں کرتا۔ (درمنثور: ج:3، ص:400 مطبوعہ کراچی)

تورات میں نماز پڑھنے والے کے لئے حکم

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے! اے ابن آدم میرے سامنے کھڑے ہوکر اپنی نماز میں روتے ہوئے عجز کا اظہار نہ کر کیونکہ میں اللہ تعالیٰ ہوں جو تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرا نور دیکھتا ہے۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس نور سے مراد وہ حلاوت ہے اور سرور ہے جو بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2، ص:399 مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں مشاورت نہ کرنے والے کے لئے حکم

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

چار حروف ہیں جو تورات میں لکھے ہوئے ہیں۔

جس نے مشاورت نہ کی وہ ندامت اٹھائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:4، ص:48 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں غنا کا اظہار کرنے والے کے لئے حکم

جس نے غنا کا اظہار کیا وہ ترجیح پا جائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2، ص:48 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں فقر و افلاس کا حکم

فقر و افلاس سرخ موت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2، ص:48 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں جیسا تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ کیا جائے گا لکھا ہونا

اور جیسا تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2، ص:48 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں عبادت کی ترغیب کا بیان

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو تیرا دل غنا سے بھر جائے گا اور تیرے فقر کا ازالہ ہو جائے گا اور اگر تو اس طرح نہیں کرے گا تو تیرا دل کام سے بھر جائے گا اور تیرا فقر دور نہیں ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:4، ص:17 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

تورات میں کم کھانے پر ترغیب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اے ابن آدم! ٹوٹا ہوا ٹکڑا (یعنی کھانے کا ٹکڑا) تجھے کفایت کرے گا۔ خرق (کپڑے کا ٹکڑا) تجھے ڈھانپ لے گا اور پتھر تجھے پناہ دے گا۔ (کتاب الزہد: ص:18 مطبوعہ بیروت)

جیسے تم رحم کرتے ہو اسی طرح تم پر رحم کیا جائے گا

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہے جیسے تم رحم کرتے ہو اسی طرح تم پر رحم کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:5،ص:215 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

تورات میں چہرہ کشادہ اور خنداں رکھنے کا حکم

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

تورات میں لکھا ہوا ہے کہ چاہیئے تیرا چہرہ کشادہ اور خنداں ہو اور تیرا کلام حسین اور پاکیزہ ہو تو لوگوں کے نزدیک ان لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو جائے گا جو انہیں عطیات دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:5،ص:212 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

تورات میں رب تعالیٰ سے ڈرنے، والدین کے ساتھ حسن سلوک، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر پھاڑ دیا تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اے ابن آدم! اپنے رب عزوجل سے ڈر، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کر، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر تو تیرے لیے تیری عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا، آسانی اور خوشحالی کو تیرے لیے آسان بنا دیا جائے گا اور تنگی اور تکلیف کو تجھ سے پھیر دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:5،ص:217 مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

تورات میں شہوات دنیا پر غالب آنے کا بیان

حضرت ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ اگر تیرے لیے باعث مسرت یہ ہے کہ تو زندہ رہے اور تو علم الیقین تک پہنچ جائے تو پھر ہر وقت یہ کوشش کر کہ تو شہوات دنیا پر غالب آ جائے کیونکہ جو شہوات دنیا پر غالب آ جاتا ہے تو شیطان اس کے سائے سے دور بھاگتا ہے۔ (نوادر الاصول: ص:26 مطبوعہ بیروت)

تورات لکھنے سے قبل حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے السنہ میں اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات لکھے۔ تو فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! تو جنت میں داخل ہو اور جنت کے درخت سے میرے پاس دو تختیاں لا۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے تو جنت کے یاقوت کے درختوں میں سے ایک درخت آپ کی طرف متوجہ ہوا آپ نے اس سے دو تختیاں کاٹیں اور اس درخت

نے آپ کی اس بارے معاملہ میں اتباع کی جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا تھا آپ ان دونوں تختیوں کو لے کر رحمٰن کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ان دونوں کو پکڑا جونہی اللہ تعالیٰ نے انہیں مس کیا تو دونوں تختیاں نور ہو گئیں اور عرش کے نیچے ایک نہر ہے جس میں نور چلتا ہے۔ حاملین عرش میں سے کوئی نہیں جانتا وہ کہاں سے آ رہا ہے نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جب رحمٰن نے اس سے سیاہی حاصل کر لی وہ خشک ہو گئی اور پھر جاری نہ ہوئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھ دی تو دونوں تختیاں انہیں عطا فرما دیں اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پکڑا تو وہ تختیاں پتھر بن گئیں پھر جب آپ بنی اسرائیل اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو آپ انتہائی غصے میں تھے آپ نے انہیں داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑا اور انہیں اپنی طرف کھینچنے لگے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو کہا۔

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۡ صلے (الاعراف:150)

ہارون نے کہا: اے میری ماں جائے! اس قوم نے کمزور و بے بس بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہارے پاس آنے سے خوفزدہ رہا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور میرے قول کا انتظار نہیں کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم عزوجل سے استغفار کیا اور اپنے بھائی کے لئے بھی استغفار کیا اور تختیاں ٹوٹ گئیں جب آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پھینکا تھا۔ (درمنثور، ج:3، ص:402 مطبوعہ کراچی)

تورات میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ نے کردوس تغلبی سے یہ روایت کیا ہے کہ

تورات میں لکھا ہوا ہے کہ تقویٰ اختیار کر تو اس کے سبب بچ جائے گا کیونکہ بچاؤ تقویٰ میں ہے تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا۔ تم توبہ کرو تمہاری توبہ قبول کی جائے گی۔ (درمنثور، ج:3، ص:402 مطبوعہ کراچی)

تورات میں غصہ کرنے والے کے لئے حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہیب المکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اے ابن آدم! جب تو غصے میں ہو تو میرا ذکر کر اور جب میں غصے میں ہوا تو میں تیرا ذکر کروں گا اور میں تجھے ان کے ساتھ ہلاک نہیں کروں گا جنہیں میں ہلاک کروں گا اور جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو اپنے لیے میری نصرت پر راضی ہو جا کیونکہ تیرے لیے میری نصرت اس سے بہتر ہے جو تیری نصرت اپنے آپ کے لئے ہے۔

(درمنثور، ج:3، ص:400 مطبوعہ کراچی)

تورات میں میراث کے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرنے کا حکم

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت الحسن بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے تورات ہم پر بڑی بھاری اور ثقیل ہے سو آپ ہمیں مجموعی طور پر ایسے امر سے آگاہ کریں جس میں تخفیف ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کی قوم نے آپ سے سوال کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تو خود اچھی طرح جانتا ہے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں نے تمہیں بھیجا تا کہ ان کی جانب سے پیغام مجھے پہنچائے اور میری جانب سے انہیں پہنچائے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ انہوں نے مجھ سے مجموعی طور پر ایسے امر کے بارے سوال کیا ہے جس میں تخفیف ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تورات ان پر بڑی ثقیل ہے تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

تم انہیں یہ کہو کہ وہ میراث کے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کریں تمہارے پاس گھر میں کوئی آدمی بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور چاہیئے کہ کھانے کے بعد اس طرح وضو کریں جس طرح نماز کے لئے کیا جاتا ہے پس انہوں نے اس کو بہت ہلکا سمجھا پھر وہ اس پر بھی کاربند نہ رہ سکے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

1- جو بات کرے وہ جھوٹ نہ بولے۔

2- جو وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔

3- جس کو امین بنایا جائے تو وہ خیانت نہ کرے۔

4، 5، 6- اور تم اپنے ہاتھوں، آنکھوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ (درمنثور: ج:3، ص:401 مطبوعہ کراچی)

وہ آدمی جس کا علم بڑھتا ہے اس میں خوف اور اضطراب بھی بڑھتا ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے تورات میں پڑھا ہے وہ آدمی جس کا علم بڑھتا ہے اس میں خوف اور اضطراب بھی بڑھتا ہے اور فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے وہ آدمی جس کا پڑوسی گناہ کا عمل کرتا ہے اور وہ اس کو منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوگا۔
(در منثور: ج:3،ص:401 مطبوعہ کراچی)

تورات میں اے ابن آدم! تو میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھلا دیتا ہے لکھا ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ
بے شک تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اے ابن آدم! تو میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھلا دیتا ہے تو میری طرف دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے میں تجھے رزق دیتا ہوں اور تو عبادت میرے غیر کی کرتا ہے۔(در منثور: ج:3،ص:401 مطبوعہ کراچی)

تورات میں رزق کے حصول کی ترغیب کا بیان

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ اور ان کے بیٹے نے ولید بن عمر رحمۃ اللہ علیہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ
مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔
اے ابن آدم! اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں جن کاموں کا تجھے حکم دیتا ہوں ان میں میری اطاعت کر پس میں بذات خود ان امور کو بہتر جانتا ہوں جو تیری اصلاح کر سکتے ہیں۔
(در منثور: ج:3،ص:401 مطبوعہ کراچی)

تورات میں ابن آدم پر توکل نہ کرنے کا بیان

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ نے عقبہ بن زینب رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کیا ہے کہ
تورات میں لکھا ہوا ہے کہ تو ابن آدم پر توکل نہ کر کیونکہ ابن آدم غافل ہے بلکہ تو اس حی پر توکل کر جس کو موت نہیں آئے گی۔
اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ
حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کو موت آ گئی تو اور کون ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔(در منثور: ج:3،ص:401 مطبوعہ کراچی)

تورات میں دنیا سے محبت کرنے والے کا بیان

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

میں نے اس کتاب میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی کہ جو آدمی دنیا سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مبغوض جانتا ہے اور جو دنیا سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے اور جو دنیا کی عزت و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل و حقیر جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت و تکریم عطا فرماتا ہے۔

(درمنثور:ج:3،ص:401 مطبوعہ کراچی)

ہم نے تمہیں شوق دلایا اور تم مشتاق نہیں ہوئے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

تورات میں لکھا ہوا ہے ہم نے تمہیں شوق دلایا اور تم مشتاق نہیں ہوئے ہم تمہاری طرف مائل ہوئے اور تم روئے نہیں۔ خبردار! ہر رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے۔ اے قتل کرنے والو! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لئے ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوگی اور اور وہ جہنم کی آگ ہے چالیس برس کے لوگ اسی کھیتی کی مثل ہیں جس کو ہم نے کاٹ دیا ہے۔ پچاس سال کی عمر کے لوگو! حساب کی طرف آؤ تمہارا کوئی عذر نہیں ہے۔ اے ساٹھ برس کی عمر پانے والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا اور اے ستر برس عمر پانے والو! تم کیا انتظار کر رہے ہو! کاش مخلوق نہ ہوتی اور وہ پیدا نہ کیے جاتے اور جب انہیں پیدا کر دیا گیا تو وہ جانتے ہیں انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ خبردار سنو! قیامت تمہارے قریب آ چکی ہے پس اپنی احتیاط کو لازم پکڑو۔ (درمنثور:ج:3،ص:390 مطبوعہ کراچی)

تم اپنے بھائی کے مال اور اپنے بھائی کی بیوی کی خواہش نہ کرو

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ نے حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جو کچھ تختیوں میں لکھا اس میں یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی کے مال اور اپنے بھائی کی بیوی کی خواہش اور آرزو نہ کرو۔ (درمنثور:ج:3،ص:390 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پہلی تختی میں دس ابواب کا بیان

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن لال نے معارم اخلاق میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں میں جو عطا فرمایا ان میں سب سے پہلے پہلی تختی میں جو لکھا ہوا ہے وہ دس ابواب ہیں۔

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرا کیونکہ میری جانب سے یہ قول برحق ہے کہ ضرور بہ ضرور

مشرکین کے چہروں کو آگ میں جھلسایا جائے گا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میں تجھے مصنوعی دوستی کرنے والے سے محفوظ رکھوں گا اور تیری عمر میں اضافہ کروں گا اور تجھے پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا پھر تجھے اس سے بہتر کی طرف لوٹا دوں گا اس نفس کو حق کے سوا قتل نہ کرو جس کو میں نے حرام کیا ہے ورنہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اور آسمان اپنی اطراف و اکناف کے باوجود تم پر تنگ ہو جائیں گے اور تو میری ناراضگی اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنائے گا میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے قسم اٹھاؤ کیونکہ جو مجھے پاک نہیں کرتا اور میرے اسماء کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا میں اس کو کبھی پاک نہیں کرتا اور میں نے لوگوں کو اپنے فضل میں سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے اس پر لوگوں سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ان سے میرا انعام اور رزق دور ہٹاؤ کیونکہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے میرے فیصلے کو روکنے والا ہے اور میری اس تقسیم پر ناراض ہونے والا ہے جو میں اپنے بندوں کے درمیان کرتا ہوں اور جو اس طرح نہ ہو پس میں اس سے نہیں اور وہ مجھ سے نہیں (یعنی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں) اور ایسے معاملے کی شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو، تمہاری عقل و دماغ نے یاد نہ کیا ہو اور تمہارے دل نے اس پر یقین نہ کیا ہو کیونکہ میں قیامت کے دن شہادت دینے والوں کو ان کی شہادتوں کی بناء پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے انتہائی تیز سوال کروں گا نہ زنا کرو، نہ چوری کرو اور نہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کو چھپالوں گا اور تمہارے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے لوگوں کے لئے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور میرے سوا کسی اور کے لئے جانور ذبح نہ کرو کیونکہ میں کوئی قربانی قبول نہیں کرتا مگر وہ جس پر میرا نام لیا جائے اور وہ خاص میری رضا کے لئے ہو اور ہفتے کا دن میری عبادت کے لئے فارغ کر دو اور میری رضا کے لئے اپنی جان اور اپنے جمیع اہل بیت قربان کر دو۔

سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہفتہ کا دن عید بنایا ہے اور ہمارے لیے جمعہ کا انتخاب کیا ہے اور اس کو ہمارے لیے عید بنا دیا ہے۔ (درمنثور، ج:3، ص:390 مطبوعہ کراچی)

وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تختیوں میں لکھیں

حضرت ابوحزرہ القاص سے روایت ہے کہ

وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تختیوں میں لکھیں وہ یہ ہیں کہ میری عبادت کرو، میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ کیونکہ جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اس کو پاکیزگی اور طہارت عطا نہیں کرتا، میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو میں تمہارے لیے تمہاری موت کو مؤخر کر دوں گا اور مصنوعی دوستی کرنے والے سے تمہیں بچاؤں گا اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کا ارتکاب کرو ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کا نور چھپالوں گا اور تمہاری دعا کے لئے میرے آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ خیانت اور دھوکہ نہ کرو، لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ایسی چیز کے بارے شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو اور تمہارے دل نے سمجھا نہ ہو کیونکہ

قیامت کے دن میں شہادت دینے والوں کو ان کی شہادت کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے سوال کروں گا اور میرے سوا کسی کے لئے ذبح نہ کرو کیونکہ اہل زمین کی کوئی قربانی میری طرف بلند نہیں ہوتی مگر وہی جس پر میرا نام ذکر کیا جائے۔ (شعب الایمان: ج:4، ص:222 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

موجودہ تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔ خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

(تورات استثناء باب:18، آیت 15 تا 19، پرانا عہد نامہ، ص:184 مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔ (تورات استثناء باب:33، آیت 2 تا 3، پرانا عہد نامہ، ص:201 مطبوعہ مرجع السابق)

تورات کے پرانے (1927ء کے) اردو ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح تھی۔

دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس ہزار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

اس طرح یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری منطبق ہوتی تھی۔

جب عیسائیوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس آیت کے الفاظ بدل دیئے اور یوں لکھ دیا۔

اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔

تورات کے پرانے ایڈیشن میں یہ آیات اس طرح تھیں۔

اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔

(کتاب مقدس: استثناء باب:33، آیت:2، ص:192 مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور)

اس کی تائید بلی ایڈیشن سے بھی ہوئی ہے اس میں یہ آیت اس طرح لکھی ہے۔

واتی من ابوات اقدس

دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ (مطبوعہ دار الکتاب المقدس فی العالم العربی: ص: 334)

لوئیس معلون نے ابوۃ کے معنی لکھے ہیں۔

الجماعة العظیمة نحو عشرة الاف

یعنی تقریباً دس ہزار افراد کی جماعت۔ (المنجد: ص: 247)

دیکھو میرا خادم (پچھلے ایڈیشنوں میں بندہ تھا) جس کو میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش رہے میں نے اپنی روح اس پر ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی وہ مسلے ہوئے سر کنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور نہ ہمت ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔

یہوداہ میں ہوں یہی میرا نام ہے میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتیوں کے لئے روانہ رکھوں گا دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں اور نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔

تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تورات میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفت لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے اور حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 8838)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات میں شاہد، مبشر اور نذیر ہونے کی صفات کا ذکر

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ

میری حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کے متعلق بتایئے جو تورات میں ہے انہوں نے کہا! اچھا! اللہ تعالیٰ کی قسم! تورات میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں۔ اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا درآنحالیکہ آپ شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں اور امیین کی پناہ ہیں آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے آپ

سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے ہیں لیکن معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا حتی کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا بایں طور کہ وہ کہیں گے لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2125)

تورات وغیرہ پڑھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہڈی پر لکھی ہوئی ایک کتاب لائے اور فرمایا: کسی قوم کی حماقت اور اس کی گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کا نبی ان کے پاس ایک کتاب لے کر آئے اور وہ اس سے اعراض کر کے کسی اور کتاب کا مطالعہ کریں پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ کے اوپر الکتاب نازل کی ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 17379)

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو غور سے سنا وہ ان کو اچھی لگی انہوں نے اس سے کہا: کیا تم مجھے بھی یہ کتاب لکھ دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چمڑے کا پتر اخرید ا اور اس کی دونوں طرف اس کو لکھوایا پھر وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا پھر ایک انصاری نے اس مکتوب پر ہاتھ مار کر کہا: اے ابن خطاب! تم پر تمہاری ماں روئے کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل رہا ہے اور تم حضور کو یہ پڑھ کر سنا رہے ہو۔

تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہارے پاس صرف شریعت کا افتتاح کرنے والا اور شریعت کو ختم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھے جوامع الکلم اور فواتح الکلم عطا کیے گئے ہیں سو تم کو مشرکین ہلاک نہ کر ڈالیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20231)

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

ایک اور موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مختلف جگہوں سے تورات کو پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سخت متغیر ہو رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں اللہ تعالیٰ کے رب عزوجل ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ تب آپ کے چہرہ اقدس سے غصہ کی کیفیت دور ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اب موسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ نبیوں سے میں تمہارا حصہ ہوں اور امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 5201)

زہری سے روایت ہے کہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ایک ہڈی پر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ لکھا ہوا لائیں اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہونے لگا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میرے ہوتے ہوئے تمہارے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام خود بھی آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20230)

تورات کی الواح کس چیز کی تھیں

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن الجوزی الحنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

تورات کی الواح کے متعلق سات قول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ زمرد کی الواح تھیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ یاقوت کی تھیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ سبز زمرد کی تھیں۔

حضرت ابوالعالیہ نے کہا:

ایک قسم کے کپڑے کی تھیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ لکڑی کی تھیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ پتھر کی تھیں۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ زمرد اور یاقوت کی تھیں۔ (زاد المسیر: ج:5،ص:310 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

تورات کی الواح کتنی تھیں

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن الجوزی الحنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

تورات کی الواح کی تعداد میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سات الواح تھیں۔

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

دو تختیاں تھیں یہ فرا کا مختار ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ دس تھیں۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ نو تھیں۔ (زاد المسیر: ج:3،ص:258 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف کب عطا فرمائی

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے تھے اور یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات عطا فرمائی۔ (تفسیر کبیر: ج:5،ص:310 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام کو حق اور باطل میں فرق کرنے والی کتاب عطا فرمائی

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حق اور باطل میں فرق کرنے والی کتاب عطا فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ (الانبیاء:48)

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب جو متقین کے لئے روشنی اور نصیحت ہے۔

تورات میں ہدایت اور رحمت کا ہونا

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تورات عطا فرمائی تا کہ ان پر رحم کیا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ○ (القصص:43)

اور بے شک ہم نے پہلے زمانہ کی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی درآں حالیکہ اس میں لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے دلیلیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

☆اس آیت کی تفسیر میں امام حاکم نیشاپوری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جب سے تورات کو نازل کیا ہے اس سے سوا اس بستی کے جس کے لوگوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اس نے روئے زمین پر اور کسی قوم یا قرن یا امت پر آسمانی عذاب نہیں بھیجا۔ (مستدرک: رقم الحدیث:3534)

تورات بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا فرمائی تاکہ اس سے بنی اسرائیل ہدایت حاصل کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (بنی اسرائیل:2)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

تورات کی تختیوں میں ہر چیز سے نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل

بنی اسرائیل کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر چیز سے نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھی گئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (الاعراف:145)

اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر شے سے نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

تورات میں ہدایت اور نور کا ہونا

تورات کے اندر ہدایت اور نور تھا جس کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام فیصلہ کرتے رہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ:44)

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق انبیاء فیصلہ کرتے رہے جو ہمارے

تابع فرماں تھے (ان لوگوں کا فیصلہ کرتے رہے) جو یہودی تھے اور اسی کے مطابق اللہ والے اور علماء فیصلہ کرتے رہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔

موجودہ تورات کی تحریف کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ

قرآن مجید کی آیات کریمہ میں صراحتاً بیان ہے کہ یہودی خود کتاب کو تصنیف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہود کی تحریف پر یہ آیات کریمہ درج ذیل ہیں۔

آیت مبارکہ: 1

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:42)

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔

بنی اسرائیل کیا چھپاتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

لبس کا معنی ہے اختلاط یعنی حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں اور یہ حق تھا اور وہ اس حق کے ساتھ اپنی اس باطل تاویل کو ملاتے تھے کہ آپ ان کی طرف مبعوث نہیں ہیں بلکہ ان کے غیر کی طرف مبعوث ہیں اور یہ باطل ہے کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس آیت کا معنی ہے سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ

حق سے مراد تورات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا اور باطل سے مراد وہ تحریفات ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ (جامع البیان: ج:1 ،ص:202 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حق کو چھپانے کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہود حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو چھپاتے تھے حالانکہ ان کو یہ علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:1 ،ص:342 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

یہودیت ونصرانیت کو اسلام کے ساتھ نہ ملاؤ جبکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہے اور یہودیت ونصرانیت بدعت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور انہوں نے سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تورات اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پڑھتے رہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا انہیں حکم دیں گے اور برائی سے منع فرمائیں گے ان کے لئے حلال چیزوں کو حلال کریں گے اور ناپاک چیزوں کو حرام کریں گے۔ (درمنثور: ج:1،ص:174 مطبوعہ کراچی)

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (البقرہ:79)

سو ان لوگوں کے لئے عذاب ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب کو تصنیف کریں پھر کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ تھوڑی قیمت حاصل کرلیں سو ان کے لئے اس سبب سے عذاب ہے کہ انہوں نے کتاب تصنیف کی اور ان کے لئے اس کے معاوضہ میں کمائی حاصل کرنے کے سبب سے عذاب ہے۔

یہودی اپنی طرف سے لکھ کر تورات میں تحریف کرتے ہیں

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لَّهُمْ کا معنیٰ ہے ان پر عذاب ہو۔

ابوعیاض نے کہا:

وَيْلٌ اس پیپ کو کہتے ہیں جو جہنم کی جڑ میں گرتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

وَيْلٌ جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

وَيْلٌ جہنم میں ایک وادی ہے کافر اس کی گہرائی تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک گرتا رہے گا۔

ان احادیث مبارکہ و آثار کے اعتبار سے وَيْلٌ کا معنیٰ یہ ہے کہ جو یہودی اپنی طرف سے لکھ کر کتاب اللہ میں تحریف کرتے ہیں ان کو جہنم کی گہرائی میں اہل جہنم کی پیپ پینے کا عذاب ہوگا۔ (جامع البیان: ج:1،ص:300 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ

یہود سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں تحریف کرتے تھے اور دنیاوی مال کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یہود اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیتے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے ان کو انہوں نے تورات سے مٹا دیا نیز انہوں نے تورات سے سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹا دیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔

(جامع البیان: ج: ۱، ص: 301 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حسد و بغض کی وجہ سے صفات کا مٹا دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہ یہود علماء کے متعلق ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو تورات میں لکھا ہوا پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرگیں ہیں، آنکھیں موٹی موٹی ہیں۔ درمیانہ قد، بال مناسب گھنگھریالے ہیں۔ چہرہ نہایت حسین ہے تو انہوں نے حسد اور بغض کی وجہ سے ان صفات کو مٹا دیا ان کے پاس قریش کے لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ تم تورات میں امی نبی کا ذکر پڑھتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہاں تورات میں ہم اس کی یہ صفات پڑھتے ہیں زیادہ طویل ہے، آنکھیں نیلی ہیں، بال سیدھے ہیں۔ پس قریش یہ سن کر انکار کرنے لگے اور کہا یہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (درمنثور: ج: ۱، ص: 225 مطبوعہ کراچی)

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات میں اوصاف بیان فرمائے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہود کے علماء نے حسد کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو اپنی کتابوں میں بدل دیا اور کہا ہم آپ کی صفات اپنی کتابوں میں نہیں پاتے اور نادان لوگوں کو کہا یہ اس نبی کی صفات نہیں ہیں جو فلاں فلاں چیز کو حرام کرے گا جیسی انہوں نے خود لکھی ہوئی تھیں انہوں نے آپ کی صفات کو برعکس صفات سے بدل ڈالا پس انہوں نے لوگوں پر معاملہ مشتبہ کر دیا اور یہود کے علماء نے یہ گھناؤنی حرکت اس لیے کی تھی کہ انہیں یہ جاہل اور زیرنگیں لوگ ان کو تورات کی حفاظت کی وجہ سے نذرانے پیش کرتے تھے پس انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ جاہل لوگ ایمان لے آئے تو ان کے نذرانے بند ہو جائیں گے۔ (درمنثور: ج: ۱، ص: 225 مطبوعہ کراچی)

یہود اپنے ہاتھوں سے تحریر لکھ کر کہتے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے المصنف میں بخاری، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا: اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو جبکہ تمہاری کتاب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل فرمائی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق بڑی واضح اور غیر مبہم باتیں بنائی ہیں جن میں کسی قسم کا التباس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بدل ڈالا ہے اور اس میں تبدیلی کی ہے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تحریر لکھ کر کہا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے ثمن وصول کریں۔ (درمنثور: ج:1 ص:225 مطبوعہ کراچی)

عربوں کے ہاتھوں فروخت کرتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے السدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یہود اپنی طرف سے تحریر لکھتے تھے اور پھر اس کو عربوں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور انہیں کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اس طرح وہ عربوں سے تھوڑی سی قیمت وصول کرتے تھے۔ (درمنثور: ج:1 ص:226 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کے لوگ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھتے تا کہ لوگوں سے پیسے بٹوریں

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کے لوگ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھتے تا کہ لوگوں سے پیسے بٹوریں اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:1 ص:278 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

آیت مبارکہ 3:

قرآن مجید میں ہے:

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ:75)

بے شک ان (یہود) میں سے ایک گروہ تھا جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تحریف کر دیتے تھے۔

بنو اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تحریف کر دی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

مجھے بعض اہل علم سے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ہمارے درمیان کثرت حائل ہو گئی لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوتو

آپ ہمیں اس کا کلام سنادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

تم غسل کرو، صاف کپڑے پہنو اور روزے رکھو پھر وہ ان کو طور پر لے کر آئے جب بادل نے ان کو ڈھانپ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا سجدہ میں گر جائیں وہ سجدے میں گر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا اور انہوں نے اس کلام کو سنا۔ اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کا امر کیا اور بعض چیزوں سے منع کیا انہوں نے اس کو سن کر سمجھ لیا جب بنی اسرائیل کے پاس پہنچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے تو ان لوگوں نے اس میں تحریف کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے احکام کو بدل دیا۔

(جامع البیان: ج:1 ص:291 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بنی اسرائیل کو جو رشوت دیتا تو وہ اسی کے منشاء کے مطابق مسئلہ بیان کرتے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس کلام اللہ سے مراد تورات ہے بنی اسرائیل اس میں تحریف کر کے اس کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے تھے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بیان کرتے تھے جب ان کے پاس صاحب حق رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی منشاء کے مطابق مسئلہ بیان کرتے اور جب باطل پر قائم کوئی شخص ان کے پاس رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی مرضی کے مطابق حکم بیان کرتے اور جب کوئی شخص رشوت لے کر نہ آتا تو پھر کتاب سے صحیح حکم نکال کر بیان کر دیتے۔

(جامع البیان: ج:1 ص:291 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

آیت مبارکہ: 4

قرآن مجید میں ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ

(المائدہ:13)

وہ کلام میں اس کی جگہوں سے تحریف کر دیتے اور جس حصہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی وہ اس کو بھول گئے اور آپ ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

یہود کا تحریف پر خود اعتراف

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں۔

تاریخ میں یہ معروف ہے اور یہود و نصاریٰ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل

ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کا انہوں نے حکم دیا تھا اس کا صرف ایک نسخہ تھا اور یہود و نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بابل نے یہودیوں کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا اور جب اہل بابل نے ان کے ہیکل کو جلا دیا تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ اور وہ پانچ سورتیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوگا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں ان کو عذرا کاہن نے لکھا تھا جو بنی اسرائیل کے قید ہونے والے بوڑھوں میں سے بچ گیا تھا' اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی زمانہ بعد لکھی گئی تھی۔ (التفسیر المنیر: ج:6،ص:126 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بنی اسرائیل تورات میں موجودہ حدود کو بدل دیتے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ تورات میں موجود حدود کو وہ بدل دیتے وہ کہتے اگر سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایسی بات کا حکم دیں جس پر تم پہلے سے کاربند ہو تو اس کو قبول کر لو اور اگر وہ تمہاری مخالفت کریں تو اس سے رک جاؤ۔ (تفسیر طبری: ج:6،ص:182 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

آیت مبارکہ:5

قرآن مجید میں ہے:

یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (المائدہ:41)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس کے مواقع سے تحریف کر دیتے ہیں۔

یہود تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے

یہود تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی تحریف کرتے تھے۔ لفظی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے تھے یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے یا اس لفظ کو زبان مروڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنیٰ بدل جاتا تھا اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کی الٹ تفسیر بیان کرتے یا باطل تاویل کرتے اگر ان سے آخری نبی کی صفات پوچھی جاتیں تو دجال کی صفات پڑھ کر سنا دیتے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

یہود بنو قریظہ اپنے آپ کو بنو نضیر سے افضل کہتے تھے اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص کے لیے تیار نہ ہوتے صرف دیت دیتے تھے اور اگر بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو پھر اس سے قصاص لیتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو وہ اسی طریقہ پر کاربند تھے۔ بنو قریظہ نے بنو نضیر کے کسی آدمی کو عمداً قتل

کر دیا اس وقت منافقوں نے کہا کہ اگر یہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) دیت ادا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور نہ ان کے حکم سے اجتناب کرنا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ج:6،ص:323 مطبوعہ بیروت)

تورات میں رجم کے مسئلہ میں تحریف کرنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

تورات میں یہ حکم تھا کہ اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر دیا جائے انہوں نے اس حکم میں یہ تحریف کر دی کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں اور ان کا منہ کالا کیا جائے۔ (جامع البیان: ج:6،ص:321 مطبوعہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس تشریف لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص زنا کرے اس کے متعلق تمہارے نزدیک تورات میں کیا حکم ہے؟

انہوں نے کہا:

ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور دونوں کے چہرے مخالف جانب میں کرتے ہیں پھر ان کا چکر لگایا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھا اور جب رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو رجم کیا گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4357)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی گزارا گیا جس کا منہ کالا تھا اور اس کو کوڑے لگائے گئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہاں! پھر آپ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور ارشاد فرمایا:
میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟

اس نے کہا:
نہیں! اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو اس کی خبر نہ دیتا ہم اس حد کو رجم پاتے ہیں لیکن ہمارے معزز لوگوں میں زنا بکثرت ہونے لگا سو جب ہم کسی معزز آدمی کو پکڑتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ہم کسی معمولی آدمی کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کر دیتے ہم نے سوچا کہ چلو ہم ایسی سزا پر اتفاق کر لیں جس کو ہم معزز اور غیر معزز دونوں پر لاگو کر سکیں تو پھر ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کو مقرر کر دیا۔

سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے اللہ عزوجل! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو لوگوں نے مٹا دیا تھا پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کیا گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

''کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں'' وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو (یعنی) وہ کہتے ہیں کہ (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور اگر وہ تم کو منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم دیں تو اس کو قبول کر لو اور اگر تم کو رجم کرنے کا حکم دیں تو اس سے اجتناب کرو۔

سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔
''جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں۔ سو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (المائدہ:44)
جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ:45)
اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ:47)
یہ تمام کافروں کے متعلق ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:4360)

تورات میں آیت رجم

تورات میں بہت سی تحریفات کی گئیں لیکن یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ تورات میں آج بھی یہ آیت اسی طرح موجود ہے۔
پھر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اس کو سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ بن کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی دفع کرنا۔

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا اس کو شہر میں پاکر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک میں نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(کتاب المقدس استثناء باب: 22، آیت 21 تا 24، آیت 187 مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

یہود تورات کا اکثر حصہ چھپاتے تھے

یہود تورات کا اکثر حصہ چھپاتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًاۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْؕ قُلِ اللّٰهُۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ۝ (الانعام: 91)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جس طرح کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا آپ کہیے پھر اس کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لائے تھے وہ لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنا لیے تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ علم دیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ آپ فرما دیجیے اللہ تعالیٰ (ہی نے اس کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دیں۔

تورات کی تحریف میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں تورات کو نور اور ہدایت فرمایا ہے اور یہاں نور سے مراد نور معنوی ہے اور ہدایت بھی نور معنوی ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ پہلی جگہ نور سے مراد اس کا فی نفسہ ظاہر ہونا ہے اور دوسری جگہ اس سے مراد دوسروں کے لئے مظہر ہونا ہے۔

اس کے بعد فرمایا!

تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنا لیے تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

ہر کتاب کو کاغذوں میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اگر یہود نے تورات کو کاغذوں میں محفوظ کر لیا تھا تو ان کی مذمت کس وجہ سے کی جا رہی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کی مذمت کاغذوں میں محفوظ کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کتاب کے دو حصے کر دیئے تھے ایک حصہ لوگوں پر ظاہر کرتے تھے اور اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

یہود تورات کو چھپانے پر کیونکر قادر تھے؟ جبکہ وہ مشرق اور مغرب میں پھیل چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے اس کو حفظ کر لیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر اب کوئی شخص قرآن مجید سے چھ آیتوں کو چھپانا چاہے تو اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

تورات میں تحریف کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی آیات کی من گھڑت اور باطل تفسیر کی تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو تورات میں بہت کم آیات تھیں اگر آیات کو چھپانے سے مراد ان کا صحیح محمل چھپانا اور ان میں باطل تاویل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا ہے کہ تم اس میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہود بعض احکام کی آیات میں بھی باطل تاویل کرتے تھے مثلاً رجم کی آیت کی باطل تاویل کرتے تھے۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:63 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تورات میں موٹے عالم کی مذمت

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مالک بن صیف نام کا ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا ہے کیا تم نے تورات میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور وہ موٹا عالم تھا وہ غضب ناک ہو گیا۔

اس نے کہا:

بہ خدا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (جامع البیان: ج:7، ص:347 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

موجودہ تورات کی تحریفات کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء کا موقف

پہلی صدی عیسوی تک تمام یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ تورات باقی تمام صحائف سمیت یعنی مکمل عہد نامہ

قدیم لفظاً لفظاً وحی منزل اللہ ہے اور جو کچھ بھی بین الدفتین (اس جلد میں) ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یحیٰی متوفی 254ھ پہلا عیسائی عالم تھا جس نے اعتراف کیا کہ عہد نامہ قدیم کی بعض عبارتیں معنوی طور سے صحیح نہیں ہیں اور بعض عبارتیں اخلاقی اعتبار سے پست اور مذموم ہیں ایک اور عیسائی عالم پوفری متوفی 304ھ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ صحیفہ دانیال بابل کی جلاوطنی کے زمانہ میں نہیں لکھا گیا بلکہ چار صدی بعد ضبط تحریر میں آیا اسی طرح ایک ہسپانوی یہودی عالم ابن عذراء متوفی 1167ء نے تحقیق کی کہ صحائف خمسہ (تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تالیف ہیں۔ ایک فاضل جرمن عالم رائماروس متوفی 1727ء نے ایک ضخیم تصنیف شائع کی جس میں اس نے بائبل کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کیا اسی طرح اور بہت سے محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد تالیف کی گئی ہے اور موجودہ تورات مع بقیہ صحائف وحی الٰہی نہیں ہیں۔

تورات کا تلف ہو جانا

تاریخ سے ثابت ہے کہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں تورات کئی بار تلف ہوئی۔ 705 قبل مسیح سے 135ء تک فلسطین مسلسل مختلف حملہ آوروں اور فاتحین کی جولانگاہ بنا رہا۔ 700 ق م میں سے کرب حملہ آور ہوا اور یروشلم کا محاصرہ کیا۔ 586 ق م میں بخت نصر حملہ آور ہوا اور یروشلم کو تباہ کر دیا اس تباہی میں تورات خاکستر ہو گئی اور یہودیوں کو مملکت بابل میں جلاوطن کر دیا گیا۔ 538 ق م سے لے کر 332 ق م تک فلسطین ایران کے زیر اقتدار رہا۔ 332 ق م سے لے کر 323 ق م تک فلسطین سکندر اعظم کے زیر اقتدار رہا اور 63 ق م سے لے کر 395ء تک فلسطین سلطنت روما کے زیر اقتدار رہا۔ اس وضاحت سے ظاہر ہو گیا کہ یہودیوں کے اصل صحائف مقدسہ حوادث زمانہ کی نذر ہو گئے۔

تورات کی دوسری نشأۃ

اس بات کا کوئی محقق تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ موجودہ صحائف تورات کب مرتب ہوئے۔ عالم خیال یہ ہے کہ عزرا نبی (حضرت عزیر علیہ السلام) نے ان کو دوبارہ مرتب کیا ایک مروجہ روایت کے مطابق حضرت عزرا نے 94 صحائف 40 روز میں پانچ کاتبوں کو لکھوائے جن میں سے 34 صحائف اب عہد نامہ قدیم میں شامل ہیں اور باقی 60 صحائف غیر مستند قرار دیئے گئے۔ عہد قدیم کا قدیم ترین نسخہ 916ء کا تحریر شدہ ہے دوسری صدی عیسوی سے پہلے جو مخطوطات تھے وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔ عبرانی متن میں ایسے آثار بھی پائے جاتے ہیں جن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اوائل زمانہ میں عبارت میں ردوبدل کرنا جائز سمجھا جاتا تھا اتنا تو خود یہود علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تورات میں 18 مقامات ایسے ہیں جہاں اوائل زمانہ میں کاتبوں نے عمداً تبدیلیاں کیں۔ یہ تمام صحائف ایک مؤلف کے مرتب کیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان میں رفتہ رفتہ اضافے ہوتے رہے اور وہ کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد موجودہ شکل میں پہنچے ہیں۔ یہود اصل تورات کو گم کر چکے تھے اور موجودہ تورات بعد میں مرتب کی گئی ہے اس کی شہادت پرانے عہد نامے میں بھی موجود ہے کیونکہ پرانے عہد نامے میں لکھا ہے کہ جب یوسیاہ بادشاہ

کے اٹھارویں برس میں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ مرمت ہوئی تو تورات اچانک مل گئی۔

اور سردار کاہن حلقیاہ نے سافن منشی سے کہا کہ

مجھے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب ملی ہے اور فلقیاہ نے وہ کتاب سافن کو دی اور اس نے اس کو پڑھا اور سافن منشی بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرے خادموں نے وہ نقدی جو ہیکل میں ملی لے کر ان کارگزاروں کے ہاتھ میں سپرد کی جو خداوند کے گھر کی نگرانی رکھتے تھے اور سافن منشی نے بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ فلقیاہ کاہن نے ایک کتاب میرے حوالہ کی ہے اور سافن نے اس کو بادشاہ کے حضور پڑھا۔ جب بادشاہ نے توریت کی کتاب کی باتیں سنیں تو اپنے کپڑے پھاڑے اور بادشاہ نے فلقیاہ کاہن اور سافن کے لئے اخی قام اور میکایاہ کے بیٹے عکبور اور سافن منشی اور عسایاہ کو جو بادشاہ کا ملازم تھا یہ حکم دیا کہ یہ کتاب جو ملی ہے اس کی باتوں کے بارے میں تم جا کر میری اور سب لوگوں اور سارے یہوداہ کی طرف سے خداوند سے دریافت کرو کیونکہ خداوند کا بڑا غضب اس سبب سے ہم پر بھڑکا ہے کہ ہمارے باپ دادا نے اس کتاب کی باتوں کو نہ سنا کہ جو کچھ اس میں ہمارے بارے میں لکھا ہے اس کے مطابق عمل کرتے۔

(سلاطین: باب: 22، آیت 3 تا 18) (عہد نامہ قدیم: ص: 388 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

موجودہ تورات کے محرف ہونے کے متعلق شہادتیں

موجودہ تورات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق بہت ہی نازیبا اور توہین آمیز عبارات لکھی ہیں جس کتاب کے متعلق الہامی بلکہ کلام اللہ اور رشد و ہدایت کا ذریعہ ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہو وہ کتاب یقیناً ایسی نہیں ہو سکتی۔

موجودہ تورات میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہوا ہے۔

''اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اس کو نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔'' (پیدائش: باب: 9، آیت: 20، 21) (عہد نامہ قدیم: ص: 11 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

موجودہ تورات میں حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات

موجودہ تورات میں حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات یوں لکھے ہوئے ہیں۔

''اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہو گیا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل

یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہوگی اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انہوں نے قربان چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزاریں پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔

(خروج: باب: 32، آیت 1 تا 6) (عہدنامہ قدیم: ص: 84 مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور پاکستان)

موجودہ تورات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات

موجودہ تورات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات یوں لکھے گئے ہیں۔

''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کرلیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خدا کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔''

(1۔سلاطین: باب: 11، آیت 1 تا 7) (عہدنامہ قدیم: ص: 340 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

اس کے بعد مذکور ہے۔

اور خداوند سلیمان سے ناراض ہو کر اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا جس نے اس کو دوبارہ دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا۔ اس سبب سے خداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا اس لیے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا۔

(1۔سلاطین: باب: 11، آیت 1 تا 7) (عہدنامہ قدیم: ص: 34 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

موجودہ تورات میں حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات

موجودہ تورات میں حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات یوں لکھے ہوئے ہیں۔

''اور لوط اصغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اس کو اصغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تا کہ اپنے باپ سے

نسل باقی رکھیں سوانہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔'' (نعوذ باللہ، استغفر اللہ)

(پیدائش: باب: 19، آیت 30 تا 36) (عہد نامہ قدیم: ص: 19 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

موجودہ توارت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات

موجودہ توارت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات یوں لکھے ہوئے ہیں۔

''اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہارہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا وہ الغام کی بیٹی بنت سبع نہیں جو حتی اور ریاہ کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اس کو بلا لیا وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حتی اور ریاہ کو میرے پاس بھیج دے سو یوآب نے حتی اور ریاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا۔

(2-سموئیل: باب: 11، آیت 2 تا 7) (عہد نامہ قدیم: ص: 303 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

چند آیات کے بعد مذکور ہے۔

صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا اور اس کو اور ریاہ کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اور ریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو اور یوں ہوا کہ جب یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کیا تو اس نے اور ریاہ کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ بہادر مرد ہیں اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اور ریاہ بھی مر گیا۔''

(2-سموئیل: باب: 11، آیت 15 تا 18) (عہد نامہ قدیم: ص: 303-304 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

اس کے بعد مذکور ہے۔

جب اور ریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اور ریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اس کو بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کا ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا۔ (2-سموئیل: باب: 11، آیت: 26، 27) (عہد نامہ قدیم: ص: 304 مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

موجودہ توارت کی وہ آیات جن کا قرآن مجید مصدق ہے

موجودہ توارت میں ایسی آیات بھی ہیں جن کا قرآن مجید مصدق ہے۔

آیت توریت شریف-1

تورات شریف میں ہے۔

سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔(استثناء:باب:5،آیت:4)(عہدنامہ قدیم:ص:172)

آیت قرآن مجید-1

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ:163)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔

آیت تورات شریف-2

تورات شریف میں ہے۔

دیکھ آسمان اور آسمانوں کا آسمان اور زمین میں اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب خداوند تیرے خدا ہی کا ہے۔

(استثناء:باب:10،آیت:15)(عہدنامہ قدیم:ص:176)

آیت قرآن مجید-2

قرآن مجید میں ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ (البقرہ:284)

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

آیت تورات شریف-3

تورات شریف میں ہے۔

تم اپنے لیے بت نہ بنانا نہ کوئی تراشی ہوئی عورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اس کو سجدہ کرو اس لیے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔(احبار:باب:26،آیت:1)(عہدنامہ قدیم:ص:120)

آیت قرآن مجید-3

قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ (الذاریات:51)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔

دوسری آیت مبارکہ

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا○ (الفرقان:3)

اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اپنے لئے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی نفع کے اور نہ ہی وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے کے۔

آیت تورات شریف-4

تورات شریف میں ہے۔

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا۔ (استثناء: باب:18، آیت:15، 18) (عہد نامہ قدیم: ص:184)

دوسری آیت تورات شریف

تورات شریف کی دوسری آیت اسی حوالہ سے یوں ہے:

وہ کوہ فاران ﷺ سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ (استثناء: باب:33، آیت:2) (عہد نامہ قدیم: ص:201)

آیت قرآن مجید-4

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف:157)

جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

دوسری آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ (التوبہ:128)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول آ گیا اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت ناگوار ہے وہ تمہاری بھلائی چاہنے میں بہت حریص ہے اور مومنوں پر نہایت مشفق اور بہت مہربان ہے۔

تیسری آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم:3،4)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہی کہتا ہے جس کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔

آیت توریت شریف-5

تورات شریف میں ہے۔

خداوند تیرے خدا نے تجھ کو روئے زمین کی اور سب قوموں سے چن لیا ہے تا کہ اس کی خاص امت ٹھہرے۔

(استثناء:باب:7،آیت:6)(عہد نامہ قدیم،ص:173)

آیت قرآن مجید-5

قرآن مجید میں ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (البقرہ:47)

اے بنو اسرائیل میرے اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے اور یہ کہ میں نے تم کو (اس زمانہ کی) تمام قوموں پر فضیلت دی۔

آیت تورات شریف-6

تورات شریف میں ہے۔

خداوند تم کو اپنے زوردار ہاتھ سے نکال لایا اور غلامی کے گھر یعنی مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھ سے تم کو مخلصی بخشی۔

(استثناء:باب:7،آیت:8)(عہد نامہ قدیم،ص:173)

آیت قرآن مجید-6

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (البقرہ:49)

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی۔

آیت تورات شریف-7

تورات شریف میں ہے۔

اور اس نے مصر کے لشکر اور ان کے گھوڑوں اور رتھوں کا کیا حال کیا اور کیسے اس نے بحرِ قلزم کے پانی میں ان کو غرق کیا جب وہ تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور خداوند نے ان کو کیسا ہلاک کیا کہ آج کے دن تک وہ نابود ہیں۔

(استثناء: باب: 11، آیت: 4)(عہد نامہ قدیم: ص: 177)

آیت قرآن مجید-7

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (البقرہ: 50)

اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا سو تم کو نجات دی اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا درآں حالیکہ تم دیکھ رہے تھے۔

آیت تورات شریف-8

تورات شریف میں ہے۔

اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا پھر اسے کوٹ کوٹ کر ایسا پیسا کہ وہ گرد کی مانند باریک ہو گیا اور اس کی اس راکھ کو اس ندی میں جو پہاڑ سے نکل کر نیچے بہتی تھی ڈال دیا۔

(استثناء: باب: 9، آیت: 21)(عہد نامہ قدیم: ص: 175)

آیت قرآن مجید-8

قرآن مجید میں ہے:

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ○ (طٰہٰ: 97)

(موسیٰ نے سامری سے کہا) اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا میں تو جم کر بیٹھا رہا ہم اس کو ضرور جلا ڈالیں گے پھر اس کو دریا میں بہا دیں گے۔

آیت تورات شریف-9

اور اس نے ان سے کہا خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً تین ہزار مرد کھیت آئے۔

(خروج: باب: 32، آیت: 27، 28)(عہد نامہ قدیم: ص: 85)

آیت قرآن مجید-9

قرآن مجید میں ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ (البقرہ:54)

اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا سو اپنے خالق کی طرف توبہ کرو تو اپنی جانوں کو قتل کرو تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے حق میں بہتر ہے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

آیت تورات شریف-10

تورات شریف میں ہے۔

اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا جیسے خداوند تیرے خدا نے حکم دیا ہے۔

(استثناء:باب:27،آیت:16)(عہد نامہ قدیم:ص:171)

دوسری آیت مبارکہ

تورات شریف میں ہے۔

لعنت اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو حقیر جانے اور سب لوگ کہیں آمین۔(استثناء:باب:27،آیت:15)(عہد نامہ قدیم:ص:192)

آیت قرآن مجید-10

قرآن مجید میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا○ (بنی اسرائیل:23،24)

اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تمہارے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا۔ اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا اور کہنا کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

آیت توریت شریف-11

تورات شریف میں ہے۔

تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی جو چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا

کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے۔ تیرے باپ کی بیوی کی بیٹی جو تیرے باپ سے پیدا ہوئی ہے تیری بہن ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے۔ تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے۔

تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا وہ تیری چچی ہے تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بھائی کا بدن ہے تو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کر کے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں یہ بڑی خیانت ہے۔ تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔

(احبار: باب: 18، آیت: 7-18) (عہد نامہ قدیم: ص 111 تا 112)

آیت قرآن مجید-11

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ (النساء: 22 تا 23)

جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو مگر جو گزر چکا ہے بے شک ایسا کام بے حیائی، موجب غضب اور بہت ہی برا راستہ ہے تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان کی وہ بیٹیاں جو تمہارے زیر پرورش ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو سو اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی ہے تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

آیت توراۃ شریف-12

توراۃ شریف میں ہے:

اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب ناپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لئے نہ جانا۔
(احبار: باب:18، آیت:19)(عہد نامہ قدیم: ص:180)

آیت قرآن مجید-12

قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (البقرہ:222)

عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

آیت تورات شریف-13

تورات شریف میں ہے۔

جو جانور آپ ہی مر جائے تم اسے مت کھانا۔(استثناء: باب:14، آیت:21)(عہد نامہ قدیم: ص:180)

دوسری آیت مبارکہ

تورات شریف میں ہے۔

فقط اتنی احتیاط ضرور رکھنا کہ تو خون کو نہ کھانا کیونکہ خون ہی تو جان ہے سو تو گوشت کے ساتھ جان کو ہرگز نہ کھانا۔
(استثناء: باب:12، آیت:23)(عہد نامہ قدیم: ص:179)

تیسری آیت مبارکہ

تورات شریف میں ہے۔

اور سؤر کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لئے ناپاک ہیں تم ان کا گوشت نہ کھانا۔(احبار: باب:12، آیت:7-8)(عہد نامہ قدیم:103)

چوتھی آیت مبارکہ

تورات شریف میں ہے۔

اور مردار یا درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور کو کھانے سے وہ اپنے آپ کو نجس نہ کر لے۔
(احبار: باب:22، آیت:8)(عہد نامہ قدیم: ص:115)

آیت قرآن مجید-13

قرآن مجید میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف (المائدہ:3)

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر وقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ سے مارا ہوا اور گر کر مرا ہوا اور سینگ مارنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا مگر جس کو تم نے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر لیا ہو۔

آیت تورات شریف-14

تورات شریف میں ہے۔

اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔

(استثناء: باب:19، آیت: 21) عہد نامہ قدیم: ص:185)

آیت قرآن مجید-14

قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط (المائدہ:45)

اور ہم نے ان پر تورات میں فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔

آیت تورات شریف-15

تورات شریف میں ہے۔

تو کسی گھناؤنی چیز کو مت کھانا جن چوپایوں کو تم کھا سکتے ہو وہ یہ ہیں یعنی گائے، بیل اور بھیڑ، بکری اور ہرن اور چکارا اور چھوٹا ہرن اور بز کوہی اور سابر اور نیل گائے اور جنگلی بھیڑ۔ (استثناء: باب:14، آیت:3-5) (عہد نامہ قدیم: ص:180)

دوسری آیت مبارکہ

تورات شریف میں ہے۔

پاک پرندوں میں سے تم جسے چاہو کھا سکتے ہو لیکن ان میں سے تم کسی کو نہ کھانا یعنی عقاب اور استخوان خوار اور بحری عقاب اور چیل اور باز اور گدھا اور ان کی اقسام ہر قسم کا کوا۔ (استثناء: باب:14، آیت:11-14) (عہد نامہ قدیم: ص:180)

آیت قرآن مجید-15

قرآن مجید میں ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:157)

وہ اُمی نبی ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔

آیت توراتِ شریف-16

توراتِ شریف میں ہے۔

تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا یا کسی ایسی چیز کا سود جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے۔

(استثناء: باب:23، آیت:19)(عہد نامہ قدیم: ص:188)

آیت قرآن مجید-16

قرآن مجید میں ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (البقرہ:275)

اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔

آیت توراتِ شریف-17

توراتِ شریف میں ہے۔

جب تو خداوند اپنے خدا کی خاطر منت مانے تو اس کو پورا کرنے میں دیر نہ کرنا اس لیے کہ خداوند تیرا خدا ضرور اس کو تجھ سے طلب کرے گا تب تو گناہ گار ٹھہرے گا لیکن اگر تو منت نہ مانے تو تیرا کوئی گناہ نہیں۔

(استثناء: باب:23، آیت:22)(عہد نامہ قدیم: ص:188)

آیت قرآن مجید-17

قرآن مجید میں ہے:

وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج:29)

اور (اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہوئی) اپنی نذریں پوری کریں۔

آیت توراتِ شریف-18

توراتِ شریف میں ہے: تو اپنے قبیلہ کی سب بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے قاضی اور حاکم مقرر کرنا جو صداقت سے لوگوں کی عدالت کریں تو انصاف کا خون نہ کرنا نہ تو کسی کی رو رعایت کرنا اور نہ رشوت لینا کیونکہ رشوت دانش مند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پلٹ دیتی ہے۔ (استثناء: باب:16، آیت:18-19)(عہد نامہ قدیم: ص:182)

آیت قرآن مجید-18

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:58)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

دوسری آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠ (البقرہ:188)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم گناہ کے ساتھ جان بوجھ کر کھاؤ۔

آیت تورات شریف-19

تورات شریف میں ہے۔

اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو تو میں تمہارے لیے بروقت مینہ برساؤں گا اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھلیں گے حتیٰ کہ انگور جمع کرنے کے وقت تک تم داوتے رہو گے اور جو تنے بونے کے وقت تک انگور جمع کرو گے اور پیٹ بھر اپنی روٹی کھایا کرو گے اور چین سے اپنے ملک میں بسے رہو گے اور میں ملک میں امن بخشوں گا اور تم سوؤ گے اور تم کو کوئی نہیں ڈرائے گا۔(احبار:باب:26:آیت:3-6)(عہدنامہ قدیم:ص:120)

آیت قرآن مجید-20

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ:66)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور ان (احکام) کو قائم رکھتے جو ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے نازل کیے گئے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

آیت تورات شریف-21

تورات شریف میں ہے۔

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے سے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھے صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار

سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس کے شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔ (استثناء، باب:20، آیت:10-18) (عہد نامہ قدیم، ص:185-186)

آیت قرآن مجید-21

قرآن مجید میں ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ (التوبہ:5)

سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

دوسری آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ (محمد:4)

جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتی کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو مضبوط باندھ لو پھر خواہ ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ و حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (حکم) یہی ہے۔

تیسری آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (التوبہ:29)

اور اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اس کو حرام قرار نہیں دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے ان سے قتال کرو حتی کہ وہ مطیع ہو کر

۱۔ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے پھر آپ فرماتے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو۔ جب تمہارا اپنے مشرکین دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کو وہ سہولتیں ملیں گی جو مہاجرین کو ملتی ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کریں تو ان کو یہ خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے لیکن ان کو مال غنیمت اور مال فی سے جہاد کے بغیر کوئی حصہ نہیں ملے گا اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ضامن بنانا چاہیں تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بنانا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا۔ (صحیح مسلم: ج:2، ص:82 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

آیت تورات شریف-22

تورات شریف میں ہے۔

اگر تیری بستیوں میں کہیں آپس کے خون یا آپس کے دعویٰ یا آپس کی مار پیٹ کی بابت کوئی جھگڑے کی بات اٹھے اور اس کا فیصلہ کرنا تیرے لیے نہایت ہی مشکل ہو تو تو اٹھ کر اس جگہ جسے خداوند تیرا خدا اچنے گا جانا۔ اور لاوی کاہنوں اور ان دنوں کے قاضیوں کے پاس پہنچ کر ان سے دریافت کرنا اور وہ تجھے فیصلہ کی بات بتائیں گے۔

(استثناء، باب:17، آیت:8-9) (عہد نامہ قدیم، ص:183)

آیت قرآن مجید-22

قرآن مجید میں ہے:

فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل:43)

اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

آیت تورات شریف-23

تورات شریف میں ہے۔

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اس کو شہر میں پاکر اس سے صحبت کرلے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(استثناء، باب:22، آیت:23، 24)(عہد نامہ قدیم، ص:187)

آیت قرآن مجید-23

تورات کی سابقہ آیت کی تصدیق میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (المائدہ:43)

وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

ہم نے موجودہ تورات کی چندوہ آیات ذکر کی ہیں جن کا قرآن مجید مصدق ہے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کل موجودہ تورات کا مصدق نہیں ہے اور نہ کل موجودہ تورات کو محرف قرار دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس سے چالیس راتیں کیسے مقرر ہوئیں

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم الرازی متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے فرمایا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی اطاعت کرنا کیونکہ میں نے ان کو تم پر اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے میں اپنے رب عزوجل کے پاس جا رہا ہوں اور ان کو بتایا کہ میں تیس دن کے بعد واپس آجاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن روزے رکھے انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہوں اور ان کے منہ سے بو آرہی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین سے گھاس اٹھا کر اس سے اپنے منہ کو صاف کیا اور گھاس کو چبایا جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم نے روزہ کیوں افطار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خوب علم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے اس چیز کو ناپسند کیا میں تجھ سے اس حال میں کلام کروں کہ میرے منہ سے بو آرہی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تم نہیں جانتے کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک سے زیادہ پسند ہے اب واپس جاؤ اور دس روزے مزید رکھو پھر میرے پاس آنا سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تیس راتوں سے مراد ذوالقعدہ کا مہینہ ہے اور بعد میں جو دس دن زیادہ کیے ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1556 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کے بعد چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (البقرہ:51)

اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقٰتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (الاعراف:142)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کیا سو آپ کے رب کی مقررہ مدت مکمل چالیس راتیں ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقررہ وقت پر پہنچ کر رب تعالیٰ سے کلام کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مقررہ وقت پر اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (الاعراف:143)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا۔

اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تیرے ساتھ دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر شرف کلام بخشا تو یہ کلام اس کلام کے علاوہ فرمایا جو اس دن فرمایا تھا جس دن آپ کو بلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم سے عرض کیا اے میرے رب

عزوجل! کیا یہ تیرا وہی کلام ہے جس کے ساتھ تو نے مجھ سے کلام فرمایا۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے تیرے ساتھ دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے اور اس سے کہیں زیادہ قوت بھی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر گئے۔

تو انہوں نے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تم نے گرج کی اس آواز کی طرف نہیں دیکھا جو انتہائی شیریں اور رس گھولنے والے انداز میں آتی ہے تم نے اسے سنا ہوا ہے پس وہ آواز رحمان کے کلام کے قریب قریب ہے، لیکن بعینہ وہ نہیں ہے۔

(در منثور: ج:3، ص:370 مطبوعہ کراچی)

میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کیا تیرا کلام اس طرح ہے؟

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں دس ہزار زبانوں کی قوت سے تیرے ساتھ کلام کر رہا ہوں اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے اگر میں تیرے ساتھ اپنے کلام کے اصلی اور حقیقی انداز سے گفتگو کروں تو تو کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔

(نوادر الاصول: ص:24 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک کوہ طور پر قیام پذیر رہے

حضرت ابوالحویرث عبدالرحمٰن ابن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قدر ہی گفتگو فرمائی جتنی آپ اس کو سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے جمیع کلام کے ساتھ گفتگو فرماتا تو کوئی چیز بھی آپ نہ سمجھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک وہاں ٹھہرے رہے اور کوئی بھی آپ علیہ السلام کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا جو دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کی تاب نہ لا کر مر جاتا۔

(مستدرک: ج:2، ص:629 مطبوعہ بیروت)

اے میرے رب عزوجل! کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے پہلے تمام زبانوں کے واسطہ سے آپ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہنے لگے۔

اے میرے رب عزوجل! میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان کے ساتھ آواز کی مثل دوسری زبانوں میں آپ سے گفتگو فرمائی۔

تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نہیں! اگر تو میرا کلام اپنی حقیقی حالت پر سنے تو تو کچھ بھی نہ سمجھے۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کیا تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے جو تیرے کلام کے مشابہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نہیں! بجلی کی گرج کی آواز جو لوگوں نے سن رکھی ہے وہی میری مخلوق میں سے میرے کلام کے مشابہ ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر عبد الرزاق: ج:2، ص:93 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک ہزار دو سو کلمات کے ساتھ کلام فرمایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

جب میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہونے کے لئے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے ساتھ ایک ہزار دو سو کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بربری زبان میں آپ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔

اور ارشاد فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں اپنے آپ کو ان کلمات سے تعبیر کرتا ہوں۔

انا اللہ اکبر

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تو نے دنیا اپنے دشمنوں کو دی ہے اور اپنے دوستوں کو اس سے روکا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کی ہے تاکہ وہ اس میں تردد کرتے رہیں اور میں نے اپنے دوستوں کو اس سے منع کیا ہے تاکہ وہ عجز و انکساری اختیار کریں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: ج:3، ص:425 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا اس دن آپ علیہ السلام اون کا جبہ، چادر، پائجامہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے نعلین غیر ذبح شدہ گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 81 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو جو فرمانا تھا وہ فرمادیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ علیہ السلام سے تیس دن کے بعد کلام فرمائے گا اور آپ علیہ السلام نے ان دنوں میں دن رات کے روزے رکھے تو آپ علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہوں اور آپ علیہ السلام کے منہ کی بو روزے دار کے منہ کی بو کے مثل ہو۔ پس آپ علیہ السلام نے زمین کی ایک بوٹی منہ میں ڈالی اور اس کو خوب چبایا تو آپ علیہ السلام کے رب عزوجل نے آپ علیہ السلام سے فرمایا:

تم نے روزہ افطار کیوں کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقی کیفیت کو جانتا تھا۔

تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے تیرے ساتھ کلام کرنے کو ناپسند کیا ہے مگر اس حالت میں کہ میرے منہ میں انتہائی اچھی پاکیزہ خوشبو ہو۔

تو رب کریم نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو جانتا ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے اچھی اور زیادہ پسندیدہ ہے لہٰذا لوٹ جا اور دس دن روزے رکھ اور پھر میری طرف آنا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا جس کا حکم ان کے رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو جو فرمانا تھا وہ فرمادیا۔

(الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: 5309)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار مقام سے کلام فرمایا

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار مقام سے گفتگو فرمائی اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو شرف

کلام بخشا تو آپ علیہ السلام نے تین دن تک اپنے چہرہ پر وہ نور دیکھا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا پھر آپ علیہ السلام کسی زوجہ محترمہ کے قریب نہیں گئے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:4، ص:50 مطبوعہ مصر)

اے میرے رب عزوجل! تیرے کون سے بندے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا تو کہا۔

اے میرے رب عزوجل! تیرے کون سے بندے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ بندے جو میرا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: تیرا کون سا بندہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ بندہ جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جیسے لوگوں کے خلاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ بندہ جو اس پر راضی ہو جائے جو کچھ میں اسے عطا کر دوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:7، ص:76 مطبوعہ مدینہ منورہ)

اے میرے رب عزوجل! میں تجھے کہاں تلاش کروں

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ

قصیر نے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مجھے ان کے پاس تلاش کرو جن کے دل عجز و انکساری کرنے والے ہیں میں ہر روز ایک کرم ان کے قریب ہوتا ہوں اگر اس طرح نہ ہو تو وہ گر جائیں۔ (کتاب الزہد ص:95 مطبوعہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے کلام کرتے وقت کون سے کلمات سیکھے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں التجاء کی۔

اے میرے رب عزوجل! مجھے ایسی چیز سکھادے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکاروں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! کہو لا الہ الا اللہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! اس طرح تو تیرے سارے بندے ذکر کرتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کہو "لا الہ الا اللہ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

لا الہ الا انت یا رب ۔

اے میرے رب عزوجل! میں ایسی شے کا ارادہ کر رہا ہوں جسے تو میرے ساتھ خاص فرمادے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان میں موجود ہر شے اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان تمام کے مقابلے میں لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہوگا۔

(مستدرک: ج:1، ص:710 مطبوعہ بیروت)

رب تعالیٰ کن کو عرش کا سایہ عطا فرمائے گا

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! کون ہیں وہ جنہوں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کیا جنہیں تو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ (ظلم و زیادتی سے) بری ہوں گے جن کے دل پاک ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو میری عظمت اور جلال کے سبب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جب میں ذکر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ذکر کے ساتھ ذکر کرتا ہوں وہ لوگ ہیں جو تکلیف اور مشکل کے لمحات میں اچھی طرح سے وضو کرتے ہیں اور وہ میرے ذکر کی طرف اس طرح رجوع کرتے ہیں جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتی ہیں اور وہ

میری محبت کے اس طرح پابند ہوتے ہیں جیسے بچے لوگوں کی محبت کے مشتاق ہوتے ہیں اور میری حرام کردہ چیزوں کو جب حلال سمجھا جائے تو وہ اس طرح غضب ناک ہوتے ہیں جیسے چیتے کو جب کوئی غم اور تکلیف پہنچے تو وہ غیظ و غضب میں ہوتا ہے۔

(کتاب الزہد، ص:95 مطبوعہ بیروت)

تیرے بندوں میں سے کون زیادہ غنی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے یہ پوچھا۔

تیرے بندوں میں سے کون زیادہ غنی ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ بندہ جو اسی پر قناعت کرتا ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

تیرے بندوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو لوگوں کے لئے بھی ایسے ہی فیصلے کرتا ہے جیسے اپنے لئے کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

تیرے بندوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو زیادہ ڈرنے والا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:3، ص:293 مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

اے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون زیادہ شقی اور بدبخت ہے؟

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے رب عزوجل! زبان اور دل کے ساتھ تیرا ذکر کرنے کی جزا کیا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) قیامت کے دن میں اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا اور میں اس کو اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون زیادہ شقی اور بد بخت ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ آدمی جسے نصیحت کوئی فائدہ نہ دے اور جب وہ تنہائی اور خلوت میں ہو تو میرا ذکر نہ کرے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:4، ص:45 مطبوعہ مصر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب تعالیٰ سے بیوہ کی کفالت کرنے والے کے متعلق پوچھنا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! اس آدمی کی کیا جزا ہے جو یتیم کو گھر میں پناہ دیئے رکھے حتیٰ کہ وہ مستغنی ہو جائے یا کسی بیوہ کی کفالت کرتا رہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں اس کو جنت میں سکونت عطا فرماؤں گا اور اس دن اس کو سایہ مہیا کروں گا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:2، ص:20 مطبوعہ مصر)

جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر

حضرت ابوالجلد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ! جب تو میرا ذکر کرے تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپنے لگیں میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے اور جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوفزدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر۔

(کتاب الزہد، ص:85 مطبوعہ بیروت)

ہر شے کو بنانے والا ہوں

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! عنقریب وہ مجھ سے سوال کریں گے تیری ابتداء کیسے ہوئی؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تم انہیں یہ بتانا کہ بے شک میں ہر شے سے پہلے ہوں ہر شے کو بنانے والا ہوں اور ہر شے کے بعد بھی ہوں گا۔

(کتاب الزہد، ص:84 مطبوعہ بیروت)

اے میرے رب عزوجل! مجھ پر ایسی پختہ نشانی نازل فرما جسے میں لے کر تیرے بندوں میں چلتا رہوں

حضرت ابوالجلد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا۔

اے میرے رب عزوجل! مجھ پر ایسی پختہ نشانی نازل فرما جسے لے کر میں تیرے بندوں میں چلتا رہوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے موسیٰ علیہ السلام! تو جا اور جو تو پسند کرے کہ وہ میرے بندے تیری طرف لے کر آئیں پس وہی تو ان کی طرف لے کر جائے گا۔ (کتاب الزہد: ص:84 مطبوعہ بیروت)

اے میرے رب عزوجل! کون سی چیز جو زمین میں سب سے کم رکھی گئی ہے

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کون سی چیز ہے جو زمین میں سب سے کم رکھی گئی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عدل ان اشیاء میں سب سے کم ہے جو زمین میں رکھی گئی ہے۔ (کتاب الزہد: ص:86 مطبوعہ بیروت)

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو اپنی رؤیت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ جو مریضوں کی بیمار پرسی کرتے ہیں، بچے کی موت پر رونے والی عورت کو صبر اور حوصلہ دلاتے ہیں اور گم کردہ راہ عورت کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:4، ص:45 مطبوعہ مصر)

میں تم پر اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں (شان قدرت کے مطابق) جھانک کر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھ کر تواضع کرنے والا کوئی دل نہیں پایا لہٰذا اس کی تواضع کے سبب آپ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی کے لئے مختص فرما دیا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

ابوسلیمان کے علاوہ کسی اور نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تم پر اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں تو پہاڑ فخر اور تکبر کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بندے سے کلام فرمائے گا لیکن کوہ طور نے تواضع اور انکساری کی اور کہا: اگر کوئی شے اس کا مقصد بنائی گئی ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے طور کی تواضع کے سبب اس پر حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا۔

(شعب الایمان: ج:6، ص:295 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جبل طور کی عاجزی وانکساری

حضرت نوف بکالی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کی جانب وحی فرمائی۔ میں تم میں سے کسی پہاڑ پر نزول فرمانے والا ہوں تو جبل طور کے سوا تمام پہاڑ فخر و تکبر سے بلند ہوگئے صرف جبل طور نے تواضع وانکساری کا اظہار کیا اور کہا جو میرے لیے حصہ بنایا گیا ہے میں اس پر راضی ہوں اور امر اسی کے مطابق ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:6، ص:49 مطبوعہ مصر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے وقت ابلیس لعین کا آنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں حضرت ابوخالد الاحمق رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو ابلیس پہاڑ پر ظاہر ہوا اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو پالیا اور فرمایا اے لعین دور ہوجا۔ کیا تو یہاں پر بھی کام کر رہا ہے۔

تو اس لعین نے کہا:

میں آیا ہوں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہی توقع رکھتا ہوں جو میں نے ان کے باپ سے رکھی۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو فرمایا:

اے لعین! پیچھے ہٹ جا، دور ہوجا۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت وطاقت پر رونے لگے اللہ تعالیٰ نے جسے گویائی عطا فرمائی تو اس نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ رونا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک میں اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں

ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح سنوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سنتے ہیں تو جب نے کہا! اے جبرائیل علیہ السلام! میں موسیٰ علیہ السلام کا جبہ ہوں اور میں ان کے جسم پر ہوں کیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں یا تم۔ اے جبرائیل علیہ السلام میں وہ نہیں سن سکتا جو تو سنتا ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص: 379 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب عزوجل سے اجتماعی نیکی اور بھلائی کے بارے میں سوال کرنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے الزہد اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے اجتماعی نیکی اور بھلائی کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو ایسی چیزوں کا عادی بنادے جن کا عادی بننا تو خود پسند کرتا ہے۔ (درمنثور: ج:3، ص:372 مطبوعہ کراچی)

بیٹے پر رونے والی ماں کو صبر دلانے کی جزاء کا پوچھنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

اے رب عزوجل! اس کی جزا کیا ہے، جس نے بیٹے پر رونے والی ماں کو صبر دلایا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں اس دن اسے اپنا سایہ عطا فرماؤں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

(درمنثور: ج:3، ص:376 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے لئے قریب ہوتے وقت ایک شخص کو عرش کے سائے میں دیکھنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام آدم بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام کے لئے قریب ہوئے تو آپ علیہ السلام نے عرش کے سائے میں ایک شخص کو دیکھا آپ علیہ السلام کو اس مکان پر رشک آ گیا تو اس کے بارے میں پوچھا تو اس کے نام کے بارے تو آپ کو نہ بتایا گیا البتہ اس کے عمل سے مطلع کر دیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: یہ آدمی لوگوں کے ساتھ اس پر حسد نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل میں سے عطا فرماتا ہے والدین کے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کا سلوک کرتا ہے اور چغل خوری نہیں کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! تو کیا طلب کرنے کے لئے آیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں ہدایت طلب کرنے کے لئے آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! تحقیق تو نے پالی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میری وہ لغزشیں معاف فرمادے جو زمانہ ماضی میں ہوئیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اور جو ان کے درمیان میں ہوں گی اور وہ جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور میں نفس کے وسوسہ اور برے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

تو آپ علیہ السلام سے کہا گیا۔

اے موسیٰ (علیہ السلام)! تیرے لیے کافی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! کون سا عمل تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں وہ کرتا رہوں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میرا ذکر کیا کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر استفسار کیا۔

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے زیادہ متقی کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو اس پر قناعت کر لیتا ہے جو کچھ اس کو دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے افضل کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں کے علم کا طالب ہوتا ہے شاید وہ کوئی ایسا کلمہ سن لے جو ہدایت کی جانب اس کی رہنمائی کر دے یا کوئی ردی اور بیکار عمل اس سے دور کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! عمل کے اعتبار سے تیرے نزدیک تیرا کون سا بندہ محبوب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جس کی زبان جھوٹ نہیں بولتی اس کی شرم گاہ بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتی اور اس کا دل فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! اس اثر پر کون ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حسین تخلیق میں بندہ مومن کا دل۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

اس اثر پر کون ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔ (درمنثور، ج:3، ص376 تا 377 مطبوعہ کراچی)

بغیر وضو کی حالت میں موت آجائے تو اپنے نفس کو ملامت کرنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل کتاب میں سے ایک سخت آدمی (قسی اجل) سے یہ قول بیان فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ (علیہ السلام) اگر تجھے ایسی حالت میں موت آجائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔

مزید فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے

بند کر دیتا ہے۔ مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں عرض کیا:

کیا جہنم بھی۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! جہنم بھی۔ (در منثور: ج:3، ص:377 مطبوعہ کراچی)

خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب الاخبار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

(در منثور: ج:3، ص:377 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انگوٹھی پر لکل اجل کتاب لکھنے کا فرمانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سیناء پر تشریف لے گئے تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! یہ مردوں کے لئے زیور میں سے ایک شے ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

نہیں!

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تو اس پر لکھ لو "لکل اجل کتاب"

ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے۔ (درمنثور، ج:3، ص:372 مطبوعہ کراچی)

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔ (درمنثور، ج:3، ص:377 مطبوعہ کراچی)

رب تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ بندہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو میرے متعلق زیادہ علم رکھتا ہے۔ (درمنثور، ج:3، ص:378 مطبوعہ کراچی)

لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! لوگوں میں سے کون زیادہ متقی ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو میرا ذکر کرتا ہے اور بھولتا نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں سے علم اخذ کرتا ہے۔ (درمنثور: ج:3،ص:378 مطبوعہ کراچی)

میں نے تیرے ساتھ کلام کیوں کیا؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علاء بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے ساتھ کیوں کلام کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

نہیں! اے میرے رب عزوجل!

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اس لیے کہ میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جس نے میرے لیے تیری مثل تواضع کی ہو۔

(درمنثور: ج:3،ص:379 مطبوعہ کراچی)

چالیس دن کوہ طور پر ٹھہرنے کے بعد آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی کسی میں تاب نہ تھی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابوالشیخ نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا تو چالیس دن تک آپ وہاں ٹھہرے رہے اور کسی میں آپ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی (اور جو دیکھتا) وہ رب العالمین کے نور (کی چمک) سے مر جاتا۔ (درمنثور: ج:3،ص:371 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام کے بعد چہرے پر نقاب پہنے رہا کرتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا پھر عورتوں کے پاس نہیں آئے اور آپ علیہ السلام اپنے چہرے پر نقاب پہنے رہا کرتے تھے کوئی بھی آپ علیہ السلام کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ مر جاتا اور آپ علیہ السلام نے جس عورت کے لیے بھی اپنے چہرے کو ننگا کیا تو سورج کی شعاعوں کی مثل شعاعیں اسے ڈھانپ لیتیں اور وہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیتی اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتی۔ (درمنثور: ج:3،ص:372 مطبوعہ کراچی)

ان کی امت کے لوگ حملہ کرنے والے ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کتاب السنۃ میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں چل رہے تھے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق اور جبار ہے کی جانب سے آپ کو ندا آئی۔ اے موسیٰ علیہ السلام! پس آپ علیہ السلام دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی (آواز دینے والے) کو نہیں دیکھا۔ پھر دوسری بار اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نداء فرمائی: اے موسیٰ بن عمران! (علیہ السلام)! پھر آپ علیہ السلام دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی کو نہیں دیکھا اور آپ علیہ السلام پر گھبراہٹ طاری ہوگئی پھر تیسری بار ندا دی گئی اے موسیٰ بن عمران! انا اللہ لا الہ الا انا۔

تو آپ علیہ السلام نے کہا:

لبیک لبیک! پھر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس دن میرے عرش کے سائے میں رہے جس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (لہٰذا) تو یتیم کے لئے رحیم و شفیق باپ کی طرح ہو جا اور بیوہ عورت کے لئے مہربان خاوند کی طرح ہو جا۔ اے موسیٰ بن عمران! تو رحم کر تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! جیسا تو کرے گا ویسا تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بنی اسرائیل کے نبی! جو مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرتا ہو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس سے بڑھ کر میرے نزدیک عزت و شرف والی ہو۔ میں نے زمین و آسمان اور شمس و قمر کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے حتیٰ کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت اس میں داخل ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

(سیّدنا) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کون لوگ ہیں؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان کی امت کے لوگ بہت زیادہ حمد کرنے والے ہیں وہ اترتے چڑھتے اور ہر حال میں حمد کرتے رہیں گے۔ اپنی کمروں

کو مضبوطی سے باندھے رہیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک رکھیں گے وہ دن کے وقت روزہ دار ہوں گے اور رات کے وقت عبادت گزار، میں ان سے تھوڑا سا عمل بھی قبول کرلوں گا اور انہیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے کے سبب جنت میں داخل کر دوں گا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اجعلنی نبی تلک الامة ۔

مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کا نبی اس میں سے ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

مجھے اس نبی کی امت میں سے بنا دے۔

تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) تو پہلے آیا ہے اور وہ بعد میں آجائے گا لیکن میں عنقریب تمہیں دار الجلال میں جمع فرما دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دنوں میں حدث لاحق نہ ہوا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کریمہ میں اربعین لیلة کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ

یہ ذی القعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے تھے یہ اس کا واقعہ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ گئے اور ان پر ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر گئے۔ آپ علیہ السلام طور پر چالیس راتیں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات تختیوں میں نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریب سے گفتگو فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلم کے چلنے کی آواز سنی اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ چالیس دنوں میں آپ علیہ السلام کو حدث لاحق نہ ہوا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام طور سے اتر آئے۔ (تفسیر طبری: ج: 1، ص: 322 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہنا اے میرے رب عزوجل! مجھے اپنی ذات اقدس دکھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کہا کہ مجھے اپنی ذات اقدس دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ ؕ (الاعراف: 143)

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔

اے میرے رب عزوجل! مجھے قوت عطا فرما کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اے میرے رب عزوجل! مجھے قوت عطا فرما کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:62 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

کلام سننے کے بعد رب تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہما نے بیان کیا ہے کہ "قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام باری تعالیٰ سنا تو آپ علیہ السلام میں رب تعالیٰ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔

(درمنثور: ج:3، ص:380 مطبوعہ کراچی)

رب تعالیٰ کا فرمانا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب عزوجل مجھے اپنی ذات اقدس دکھا تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر میری تجلی کے باوجود یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰـكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ (الاعراف:143)

فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔

تجلی فرمانے سے پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہونا

تجلی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (الاعراف:143)

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

تجلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہو کر گر جانا

جب اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر نیچے تشریف لے آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ (الاعراف:143)

اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہوش آنے پر رب تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف:143)

پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

اے موسیٰ (علیہ السلام) کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ مر جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ط تلاوت فرمائی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ مر جائے گا کوئی خشک مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ لڑھک جائے گا اور کوئی تر مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ متفرق ہو جائے گا مجھے وہ اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مریں گی اور نہ ان کے جسم بوسیدہ ہوں گے۔ (نوادر الاصول: ص:142 مطبوعہ دار صادر بیروت)

پہاڑ تجلی سے زمین میں دھنس گیا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا اور ارشاد فرمایا:

اس طرح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے انگوٹھے کے کنارے کو خنصر (چھوٹی انگلی) کے پورے پر رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خنصر کے اوپر والے جوڑ پر رکھا پس پہاڑ دھنس گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک روایت کے الفاظ ہیں پس پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور وہ قیامت کے دن تک اس میں نیچے دھنستا ہی رہے گا۔ (تفسیر طبری: ج:9 ص:66 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے خنصر کی انگلی کی مقدار تجلی فرمائی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ کی تفسیر میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خنصر کی انگلی کی مقدار تجلی فرمائی جَعَلَهٗ دَكًّا تو اس نے اسے مٹی بنادیا۔ وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا اور موسیٰ علیہ السلام گر پڑے دراں حالیکہ آپ علیہ السلام پر غشی طاری تھی۔ (تفسیر طبری: ج:9،ص:65 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تجلی کے سبب سات پہاڑ اڑ گئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے (پہاڑ پر) تجلی فرمائی تو اس کے سبب سات پہاڑ اڑ گئے ان میں سے حجاز میں پانچ ہیں اور یمن میں دو ہیں۔

حجاز میں یہ ہیں۔

1-احد، 2-ثبیر

3-حراء، 4-ثور

5-اور ورقان

اور یمن میں یہ ہیں۔

1-حصور، 2-اور صیر۔ (مجمع الزوائد: ج:7،ص:95 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے تجلی کے پہاڑ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا فرمادیا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب عزوجل نے کلام فرمایا تو انہوں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھنا چاہا اور التجاء کردی تو رب تعالیٰ نے جواب دیا۔ "لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰـكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ" تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے البتہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے (تجلی کے وقت) پہاڑ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کردیا پھر ملائکہ کو آگ کے ساتھ گھیر لیا پھر آگ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کیا اور پھر ان کے اردگرد آگ جمع کردی اور پھر آپ علیہ السلام کے رب عزوجل نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور خنصر کی مثل

تجلی ڈالی تو صرف اس پہاڑ کو پاش پاش کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے وہ اتنی دیر بے ہوش رہے جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر جب آپ علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو کہا۔

سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ○

یعنی میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:69 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیری مخلوق میں سے کوئی شے تجھے نہیں دیکھ سکتی

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ○ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

میں سب سے پہلا اس پر ایمان رکھنے والا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے کوئی شے تجھے نہیں دیکھ سکتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرنے سے پہلے کلام

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے یہ عرض کیا اے میرے رب عزوجل! مجھے دیکھنے کی قوت دے تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) بلاشبہ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! کبھی بھی اس طرح نہیں ہوگا کہ کوئی مجھے دیکھے اور زندہ بھی رہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں تجھے دیکھوں اور پھر مر جاؤں ایسا ہونا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ اور محبوب ہے کہ میں تجھے نہ دیکھوں اور پھر زندہ رہوں۔

تو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام) اس عظیم وطویل سخت پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت وقائم رہا یہ عاجز و ذلیل نہ ہوا اور

اس نے اپنے وہ حصے گرا کر پاش پاش نہ کر دیئے جو میری عظمت کو دیکھیں گے تو پھر تو مجھے اپنی کمزوری اور پستی کے باوجود دیکھ سکے گا اور اگر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس نے اپنی عظمت وشدت اور قوت کے باوجود اپنے آپ کو گرا دیا تو پھر تم تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور اور عاجز ہو۔ (درمنثور، ج:3،ص:380 مطبوعہ کراچی)

پہاڑ تجلی سے اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو کیونکہ یہ تم سے بڑا ہے اور خلقت کے اعتبار سے انتہائی مضبوط اور سخت ہے۔

ارشاد فرمایا:

پھر ان کے رب عزوجل نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور آپ علیہ السلام نے پہاڑ کی طرف دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکا اور پہاڑ پہلی بار ہی ہموار ہونا شروع ہو گیا ہے تو جب پہاڑ کو ایسا کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو آپ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (درمنثور، ج:3،ص:381 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے لے کر طور سیناء تک سولہ فرسخ کا فاصلہ تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں طور سیناء پہاڑ پر آپ کو شرف کلام سے نوازوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے لے کر طور سیناء تک سولہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ گرج تھی بجلی چمک رہی تھی۔ کڑک تھی اور رات انتہائی ٹھنڈی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور جبل طور کی ایک چٹان کے سامنے ٹھہر گئے وہاں ایک سبز درخت تھا اس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے اور اس کے اندر سے آگ ظاہر ہونے لگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب ہو کر ٹھہر گئے تو درخت کے اندر سے آواز آئی۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز کو سنتے ہوئے ٹھہرے رہے اور کہا کیا یہ کوئی عبرانی زبان میں مجھ سے بات کر رہا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں عبرانی نہیں ہوں۔ بے شک میں رب العالمین ہوں تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ستر لغات

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور ان میں سے ہر لغت دوسری سے مختلف تھی اس مقام پر آپ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! جو مجھے دیکھے گا وہ مر جائے گا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! مجھے اپنے دیدار سے نواز اور اسی کے ساتھ میری موت واقع ہو جائے تو طور سیناء پہاڑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا۔

اے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) تو نے امر عظیم کے بارے سوال کیا ہے تحقیق ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز اور ساتوں زمینیں اور ان میں موجود ہر شے کانپ اٹھی پہاڑ ہل گئے ہیں۔ اور اے ابن عمرن! تیرے سوال کی عظمت کے سبب سمندروں میں اضطراب آ گیا ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا پھر جب آپ علیہ السلام کے رب عزوجل نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس نے اسے پاش پاش کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک جمعہ کی مقدار اسی طرح رہے پھر آپ علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو اپنے چہرے سے مٹی صاف کی۔

اور یہ کہنے لگے۔

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝

پاک ہے تو ہر عیب سے میں توبہ کرتا ہوں تیری بارگاہ مقدسہ میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

پس اس مقام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا وہ مر جاتا تو پھر آپ علیہ السلام نے اپنے چہرے پر حجاب ڈال لیا اور آپ علیہ السلام اپنی گردن پھیر کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگے پس اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن صحراء میں گئے تو وہاں دیکھا تین آدمی قبر کھود رہے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے قبر مکمل کر لی پس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان پر جھانکتے ہوئے انہیں فرمایا۔

یہ قبر کس کے لئے کھود رہے ہیں؟

تو انہوں نے کہا: ایک آدمی کے لئے وہ یا تو آپ ہیں یا وہ آپ کی مثل ہے اس کی قد و قامت آپ کے برابر ہے یا آپ کی طرح ہے پس اگر آپ اس میں اتریں گے تو ہم یہ قبر آپ کے لئے مختص کر دیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا اور وہ آپ علیہ السلام پر بند ہو گئی۔ (درمنثور: ج:3، ص:381 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کی طرف دیکھنے کا حکم فرمایا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ پہاڑ جسے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا تھا کہ آپ (علیہ السلام) اس کی طرف دیکھیں وہ طور ہے۔

(درمنثور: ج:3، ص:382 مطبوعہ کراچی)

تجلی کے سبب پہاڑ کہاں کہاں گرے؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت و جلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے ان میں سے تین مدینہ منورہ میں جا گرے اور وہ احد، ورقان اور رضوی ہیں اور تین مکہ مکرمہ میں جا کر گرے اور وہ حراء، ثبیر اور ثور ہیں۔

(درمنثور: ج:3، ص:382 مطبوعہ کراچی)

پہاڑ کے تین حصے مدینہ منورہ میں جا گرے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے قول باری تعالیٰ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" کی تفسیر میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(اللہ تعالیٰ نے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور ارشاد فرمایا:

انی انا اللہ۔ بے شک میں اللہ عزوجل ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ یوم عرفہ کی شام تھی اور پہاڑ موقف میں تھا پس وہ سات حصوں میں کٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا سامنے جا کر گرا اور وہ وہ ہے جس کے پاس یوم عرفہ کو موقف میں امام کھڑا ہوتا ہے اور تین مدینہ منورہ میں جا کر گرے اور وہ طیبہ، احد اور رضوی ہیں اور طور سیناء شام میں اور اس کا نام طور اس لیے ہے کیونکہ یہ شام کی طرف ہوا میں اڑ کر گیا تھا۔

(درمنثور: ج:3، ص:383 مطبوعہ کراچی)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کی عظمت و جلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے اور وہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں جا کر گرے جو مدینہ منورہ میں گرے وہ یہ ہیں۔

1-احد، 2-ورقان، 3-رضوی

اور جو مکہ مکرمہ میں گرے وہ یہ ہیں۔

1-ثور، 2-ثبیر، 3-اور حراء (درمنثور: ج:3، ص:383 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے بعض حجاب اٹھائے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حجاب اٹھائے۔ (درمنثور: ج:3، ص:384 مطبوعہ کراچی)

ٹھوس پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حروف پڑھتے تھے۔ "فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" اور فرماتے وہ ٹھوس پتھر تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے اس پر تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کا ٹیلا ہو گیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:384 مطبوعہ کراچی)

پہاڑ زمین میں دھنس گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے اسی آیت کے بارے میں حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پہاڑ زمین میں دھنس گیا حتیٰ کہ وہ سمندر میں جا گرا اور وہ اس کے بعد بھی دھنسا جا رہا ہے۔

(درمنثور: ج:3، ص:384 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف جو کوئی بھی دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کے سبب مر جاتا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابومعشر رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں چالیس رات

تک قیام فرما رہے اور جو کوئی آپ علیہ السلام کی طرف دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کے سبب مر جاتا اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں ہے فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا

فرمایا جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اس کو مٹی بنا دیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:384 مطبوعہ کراچی)

تیری مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت تک تجھے نہیں دیکھ سکے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہما نے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اگر چہ آپ سے پہلے مومنین تھے لیکن آپ علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان میں سے اول ہوں جو اس پر ایمان لائے کہ تیری مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت تک تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ (درمنثور: ج:3، ص:385 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تختیاں عطا فرمانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو آپ علیہ السلام کو تورات کی تختیاں عطا فرمائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (الاعراف: 144 تا 145)

ترجمہ: فرمایا اے موسیٰ میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام سے فضیلت دی پس میں نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ہم نے ان کے لئے تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی سو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں عنقریب میں تم کو فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد قوم کا بچھڑے کو معبود بنالینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا جس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (البقرۃ: 51)

اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

بچھڑے کو معبود کیسے بنایا گیا؟

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر طور پر چلے گئے بنی اسرائیل کے پاس قبطیوں کے وہ کپڑے اور زیورات تھے جو آنے سے پہلے قبطیوں سے انہوں نے عاریتاً لیے تھے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

یہ کپڑے اور زیورات تمہارے لیے جائز نہیں ہیں ان کو جلا دو انہوں نے ان کو جمع کر کے آگ لگا دی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں جا رہے تھے تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک گھوڑی پر جاتے ہوئے دیکھا تھا اس نے اس گھوڑی کے سم کے نیچے سے خاک کی ایک مٹھی اٹھالی تھی۔ سامری کے پاس جو سونا اور چاندی تھا اس نے اس کو پگھلا کر اس کا ایک بچھڑا بنالیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی اس کے اثر سے اس مجسمہ سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی۔

پھر سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: یہ تمہارا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے اور وہ قوم اس گئوشالہ کی پرستش کرنے لگے۔ (تفسیر کبیر: ج: 1 ص: 344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ہارون علیہ السلام اور بارہ ہزار افراد کے علاوہ سب نے بچھڑے کی پرستش کی

حضرت ہارون علیہ السلام اور بارہ ہزار افراد کے علاوہ سب نے بچھڑے کی پرستش کی۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت ہارون علیہ السلام اور بارہ ہزار دیگر افراد کے علاوہ سب نے بچھڑے کی پرستش کی۔

(تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سامری کا بچھڑا بنا کر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا میرے رب عزوجل نے میرے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں ہارون علیہ السلام کو تم میں نائب بنا رہا ہوں سو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہو کر اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں دس راتوں کا اضافہ فرما دیا اور آپ کی قوم کی آزمائش انہیں دس میں تھی جن کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا پس جب تیس راتیں گزر گئیں تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور آپ علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے ایک مشت مٹی اٹھالی اور جب راتیں گزر گئیں تو اس نے کہا: اے بنی اسرائیل! اے

شک تمہارے پاس فرعونیوں کے زیورات میں سے کچھ زیور ہے اور تم پر حرام ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ تاکہ ہم اس کو جلادیں چنانچہ جو زیورات ان کے پاس تھے وہ لے آئے اور اس نے آگ جلائی اور پھر وہ زیور آگ میں پھینک دیا پھر جب وہ زیور پگھل گیا تو اس نے مٹی کی وہ مشت آگ میں پھینک دی اور وہ بچھڑا بن گیا جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آئی تھی اس نے ایک بار ڈکار کر گائے کی آواز نکالی دوبارہ نہیں۔

تو سامری نے کہا:

بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کو تلاش کرنے گئے ہوئے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ یہ ہے۔

اس کے متعلق یہ فرمان ہے۔

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ٥

پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا:

یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے۔

وہ کہنے لگے۔

وہ اپنے رب کو تلاش کرنے کے لئے چلے اور اس سے بہک گئے اور وہ تو یہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ٥ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ

(طٰہٰ:85،86)

فرمایا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا انہیں سامری نے۔ (یہ سنتے ہی) حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹے اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر۔

(درمنثور:ج:3،ص:369 مطبوعہ کراچی)

سامری کے بچھڑے کو بناتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کا پوچھنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس وقت سامری وہ بچھڑا ڈھال کر بنا رہا تھا تو وہاں سے حضرت ہارون علیہ السلام کا گزر ہوا۔

انہوں نے پوچھا:

یہ تم کیا بنا رہے ہو؟

اس نے کہا:

میں ایسی چیز بنا رہا ہوں جو نفع تو پہنچائے گی لیکن کسی کو نقصان نہیں دے گی۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا مقصد پورا کر دے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس نے جو سوال کیا اس کو پورا کر دے۔

جب ہارون علیہ السلام چلے گئے۔

تو سامری نے کہا:

اے اللہ عزوجل! میرا یہ سوال ہے یہ بیل کی طرح آواز نکالے سو ایسا ہی ہوا۔ (جامع البیان: جز:16، ص:250 مطبوعہ بیروت)

سامری کا بچھڑے بنانے کے بعد قوم کا اس کی عبادت شروع کر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب فرعون اور اس کے حواری سمندر پر پہنچے تو فرعون سیاہ گھوڑے پر سوار تھا اس کا گھوڑا سمندر میں داخل ہونے سے ڈر گیا پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے لئے ایک گھوڑی سامنے کی گھوڑے نے اس کو دیکھا تو وہ پیچھے اس میں داخل ہو گیا سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچان لیا کیونکہ جب اس کی ماں کو اس کے ذبح ہونے کا خدشہ ہوا تھا تو اس نے اس کو غار میں چھپا دیا تھا اور غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے تھے اور اس کو ایک انگلی کے ذریعے دودھ اور دوسری انگلی کے ذریعے شہد کے ساتھ غذا دیتے تھے اور ایک انگلی کے ذریعہ سے اس کو گھی کھلاتے تھے اس طرح وہ پرورش پاتا رہا حتیٰ کہ وہ بڑا ہو گیا جب سامری نے اس کو سمندر میں دیکھا تو پہچان گیا اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان قدم سے مٹھی مٹی کی بھر لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

گھوڑے کے سم کے نیچے سے اس نے مٹی لی تھی اور سامری کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ تو اس مٹی کو جس چیز پر ڈالے گا اور پھر تو اس کو کن (ہو جا) کہے گا تو وہ ہو جائے گی۔ سامری کے پاس وہ مٹی تھی حتیٰ کہ وہ دریا سے تجاوز کر گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دریا سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا تھا تم میرے پیچھے میری قوم میں رہو اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدین کے راستہ کی پیروی نہ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں مقرر جگہ اور مقررہ وقت میں پہنچ گئے۔ بنی اسرائیل کے پاس آل فرعون کے زیورات تھے تو وہ گویا گناہ سے بچنا چاہتے تھے انہوں نے وہ زیور نکالے تا کہ انہیں آگ آئے اور کھا جائے جب انہوں نے وہ زیورات جمع کئے تو سامری نے مٹھی سے اشارہ کیا اور ان زیورات پر مٹی ڈال دی اور کہا تو ایسا بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کی طرح ڈکارنا بھی ہو پس وہ اسی طرح بن گیا ہوا اس کی دبر میں داخل ہوتی اور اس کے منہ سے نکل جاتی اس طرح اس سے آواز سنی جاتی تھی۔

اس نے بنی اسرائیل سے کہا:

یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ (علیہ السلام) کا خدا ہے پس وہ اس پر جم کر بیٹھ گئے اور اس کی عبادت شروع کر دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا:

اے میری قوم! تم اس کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو تمہارا رب عزوجل تو بے حد مہربان ہے تم میری اتباع کرو اور میرے حکم کی پیروی کرو۔

انہوں نے کہا:

ہم تو اسی پر جمے رہیں گے حتیٰ کہ موسیٰ (علیہ السلام) ہماری طرف لوٹ کر آجائیں۔ (درمنثور: ج:4، ص:797 مطبوعہ کراچی)

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا وہ مصر کی زمین میں پیدا ہوا تھا اور بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا تھا اور اس نے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

سامری باجرما کے لوگوں میں سے تھا اور وہ لوگ گائے کی پوجا کرتے تھے وہ بھی گائے کی پوجا کی محبت دل میں رکھتا تھا جبکہ اس نے بنی اسرائیل میں اپنا اسلام ظاہر کیا ہوا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدس میں تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں کہا تم نے آل فرعون کا مال و متاع اٹھایا ہے اس لئے تم اس سے پاک ہو جاؤ کیونکہ وہ تمہارے لیے ناپاک چیز ہے آگ جلائی گئی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

جو کچھ زیورات وغیرہ تمہارے پاس ہیں وہ اس میں ڈال دو لوگ وہ زیورات لاتے رہے اور اس آگ میں ڈالتے رہے۔

سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کا نشان دیکھا تو اس نے اس جگہ سے مٹی اٹھالی پھر وہ آگ کی طرف آیا۔

اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا:

اے اللہ عزوجل کے نبی! میرے ہاتھ میں کچھ ہے؟

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا خیال تھا کہ اس کے پاس بھی زیورات اور سامان ہے اس نے وہ مٹھی مٹی کی ان زیورات پر ڈال دی اور کہا تو ایک بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کا ڈکارنا بھی ہو یہ سب کچھ بطور آزمائش تھا۔

سامری نے کہا:

یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے۔

پس وہ اس پر ڈٹ کر بیٹھ گئے وہ اس سے انتہائی محبت کرنے لگے پس سامری نے اسلام کو ترک کر دیا۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کو کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لئے کسی ضرر اور نفع کا۔ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا وہ مصر کی زمین میں پیدا ہوا تھا اور بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ۝

حضرت ہارون علیہ السلام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رہے تا کہ موسیٰ علیہ السلام یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ (درمنثور: ج:4، ص:798 مطبوعہ کراچی)

بچھڑے کے ڈھانچہ کے ڈکارتے ہی سارے سجدہ میں گر گئے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ہارون علیہ السلام سامری کے پاس سے گزرے تو وہ بچھڑا تراش رہا تھا۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

کیا کر رہا ہے؟

سامری نے کہا:

جو نقصان نہ دے گی اور نہ نفع دے گی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس کے دل کی خواہش پوری فرما دے۔

حضرت ہارون علیہ السلام چلے گئے تو سامری نے یہ دعا مانگی۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ گائے کی طرح ڈکارے پس وہ بچھڑے کا ڈھانچہ ڈکارتا تو وہ سارے اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے جب وہ ڈکارتا تو وہ سر اٹھا لیتے۔ (درمنثور: ج:4، ص:798 مطبوعہ کراچی)

سامری اہل کرمان سے تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

سامری اہل کرمان سے تھا۔ (درمنثور: ج:4، ص:799 مطبوعہ کراچی)

سامری کا بنی اسرائیل کے زیورات پر مٹی ڈال کر بچھڑا بنالینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے حضرت جرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی لی تھی پھر اسے بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈالا تو وہ بچھڑا بن گیا۔ (درمنثور: ج:4،ص:801 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سامری کے بچھڑے بنا کر دینے کی خبر دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کی طرف پلٹنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے بچھڑا بنا کر دیا ہے جس سے اس نے ان کو گمراہ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف پلٹ آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ○ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ

(طٰہٰ: 85 تا 86)

فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹے غصہ میں بھرے افسوس کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم کو بچھڑے کی عبادت کرتے دیکھنے پر تختیاں گر کر ٹوٹ جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کو لے کر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ بنو اسرائیل بچھڑے کے سامنے بیٹھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں تو جوش غضب سے آپ علیہ السلام کے ہاتھوں سے تورات کی تختیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔

امام عبد الرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات زمرد کی سات تختیوں میں عطا فرمائی تھی اس میں ہر چیز کا بیان تھا اور اس میں نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کے سامنے بیٹھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں تو جوش غضب سے ان کے ہاتھوں سے تورات (کی تختیاں) گر کر ٹوٹ گئیں۔ پھر وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو سر سے پکڑ لیا پھر اللہ تعالیٰ نے تورات کے چھ حصے اوپر اٹھا لیے اور ایک حصہ رہ گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1563 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

تورات کے چھ حصوں کو اٹھا لیا جانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی اس میں ہر شے کی تفصیل اور پند و نصائح تھے جب آپ علیہ السلام وہ لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت پر لگا ہوا دیکھا تو آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تورات پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی تو اللہ تعالیٰ نے سات میں سے چھ حصوں کو اٹھالیا اور ساتواں حصہ باقی رکھا۔

(درمنثور: ج:3، ص:387 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو وعدہ خلافی کا فرمانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ پس ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام غم اور غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا: اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب عزوجل نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے رب تعالیٰ کا غضب نازل ہو پس تم نے مجھ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ۝ (طٰہٰ:86)

پس موسیٰ غم اور غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے موسیٰ نے کہا: اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو پس تم نے مجھ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔

قوم کا کہنا کہ ہم نے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ تم نے مجھ سے وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی تو انہوں نے کہا ہم نے جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی مگر قوم فرعون کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو آگ میں ڈال دیا سو اسی طرح سامری نے ان کو آگ میں ڈالا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِیُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ ۝

(طٰہٰ:87تا88)

انہوں نے کہا ہم نے دانستہ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم (فرعون) کے زیورات کا

بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو (آگ میں) ڈال دیا سو اسی طرح سامری نے (ان کو آگ میں) ڈالا تھا۔ پس اس نے ان کے لئے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی (طرح) آواز تھی تو لوگوں نے کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، موسیٰ تو بھولا رہا تھا۔

اعتراض

اس مقام پر امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سامری نے کہا یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اور بارہ ہزار کے سوا چھ لاکھ بنی اسرائیل نے اس کو مان لیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو انہوں نے خود ڈھال کر بنایا ہوا اس کو وہ اپنا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا مان لیں ایسا تو کوئی مجنون اور پاگل ہی کہہ سکتا ہے اور وہ پاگل اور مجنون تو نہ تھے۔

جواب

پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق حلول کا عقیدہ رکھتے ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے میں حلول کرلیا ہے اور "وہ بھول گئے" کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھول گئے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ سامری یہ بھول گیا کہ وہ اس بچھڑے کے حادث ہونے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر استدلال کرتا اور وہ یہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔

اس کی دوسری تقریر یہ ہے کہ

سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے اور موسیٰ اس خدا کو بھول گئے تھے اس لیے وہ خدا کو ڈھونڈنے کے لئے کہیں اور چلے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:9، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ہارون علیہ السلام نے پہلے ہی قوم کو اپنی اتباع کا فرمادیا تھا

حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہلے ہی قوم کو فرمادیا تھا اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن عزوجل ہی ہے لہٰذا تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ تو انہوں نے جواب میں کہا ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے تک اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ○ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ○ (طٰہٰ:90تا91)

اور ہارون ان سے پہلے ہی یہ کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن (ہی) ہے سو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کے

واپس آنے تک ہم اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو خطبہ دینا

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم رازی متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت ہارون علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو خطبہ دیا اور فرمایا۔

تم جب مصر سے روانہ ہوئے تو تمہارے پاس قوم کی امانتیں تھیں اور عاریتاً لی ہوئی چیزیں تھیں اور میرا خیال ہے کہ وہ چیزیں تمہارے پاس ہیں اور میں ان امانتوں کو اور مانگی ہوئی چیزوں کو تمہارے لئے حلال قرار نہیں دیتا اب ہم وہ چیزیں ان کو واپس تو نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم ان چیزوں کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں پھر حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور قوم کو حکم دیا کہ جس شخص کے پاس بھی ان امانتوں اور مانگی ہوئی چیزوں میں سے جو کچھ بھی ہے وہ اس میں لا کر ڈال دے جب لوگوں نے سب کچھ ڈال دیا تو حضرت ہارون علیہ السلام نے اس میں آگ لگا دی اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لئے رہیں نہ ہمارے لیے ہوں گی اور سامری کا اس قوم سے تعلق تھا جو بیل کی عبادت کرتی تھی وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا ان کا پڑوسی تھا اس نے بھی وہی مصائب اٹھائے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل نے اٹھائے ہوئے تھے اس کے لئے یہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سواری کے نقش قدم کو دیکھ لیا تھا اور اس نے ایک مٹھی خاک کی اٹھالی تھی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ

تیری مٹھی میں کیا ہے؟

اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ آپ علیہ السلام یہ دعا نہ کریں کہ جب میں اس مٹھی کو ڈالوں تو جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ بن جائے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

تم اس کو گرا دینا اور اس کے لئے دعا فرمائی۔

اس نے کہا:

میں بیل بنانا چاہتا ہوں۔ اس نے اس گڑھے میں سے تمام لوہے، پیتل اور زیورات وغیرہ کو نکالا تو وہ ایک کھوکھلا بیل بن گیا اور اس سے بیل کی سی آواز آرہی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1569 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ کرمہ)

حضرت ہارون علیہ السلام کا قوم کو قسم دینا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے فارغ ہو گئے طور پر جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر

سے نجات دی اور فرعون کو غرق کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام ارض طیبہ میں پہنچے اللہ تعالیٰ نے وہاں ان پر من وسلویٰ نازل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس سے ملاقات کریں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے ملاقات کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم پر خلیفہ بنایا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور اس سے میعاد معلوم کیے بغیر ان سے وعدہ کر لیا کہ وہ تیس راتوں کے بعد واپس آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے دشمن سامری نے کہا:

تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے اور تمہاری اصلاح صرف خدا کرے گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو قسم دی کہ تم ایسا نہ کرو تم ایک دن اور ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور انتظار کرو اگر وہ آجائیں تو ٹھیک ورنہ پھر تم جو جی میں آئے کرنا۔ پھر دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں آئے۔ تو سامری نے پھر وہی بات کی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے دس دن اور بڑھا دیئے ہیں اور اب چالیس دن کی مدت ہو گئی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو جلد بازی کا فرمانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف غصہ ہو کر تاسف سے فرمایا تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے برے کام کیے ہیں کیا تم نے اپنے رب کے احکام آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ (الاعراف:150)

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے غضبناک ہو کر تاسف سے کہا: تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے برے کام کیے کیا تم نے اپنے رب کے احکام آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام پر ناراض ہونا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے تو انہوں نے لوگوں کے شور وشغب اور چلانے کی آوازیں سنیں اس وقت بنی اسرائیل بچھڑے کے گرد خوشی سے ناچ رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ستر (70) اسرائیلی تھے۔

آپ علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

یہ فتنہ کی آوازیں ہیں پھر جب انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا تو غضب میں آکر دائیں ہاتھ سے ان کے سر

کے بال پکڑ لیے اور بائیں ہاتھ سے ان کی داڑھی پکڑی اور کہا: اے ہارون (علیہ السلام)! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا۔ جو آپ نے میری پیروی نہ کی اور میرے حکم کی نافرمانی کی یعنی آپ نے میری اتباع میں ان پر انکار کیوں نہیں کیا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ اگر میں ان میں ہوتا تو میں ان سے قتال کرتا تو پھر آپ نے ان سے قتال کیوں نہیں کیا؟ جب یہ غیر اللہ کی عبادت کر رہے تھے تو پھر آپ کا ان کے درمیان ٹھہرے رہنا میری نافرمانی تھی آپ ان سے اسی وقت الگ کیوں نہیں ہوئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 11 ص: 151 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات کی تختیاں ڈال کر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھ گچھ کرنا

ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ (الاعراف:150)

اورانہوں نے (تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنے کے متعلق اقوال

تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنے کے متعلق علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

قاضی ناصر الدین نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب، فرط صدمہ اور حمیت دین کی وجہ سے تورات کی تختیوں کو پھینک دیا اور جب انہوں نے وہ تختیاں پھینکیں تو ان میں سے بعض ٹوٹ گئیں۔ علامہ صبغۃ اللہ آفندی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حمیت دین کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب اللہ کا احترام کیا جائے اور اس سے حفاظت کی جائے کہ وہ گر کر ٹوٹ جائے یا اس میں کوئی نقصان ہو یا اس کی بے حرمتی ہو اور صحیح بات یہ ہے کہ شدت غضب اور فرط غم کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے قابو ہو گئے اور غیر اختیاری طور پر ان کے ہاتھوں سے یہ تختیاں گر گئیں اور چونکہ ان سے ترک تحفظ صادر ہوا تھا تو اس ترک تحفظ کو تغلیظاً ڈال دینے سے تعبیر فرمایا اور ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے درجہ میں گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں کہ

یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل پر کوئی عتاب نہیں کیا گیا حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ان کے ترک تحفظ کو تغلیظاً ڈال دینے سے تعبیر فرمایا اور یہ کہا جائے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے درجہ میں گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ان آیات میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر زجر و توبیخ کی گئی ہے اور میرے نزدیک اس مقام کی تقریر یہ

ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے شرک کو دیکھا تو وہ حمیت دین کی وجہ سے سخت غضب میں آ گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ کو جلد فارغ کرنے کے لئے عجلت سے وہ الواح زمین پر رکھ دیں تا کہ وہ اپنے بھائی کا سر پکڑ سکیں جس کو قرآن مجید نے ڈالنے سے تعبیر فرمایا اور اس میں کسی وجہ سے بھی تورات کی تختیوں کی اہانت نہیں ہے اور جو طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ بعض تختیاں ٹوٹ گئیں تو وہ عجلت سے زمین پر رکھنے کی وجہ سے ٹوٹیں اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض نہ تھی اور نہ ان کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو جائے گا یہاں پر صرف دینی حمیت اور فرط غضب کی وجہ سے بہ عجلت ان تختیوں کو زمین پر رکھنا مراد ہے اور بعض علماء نے تختیوں کے ٹوٹنے کے واقعہ کا انکار کیا۔ ہر چند کہ یہ روایت مسند بزار، مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ہے۔

(روح المعانی: جز: 9 ص 66 تا 67 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات کی الواح کو زمین پر ڈال دینا ان کے شدت غضب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انسان اس قسم کا اقدام اسی وقت کرتا ہے جب وہ شدت غضب سے مدہوش ہو جائے۔

روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈالیں تو وہ ٹوٹ گئیں اس کے کل سات اجزاء تھے چھ اسی وقت اٹھا لیے گئے اور صرف ایک حصہ باقی رہ گیا جو اجزاء اٹھا لیے گئے ان میں ہر چیز کی تفصیل تھی اور جو حصہ باقی رہ گیا اس میں ہدایت اور رحمت تھی۔ اور کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی تختیاں (زمین پر) ڈال دیں۔ رہا یہ کہ انہوں نے تورات کی تختیوں کو اس طرح پھینکا کہ وہ ٹوٹ گئیں یہ قرآن مجید میں نہیں ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر سخت جرأت ہے اور اس قسم کا اقدام انبیاء کرام علیہم السلام کے لائق نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج: 5 ص: 372 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنے کی تاویلات

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر کھینچا تھا اس کی حسب ذیل چار تاویلات ہیں۔

1- کسی کے سر کو پکڑ کر کھینچنا ان کے زمانہ میں متعارف تھا جیسا کہ اب عرب کسی شخص کے اکرام اور اس کی تعظیم کے لئے اس کی داڑھی پکڑتے ہیں سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے سر کو پکڑ کر کھینچنا بہ طور اہانت نہ تھا۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو قریب کر کے ان سے رازدارانہ بات کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات کی الواح نازل کی ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا:

میرے سر اور میری داڑھی کو نہ پکڑو ورنہ آپ کے اس خفیہ بات کرنے سے بنو اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہوگی کہ آپ میری اہانت کر رہے ہیں۔

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب سے حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو گئو سالہ پرستی سے روکنے میں قرار واقعی سختی نہیں کی اور چونکہ ان کا غضب اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

4- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے احوال سنانے کے لئے ان کو اپنے قریب کیا تھا حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ ناگوار ہوا کیونکہ اس سے بنی اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے مواخذہ کر رہے ہیں اس لیے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی معذرت پیش کی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تمام اسرائیلیوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے علاوہ اگر کوئی مومن اس سے بچا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لئے بھی دعا کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لیے دعا کی کیونکہ انہوں نے شدت جذبات کی وجہ سے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا:

قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْاۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ (طٰہٰ:92تا93)

”موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب آپ نے ان کو گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو اس موقع پر میری اتباع کرنے سے آپ کو کیا چیز مانع ہوئی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔“

اس کی تلافی کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا بھی کی۔ (الجامع الاحکام القرآن)

کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا: اے ہارون (علیہ السلام) جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ علیہ السلام کو کس چیز نے منع کیا جو آپ علیہ السلام نے میری اتباع نہیں کی کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْاۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ (طٰہٰ:92تا93)

موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا۔ جو آپ نے میری پیروی نہ کی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کا سر اقدس پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا: اے میری والدہ محترمہ کے بیٹے ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ﺯﺻﻠﮯ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (الاعراف:150)

ہارون نے کہا! اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے۔

شماتت کا معنیٰ اور حکم

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

شماتت کا معنیٰ ہے دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔ (المفردات: ج:1، ص:351 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اپنے (دینی) بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور تم کو مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2514)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بری تقدیر، بختیوں کے آنے، شماتت اعداء اور سخت مصیبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6616)

حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا جواب

حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے۔ آپ علیہ السلام میری داڑھی کو نہ پکڑیں اور نہ میرے سر کو بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ علیہ السلام یہ فرمائیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَ لَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ○ (طٰہٰ:94)

ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ میری داڑھی نہ پکڑیں اور نہ میرے سر کو بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہنا کہ اے میرے رب عزوجل مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب عزوجل مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمادے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (الاعراف: 151)

موسیٰ نے دعا کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری سے پوچھ گچھ کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے فرمایا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے: قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ○ (طٰہٰ: 95)

موسیٰ نے کہا! اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے۔

سامری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب

سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول جبرائیل علیہ السلام کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو بچھڑے کے مجسمہ میں ڈال دیا میرے دل نے یہی بات بنائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ○ (طٰہٰ: 96)

سامری نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو (بچھڑے کے مجسمہ میں) ڈال دیا میرے دل نے یہی بات بنائی تھی۔

سامری کے کرتوت

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر بن عبد اللہ الہذلی سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد سامری حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا ہم نے قبطیوں کے عید کے دن ان سے بہت سے زیورات عاریتاً لیے تھے اور جو لوگ آپ کے پاس ہیں وہ جلدی جلدی ان زیورات کو بیچ کر خرچ کر رہے ہیں حالانکہ یہ فرعون کی قوم سے عاریتاً لیے تھے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں کہ ہم ان کو وہ زیورات واپس کر دیں اور ہم کو پتہ نہیں کہ آپ کے بھائی اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہو گی یا تو وہ اس کی قربانی پیش کریں گے پھر آگ اس کو کھا جائے گی اور یا ان کو صرف فقراء کے لئے وقف کر دیں گے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے ٹھیک سوچا اور ٹھیک کہا پھر آپ نے ایک منادی کو اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص کے پاس آل فرعون کے جتنے بھی زیورات ہوں وہ ہمارے پاس لے آئے وہ ان کے پاس تمام زیورات لے آئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

اے سامری! تم اس خزانے کو رکھنے کے زیادہ حق دار ہو۔ سامری نے ان زیورات پر قبضہ کر لیا اور وہ خبیث دشمن خدا، سونے کو ڈھالنے والا تھا اس نے اس سے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے ایک مٹھی بھر مٹی لی تھی اس نے اس بچھڑے کے کھوکھلے پیٹ میں وہ مٹی ڈال دی تب وہ مجسمہ بچھڑے کی سی آواز نکالنے لگا اس نے صرف ایک بار یہ آواز نکالی تھی۔

سامری نے کہا:

تیس راتوں کے بعد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں آئے تو وہ دراصل اسی کو ڈھونڈ رہے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ ؕ (طٰہٰ:88)

''سامری نے ان کے لئے بچھڑے کا بے جان مجسمہ بنا کر نکالا لوگوں سے کہا یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا معبود، موسیٰ تو بھول گئے۔''

سامری یہ کہتا تھا کہ موسیٰ تو بھول گئے تمہارا اصل خدا تو یہ ہے۔ (جامع البیان: جز:9، ص:66 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا وہ سامرہ نامی ایک بستی کی طرف منسوب تھا جس سال بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کیا گیا تھا وہ اسی سال پیدا ہوا تھا اس کی ماں نے اس کو پہاڑ کے ایک غار میں چھپا دیا تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو غذا پہنچاتے رہے تھے اسی وجہ سے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سمندر کو عبور کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے تاکہ فرعون بھی سمندر میں آ جائے تو سامری نے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے کچھ مٹی اٹھالی

تھی۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کا یہی معنیٰ ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ (طٰہٰ:95تا96)

(موسیٰ نے سامری سے) کہا! اے سامری تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی۔ پھر میں نے اس کو (بچھڑے کے پتلے میں) ڈال دیا اور میرے دل میں اسی طرح آیا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:7،ص:255 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم رازی متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیا اور فرمایا! تم جب مصر سے روانہ ہوئے تو تمہارے پاس قوم فرعون کی امانتیں تھیں اور عاریتاً لی ہوئی چیزیں تھیں اور میرا خیال ہے وہ چیزیں تمہارے پاس ہیں اور میں ان امانتوں کو اور مانگی ہوئی چیزوں کو تمہارے لیے حلال نہیں قرار دیتا۔ اب ہم وہ ان کو واپس تو نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم ان چیزوں کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں پھر حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور قوم کو حکم دیا کہ جس شخص کے پاس بھی ان امانتوں اور مانگی ہوئی چیزوں میں سے جو کچھ بھی ہے وہ اس میں لا کر ڈال دے۔ جب لوگوں نے سب کچھ ڈال دیا تو حضرت ہارون علیہ السلام نے اس میں آگ لگا دی اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لئے رہیں نہ ہمارے لیے ہوں گی۔ اور سامری کا اس قوم سے تعلق تھا جو بیل کی عبادت کرتی تھی وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا ان کا پڑوسی تھا اس نے بھی وہی مصائب اٹھائے تھے جو بنی اسرائیل نے اٹھائے تھے اس کے لئے یہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سواری کے نقش قدم کو دیکھ لیا تھا اور اس سے ایک مٹھی خاک کی اٹھالی تھی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ

تیری مٹھی میں کیا ہے۔

اس نے کہا:

میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ آپ یہ دعا نہ کریں کہ جب میں اس مٹھی کو ڈالوں تو جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ بن جائے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

تم اس کو گرا دینا اور اس کے لئے دعا کی۔

اس نے کہا:

میں بیل بنانا چاہتا ہوں۔اس نے اس گڑھے میں سے تمام لوہے، پیتل اور زیورات وغیرہ کو نکالا تو وہ ایک کھوکھلا بیل بن گیا اور اس سے بیل کی سی آواز آرہی تھی۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب سامری نے بچھڑا بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گوشت اور خون کا بنا دیا اور اس سے آواز آرہی تھی۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بہ خدا وہ بچھڑا از خود آواز نہیں نکالتا تھا لیکن اس کی مقعد سے ہوا اس کے اندر داخل ہوتی تھی اور اس کے منہ سے نکل جاتی تھی اور اس ہوا کے گزرنے سے وہ آواز پیدا ہوتی تھی۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

جب وہ آواز نکالتا تو بنی اسرائیل سجدہ میں گر جاتے اور جب وہ خاموش ہوتا تو وہ سجدہ سے اپنا سر اٹھا لیتے تھے۔

ضحاک سے روایت ہے کہ

اس نے صرف ایک بار آواز نکالی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان سے بات کرتا تھا نہ ان کی بات کا جواب دیتا تھا۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص1567 تا 1569 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری کو بچھڑے کے انجام کی خبر دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بچھڑے کے انجام کی یوں خبر بیان فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ○ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ (طٰہٰ:97تا98)

موسیٰ نے کہا اب تو یہاں سے چلا جا اب تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ مجھے مت چھونا اور تجھ سے (آخرت میں) سزا کا وعدہ ہے جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا ہم اس کو ضرور جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے تمہارا معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچھڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلانا پھر اس کے ذرات کو سمندر میں بہانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کے ٹکڑے کیے اور اس کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں بہا دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اس کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں بہادیا۔

(جامع البیان: ج:1،ص:227 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

سامری کی سزا

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ (طٰہٰ:97)

موسیٰ نے کہا! اب تو یہاں سے چلا جا اب تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ مجھے مت چھونا اور تجھ سے (آخرت میں) سزا کا وعدہ ہے جس سے تو ہر گز نہیں بچ سکے گا۔

☆ مجھے مت چھونے کی درج ذیل تفاسیر ہیں۔

1- جب کوئی شخص اس کو چھوتا تو اس کو اور چھونے والے کو دونوں کو بخار چڑھ جاتا اس لیے جب کوئی شخص اس کو چھونے کا ارادہ کرتا تو وہ خوف سے چلاتا مجھے مت چھونا۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو محلہ سے نکال دیا تھا اور اس کو کسی آبادی میں رہنے سے منع کر دیا تھا اور تمام لوگوں کو اس سے ملنے جلنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں پڑا رہتا تھا اور افسوس سے یہ کہتا رہتا تھا مجھ سے کوئی ملتا جلتا نہیں ہے اور یہی لَا مِسَاسَ کا معنیٰ ہے یعنی مجھے کوئی مس نہیں کرتا کوئی چھوتا نہیں ہے۔

3- لَا مِسَاسَ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو عورت کے مس سے محروم کر دیا گیا تھا اور اس کی نسل منقطع کر دی گئی اور جسمانی فطرت کے تقاضوں کی لذت اس سے سلب کر لی گئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو توبہ کرنے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا اے قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰی بَارِئِكُمْ (البقرہ:54)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو توبہ کے لئے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے لہٰذا تم اپنے

پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ (البقرہ:54)

سو تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

قوم کا دو صفیں بنا کر قتل کرتے کرتے ستر ہزار قتل کر دینا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو تو انہوں نے دو صفیں بنائیں ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اس کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں بہا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اس سمندر سے پانی پیو تو جو اس بچھڑے سے محبت کرتا تھا اس کی مونچھوں پر اس کے سونے کے ذرات لگ گئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑا ان کے دلوں میں پلایا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب بنی اسرائیل کو اپنی گمراہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب عزوجل رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:

اے میری قوم! تم نے بچھڑے کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو پھر انہوں نے دو صفیں بنائیں۔ ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔ (جامع البیان، ج:1، ص:227 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بری نے مجرم کو قتل کیا

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ستر ہزار افراد بلا امتیاز قتل کیے گئے اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بری نے مجرم کو قتل کیا۔

چنانچہ علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بری نے مجرم کو قتل کیا۔ (خازن: ج: 1، ص: 54)

قتل کرنے سے تاریکی اور اندھیرا کا ختم ہو جانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب عزوجل کا حکم سنایا کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو پس جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی وہ احتباء کی حالت میں بیٹھ گئے اور جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاتھوں میں خنجر پکڑ لئے انتہائی تاریکی چھا گئی پس وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حتیٰ کہ تاریکی اور اندھیرا ختم ہو گیا۔ پس ستر ہزار افراد قتل ہو چکے تھے جو قتل ہو چکا تھا اس کے لئے یہ قتل ہونا توبہ تھا اور جو باقی بچ گیا تھا اس کے لئے یہی توبہ تھی۔

(تفسیر طبری: ج: 1، ص: 329 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

خنجروں کے ساتھ قتل کیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ ایک دوسرے کو خنجروں کے ساتھ قتل کرو تو انہوں نے اسی طرح کیا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ ایک دوسرے کو خنجروں کے ساتھ قتل کرو پس انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

(درمنثور: ج: 1، ص: 190 مطبوعہ کراچی)

ہر ایک شخص نے اپنے بھائی، باپ اور بیٹے کو قتل کیا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو تو انہوں نے چھریاں اٹھالیں ہر ایک شخص اپنے بھائی، باپ اور بیٹے کو قتل کرنے لگ گیا کوئی شخص پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ کس کو قتل کر رہا ہے حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہماری توبہ کیا ہے؟ فرمایا تم ایک دوسرے کو قتل کرو پس انہوں نے چھریاں اٹھالیں ہر ایک شخص اپنے بھائی، باپ اور بیٹے کو قتل کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ کس کو قتل کر رہا ہے حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں حکم دو کہ وہ ہاتھ اٹھالیں (یعنی قتل کرنا بند کر دیں) پس جو قتل ہو گیا اس کی بخشش ہو گئی اور جو باقی ہیں ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

(درمنثور: ج: 1، ص: 190 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے قتل کے عمل کو زندہ کے لئے توبہ قرار دیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ کے تحت نقل کیا ہے فرماتے ہیں بنی اسرائیل کو سخت آزمائش کا حکم دیا گیا تو کھڑے ہوئے اور چھریوں کے ساتھ گلے کاٹنے لگے۔ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حتیٰ کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ کڑی سزا پوری ہوگئی۔ جب وہ اس حد کو پہنچ گئے تو ان کے ہاتھوں سے چھریاں گر گئیں اور قتل کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو زندہ کے لئے توبہ قرار دیا اور مقتول کے لئے شہادت قرار دیا۔ (درمنثور: ج:1 ص:189 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غمگین ہونے پر وحی فرمانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے الزہد میں اور ابن جریر نے الزہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب بنو اسرائیل کو اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ باہر نکلے اور ان کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام بھی تھے انہوں نے تلواریں چلائیں اور خنجر مارنے لگے۔ اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو فنا کر دیا۔

انہوں نے عرض کی:

اے اللہ عزوجل کے نبی ہمارے لیے دعا کیجئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بازوؤں کو پکڑا۔ ان کے قتل و غارت کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو قتل سے روک دیا۔ پس تمام نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل مقتولوں پر پریشان ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تجھے کس چیز نے غم میں مبتلا کیا ہے جو قتل ہو گیا وہ میرے پاس زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے اور جو باقی بچ گئے ہیں ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے اس ارشاد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل خوش ہو گئے۔

(تفسیر طبری: ج:1 ص:330 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل کی توبہ قبول

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جلدی جلدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سامری نے پیچھے بنی اسرائیل کے زیورات جمع کئے اور اس کا ایک ڈھانچہ تیار کیا پھر ایک مٹھی اس کے پیٹ میں ڈالی تو وہ ڈھانچہ گائے کی طرح ڈکارتا تھا۔

سامری نے لوگوں کو کہا:

یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں کہا۔

اے قوم! کیا تمہارے رب عزوجل نے تم سے عمدہ وعدہ نہیں کیا تھا پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اپنے بھائی کو سر سے پکڑا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا جو کہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا:

تیری اس فتنہ انگیزی سے کیا غرض تھی؟

اس نے کہا:

میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے نہ دیکھی۔ پس میں نے مٹھی بھر لی رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھر اس کو ڈال دیا اور اس طرح آراستہ کر دی میرے لیے میرے نفس نے یہ بات۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بچھڑے کے قریب گئے اس کو ریتی سے رگڑا وہ بچھڑا نہر کے کنارے پر تھا پس جس نے ان بچھڑے کے پجاریوں میں سے اس پانی کو پیا اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد ہو گیا۔

لوگوں نے کہا:

یا موسیٰ (علیہ السلام)! ہماری توبہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا:

تم ایک دوسرے کو قتل کرو پس انہوں نے چھریاں لے لیں۔ ہر شخص نے اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کو قتل کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی انہیں حکم دو کہ اپنے ہاتھ اٹھالیں یعنی قتل سے رک جائیں۔ جو قتل کیے گئے ہیں میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور جو باقی ہیں ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔

(مستدرک: ج:2، ص:411 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ قتال گناہوں کی معافی کا کفارہ تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی کیوں آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں میں تیری بارگاہ میں جلدی آیا۔ اے میرے رب عزوجل! تاکہ تو ناراض نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گمراہی کی خبر ملی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

یارب عزوجل! اس سامری نے تو انہیں بچھڑا بنانے کو کہا یہ تو بتا کہ اس میں روح کس نے پھونکی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

یارب عزوجل! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر لوٹے اور کہا: اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب عزوجل نے بہت عمدہ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب عزوجل کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات کے سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا۔ اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے۔ پس اسرائیلی اس بچھڑے کی عبادت پر ڈٹ گئے وہ ڈکارتا تھا اور چلتا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں یقوم انما فتنتم به...... الخ فرمایا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سامری سے اس بچھڑے کی غرض و غایت پوچھی اور فرمایا ذرا دیکھ اپنے خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا۔ ہم اس کو جلا ڈالیں گے۔ آپ علیہ السلام نے اس کو ذبح کر دیا پھر ریتی کے ساتھ اس کو رگڑ دیا پھر اسے دریا میں بکھیر دیا۔ پس ہر نہر میں اس کا پانی پہنچ گیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں سے کہا:

اس پانی سے پیو۔ انہوں نے پیا پس جو لوگ اس بچھڑے سے محبت کرتے تھے تو ان سے سونا نکلا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ (البقرہ:93)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور قوم نے اپنی گمراہی کو سمجھ لیا تو کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر جبکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خود قتل کریں انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا پس تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے (خاندان والوں کو) خود قتل کرو پس بچھڑے کی عبادت کرنے والوں اور بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں کے درمیان تلواریں چلنا شروع ہو گئیں جس نے اس جنگ میں حصہ لیا وہ شہید ہوا حتیٰ کہ پشتوں کے پشتے لگ گئے قریب تھا کہ بنی اسرائیل ہلاک ہو جاتے حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا مانگی اے

ہمارے رب عزوجل! بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ ان بقیہ لوگوں پر مہربانی فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا اوران کی توبہ قبول فرمالی۔ جو قتل ہو گیا تھا وہ شہید تھا اور جو باقی تھا اس کے لئے یہ جنگ گناہوں کی معافی کا کفارہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○...... الخ (درمنثور: ج:4،ص:800 مطبوعہ کراچی)

جو قتل ہو گئے وہ شہید قرار پائے اور جو بچ گئے ان کا کفارہ ہو چکا تھا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اس کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں بہا دیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اس سمندر سے پانی پیو تو جو اس بچھڑے سے محبت کرتا تھا اس کی مونچھوں پر اس سونے کے ذرات لگ گئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑا ان کے دلوں میں پلایا گیا تھا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب بنی اسرائیل کو اپنی گمراہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب عزوجل رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

اے میری قوم! تم نے بچھڑے کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو پھر انہوں نے دو صفیں بنائیں۔ ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کی کہ

اے رب عزوجل! اس طرح تو سارے بنی اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے۔

اے رب عزوجل! بقیہ کو معاف فرما دے۔ تب انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیا جو قتل ہو گئے وہ شہید قرار پائے اور جو بچ گئے ان کا کفارہ ہو چکا تھا۔ (جامع البیان: ج:1، ص:227 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معذرت کے لئے ستر بنی اسرائیل کو طور پر لے جانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹے اور بچھڑے کی عبادت کرنے پر بنی اسرائیل کو ملامت کی اور بچھڑے کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں ڈال دیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک افراد جن کی تعداد ستر تھی سے فرمایا۔ تم میرے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے چلو اور اپنی اس گئوسالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب عزوجل کا کلام سن لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا تم قریب آجاؤ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمکدار نور ظاہر ہوتا جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لاسکتا تھا تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے۔ جب قوم اس بادل کے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ ہم ہرگز اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو میری تصدیق کیسے کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں۔ پھر بنو اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی تھی اس پر توبہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تک کہ یہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (جامع البیان: ج: 1، ص: 232 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ستر افراد کا مرجانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی کیوں آگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ میں تیری بارگاہ میں جلدی آیا۔ اے میرے رب عزوجل! تا کہ تو ناراض نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی

گمراہی کی خبر ملی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب عزوجل! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر لوٹے اور کہا: اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب عزوجل نے بہت عمدہ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب عزوجل کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات کے سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے پس اسرائیلی اس بچھڑے کی عبادت پر ڈٹ گئے وہ ڈکارتا تھا اور چلتا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں "**یقوم انما فتنتم به**......الخ" فرمایا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سامری سے اس بچھڑے کی غرض وغایت پوچھی اور فرمایا ذرا دیکھ اپنے خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا حشر کیا ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے۔ آپ علیہ السلام نے اس کو ذبح کر دیا پھر ریتی کے ساتھ اس کو رگڑ دیا پھر اس کو دریا میں بکھیر دیا پس ہر نہر میں اس کا پانی پہنچ گیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں سے کہا:

اس پانی سے پیو انہوں نے پیا پس جو لوگ اس بچھڑے سے محبت کرتے تھے تو ان سے سونا نکلا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور قوم نے اپنی گمراہی کو سمجھ لیا تو کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر جبکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خود قتل کریں۔ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے خاندان والوں کو خود قتل کرو۔ پس بچھڑے کی عبادت کرنے والوں اور بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں کے درمیان تلواریں چلنا شروع ہو گئیں جس نے اس جنگ میں حصہ لیا وہ شہید ہوا حتیٰ کہ پشتوں کے پشتے لگ گئے قریب تھا کہ بنی اسرائیل ہلاک ہو جاتے حتیٰ کہ ان میں ستر ہزار قتل ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا مانگی اے ہمارے رب عزوجل! بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے ان بقیہ لوگوں پر مہربانی فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا اور ان کی توبہ قبول فرمائی جو قتل ہو گیا تھا وہ شہید تھا اور جو باقی تھا اس کے لیے یہ جنگ گناہوں کی معافی کا کفارہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو لے آئیں جو بچھڑے کی عبادت

سے معذرت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر افراد کا انتخاب فرمایا۔ پھر چلے تا کہ وہ بچھڑے کی عبادت پر معافی مانگیں۔ جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچے تو کہنے لگے ہم آپ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھ لیں تو نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرا۔ پس اس جرم کی پاداش میں انہیں کڑک نے آلیا وہ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رونا شروع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے میرے رب عزوجل! میں اپنی قوم کے پاس جا کر کیا کہوں گا کہ تو نے ان کے چیدہ چیدہ افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے میرے رب عزوجل! تو نے اگر انہیں ہلاک کرنا تھا تو پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی کیا تو ہمیں اس فعل کی وجہ سے ہلاک کر رہا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ ستر افراد ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش۔ اس کے ساتھ تو جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ (درمنثور: ج:4، ص 799 تا 800 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض

جب قوم کے ستر آدمی ہلاک ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے رب عزوجل! اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا کیا تو ہم میں سے ان نادانوں کے کاموں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا یہ تو تیری آزمائش تھی جس کے ذریعہ تو جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے تو ہدایت عطا فرما دیتا ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ (الاعراف:155 تا 156)

اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کر لیا تا کہ وہ ہمارے مقرر کردہ وقت (پر حاضر ہوں) پھر جب ان کو زلزلہ (یا رعد) نے گرفت میں لے لیا تو انہوں نے کہا: اے میرے رب اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا کیا تو ہم میں سے ان نادانوں کے کاموں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا یہ تو تیری صرف آزمائش تھی جس کے ذریعہ تو جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے تو ہدایت عطا فرما دیتا ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کی وحی کے ذریعے خبر دینا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کا وقت آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو ساتھ لے کر پہاڑ کی غار کی طرف چلو کیونکہ میں ہارون علیہ السلام کی روح قبض کرنے والا ہوں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے چل پڑے جب وہ غار کے پاس پہنچے تو اس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں ایک چارپائی پڑی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر لیٹ گئے اور پھر اس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

اے ہارون علیہ السلام! یہ جگہ کتنی حسین اور اچھی ہے۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام اس پر لیٹ گئے تو ان کی روح قبض کر لی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے دونوں غم زدہ حالت میں بنی اسرائیل کی طرف لوٹ آئے۔

تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے کہا:

ہارون علیہ السلام کہاں ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ان کا وصال ہو گیا ہے۔

تو انہوں نے کہا:

نہیں بلکہ تم نے انہیں قتل کر دیا ہے کیونکہ تم یہ جانتے تھے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

تم ہلاک و برباد ہو جاؤ کیا میں اپنے بھائی کو قتل کر سکتا ہوں جسے میں نے بطور وزیر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا تھا اور اگر میں ان کے قتل کا ارادہ کرتا تو کیا ان کا بیٹا مجھے چھوڑ دیتا؟

اس پر بنی اسرائیل نے کہا:

نہیں تم نے انہیں قتل کیا ہے کیونکہ تم ہماری وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے تھے۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

سو تم ستر افراد چن لو پس آپ علیہ السلام انہیں ساتھ لے کر چلے اور راستے میں دو آدمی بیمار ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے ارد گرد خط کھینچ کر حصار بنا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے اور بنی اسرائیل چلتے رہے حتیٰ کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔

تو وہاں جا کر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے ہارون علیہ السلام! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: مجھے کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ میں فوت ہوا ہوں۔

وہ کہنے لگے: اے موسیٰ علیہ السلام! جو آپ علیہ السلام چاہتے ہیں ہمارے لیے رب عزوجل سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمیں انبیاء بنا دے۔

راوی فرماتے ہیں کہ تو اس پر زلزلے نے انہیں آ پکڑا پس وہ سب گر پڑے اور وہ دو آدمی بھی گر پڑے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے یہ التجاء کرتے ہوئے اٹھے۔

لو شئت اهلكتهم من قبل و ایای اتهلكنا بما فعل السفهاء منا

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ سب اپنی قوم کی طرف انبیاء بن کر لوٹے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:89 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال

امام عبد الرحمٰن بن محمد المعروف با بن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، بشر اور بشیر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے تخت پر لیٹ گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر وفات دے دی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1573 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم کا حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق پوچھنا اور آپ علیہ السلام کا وصال فرما جانے کا بتانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو بنی اسرائیل نے ان سے پوچھا: حضرت ہارون علیہ السلام کہاں ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ان کو وصال دے دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1573 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم کا کہنا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے

بنو اسرائیل نے کہا:

آپ علیہ السلام نے ان کو قتل کیا ہے آپ علیہ السلام ان پر حسد کرتے تھے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ بہت نرمی کرتے تھے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5، ص:1573 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

ستر افراد کا حضرت ہارون علیہ السلام کی تصدیق کے لئے جانا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے وفات دینے کا بتانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
تم تصدیق کے لئے جن کو چاہو منتخب کرلو انہوں نے ستر آدمی منتخب کیے اور جب وہ اس مقررہ وقت پر پہنچے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھا اے ہارون علیہ السلام! تم کو کس نے قتل کیا ہے؟
حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:
مجھے کسی نے قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے وصال دیا ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1573 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

بنی اسرائیل کا آئندہ نافرمانی کرنے سے توبہ کرنا

تب بنی اسرائیل نے کہا:
اے موسیٰ علیہ السلام! ہم آئندہ آپ علیہ السلام کی نافرمانی نہیں کریں گے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1573 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

ستر افراد کو زلزلہ نے اپنی گرفت میں لے لیا

امام عبدالرحمٰن بن محمد المعروف بابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔
اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو منتخب کیا تاکہ وہ اپنے رب عزوجل سے دعا کریں اور انہوں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی اے اللہ عزوجل! ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جو تو نے ہم سے پہلے کسی کو نہیں دیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو وہ نعمتیں دینا اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ دعا ناگوار گزری تب ان کو ایک زلزلہ نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1574 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

بجلی کی ایک کڑک سے سب مر گئے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹے اور بچھڑے کی عبادت کرنے پر بنی اسرائیل کو ملامت کی اور بچھڑے کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں ڈال دیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک افراد جن کی تعداد

ستر ہی سے فرمایا تم میرے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے چلو اور اپنی بچھڑے کی عبادت پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب عزوجل کا کلام سن لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا تم قریب آ جاؤ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمکدار نور ظاہر ہوتا جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے۔ جب قوم اس بادل سے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ہم ہرگز اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں۔ اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو وہ میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں پھر بنی اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی تھی اس پر توبہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تک کہ یہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (جامع البیان: ج:1،ص:232 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان کو بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا جس سے وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1575 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

کیا ستر ہلاک ہونے والوں نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت کا حکم دیا تھا

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن حیان سے روایت ہے کہ

ان ستر بنی اسرائیل کو بجلی کی کڑک نے اس لیے ہلاک کیا تھا کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کا حکم دیا تھا نہ اس سے منع کیا تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1575 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے ستر کو دوبارہ زندہ فرمادیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت نوف بکالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی چنے تو آپ علیہ السلام نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف وفد بن کر چلو اور اس سے سوال کرو پس ایک سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور ایک سوال ان کا تھا پس جب وہ طور کے پاس پہنچے اور یہی وہ جگہ تھی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو انہوں نے فرمایا ارنا اللہ اے موسیٰ دکھاؤ ہمیں اللہ تعالیٰ کھلم کھلا۔ فرمایا میں بڑی حکمت والا ہوں۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے بار بار یہ سوال کر رہے ہو۔ فرمایا یہی ہمارا سوال ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کھلم کھلا کراؤ تو انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے آلیا اور وہ سب گر پڑے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں بنی اسرائیل میں سے ستر شرفاء تیرے پاس لایا ہوں سو تو انہیں ان کی طرف واپس لوٹا دے کیونکہ میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے میں بنی اسرائیل کو کیسے مطمئن کروں گا کیا وہ مجھے قتل نہیں کر دیں گے؟ پھر آپ سے کہا گیا تم اپنا مسئلہ پیش کرو تو آپ نے عرض کیا: اے میرے رب عزوجل! میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو انہیں دوبارہ زندہ کر دے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا تو اس طرح ان کا سوال اور آپ کا سوال بھی ختم ہو گیا اور اس دعوت کو اس امت کے لئے بنا دیا گیا۔ (درمنثور، ج:3،ص:413 مطبوعہ کراچی)

وہ ستر افراد عمر کے لحاظ سے تیس سال سے اوپر تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوسعید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ستر افراد عمر کے لحاظ سے تیس سال سے اوپر تھے اور چالیس سال کو ابھی نہیں پہنچے تھے اور ایسا اس لیے تھا کہ تیس سال سے اوپر کی عمر میں جہالت اور بچپنا ختم ہو جاتا ہے اور جو چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے وہ اپنی عقل اور فہم و فراست سے کوئی شئے بھی مفقود نہیں پاتا۔ (درمنثور، ج:3،ص:413 مطبوعہ کراچی)

ان ستر افراد نے بچھڑے کی پوجا سے روکا نہیں تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، ابن ابی عمر عدنی نے مسند میں، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا اس لیے کہ اگر چہ وہ بچھڑے پر رضامند نہیں تھے لیکن انہوں نے اس سے روکا نہیں تھا۔ (درمنثور، ج:3،ص:414 مطبوعہ کراچی)

وہ ستر افراد پاکیزہ لباس پہنتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ستر افراد پاکیزہ لباس پہنتے تھے۔ ایسے کپڑے جن کا سوت باکرہ عورت کاتتی تھی اور اسے بنتی تھی پھر وہ بارش والی رات کی صبح کھلے میدان کی طرف نکلتے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو قسم بخدا! اس دن اس قوم نے جو بھی مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ اس امت کو عطا فرمایا۔

(درمنثور، ج:3، ص:414 مطبوعہ کراچی)

وہ ستر افراد سیاہ خضاب لگاتے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو الاسود محمد بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ سیاہ خضاب سے پہچانے جاتے تھے۔ (درمنثور، ج:3، ص:414 مطبوعہ کراچی)

اے اللہ عزوجل! تو ہمیں وہ شے عطا فرما جو ہمارے علاوہ اور کسی کو عطا نہ فرمائے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم میں سے ستر افراد چننے کا حکم فرمایا۔ پس آپ علیہ السلام نے ستر آدمی چنے اور انہیں لے کر کھلے میدان میں نکلے اور یہ اس لیے کیا تا کہ وہ تمہارے رب عزوجل سے اس کے بارے دعا کریں جس کے بارے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ عزوجل! تو ہمیں وہ شے عطا فرما جو ہمارے بعد کسی کو عطا نہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو ناپسند فرمایا اور انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے پکڑ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجاء کی۔

لو شئت اهلكتهم من قبل واياى اتهلكنا بما فعل السفهآء منا ان هى الا فتنتك وہ کہہ رہے تھے یہ نہیں ہے مگر تیرا عذاب جسے تو چاہتا ہے اس میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو اس سے پھیر دیتا ہے۔

(تفسیر طبری، ج:9، ص:89 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا کہنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

مجھے بعض اہل علم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ہمارے درمیان کڑک حائل ہو گئی لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے ہم کلام ہو تو آپ علیہ السلام ہمیں اس کا کلام سنا دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

تم غسل کرو، صاف کپڑے پہنو اور روزے رکھو پھر وہ ان کو لے کر طور پر آئے جب بادل نے ان کو ڈھانپ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ سجدہ میں گر جائیں وہ سجدہ میں گر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام کیا اور انہوں نے اس کلام کو سنا اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کا امر کیا اور بعض چیزوں سے منع کیا انہوں نے اس کو سن کر سمجھ لیا جب بنی اسرائیل کے پاس پہنچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے تو ان لوگوں نے اس میں تحریف کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے احکام کو بدل دیا۔

(جامع البیان: ج: ۱، ص: 291 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

قوم کا تورات کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی شرط لگانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تورات کی الواح لے کر آئے اور فرمایا ان کو لو اور ان کی اطاعت کا اقرار کرو تو انہوں نے کہا جب تک اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی طرح ہم سے کلام نہیں کرے گا ہم یہ اقرار نہیں کریں گے پھر وہ بجلی کی ایک کڑک کے ذریعہ ہلاک کئے گئے اور پھر زندہ کئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پھر تورات کے قبول کرنے کے لئے فرمایا انہوں نے پھر انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ فلسطین کے پہاڑوں میں سے ایک فرسخ لمبے پہاڑ کو اکھاڑ کر سائبان کی طرح ان پر معلق کر دیں ان کے پیچھے سمندر تھا اور ان کے سامنے سے آگ آ رہی تھی ان سے کہا گیا کہ قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم تورات کے احکام پر عمل کرو گے ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر جائے گا تب انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد کیا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئے انہوں نے کروٹ کے بل سجدہ کیا تھا اور مارے خوف کے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا تو انہوں نے کہا اس سجدہ سے افضل کوئی سجدہ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جس کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا پھر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ کروٹ کے بل یعنی ایک شق پر سجدہ کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو خوب کوشش سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرو یعنی اس میں تدبر اور غور و فکر کرو اور اس کے احکام کو ضائع نہ کرو کیونکہ کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے مقتضی پر عمل کیا جائے یہ نہیں کہ ان کے معنیٰ پر غور و فکر کیے بغیر ان کی صرف تلاوت کر لی جائے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

لوگوں میں سب سے بدترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے مقصود عمل ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ص: 436 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

سوال

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب پہاڑ ان کے سروں پر معلق کر دیا گیا تو پھر ان کا تورات کو قبول کرنا جبر سے ہوا اور جبر کے ساتھ کسی کا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جبر نہیں ہے، جبر وہ ہوتا ہے جس میں انسان کا اختیار نہ ہو اور اس میں ان کا اختیار تھا وہ چاہتے تو پہاڑ کے نیچے رہنا قبول کر لیتے اور چاہتے تو تورات کو قبول کر لیتے سوانہوں نے جان بچانے کے لئے تورات کو قبول کر لیا البتہ یہ اکراہ ہے اور اکراہ وہ ہوتا ہے جس میں جان سے مارنے کی دھمکی دے کر کوئی کام کرایا جائے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں اکراہ کے ساتھ ایمان جائز ہو۔ ہماری شریعت میں بھی ابتلاءً دین میں اکراہ ممنوع تھا بعد میں جب کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور جب کافروں سے یہ کہا گیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا تو پھر دین میں اکراہ کی ممانعت منسوخ ہو گئی۔ (عنایۃ القاضی: ج:2،ص:174 مطبوعہ دار صادر بیروت)

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی شرط لگانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے قوم نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام ہم آپ علیہ السلام پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ لیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ:55)

اور جب تم نے کہا! اے موسیٰ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ لیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النساء:153)

انہوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے والے ستر افراد تھے

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا وہ ستر افراد تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا یہ وہ ستر افراد تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے منتخب کر کے لے گئے تھے پس ان کی گستاخی پر سخت کڑک نے انہیں آلیا اور وہ مر گئے پھر مرنے کے بعد انہیں زندہ کیا تا کہ اپنی اصل عمروں کو پورا

کرلیں۔(تفسیر طبری: ج:1 ص:330 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی شرط لگانے والوں کو کڑک نے آلیا

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی شرط لگائی تھی ان کو ایک کڑک نے آلیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ٥ (البقرہ:55)

سو تم کو ایک کڑک نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ (النساء:153)

تو ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو آسمانی بجلی نے پکڑ لیا۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ فرمانا

اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ٥ (البقرہ:56)

پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

بقیہ عمر کے لئے زندہ فرمادیا

قوم کو جو موت دی گئی وہ بطور سزا دی گئی بعد میں انہیں عمر پوری کرنے کے لئے زندہ فرمادیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قوم کو سزا دی گئی اللہ تعالیٰ نے بطور سزا انہیں موت دی پھر انہیں بقیہ عمریں پوری کرنے کے لئے زندہ فرمایا۔

(تفسیر طبری: ج:1 ص:336 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

احکام پر عمل کرانے کے لئے کوہ طور کو قوم کے اوپر اٹھالینا

جب قوم نے تورات کے احکام ماننے سے بار بار انکار کیا تو ان کے اوپر کوہ طور کو اٹھالیا گیا اور ان سے ان کے احکام پر عمل کرانے کے لئے پختہ عہد لیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو ارض مقدسہ میں داخل ہو کر جہاد کرنے کا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ اے میری قوم اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ۝ (المائدہ:21)

اے میری قوم! اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔

ارض مقدسہ سے مراد شام کا علاقہ ہے

جس ارض مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو داخل ہونے کا فرمایا اس سے ایک قول کے مطابق شام کا علاقہ ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ارض مقدسہ سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:13 مطبوعہ بیروت)

ارض مقدسہ سے مراد عریش سے لے کر فرات تک کا علاقہ ہے

ایک قول کے مطابق ارض مقدسہ سے مراد عریش سے لے کر فرات تک کا علاقہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

یہاں الْاَرْضَ سے مراد عریش سے لے کر فرات تک کا علاقہ ہے۔ (درمنثور: ج:2، ص:741 مطبوعہ کراچی)

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدسہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ بتانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے تو قوم نے کہا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جسموں والے لوگ ہیں اور ہم اس سرزمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ﳓ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا

فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ (المائدہ:22)

انہوں نے کہا: اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جسموں والے لوگ ہیں اور ہم اس زمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔

قوم عمالقہ جسموں میں طویل اور قوت میں سخت

جس قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ذکر کیا کہ وہ تو بہت بڑے بڑے جسموں والے ہیں وہ قوم، قوم عمالقہ تھی اور ان کے جسم طویل اور قوت میں سخت تھے جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ قوم جسموں میں ہم سے طویل اور قوت میں سخت تھے۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:15 مطبوعہ بیروت)

بجواور اس کے بچوں کا قوم عمالقہ کے ایک شخص کی آنکھ کے گڑھے میں سوئے ہوئے دیکھا جانا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بجواور اس کے بچے عمالقہ کے ایک شخص کی آنکھ کے گڑھے میں سوئے ہوئے دیکھے گئے۔

(شعب الایمان: ج:7، ص:404 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ستر اشخاص نے عمالقہ کے ایک شخص کے موزے کے نیچے سایہ حاصل کیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں حضرت ابوضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ستر آدمیوں نے عمالقہ کے ایک شخص کے موزے کے نیچے سایہ حاصل کیا۔

(در منثور: ج:2، ص:741 مطبوعہ کراچی)

قوم کے دو خوف رکھنے والے اشخاص کا قوم کو دروازے سے داخل ہونے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں سے دو اشخاص نے کہا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا کہ تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ:23)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا تم دروازہ سے ان پر

داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔

دو خوف رکھنے والوں سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رجلان سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب تھے۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان ساتھی تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے حضرت عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

رجلان سے مراد کالب اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام مراد تھے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان ساتھی تھے۔

(در منثور: ج:2، ص:743 مطبوعہ کراچی)

یہ دونوں افراد دشمن قوم سے تعلق رکھتے تھے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بن گئے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ دو افراد دشمن قوم سے تعلق رکھتے تھے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بن گئے۔

(در منثور: ج:2، ص:743 مطبوعہ کراچی)

دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر ہدایت کا انعام فرمایا دونوں کو ہدایت سے نوازا۔ یہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے۔ الخ (تفسیر طبری: ج:6، ص:214 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دونوں جبابرہ شہر میں رہتے تھے

اور دونوں جبابرہ کے شہر میں رہتے تھے۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:214 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر خوف کے ساتھ انعام کیا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان پر خوف کے ساتھ انعام کیا۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:213 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ دونوں نقیبوں میں سے تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے یہ روایت کیا ہے کہ

یہ دونوں نقیبوں میں سے تھے اور باب سے مراد جبابرہ کا شہر ہے۔ (درمنثور: ج:2، ص:743 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کے ہر قبیلہ سے ایک شخص کا عمالقہ قوم کی خبر لانے کے لئے بھیجنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے ہر قبیلہ سے ایک شخص کو عمالقہ قوم کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ علیہ السلام جبار کے شہر میں داخل ہوں آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کے قریب جا پہنچے یہ شہر اریحاء تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی کو روانہ کیا کہ وہ اس قوم کی خبر ان کے پاس لائیں۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے افراد کا باغ میں داخل ہونا اور پکڑے جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے افراد باغ میں داخل ہوئے تو باغ کا مالک پھل کاٹنے کے لئے آیا جب اس نے ان کے قدموں کے نشان دیکھے تو ایک ایک کو پکڑ کر پھل کے ساتھ ان کو بھی اپنی آستین میں رکھتا جاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے افراد شہر میں داخل ہوئے تو عمالقہ کی عصبیت جسم اور عظمت کا عجیب امر دیکھا یہ لوگ ان کے ایک باغ میں داخل ہوئے باغ کا مالک آیا تا کہ اس کی فصل کاٹے وہ پھل کاٹنے لگا اس نے ان لوگوں کے نشانات دیکھے تو ان کا پیچھا کیا جب بھی ان میں سے کسی تک پہنچتا اسے پکڑتا تو اسے بھی پھل کے ساتھ اپنی آستین میں رکھ لیتا۔

الخ (تفسیر طبری: ج:6، ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

باغ کے مالک کا پکڑے ہوئے افراد کو بادشاہ کے سامنے جا کر پھینکنا

باغ کا مالک اپنے بادشاہ کے پاس ان پکڑے ہوئے افراد کو لے گیا اور ان سب کو بادشاہ کے سامنے پھینک دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

بعد میں اپنے بادشاہ کے پاس گیا اور ان سب کو سامنے پھینک دیا۔

(تفسیر طبری: ج:6، ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کا پکڑے ہوئے افراد کو اپنی شان و شوکت بتا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجنا

بادشاہ نے ان پکڑے ہوئے افراد کو کہا تم نے ہماری شان و شوکت اور معاملہ دیکھ لیا ہے اب جاؤ اور اپنے نبی کو بتاؤ۔

بادشاہ نے کہا:

تم نے ہماری شان و شوکت اور معاملہ دیکھ لیا ہے اب جاؤ اور اپنے نبی کو بتاؤ۔

(تفسیر طبری: ج:6،ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پکڑے ہوئے افراد کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بات کو چھپانے کا فرمانا

پکڑے ہوئے افراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور تمام ماجرا سنایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم سے اس بات کو چھپاؤ۔

یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آئے جو کچھ انہوں نے عمالقہ کے متعلق دیکھا تھا اس کے بارے میں بتایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ہم سے اس بات کو چھپاؤ۔ (تفسیر طبری: ج:6،ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پکڑے ہوئے افراد کا بات ظاہر کر دینا اور تمام لشکر میں بات کا پھیل جانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم سے اس بات کو چھپاؤ تو پکڑے ہوئے افراد اپنے والد اور دوست کو بتانے لگے حتیٰ کہ یہ بات پورے لشکر میں پھیل گئی۔

تو وہ اپنے والد اور دوست کو بتانے لگے اور وہ کہتا یہ بات پوشیدہ رکھنا تو یہ بات پورے لشکر میں پھیل گئی۔

(تفسیر طبری: ج:6،ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب کا بات کو چھپانا

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب نے اس بات کو چھپایا جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھپانے کا حکم فرمایا تھا۔

صرف دو آدمیوں یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا نے بات کو چھپایا یہی وہ دو افراد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ (تفسیر طبری: ج:6،ص:209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بارہ اشخاص کس طرح پکڑے گئے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ارض مقدسہ سے مراد جبابرہ کا شہر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم وہاں پہنچی تو حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے بارہ اشخاص کو بھیجا یہی وہ نقیب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا تا کہ وہ عمالقہ کی خبر لائیں یہ لوگ چلے تو انہیں جبابرہ میں سے ایک شخص ملا تو اس نے ان سب کو اپنی اوڑھنی میں لے لیا انہیں اٹھایا حتیٰ کہ انہیں اپنے شہر میں لے آیا۔ اپنی قوم میں منادی کی لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔

لوگوں نے پوچھا:

تم کون ہو؟

ان لوگوں نے کہا:

ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں ہم اس لیے یہاں آئے ہیں تا کہ تمہاری خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچائیں جبابرہ نے ان لوگوں کو انار کا ایک دانہ دیا جو ایک آدمی کو کافی تھا۔

جبابرہ نے ان کو کہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں کہو ان کے پھلوں کا اندازہ کرلو جب یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا رب عزوجل جائے اور جنگ کرے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں جو لوگ ان میں سے خوف خدا عزوجل رکھتے تھے وہ اس شہر کے رہنے والے تھے دونوں مسلمان ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی اور دونوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی۔ فرمایا اس دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

(تفسیر طبری: ج:6، ص:213 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بارہ اشخاص کا آ کر قوم عمالقہ کی جسامت کا بتانا اور قوم کا آہ و بکا کرنا

جب بارہ اشخاص قوم عمالقہ کی خبر لے کر واپس آئے تو انہوں نے قوم کو سب بیان کر دیا اور قوم نے آہ و بکا شروع کر دی پھر جبارین کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم اس زمین میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں پر غالب ہوں گے پھر ان خبر دینے والوں نے آ کر بیان کیا کہ ان جبارین کے بہت بڑے بڑے جسم ہیں اور وہ بہت زور والے ہیں ہم تو ان کی نظر دن میں ٹڈوں کی طرح ہیں یہ سن کر بنی اسرائیل آہ و بکا کرنے لگے افسوس! ہم یہاں کیوں آ گئے۔ کاش ہم مصر ہی میں رہتے اور انہوں نے جبارین کے ساتھ لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ (جامع البیان: ج:6، ص:239 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا کہنا آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا رب عزوجل جنگ کرنے جائیں

جب بارہ اشخاص نے قوم عمالقہ کی جسامت اور قوت کی خبر قوم کو بتائی تو انہوں نے کہا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہم تو

ہر گز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا رب عزوجل اور دونوں ان سے جنگ کریں ہم تو یہیں پر بیٹھے رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝

(المائدہ:24)

انہوں نے کہا: اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ اور آپ کا رب عزوجل جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ہم وہ بات نہیں کریں گے جو بنی اسرائیل نے کہی تھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی طرف روانہ ہوئے تو مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ عرض کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پھر مشورہ طلب کیا تو انصار نے کہا: اے انصار کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا ارادہ کرتے ہیں تو انصار نے کہا ہم وہ بات نہیں کریں گے جو بنو اسرائیل نے کہی تھی اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جگر کے ٹکڑوں کو برک غماد لے جائیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے۔ (مسند احمد: ج:3،ص:188 مطبوعہ دار صادر بیروت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

کیا تم جہاد نہیں کرو گے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

کیوں نہیں! ہم وہ بات نہیں کریں گے جو بنی اسرائیل نے کی "بلکہ آپ اور آپ کا رب جائے قتال کرنے" ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جنگ کریں گے۔ (مسند احمد: ج:4،ص:184 مطبوعہ دار صادر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم وہ بات نہیں کریں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کی لیکن آپ اور آپ کا رب عزوجل جائے اور قتال کریں۔ ہم آپ کی معیت میں قتال کریں گے۔ (مسند احمد ج:4،ص:314 مطبوعہ دار صادر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو ایسے مقام پر دیکھا میں اس کے مقام پر ہوتا تو یہ مجھے ہر دوسرے مقام سے محبوب ہوتا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے خلاف دعوت دے رہے تھے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم وہ بات نہیں کریں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی بلکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنگ کریں گے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا کہ وہ اس بات کی وجہ سے چمک اٹھا اور خوش ہو گیا۔ (مستدرک حاکم: ج:3،ص:392 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں قوم کے متعلق فیصلہ کرنے کی عرض

جب قوم نے کہا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا رب عزوجل جائیں اور دونوں ان سے جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب عزوجل بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۝ (المائدہ:25)

موسیٰ نے کہا: بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا مقبول ہوگئی

جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب عزوجل! بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ ارض مقدسہ چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے لہٰذا آپ ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۝ (المائدہ:26)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے سو آپ ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تسلی کی وحی فرمانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ ہو گئے اور بنی اسرائیل کے لئے ان الفاظ میں بددعا کی۔ بددعا کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جلدی ہوئی تھی۔ جب بنی اسرائیل پر تیہ کا عذاب مسلط کر دیا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام شرمندہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

یعنی اس قوم پر غمگین نہ ہوں جنہیں آپ نے فاسق کا نام دیا ہے۔

(تفسیر طبری: ج:6، ص:217 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم چالیس سال صحراء میں بھٹکتے رہے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ شہر ان پر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا اور يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ کے بارے میں فرمایا کہ وہ چالیس سال تک اس صحراء میں بھٹکتے رہے۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:217 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم پر بستیاں حرام کر دی گئی تھیں

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

ان پر بستیاں حرام کر دی گئی تھیں وہ کسی بستی میں نہیں اترتے تھے اور نہ ہی اس پر قادر تھے وہ چالیس سال تک الحواء کا پیچھا کرتے رہے الحواء سے مراد کنویں ہیں۔ ہمارے سامنے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس سالوں میں وصال فرما گئے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے بنی اسرائیل میں سے دو افراد کے علاوہ ان کا کوئی فرد داخل نہیں ہوا بلکہ ان کی اولادیں اور وہ دو شخص داخل ہوئے جنہوں نے وہ بات جو کہی۔ (تفسیر طبری: ج:6، ص:217 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں رہے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں رہے وہ وہاں صبح کرتے جہاں انہوں نے شام کی ہوتی اور وہاں شام کرتے جہاں انہوں نے صبح کی ہوتی۔ (تفسیر طبری: ج:6،ص:223 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

میدان تیہ میں بادل ان پر پانچ یا چھ فراسخ تک سایہ کرتا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

تیہ میں بادل ان پر پانچ یا چھ فراسخ تک سایہ کرتا جب بھی وہ صبح کرتے تو چل پڑتے جب شام ہوتی تو وہ اسی جگہ ہوتے جہاں سے انہوں نے کوچ کیا ہوتا وہ چالیس سال تک ایسے ہی رہے وہ اس جگہ ہوتے ان پر من وسلویٰ نازل ہوتا ان کے کپڑے بوسیدہ نہ ہوتے ان کے ساتھ طور کا پتھر تھا جسے وہ ساتھ ساتھ اٹھائے پھرتے جب وہ کسی جگہ فروکش ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر چھڑی مارتے تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے۔ (درمنثور: ج:2،ص:747 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں شکایت

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا کہ وہ چالیس سال تک ارض مقدسہ میں داخل ہوں وہ زمین میں سرگردان پھرتے رہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہم کیا کھائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جو تم کھاؤ گے اللہ تعالیٰ وہ تمہارے پاس لائے۔

انہوں نے عرض کیا:

وہ کہاں سے ہمارے پاس آئے گا؟

ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ تم پر پکی پکائی روٹی نازل فرمائے گا۔

ان پر من نازل ہوتا تھا یہ پتلی روٹی ہوتی اور مکئی جیسی ہوتی۔

انہوں نے عرض کیا:

ہم سالن کہاں سے لیں گے؟ کیا ہم کو گوشت کا بدل ملے گا۔

ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرمائے گا۔

انہوں نے عرض کیا:
وہ کہاں سے آئے گا؟
ہوا بٹیران کے پاس لاتی جو کبوتر کی طرح موٹا پرندہ ہے۔
انہوں نے عرض کیا:
ہم لباس کیا استعمال کریں گے؟
ارشاد فرمایا:
چالیس سال تک تمہارا لباس بوسیدہ نہیں ہوگا۔
بنی اسرائیل نے عرض کیا:
ہم جوتے کیا استعمال کریں گے؟
ارشاد فرمایا:
چالیس سال تک کسی کا تسمہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔
لوگوں نے عرض کیا:
ہمارے ہاں چھوٹے بچے پیدا ہوں گے ہم انہیں کیا پہنائیں گے؟
ارشاد فرمایا:
یہ چھوٹا کپڑا اس کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔
انہوں نے عرض کی:
ہمارے لیے پانی کہاں سے آئے گا؟
ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ بندوبست فرمادے گا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا: پتھر پر اپنی چھڑی ماریں۔
انہوں نے عرض کیا:
ہم کیسے دیکھیں ہمیں تو تاریکی ڈھانپ لیتی ہے آپ علیہ السلام نے لشکر کے درمیان نور کا ایک ستون گاڑ دیا جس سے تمام لشکر روشن ہوگیا۔
انہوں نے عرض کیا:
ہم سایہ کیسے حاصل کریں گے جبکہ سورج کی دھوپ ہم پر بڑی سخت ہوتی ہے۔
ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر بادل سے سایہ فرمائے گا۔ (در منثور، ج:3، ص:747 مطبوعہ کراچی)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ارض مقدسہ کو فتح فرمانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں رہے۔ اس تیہ کے ریگستان میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ بھی فوت ہو گئے جن کی عمر چالیس سال سے زائد تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے انہیں ہمت دلائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام ہی بنی اسرائیل کے معاملات چلاتے رہے تھے انہیں کہا گیا کہ آج جمعہ کا دن ہے تو بنی اسرائیل نے مقدسہ شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کو خوف ہوا کہ اگر ہفتہ کی رات داخل ہو گئی تو وہ ہفتہ کے حکم میں داخل ہو جائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے سورج کو نداء کی اور کہا مجھے بھی حکم دیا گیا ہے اور تجھے بھی حکم دیا گیا ہے تو سورج ٹھہر گیا حتیٰ کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ آپ علیہ السلام نے وہاں ایسے اموال پائے جو پہلے کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔ لوگوں نے یہ مال آپ کے لئے رکھا مگر آسمان سے آگ نہ آئی۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا:

تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ آپ علیہ السلام نے قبائل کے سرداروں کو بلایا یہ بارہ افراد تھے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے بیعت لی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ آپ علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا:

خیانت کا مال تیرے پاس ہے اس کو نکال دے اس نے گائے کا سر نکالا جو سونے کا بنا ہوا تھا اس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں اور موتیوں کے دانت تھے اسے بھی قربانی کے مال کے ساتھ رکھ دیا گیا آگ آئی اور مال کھا گئی۔

(در منثور: ج:2، ص:746 مطبوعہ کراچی)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بیس سال سے زیادہ عمر کا جو شخص بھی میدان تیہ میں داخل ہوا وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام بھی تیہ میں فوت ہو گئے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے۔ حضرت یوشع علیہ السلام ان بنی اسرائیل کی اولاد کے ساتھ ارض مقدسہ پر حملہ آور ہوئے جبارین سے مقابلہ کیا اور اس شہر کو فتح کر لیا۔ (جامع البیان: ج:3، ص:249 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے سورج کو ٹھہرانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا اور اپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اس نے ہنوز شب زفاف نہ گزاری ہو اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ نہ جائے اور نہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہو اور اس نے ہنوز چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ دینے کا منتظر ہو پھر اس نبی نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہو اور میں بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہوں اے اللہ عزوجل! اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر روک دے پھر سورج روک دیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر انہوں نے مال غنیمت کو جمع کیا پھر اسی مال کو کھانے کے لئے ایک آگ آئی لیکن اس نے مال کو نہ کھایا۔

اس نبی نے فرمایا:

تم میں سے کسی شخص نے خیانت کی ہے سو ہر قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے پھر سب نے بیعت کی اور ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

نبی نے فرمایا:

خیانت کرنے والا تمہارے قبیلہ سے ہے لہٰذا اب تمہارا قبیلہ میری بیعت کرے انہوں نے بیعت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

نبی نے ارشاد فرمایا:

تمہارے اندر خیانت ہے بالآخر وہ گائے کے سر کے برابر سونا نکال کر لائے۔

نبی نے ارشاد فرمایا:

اس کو مال غنیمت میں اونچی جگہ پر رکھ دو پھر آگ نے آکر اس مال کو کھا لیا۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)

سو ہم سے پہلے کسی کے لئے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف اور عجز دیکھا تو ہمارے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ (صحیح مسلم، ج:3، رقم الحدیث: 1747 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج کو واپس لوٹانا

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! بے شک علی رضی اللہ عنہ تیری اطاعت اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مشغول تھے تو ان پر سورج لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 390)۔

علماء کے اقوال

حدیث رد شمس کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی کا قول

امام ابو جعفر طحاوی متوفی 321ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مبارکہ نبوت کی عظیم علامتوں میں سے ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند رکھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے سورج لوٹانے کی دعا کی اس سے نماز عصر کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ج: 3، ص: 98 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی کا قول

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے ان کی پیروی کر کے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے، لیکن امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب الشفاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس کو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردویہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سورج کو لوٹایا جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کے آنے کی خبر دی تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا اسی روز دن غروب ہو رہا تھا اور ابھی تک قافلہ نہیں آیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ساعت سورج کو روک دیا گیا۔

(القاصد الحسنہ: ص: 336 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی کا قول

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آ جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا۔ یہ حدیث منقطع ہے' لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔ اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔

اور مسند احمد کی روایت میں جو ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا اور کسی کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت عظیم معجزہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

البتہ! قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو نقل کیا ہے کہ یوم خندق کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو لوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رد شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری: ج:6، ص:222 مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے ابن عقدہ کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع میں لکھا ہے کیونکہ وہ رافضی تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

محض کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے ثقہ ہو اور غالباً اسی وجہ سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:3، ص:11 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات کا اکثر

حصہ مردود ہے حتیٰ کہ انہوں نے بکثرت احادیث صحیحہ کو بھی موضوعات میں درج کر دیا ہے۔ امام ابن الصلاح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے اور اس کی متعدد اسانید ہیں جو اس کی صحت اور صدق پر شاہد ہیں اور ان سے پہلے بکثرت آئمہ حدیث نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن شاہین اور امام ابن مندہ اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی معجم میں روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔ (نسیم الریاض: ج:3،ص:11 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی کا قول

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن جوزی نے کہا یہ موضوع ہے' لیکن ان کی خطا ہے اسی وجہ سے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث مبارکہ کو امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

احمد بن صالح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مبارکہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔ یہ حدیث مبارکہ متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس: ج:1،ص:220 مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق)

چالیس سال کے بعد بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات حاصل ہوئی

چالیس سال کے بعد بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات حاصل ہوئی۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں رہے اس عرصہ میں پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا اور جو بنی اسرائیل زندہ بچ گئے تھے انہوں نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور چالیس سال بعد بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات حاصل ہوئی۔ جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما کہتے ہوئے داخل ہونا مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور حنطۃ یا حنطۃ فی شعرۃ (گندم

گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو گندم چاہیئے۔

(الجامع لاحکام القرآن:ج:1،ص:411 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل ہونا

میدان تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے لئے دعا فرمائی تو ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیج دیا گیا۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ جبارین کے شہر میں داخل ہوں اور ان کے خلاف جہاد کریں۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا رب عزوجل ان سے جنگ کریں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ان کی اس گستاخی کی سزا کے طور پر ان کو میدان تیہ میں چالیس سال تک سرگرداں رکھا گیا۔ میدان تیہ مصر اور شام کے درمیان پانچ فرسخ کا ایک وسیع اور عریض میدان ہے۔

اس کی تفصیل اور پس منظر اس طرح ہے۔

بنی اسرائیل کا اصل وطن ملک شام تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں یہ لوگ مصر آ کر مقیم ہوئے۔ فرعون مصر کی غلامی کا دور بھی ان لوگوں نے مصر میں گزارا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں نجات عطا فرمائی فرعون سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس دوران ملک شام پر قوم عمالقہ قابض ہو چکی تھی۔ فرعون کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے ان سے اپنا وطن آزاد کرائیں۔ بنی اسرائیل جہاد کے لئے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے جب یہ عمالقہ کی حدود کے قریب پہنچے تو ان کی قوت اور طاقت کا حال سن کر ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے منہ موڑ کر واپس لوٹے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جرم کی سزا یوں دی کہ وہ اپنے گھروں تک جانے کی فکر میں دن بھر سفر کرتے۔ رات بسر کرنے کے بعد صبح کو اپنے آپ کو وہیں پاتے جہاں سے گزشتہ صبح انہوں نے سفر کا آغاز کیا ہوتا۔ اسی پریشان حالی کے عالم میں چالیس سال انہوں نے میدان تیہ میں گزار دیئے۔ اس وادی میں نہ کوئی سایہ دار درخت تھا نہ ہی کوئی عمارت، نہ ہی پینے کے لئے پانی نہ کھانے کے لئے کوئی چیز، نہ ضروریات زندگی کے دیگر لوازمات اس بے سروسامانی کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کے لئے سب سامان مہیا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دھوپ سے بچاؤ اور سایہ کے حصول کے لئے بادل بطور سائبان نازل فرما دیا۔ کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیج دیا۔

من وسلویٰ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

صحیح قول یہی ہے کہ من سے مراد ترنجبین ہے جو ایک نفیس، شیریں، ذائقہ دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح کے وقت آسمان سے اترتا اور کثیر مقدار میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر منجمد ہو جاتا تھا۔

سلویٰ کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

صحیح قول یہی ہے کہ وہ بٹیر تھا۔

بعض نے کہا:

وہ بھنا ہوا اترتا تھا۔

اور بعض کا قول ہے۔

بکثرت زندہ پرندے ان کے پاس جمع ہو جاتے تب وہ انہیں زندہ پکڑ لیتے اور ذبح کرتے تھے۔

الغرض من وسلویٰ ان کی شیریں اور نمکین غذائیں تھیں جنہیں کھاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم سے پتھر پر عصا مارا اور اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے تاریکی دور کرنے کے لئے عمودی شکل میں ایک روشنی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لباس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اس طرح دکھایا کہ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوتے نہ پھٹتے اور ان کے بچوں کے جسم کے ساتھ ساتھ بچوں کا لباس بھی بڑھتا رہتا تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:1، ص406 تا408 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

بنی اسرائیل پر من وسلویٰ کس طرح اترتا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ واقعہ (من وسلویٰ کا) صحرا میں پیش آیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کی دھوپ سے بچانے کے لئے بادل کا سایہ کر دیا انہیں من وسلویٰ کھلایا جب وہ صحراء کی طرف نکلے تھے من ان پر برف اور بادلوں کی طرح گرتا تھا اور وہ برف سے زیادہ سفید تھا اور طلوع فجر سے گرنا شروع ہوتا اور طلوع شمس تک باقی رہتا ہر شخص اپنے اس دن کی خوراک اٹھا لیتا تھا جو زیادہ اٹھاتا تھا وہ خراب ہو جاتا تھا اور اس کے پاس باقی پانی نہیں رہتا تھا حتیٰ کہ جب چھٹا دن جمعہ کا ہوتا تو جمعہ اور ساتویں دن کی خوراک بھی لے لیتے تھے وہ اضافی دن کی خوراک ان کے پاس باقی رہتی تھی تاکہ جب عید کا دن ہو تو معیشت کی طلب کا معاملہ ان کی زندگی کو مکدر نہ کرے یہ سب معاملات صحراء میں تھے۔ (درمنثور: ج:1، ص:191 مطبوعہ کراچی)

جمعہ کے دن من وسلویٰ دگنا برستا

بنی اسرائیل پر جمعہ کے دن من وسلویٰ دگنا برستا تھا جس کی تفصیل یوں ہے:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان ستر اسرائیلیوں کو زندہ کرا کر مصر میں لے گئے تو سارے اسرائیلیوں کو حکم الٰہی عزوجل پہنچایا کہ مصر سے روانہ ہو کر ملک شام کی طرف چلو کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا مدفن ہے اور وہاں بیت المقدس بھی ہے جس پر ایک

ظالم اور سخت قوم عمالقہ نے قبضہ کر رکھا ہے ان سے جہاد کر کے اس ملک سے ان کو نکالو اور وہاں ہی آباد ہو جاؤ جیسے کہ تم نے مصر کو فرعونیوں سے پاک کر دیا اس حکم میں یہ راز تھا کہ بنی اسرائیل ملک مصر میں فرعون کے عیش و آرام دیکھ چکے تھے اور اب سارے مصر کے مالک ہو گئے۔ اندیشہ تھا کہ یہ بھی فرعونیوں کی طرح عیش و آرام میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی عبادت بھول جائیں گے۔ نیز فرعون کہا کرتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام صرف یہ چاہتے ہیں کہ مجھے مصر سے نکال کر بنی اسرائیل کو یہاں کا مالک بنا دیں اگر اسرائیلی وہاں ہی رہتے تو دوسرے لوگ کہتے کہ فرعون کا خیال صحیح تھا صرف ملک گیری کے خیال سے یہ سب کچھ کیا گیا تھا اور یہ تمام باتیں دنیا حاصل کرنے کے بہانے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ اس جگہ کو چھوڑ واور فی سبیل اللہ جہاد کر کے شام کی مقدس زمین کو دشمنان دین سے خالی کرا لو۔ بنی اسرائیل مصر کی زمین سے بہت راضی تھے کیونکہ بغیر مشقت لقمہ تر ان کے ہاتھ آ گیا تھا اس لیے ان کو وہاں سے نکلنا بہت شاق گزرا۔ چار و ناچار روانہ تو ہو گئے لیکن بات بات کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کرتے تھے اور زبان درازی کر کے ان کو تنگ کرتے تھے جب مصر اور شام کے درمیان بے آب و دانہ اور تخت گرم میدان میں پہنچے جس کا نام تیہ ہے اور انہیں خبر لگی کہ جن عمالقہ قوم سے ہم جنگ کرنے جا رہے ہیں وہ سخت جنگ جو اور بہادر ہے ان کے جسم تقریباً سات سو گز کے ہیں تو جنگ سے ہمت ہار بیٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے ساتھ جا کر ان سے جنگ کریں ہم تو یہیں رہیں گے۔ رب تعالیٰ نے ان کو یہاں ہی چالیس سال کے لئے قید کر دیا یہ میدان تیہ صرف بارہ کوس میں تھا لیکن وہ اس میں ہی حیران و پریشان پھرے اور یہاں سے نکل نہ سکے اسی لیے اس کو تیہ کہتے ہیں جس کے معنی ہیں حیرانی۔ اب ان کا انتظام یہ کیا گیا کہ دن میں سفید ہلکا بادل ان پر سایہ کر کے انہیں گرمی سے بچاتا تھا اور اندھیری رات میں ایک نوری ستون اترتا تھا جس کی روشنی میں اپنا کام کاج کرتے تھے اور آفتاب نکلنے سے پیشتر نہایت لذیذ حلوہ برس جاتا تھا یعنی من جو ہر شخص کو روزانہ ایک صاع یعنی تقریباً 4 سیر ملتا تھا جو ان کو دن بھر کے لئے بخوبی کافی ہوتا اور جمعہ کے دن دگنا برستا تا کہ ہفتہ کے دن بھی کام آئے یہ لوگ شیرینی سے گھبرا گئے اور نمکین چیز کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ چنانچہ روزانہ عصر کے بعد ان کے لئے نفیس کبابوں کا انتظام کیا گیا یعنی سلویٰ جس طرح کہ ہم تفسیر میں پہلے عرض کر چکے ہیں لیکن اس میں پابندی یہ تھی کہ روز کے روز کھا لو کل کے لئے جمع نہ کرو اب بھی جس بزرگ کو دست غیب ہوتا ہے اس میں بھی یہی پابندی ہے اور جمع کرنے سے بند ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں توکل تام شرط ہے ان لوگوں سے صبر نہ ہوا اور انہوں نے کل کے لئے رکھ چھوڑا جس کا انجام یہ ہوا کہ کباب سڑنے لگے اور اس کی بو سے لوگوں کو تکلیف ہونے لگی اور اس کا آنا بند ہو گیا۔ (تفسیر نعیمی، ج:1، ص404 تا 405 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑا کرتا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ اس سے پہلے گوشت کبھی نہ سڑتا تھا

حدیث شریف میں ہے کہ

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑا کرتا اور حوا کی خیانت (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو گندم کھلا دینا) نہ ہوتی تو کوئی بھی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی اس زمانے میں اسرائیلیوں کے نہ بال بڑھتے تھے اور نہ ناخن تا کہ حجامت کی ضرورت نہ پڑے اور نہ کپڑے میلے ہوتے نہ پھٹتے تا کہ دھوبی یا درزی کی ضرورت نہ پڑے اور جو بچے پیدا ہوتے تھے ان کے جسم پر قدرتی لباس ہوتا تھا جو کھال کی طرح جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اس دوران میں بنی اسرائیل کی جو اولاد ہوتی وہ بھی قدرتی کپڑے میں لپٹی ہوئی جو بقدر جسم بڑھتا جاتا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 405 مطبوعہ کراچی)

بادل کا سایہ فگن ہونا اور من وسلویٰ کا نازل ہونا

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بادل کو سایہ فگن کیا اور ان پر من وسلویٰ کو نازل کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (البقرہ: 57)

اور ہم نے تم پر بادل کو سایہ فگن کیا اور تم پر من وسلویٰ کو نازل کیا ہم نے تم کو جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ اور (حکم عدولی کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا البتہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

من ترنجبین کے درخت پر گرتا تھا

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو من اتارا وہ ترنجبین کے درخت پر گرتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل نے عرض کیا:

اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے یہاں پانی کیسے آئے گا اور کھانا کہاں سے اترے گا پس اللہ تعالیٰ نے ان پر من اتارا اور وہ ترنجبین کے درخت پر گرتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج: 1، ص: 388 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

من آسمان سے درختوں پر گرتا تھا

بنی اسرائیل پر جو من نازل ہوتا وہ آسمان سے درختوں پر گرتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

المن آسمان سے درختوں پر گرتا تھا لوگ اس کو کھاتے تھے۔ الخ (تفسیر طبری: ج: 1، ص: 338 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

السلوٰی سے مراد بٹیر ہے

السلوٰی سے مراد بٹیر ہے۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:338 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

من سے مراد شہد کی مثل مشروب ہے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
المن سے مراد شہد کی مثل مشروب ہے جو ان پر اترتا تھا وہ اس کو پانی کے ساتھ ملاتے اور پیتے تھے۔
(تفسیر طبری: ج:1 ص:338 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

السلوٰی بٹیر کی مثل پرندہ تھا

السلوٰی بٹیر کی مثل ایک پرندہ تھا جو ان پر اترتا تھا۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ
السلوٰی بٹیر کی مثل پرندہ تھا۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:339 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

السلوٰی سرخ پرندہ تھا

السلوٰی سرخ پرندہ تھا جنوبی ہوا اس کو جمع کرتی تھی۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
السلوٰی سرخ پرندہ تھا۔ جنوبی ہوا اس کو جمع کرتی تھی۔ ایک شخص اتنی مقدار ذبح کرتا تھا جتنی اسے اس دن ضرورت ہوتی تھی اگر وہ اس سے زائد ذبح کرتا تو وہ خراب ہو جاتا تھا اور وہ باقی نہیں رہتا تھا حتیٰ کہ جب چھٹا دن جمعہ کا ہوتا تو وہ چھٹے اور ساتویں دن کا کھانا جمع کر لیتے تھے۔ (تفسیر طبری: ج:1 ص:340 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

السلوٰی کبوتر کی مثل موٹا پرندہ ہے

السلوٰی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ کبوتر کی مثل موٹا پرندہ ہے وہ ان کے پاس آتا وہ ہفتہ سے ہفتہ تک کی خوراک لے لیتے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
ان سے السلوٰی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کبوتر کی مثل موٹا پرندہ ہے وہ ان کے پاس آتا وہ ہفتہ سے ہفتہ تک

کی خوراک لے لیتے۔(تفسیر طبری: ج:1، ص:340 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

من رات کے وقت درختوں پر بنی اسرائیل کے لئے گرتا تھا

من رات کے وقت درختوں کے اوپر بنی اسرائیل کے لئے گرتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

المن رات کے وقت درختوں کے اوپر ان کے لئے گرتا تھا وہ صبح کے وقت جاتے اور جتنا چاہتے اس سے کھاتے اور السلویٰ بٹیر کی مانند ایک پرندہ تھا اس سے وہ جتنا چاہتے کھاتے تھے۔(درمنثور: ج:1، ص:192 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کے گھروں کے پاس سلویٰ بکھیر دیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گوشت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں گوشت سے کم چیز کھلاؤں گا جو زمین میں معلوم ہو پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ہوا چلائی جس نے ان کے گھروں کے پاس سلویٰ بکھیر دیا اور ایک میل لمبائی میں ایک میل چوڑائی میں اور بلندی میں نیزہ کی مقدار تھا پس انہوں نے دوسرے دن کے لئے جمع کیا تو گوشت بدبودار ہو گیا۔(درمنثور: ج:1، ص:193 مطبوعہ کراچی)

شہر کے دروازے سے جھکتے ہوئے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونے کا حکم

بنی اسرائیل کو حکم فرمایا گیا کہ جب شہر میں داخل ہوں تو دروازے سے جھکتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (البقرہ:58)

اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو حطۃ (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے۔

بنی اسرائیل کا حطۃ قول نہ کہنا اور آسمان سے عذاب نازل ہونا

جب بنی اسرائیل کو حکم فرمایا گیا کہ جب دروازے سے داخل ہوں تو حطۃ کہتے ہوئے داخل ہوں تو انہوں نے حطۃ قول نہ کہا بلکہ اس کو بدل کر کوئی اور لفظ کہا اسی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ (البقرہ:59)

سو جو قول کہنے کے لئے ان سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں نے بدل دیا پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ فسق کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے سجدہ کرنے کے بجائے سرین کے بل گھسٹتے ہوئے حنطۃ کہا

بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے دروازے سے داخل ہونا مگر انہوں نے اس حکم کے خلاف کیا اور وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور حنطۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں رہے اس عرصہ میں پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا اور جو بنی اسرائیل زندہ بچ گئے تھے انہوں نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور چالیس سال بعد بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات حاصل ہوئی جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور حطۃ (ہمارے گناہوں کو معاف فرما) کہتے ہوئے داخل ہونا مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور حنطة يا حنطة في شعرة (گندم گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو گندم چاہئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:1 ص:411 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

بنی اسرائیل نے استہزاءً حطۃ کی جگہ حنطۃ کہا

بنی اسرائیل نے استہزاءً حطۃ کی جگہ حنطۃ کہا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور استہزاءً حطۃ کی جگہ حنطۃ کہا پس فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ سے یہی مراد ہے۔ (تفسیر طبری ج:1 ص:350 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل کو فرمایا اپنے سروں کو جھکاؤ اور لا الٰہ الا اللہ کہو

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے تحت روایت ہے کہ

انہیں ارشاد فرمایا اپنے سروں کو جھکاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو۔ (تفسیر طبری: ج: ۱ ص: 346 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل کے لئے دروازہ چھوٹا کردیا گیا تھا

بنی اسرائیل کے لئے دروازہ کو چھوٹا کر دیا گیا تھا تاکہ سر جھکا کر گزریں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ حطۃ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا: داخل ہوجاؤ اور حطۃ کہو ان کے لئے دروازہ چھوٹا کر دیا گیا تھا تاکہ سر جھکا کر گزریں پھر جب انہوں نے سجدہ کیا تو حطۃ کہا۔ (تفسیر طبری: ج: ۱ ص: 344 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حطۃ کی جگہ حنطة في شعيرة کہا

بنی اسرائیل کو حطۃ کہنے کا حکم تھا مگر انہوں نے حنطة في شعيرة کہا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس دروازہ سے بنی اسرائیل کو جھک کر داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا وہ اس میں سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حطۃ کی جگہ انہوں نے حنطة في شعيرة کہا۔ (تفسیر طبری: ج: ۱ ص: 349 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حطۃ بیت المقدس کا دروازہ تھا

حطۃ بیت المقدس کا دروازہ تھا جس میں بنی اسرائیل کو داخل ہوتے ہوئے حطۃ کہنے کا حکم فرمایا گیا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

یہ بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ تھا جس میں انہیں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا اس باب کو حطہ کہا جاتا تھا۔ (تفسیر طبری: ج: ۱ ص: 344 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل پر نافرمانی کی وجہ سے طاعون کی وبا کی شکل میں آسمانی عذاب آیا

بنی اسرائیل کو حکم فرمایا گیا تھا کہ دروازے سے جھکتے ہوئے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونا ہے مگر انہوں نے نافرمانی کی جس کی وجہ سے طاعون کی وبا کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور حطۃ کی جگہ انہوں نے حنطۃ کہا تو طاعون کی وبا کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا۔ (جامع البیان: ج:1 ص:242 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

طاعون سے بنی اسرائیل کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے

طاعون سے بنی اسرائیل کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے۔

جس سے ان کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے۔ (جامع البیان: ج:1 ص:242 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بنی اسرائیل کے بیٹے طاعون سے بچ گئے

بنی اسرائیل کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے صرف ان کے بیٹے بچ گئے تھے۔

اور ان کے بیٹے بچ گئے۔ (جامع البیان: ج:1 ص:242 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تمام آباؤ اجداد طاعون کی وبا سے ہلاک ہو گئے تھے

بنی اسرائیل کے تمام آباؤ اجداد طاعون کی وبا سے ہلاک ہو گئے تھے۔

اور بنی اسرائیل میں جس فضل اور عبادت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ان کے بیٹوں میں تھا اور ان کے تمام آباؤ اجداد طاعون کی اس وباء میں ہلاک ہو گئے تھے۔ (جامع البیان: ج:1 ص:242 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہوئے تھے

طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہوئے تھے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہوئے تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:1 ص:411 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

طاعون پہلے لوگوں کا بچا ہوا عذاب ہے

حضرت سعید بن مالک، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ طاعون گندگی ہے اور تم سے پہلے جن لوگوں کو عذاب دیا گیا ان کا بچا ہوا عذاب ہے اگر کسی علاقہ میں طاعون پھیلے اور تم وہاں ہو تو وہاں سے مت نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقہ میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔

(صحیح بخاری: ج:2 ص:853 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

طاعون مومنین کے لئے رحمت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ عذاب ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس کو بھیج دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کے لئے رحمت بنا دیا جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہو اور وہ اس پر صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے اور اس کا ایمان ہو کہ اس کو وہی مصیبت پہنچے گی جو اس کی تقدیر میں ہے تو اس کو ایک شہید کا اجر ہو گا۔ (صحیح البخاری: ج:2، ص:854 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔ (صحیح البخاری: ج:1 ص:397 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

اعلانیہ بدکاری کی وجہ سے طاعون کا پھیلنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گے تو تم پر مختلف عذاب نازل ہوں گے جب قوم اعلانیہ بدکاری کرنے لگے تو اس میں طاعون پھیل جاتا ہے اور ایسے دردوں والی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں اور جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے اس میں قحط سالی، سخت مشقت اور ظالم حکومت نازل کی جاتی ہے اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ بارش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش بالکل نہ ہوتی اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ بارش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش بالکل نہ ہوتی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عہد شکنی کرتے ہیں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان کے بعض اموال کو لوٹ لیتے ہیں اور جو آئمہ اور حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے وہ آپس کی جنگوں کے خوف میں مبتلا رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ: ص:290 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف طاعون سے ہلاک ہونے والوں کو دوبارہ زندہ کر دینے کی وحی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

داوردان واسط کے قریب ایک دیہات تھا اس میں طاعون کا مرض پھیل گیا تھا پس کچھ لوگ اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور کچھ

بھاگ نکلے پس جو ٹھہرے رہے ان میں موت طاری ہوئی اور جو نکل گئے تھے وہ بچ گئے تھے۔ جب طاعون کا مرض ختم ہو گیا تو وہ واپس آ گئے پس جو لوگ باقی تھے انہوں نے کہا ہمارے بھائی ہم سے زیادہ محتاط تھے اگر ہم بھی ایسا ہی کرتے جیسا انہوں نے کیا تو ہم بھی سلامت رہتے اگر ہم طاعون کے وقوع تک باقی رہے تو ہم بھی ایسا ایسا ہی کریں گے جیسا انہوں نے کیا تھا پس آئندہ سال طاعون پھر پھیل گیا وہ تمام اکٹھے نکلے جو اپنی جگہ ٹھہرے رہے تھے اور جو بھاگ گئے تھے وہ تقریباً تیس ہزار افراد تھے وہ چلے حتیٰ کہ ایک کھلی وادی میں آئے پس وہ دو پہاڑوں کے درمیان اترے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو فرشتے بھیجے۔ ایک وادی کے اوپر کی طرف سے اور ایک نیچے کی طرف سے۔ ان فرشتوں نے انہیں ندا دی کہ مر جاؤ تو وہ مر گئے پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اسی حالت میں پڑے رہے پھر حضرت حزقیل نبی علیہ السلام ان کے پاس سے گزرے انہوں نے ان کی ہڈیاں دیکھ کر تعجب کیا اور کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو ندا دے اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے پس وہ ہڈیاں وادی کے اوپر اور نیچے سے جمع ہو گئیں حتیٰ کہ ہڈی اپنے جسم سے مل گئی وہ ایک ڈھانچے بن گئے نہ ان کا گوشت تھا اور نہ خون تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو پکارو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گوشت پہن لو تو ہڈیوں پر گوشت چڑھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان ہڈیوں کو کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کھڑا ہونے کا حکم دیتا ہے پس وہ زندہ ہو کر اٹھ پڑے پھر وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئے وہ ٹھہرے رہے جب کہ وہ کپڑے نہیں پہنتے تھے سوائے اس کے ان پر کفن تھا اس زمانہ کے لوگ انہیں پہچانتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مر گئے تھے پھر وہ ٹھہرے رہے حتیٰ کہ اس کے بعد ان کی اصل موت واقع ہوئی۔

اسباط فرماتے ہیں کہ

منصور نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

جب وہ اٹھے تو ان کی زبان پر تھا۔

سبحانك اللهم ربنا لا اله الا انت...... الخ (تفسیر طبری: ج:2، ص 701 تا 702 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا پانی طلب کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے جاری ہونا

جب قوم نے میدان تیہ میں پانی طلب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پتھر پر مارا جس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور بارہ گروہوں نے اپنا اپنا پانی لیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (البقرہ:60)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا اپنا عصا اس پتھر پر مارو تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے بے شک ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو جان لیا اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں

فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔

بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم فرمادینا

بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم فرمادیا گیا تھا جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کو طلب کیا تو آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی گئی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو جب آپ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مبارک مارا تو بارہ چشمے پانی کے پھوٹ پڑے اور ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور وہیں سے پانی پیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَطَّعْنٰـهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰـهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰـكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰـكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ (الاعراف:160)

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم کر دیا جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر من وسلویٰ نازل کیا ان پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ پانی تیہ کے صحراء میں اپنی قوم کے لئے مانگا تھا

جب قوم نے پانی طلب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ پانی تیہ کے صحراء میں اپنی قوم کے لئے مانگا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ پانی تیہ کے صحراء میں اپنی قوم کے لئے مانگا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے پتھر پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر قبیلہ کے لئے علیحدہ چشمہ تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے۔

(تفسیر طبری: ج:1، ص:353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے جاری ہوئے یہ معاملہ تیہ میں پیش آیا جبکہ وہ تیہ کے صحراء میں بھٹک رہے تھے۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا وہ طور کا تھا

جس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا اور اس سے بارہ چشمہ جاری ہو گئے وہ پتھر طور پہاڑ کا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ پانی کا مطالبہ صحراء میں کیا تھا جبکہ انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ پیاسے مر جائیں گے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا عصا پتھر پر مارنے کا حکم دیا وہ پتھر طور پہاڑ کا تھا جو وہ اپنے ساتھ اٹھا کر لائے تھے حتیٰ کہ وہ کسی جگہ میں پڑاؤ کرتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر اپنا عصا مارتے پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے ہر گروہ وہ اپنا مشرب جان لیتا اور ہر گروہ اپنے معین چشمہ سے مستفید ہوتا تھا۔ (درمنثور: ج: 1، ص: 196 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کی ناشکری

بنی اسرائیل کو رب تعالیٰ نے من وسلویٰ کی نعمت سے نوازا تھا مگر انہوں نے ناشکری کر کے کہا ہمیں زمین کی اگائی ہوئی چیزیں سبزی، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز دی جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ (البقرہ: 61)

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ ہم ہرگز ایک (قسم کے) کھانے پر صبر نہیں کریں گے سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من وسلویٰ کی بجائے) ہمیں زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ککڑی، گندم، مسور اور پیاز نکال کر دے۔ فرمایا کیا تم اچھی چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز مانگتے ہو شہر میں چلے جاؤ وہاں تم کو وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا اور ان پر ذلت اور بدحالی ڈال دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ گئے۔

مال دار شخص کو رشتہ دار کا قتل کر کے راستہ میں ڈال دینا

بنی اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا اس نے مال دار شخص کو قتل کر دیا تا کہ اس کا وارث ہو جائے اس نے اس کی لاش کو لوگوں کے راستہ میں ڈال دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا اس نے اس مال دار شخص کو قتل کر دیا تا کہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے راستہ میں ڈال دی۔ (جامع البیان: ج: 1، ص: 267 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بھتیجا نے چچا کو وراثت بٹورنے کے لئے قتل کیا

بنی اسرائیل میں ایک شخص مال دار تھا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کا ایک بھتیجا تھا جس نے چچا کو مال بٹورنے کی غرض سے قتل کیا پھر رات کو اٹھا کر ایک شخص کے دروازے پر پھینک دیا پھر صبح کو اس نے دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے قتل کر دیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کا ایک شخص بے اولاد تھا اور اس کا مال کثیر تھا اس کا بھتیجا وارث تھا اس نے چچا کو قتل کیا پھر رات کے وقت اٹھا کر ایک شخص کے دروازے پر پھینک آیا پھر صبح کے وقت قتل کا دعویٰ ان لوگوں پر خود کر دیا حتیٰ کہ آپس میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر لڑنے پر تل گئے۔ الخ (تفسیر طبری: ج:1 ص:388 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دو شہروں کے درمیان قتل ہونا اور آپس میں قتل کے الزام کے متعلق جھگڑنا

بنی اسرائیل کے دو شہر تھے جن میں سے ایک کا نام حصینہ تھا اور دوسرے کا نام خربہ تھا ان دونوں شہروں کے الگ الگ دروازے تھے جب شام ہوتی تو اپنے دروازوں کو بند کر لیتے اور جب صبح ہوتی تو شہر کی دیواروں پر کھڑے ہو کر دیکھتے کہ کوئی حادثہ تو رونما نہیں ہوا۔ ایک دن انہوں نے ایک مقتول کو دیکھا کہ شہر کی دیوار کے ساتھ پڑا ہوا ہے خربہ شہر والے حصینہ شہر والوں کی طرف آئے اور کہا تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے انہوں نے قسم اٹھا کر کہا تمہارے اس ساتھی کے خون کا ہمارے پاس کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کے دو شہر تھے ایک حصینہ تھا اور اس کے دروازے تھے اور دوسرا خربہ تھا۔ حصینہ والے شام کو اپنے شہر کے دروازے بند کر دیتے جب صبح اٹھتے تو شہر کی دیواروں پر کھڑے ہو کر دیکھتے کہ کیا شہر کے ارد گرد کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ ایک دن صبح انہوں نے دیکھا کہ ایک مقتول شہر کی دیوار کے ساتھ پڑا ہوا ہے خربہ شہر والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے اور اس کے بھائی کا جوان بیٹا اس پر رو رہا ہے کہہ رہا ہے کہ تم نے میرے چچا کو قتل کیا ہے۔

انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم شام کے وقت سے جب ہم نے دروازہ بند کیا تھا اس وقت سے ہم نے دروازہ نہیں کھولا ہے تمہارے اس ساتھی کے خون کا ہمارے پاس کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔ الخ (درمنثور: ج:1 ص:207 مطبوعہ کراچی)

عقل مند شخص کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجنے کا مشورہ دینا

جب وہ قتل کا الزام ایک دوسرے پر لگانے لگے تو ایک عقل مند شخص نے کہا تم لڑتے کیوں ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کا رسول

تمہارے درمیان موجود ہے جا کر اللہ تعالیٰ کے رسول سے پوچھ لو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

لیکن صاحب عقل لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے (جا کر اللہ تعالیٰ کے رسول سے پوچھ لو) (تفسیر طبری: ج:1، ص:388 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر تمام ماجرا ذکر کر دینا

جب عقل مند شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کو کہا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام ماجرا عرض کر دیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تمام ماجرا ذکر کیا۔

(تفسیر طبری: ج:1، ص:388 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قاتل کا پتہ لگانے کے لئے گائے کے ذبح کا حکم فرمانا

جب بنی اسرائیل والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس قاتل کا پتہ لگانے آئے تو آپ علیہ السلام نے حکم ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً (البقرہ:67)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

بنی اسرائیل والوں کا کہنا کہ آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل والوں کو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کریں تو انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا (البقرہ:67)

انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے مذاق کرنے کا کیوں کہا؟

جب بنی اسرائیل والوں کو ارشاد فرمایا گیا کہ ایک گائے کو ذبح کریں تو ان کو اس پر تعجب ہوا کہ قاتل بتلانے میں اور گائے کے ذبح کرنے میں کیا مناسبت ہے اس لیے انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کرتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا اس نے اس مالدار شخص کو قتل کر دیا تا کہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے راستہ میں ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہا۔

میرا رشتہ دار قتل کر دیا گیا اور میرے نزدیک آپ علیہ السلام کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو اس کے قاتل کا نام بتا سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں میں اعلان کیا کہ جس شخص کو بھی اس کے قاتل کا علم ہو وہ ہمارے پاس آ کر بیان کرے جب کوئی شخص نہ آیا تو وہ قاتل پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا:

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ ہمیں قاتل بتلا دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ایک گائے ذبح کریں ان کو اس پر تعجب ہوا کہ قاتل بتلانے میں اور گائے کے ذبح کرنے میں کیا مناسبت ہے اس لیے انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ (جامع البیان: ج:1، ص:267 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے مذاق کے قول پر جواب

جب بنی اسرائیل والوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کرتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ○ (البقرہ:67)

موسیٰ نے کہا! میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔

بنی اسرائیل کا گائے کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا

بنی اسرائیل نے کہا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ گائے کیسی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ط (البقرہ:68)

انہوں نے کہا! آپ ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ (گائے) ایسے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو گائے کی کیفیت کا بتانا

جب بنی اسرائیل نے کہا ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ گائے کیسی ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا ان کے درمیان متوسط عمر

کی ہے لہٰذا جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ (البقرہ:68)

موسیٰ نے کہا! بے شک وہ فرماتا ہے کہ بالتحقیق وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا ان کے درمیان متوسط عمر کی ہے سو تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاؤ۔

بنی اسرائیل کا دوبارہ گائے کے رنگ کے متعلق سوال کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا ان کے درمیان متوسط عمر کی ہے تو انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہمارے لیے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان فرمائے کہ اس کا رنگ کیسا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ (البقرہ:69)

انہوں نے کہا! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو گائے کے چمکدار زرد رنگ کا جواب دینا

جب بنی اسرائیل نے کہا آپ علیہ السلام ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ بالتحقیق چمکدار زرد رنگ کی گائے ہے دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ (البقرہ:69)

موسیٰ نے کہا! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بالتحقیق وہ چمکدار زرد رنگ کی گائے ہے دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کے اوصاف کے متعلق سوال کرنا

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ سوال کیا کہ آپ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس گائے کے اوصاف کیسے ہیں ہم پر گائے مشتبہ ہوگئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ:70)

انہوں نے کہا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کے اوصاف کیسے ہیں؟

بے شک ہم پر گائے مشتبہ ہو گئی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو گائے کے اوصاف بتانا

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ آپ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس گائے کے اوصاف کیسے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے بالتحقیق وہ گائے ایسی ہے جو نہ تو محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہے اور نہ وہ کھیتی میں پانی دیتی ہے وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَاؕ

(البقرہ:71)

موسیٰ نے کہا! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بالتحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیتی میں پانی دیتی ہے وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے۔

بنی اسرائیل کا کہنا اب آپ علیہ السلام نے ٹھیک بات بتائی ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیان فرما دیا کہ بالتحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیتی میں پانی دیتی ہے وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے تو وہ پکار اٹھے کہ اب آپ علیہ السلام نے ٹھیک بات بتائی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّؕ (البقرہ:71)

وہ پکار اٹھے کہ اب آپ نے ٹھیک بات بتائی ہے۔

صفات مذکورہ کی گائے کو بنی اسرائیل کا تلاش کر لینا

جب بنی اسرائیل نے سوال کر کے گائے کی صفات کا پوچھ لیا تو انہوں نے صفات مذکورہ کی گائے کو ایک شخص کے پاس پا لیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کی ایک عبادت گاہ تھی جس کے بارہ دروازے تھے ہر قبیلہ کا ایک علیحدہ دروازہ تھا جس کے ذریعہ وہ عبادت گاہ میں داخل ہوتے اور نکلتے تھے پس ایک قبیلہ کے دروازہ پر مقتول پایا گیا جو ایک قبیلہ کے دروازے پر قتل کیا گیا تھا اور پھر اس

کو دوسرے دروازے پر گھسیٹ کر ڈالا گیا تھا دونوں قبیلوں والے آپس میں لڑنے لگے۔ ایک قبیلہ کہتا تم نے اس کو قتل کیا ہے دوسرا کہتا تم نے قتل کیا ہے اور پھر گھسیٹ کر ہمارے دروازے پر لے آئے ہو وہ جھگڑا کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ ...... وہ گائے کی تلاش میں نکلے تو ملی مشکل ہوگئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی۔ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ○

اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو گائے کو نہ پاسکتے۔ وہ گائے اس وقت تین دینار کی تھی اگر وہ ادنیٰ سی گائے لے لیتے اور اس کو ذبح کر دیتے تو ان کو کفایت کر جاتی لیکن انہوں نے جب سختی کی تو ان پر سختی کی گئی وہ گائے تلاش کرنے گئے تو اس مذکورہ صفات پر گائے ایک شخص کے پاس پائی۔ (درمنثور: ج:1، ص:210 مطبوعہ کراچی)

گائے والے کا سو دینار مانگنا اور ان کا تین دینار کہہ کر لینے سے انکار کرنا

جب بنی اسرائیل نے گائے کے مالک سے گائے کے بیچنے کا کہا تو اس نے کہا میں سو دینار میں بیچوں گا تو انہوں نے کہا یہ تو تین دینار کی ہے پھر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے اس سے بیچنے کو کہا۔

تو اس نے کہا:

میں سو دینار میں بیچوں گا۔

انہوں نے کہا:

یہ تین دینار کی ہے انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ الخ (درمنثور: ج:1، ص:209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کا دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹنا اور آپ علیہ السلام کا معاملہ گائے کے مالک پر چھوڑ دینا

جب بنی اسرائیل نے گائے کے مالک سے گائے لینے سے انکار کر دیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ گئے اور عرض کی ہم نے مذکورہ صفات والی گائے ایک شخص کے پاس دیکھی ہے لیکن وہ سو دینار سے کم میں نہیں دیتا حالانکہ وہ گائے حقیقت میں تین دینار کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس کا مالک ہی اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بیچ دے چاہے تو نہ بیچے اس کی مرضی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ

ہم نے مذکورہ صفات والی گائے ایک شخص کے پاس دیکھی ہے لیکن وہ سو دینار سے کم میں نہیں دیتا جبکہ وہ گائے حقیقت میں تین دینار کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اس کا مالک ہی اس کے متعلق بہتر جانتا ہے اگر وہ چاہے تو بیچے چاہے تو نہ بیچے۔ (درمنثور، ج:1،ص209 تا210 مطبوعہ کراچی)

گائے کے مالک کے پاس دوبارہ جانا اور اس کا دوسو دینار سے کم نہ بیچنے کا کہنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیچنے کا معاملہ گائے کے مالک پر چھوڑ دیا تو وہ دوبارہ گائے کے مالک کے پاس پہنچ گئے اور اس کو کہا ہم سو دینار میں لیتے ہیں اس نے کہا اب میں دوسو دینار سے کم میں نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا تو نے تو پہلے ہمیں سو دینار پر بیچی تھی اور تو راضی بھی ہو گیا تھا اور ہم نے وہ لے بھی لی تھی اس گائے کے مالک نے کہا اب میں دوسو دینار سے کچھ بھی کم نہیں کروں گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

وہ پھر اس شخص کے پاس گئے اور کہا کہ ہم سو دینار میں لیتے ہیں۔

اس نے کہا:

میں اب دوسو دینار سے کم میں نہیں دوں گا۔

انہوں نے کہا:

سبحان اللہ! تو نے پہلے سو دینار پر ہمیں بیچی تھی اور تو راضی ہو گیا تھا پس ہم نے وہ لے لی تھی۔

اس نے کہا:

نہیں میں دوسو دینار سے کچھ بھی کم نہیں کروں گا انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ (درمنثور، ج:1،ص209 تا210 مطبوعہ کراچی)

دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا اور آپ علیہ السلام کا معاملہ گائے کے مالک پر چھوڑ دینا

جب بنی اسرائیل والوں کا گائے کا سودا ایک سو دینار پر نہ ہوا تو وہ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آئے اور عرض کی پہلے اس نے ہمیں ایک سو دینار میں دی تھی مگر اب جب ہم لوٹ کر گئے ہیں تو دوسو دینار سے کم بیچتا ہی نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ زیادہ جانتا ہے اگر چاہے تو بیچے چاہے تو نہ بیچے اس کی مرضی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور بتایا کہ پہلے اس نے سو دینار میں ہمیں دی تھی لیکن اب ہم لوٹ کر گئے ہیں تو وہ کہتا ہے میں دوسو دینار سے کم میں نہیں دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وہ زیادہ جانتا ہے اگر چاہے تو بیچے چاہے تو نہ بیچے۔ (درمنثور: ج: 1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

گائے کے مالک کے پاس دوبارہ خرید نے جانا اور اس کا چار سو سے کم دینار پر نہ بیچنے کا کہنا

جب بنی اسرائیل دوبارہ گائے کے مالک کے پاس گئے کہ ہمیں دو سو دینار پر گائے دے دو تو اس نے کہا اب میں چار سو سے کم دینار پر نہیں بیچوں گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پھر بنی اسرائیل واپس پلٹے اور کہا:

ہم دو سو دینار میں لیتے ہیں۔

اس نے کہا:

اب میں چار سو دینار سے کم نہیں لوں گا۔

انہوں نے کہا:

بھائی! تو نے دو سو دینار میں بیچی تھی اور ہم نے لے لی تھی۔

اس نے کہا:

میں چار سو سے کم میں نہیں دوں گا۔ (درمنثور: ج: 1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

بنی اسرائیل کا دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا اور آپ علیہ السلام کا معاملہ کو گائے کے مالک پر چھوڑ دینا

جب گائے کے مالک سے دو سو دینار پر بھی سودا نہ ہوا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آئے اور معاملہ عرض کیا: آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ مالک بہتر جانتا ہے چاہے تو اس کو فروخت کر دے چاہے تو نہ کرے اس کی مرضی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور بتایا کہ ہم نے دو سو دینار اسے دیئے لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ میں چار سو سے کم میں نہیں دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وہ مالک ہے زیادہ جانتا ہے چاہے تو فروخت کرے چاہے تو نہ کرے۔ (درمنثور: ج: 1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

گائے کے مالک کے پاس دوبارہ خرید نے جانا اور اس کا آٹھ سو دینار سے کم نہ بیچنے کا کہنا

بنی اسرائیل گائے والے کے پاس دوبارہ گئے اور اسے کہا ہم آپ سے چار سو دینار میں خریدتے ہیں تو اس نے کہا اب

میں آٹھ سو دینار سے کم میں نہیں بیچوں گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پھر وہ لوٹ کر آئے اور کہا:

ہم چار سو دینار میں لیتے ہیں۔

اس نے کہا: میں اب آٹھ سو دینار سے کم میں نہیں بیچوں گا۔ (درمنثور: ج:1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

بالآخر کھال بھر سونے کے برابر گائے خریدنا

بنی اسرائیل بار بار گائے کے مالک اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان رہے حتیٰ کہ انہوں نے کھال بھر سونے کے برابر گائے کو خرید لیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

وہ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس شخص کے درمیان گھومتے رہے جب وہ واپس آتے تو وہ شخص قیمت دوگنا کر دیتا حتیٰ کہ اس نے کہا میں اس کی کھال بھر سونے کے برابر بیچوں گا انہوں نے وہ خرید لی۔

(درمنثور: ج:1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

گائے کو ذبح کر کے اس کی ران کا گوشت میت کو مارنا اور اس کا زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دینا

جب بنی اسرائیل نے گائے خرید لی تو اس کو ذبح کیا اور اس گائے کی ران کا گوشت میت کو مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتایا کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اس گائے کو ذبح کیا اور اس کی ران کا گوشت میت کو مارا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتایا کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے۔

(درمنثور: ج:1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

قاتل نے قتل مال بٹورنے اور مقتول کی بیٹی سے شادی کرنے کے لئے کیا

جس نے قتل کیا وہ مقتول کا بھتیجا تھا وہ بہت مال دار تھا اس کی صرف ایک بیٹی تھی اس شخص نے سوچا کہ چچا کو قتل کر کے مال کا وارث بھی ہو جاؤں گا اور اس کی بیٹی سے بھی شادی کر لوں گا چنانچہ اس لالچ کی وجہ سے اس نے اپنے چچا کو قتل کیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

وہ ایک شخص کا چچا تھا جو بہت مال دار تھا اور اس کی صرف ایک بیٹی تھی اس شخص نے سوچا کہ چچا کو قتل کر کے اس کے مال کا وارث بن جاؤں اور اس کی بیٹی سے شادی کر لوں اس نے چچا کو قتل کیا تو وہ کسی چیز کا وارث نہ بنا۔

(درمنثور: ج:1، ص209 تا 210 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مقدسہ سے قاتل مقتول کی میراث کا وارث نہ ہونے کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مقدسہ سے ہی یہ حکم جاری وساری ہے کہ قاتل مقتول کی میراث کا وارث نہیں بنتا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اس وقت سے قاتل میراث کا وارث نہیں ہوتا۔ (درمنثور: ج:1 ص209 تا210 مطبوعہ کراچی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گائے کے مالک کو بلا کر گائے کی شان کا پوچھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گائے کی تو بڑی شان ہے اس کے مالک کو بلاؤ جب مالک آ گیا تو آپ علیہ السلام کو گائے کے مالک نے تمام ماجرا سنایا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اس گائے کی بڑی شان ہے اس کے مالک کو میرے پاس بلاؤ وہ اس کو بلا کر لے آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گائے کے متعلق پوچھا۔

اس نے کہا: ہاں! اس کی بڑی شان ہے۔ میں بازار میں خرید وفروخت کرتا تھا ایک شخص نے مجھ سے اس مال کا سودا کیا جو میرے پاس تھا میں نے اس کو وہ فروخت کر دیا اور مجھے اس مال سے بہت زیادہ منافع کی امید تھی میں وہ سامان لینے گھر گیا جو میں نے دوسرے شخص کو فروخت کیا تھا تو چابی میری والدہ محترمہ کے سر کے نیچے پڑی ہوئی تھی میں نے اس کو نیند سے بیدار کرنا امر رب کے خلاف سمجھا۔ میں اس شخص کی طرف لوٹ آیا اور میں نے کہا میرے اور تیرے درمیان جو بیع ہوئی تھی وہ ختم وہ شخص چلا گیا پھر جب میں گھر لوٹا تو میری یہ گائے پیدا ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کی محبت ڈال دی پس میرے نزدیک اس سے کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (درمنثور: ج:1 ص209 تا210 مطبوعہ کراچی)

گائے کے مالک کو والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا صلہ ملا

جب گائے کے مالک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام ماجرا سنا دیا تو اس کو فرمایا گیا یہ تجھے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وجہ سے عطا فرمایا گیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اس کو کہا گیا کہ یہ تجھے اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے کی وجہ سے عطا فرمایا گیا ہے۔

(درمنثور: ج:1 ص209 تا210 مطبوعہ کراچی)

والدین سے حسن سلوک کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا پسندیدہ اور مقبول عمل ہے جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو

اجر عظیم عطا فرماتا ہے جو والدین کو راضی کرتا ہے گویا کہ وہ رب تعالیٰ کو راضی کرتا ہے اور جس سے رب تعالیٰ راضی ہو جائے تو اس کی دنیا و آخرت دونوں کامیاب ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ :1

امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری متوفی 656ھ بیان فرماتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نماز کو وقت پر ادا کرنا۔

میں نے استفسار کیا۔

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر کون سا عمل؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ :2

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر جہاد کی اجازت طلب کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔

اس نے عرض کیا:

ہاں! (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ :3

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشورہ کے لئے آیا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟

اس نے عرض کیا:

ہاں! (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے ساتھ چمٹے رہو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت نہیں ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک ہے؟

اس نے عرض کیا:

میری والدہ محترمہ ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے ساتھ نیکی کی زیادہ کوشش کرو جب تم یہ کرلو گے تو تم حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہو گے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو طلاق دے دو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اس کے لئے طوبیٰ (جنت کا ایک سایہ دار درخت) ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں زیادتی کرتا ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا؟ کس کی؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پایا اس کے باوجود وہ جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:8

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے فرمایا:
آمین! آمین! آمین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ نیکی کیے بغیر مر گیا وہ دوزخ میں جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کردے۔ کہیئے آمین تو میں نے کہا آمین۔ پھر کہا۔ یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور مر گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی (یعنی اس نے روزے نہیں رکھے) وہ دوزخ میں داخل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کردے کہیئے آمین! تو میں نے کہا آمین۔ اور جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے وہ دوزخ میں جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کردے کہیئے آمین۔ تو میں نے کہا آمین۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین شخص سفر کر رہے تھے ان کو بارش نے آلیا انہوں نے پہاڑ کے اندر ایک غار میں پناہ لی۔ غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر آ گری اور غار کا منہ بند ہو گیا پھر انہوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ تم نے جو نیک عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہوں ان

کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھول دے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ عزوجل میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میری ایک چھوٹی بچی تھی میں جب شام کو آتا تو بکری کا دودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنی بچی کو پلاتا۔ ایک دن مجھے دیر ہوگئی میں حسبِ معمول دودھ لے کر ماں باپ کے پاس گیا وہ سو چکے تھے میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور ان کے دودھ دینے سے پہلے اپنی بچی کو دودھ دینا ناپسند کیا۔ بچی رات بھر بھوک سے میرے قدموں میں روتی رہی اور میں صبح تک دودھ لے کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا۔ اے اللہ عزوجل! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے یہ فعل صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے اتنی کشادگی کردے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں اللہ عزوجل نے ان کے لئے کشادگی کردی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا! پھر کون! ارشاد فرمایا: تمہارا والد!

(حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے کیا اس کی کوئی توبہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا۔ کہنے لگا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ماں باپ کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی کر سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو، کسی کے ساتھ ان کے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:14

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: سنو اور جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرماتے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین اشخاص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا 1-ماں باپ کا نافرمان، 2-عادی شرابی، 3-کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں فرمائے گا 1-ماں باپ کا نافرمان، 2-دیوث، 3-اور جو عورت مردوں کی مشابہت کرے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:16

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ سو میل کی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی اپنے کام کا احسان جتانے والے کو، ماں باپ کے نافرمان کو اور عادی شرابی کو یہ خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:17

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل 1-ماں باپ کا نافرمان، 2-احسان جتانے والا، 3-اور تقدیر کو

جھٹلانے والا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ 18:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی شخص اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا۔ ارشاد فرمایا: وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ 19:

حضرت عمرو بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھتا ہوں، اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں، رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اس عمل پر فوت ہو گیا وہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا: بہ شرطیکہ اس نے ماں باپ کی نافرمانی نہ کی ہو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ 20:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر تین بار لعنت بھیجتا ہے اور ہر ایک کو ایسی لعنت بھیجتا ہے جو اس کو کافی ہے۔ قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے، قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے، قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے۔ غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والا ملعون ہے، اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ملعون ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ 21:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا ایک جوان آدمی قریب المرگ ہے اس سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ نماز پڑھتا تھا؟

اس نے عرض کیا:

ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جوان کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا: کہولا الٰہ الا اللہ۔ اس نے کہا: مجھ سے نہیں پڑھا جا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا۔ کسی نے کہا یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اس کی والدہ زندہ ہے؟

لوگوں نے عرض کیا:

ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو بلاؤ وہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

یہ تمہارا بیٹا ہے؟

اس نے عرض کیا:

ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ بتاؤ اگر آگ جلائی جائے اور تم سے یہ کہا جائے کہ اگر تم شفاعت کرو تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو کیا تم شفاعت کرو گی؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں اس کی شفاعت کروں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تب تم اللہ تعالیٰ کو گواہ کرو اور مجھے گواہ کر کے کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو۔

اس عورت نے عرض کیا:

اے اللہ عزوجل! میں تجھے گواہ کرتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! اب کہو!

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله

تو اس لڑکے نے کلمہ پڑھا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کو میری وجہ سے آگ سے نجات دی۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص314 تا333 مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

گائے کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم پر مارنے کا حکم

قاتل کا پتہ لگانے کے لئے حکم فرمایا گیا تھا کہ گائے کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم پر مارو جس سے وہ زندہ ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:72 تا73)

اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم ایک دوسرے کو اس قتل میں ملوث کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس کو تم چھپاتے تھے سو ہم نے کہا اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

قاتل کو قتل کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا

قاتل وہ شخص تھا جس نے قتل ہونے والے کے قتل کا مطالبہ کیا تھا جب مقتول نے سب کچھ بتا دیا تو اس برے عمل کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو العالیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا اس نے اس مالدار شخص کو قتل کر دیا تاکہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے راستہ میں ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہا۔ میرا رشتہ دار قتل کر دیا گیا اور میرے نزدیک آپ علیہ السلام کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو اس کے قاتل کا نام بتا سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں میں اعلان کیا کہ جس شخص کو بھی اس کے قاتل کا علم ہو وہ ہمارے پاس آ کر بیان کرے۔ جب کوئی شخص نہ آیا تو وہ قاتل پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ ہمیں قاتل بتلا دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایک گائے ذبح کریں ان کو اس پر تعجب ہوا کہ قاتل بتلانے میں اور گائے کے ذبح کرنے میں کیا مشابہت ہے۔ اس لیے انہوں نے کہا: آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے معلوم کریں کہ وہ کیسی گائے ہے؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا۔

انہوں نے پھر عرض کیا:

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ فرمائے اس کا رنگ کیسا ہو؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ شوخ زرد رنگ کی گائے ہو جو دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہو۔

انہوں نے پھر عرض کیا:

آپ علیہ السلام معلوم کریں اس کی صفت کیسی ہو؟ یہ گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور ان شاء اللہ ہم ہدایت پا جائیں گے۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وہ گائے محنت کے کام نہ کرتی ہو نہ ہل چلاتی ہو نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو اور وہ صحیح سالم اور بے داغ ہو۔

انہوں نے کہا: اب آپ علیہ السلام نے پوری بات بتائی ہے پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے والے نہ تھے۔ جس وقت ان لوگوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اگر یہ اسی وقت کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے سوالات کر کے گائے میں قیودات لگوائیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی اور اگر یہ آخر میں ان شاء اللہ نہ کہتے تو یہ اس گائے کی طرف کبھی بھی ہدایت نہ پاتے جس گائے کا انہوں نے تعین کیا تھا وہ صرف ایک بوڑھی عورت کے پاس تھی جس کے یتیم بچے تھے جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ اس گائے کے علاوہ اور کسی گائے کو ذبح نہیں کریں گے تو اس نے اس گائے کی قیمت بہت بڑھا دی۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا وہ عورت بہت زیادہ قیمت مانگ رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تم نے خود اپنے اوپر سختی کی ہے اب اس کی منہ مانگی قیمت دو انہوں نے وہ قیمت ادا کر کے گائے کو خریدا اور اس کو ذبح کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کی ہڈی لے کر مقتول کے جسم پر مارو جب مقتول پر گائے کی ہڈی ماری گئی تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا نام بتا دیا اور پھر مر گیا اور قاتل وہی شخص تھا جس نے اس کے قاتل کا مطالبہ کیا تھا اس کو اس برے عمل کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔ (جامع البیان: ج: 1 ص: 267 تا 268 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

وراثت سے محروم کا سب سے پہلا فیصلہ

سب سے پہلا فیصلہ جو کیا گیا کہ قاتل وارث نہ ہوگا یہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے متعلق تھا۔

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلا فیصلہ جو کیا گیا کہ قاتل وارث نہ ہوگا یہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے متعلق تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ج:9، ص:405)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے جس قاتل کو میراث سے روکا گیا وہ گائے والا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:7، ص:263 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

بھتیجے کو وراثت سے کچھ نہ دیا گیا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص بے اولاد تھا اور اس کا مال کثیر تھا اس کا بھتیجا وارث تھا اس نے چچا کو قتل کیا پھر رات کے وقت اٹھا کر ایک شخص کے دروازے پر پھینک آیا پھر صبح کے وقت قتل کا دعویٰ ان لوگوں پر خود کر دیا حتیٰ کہ آپس میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر لڑنے پر تل گئے لیکن صاحب عقل لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو؟ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تمام ماجرا ذکر کیا۔

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًاؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۝

ارشاد فرمایا کہ

اگر وہ اعتراض نہ کرتے میں کوئی گائے جائز قرار دے دیتا لیکن انہوں نے شدت اختیار کی تو ان پر شدت کی گئی حتیٰ کہ وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا پس انہوں نے وہ گائے ایک شخص کے پاس پائی لیکن صرف وہ ایک ہی گائے تھی۔

اس شخص نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس کے مقابلہ میں جلد بھر سونا سے کم نہیں لوں گا پس انہوں نے وہ گائے خرید کر ذبح کی پھر اس کا گوشت اس میت کو مارا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں نے اس سے پوچھا۔

تجھے کس نے قتل کیا ہے۔

اس نے کہا۔

میرے بھائی کے بیٹے نے۔ پھر وہ مر گیا۔

پس اس کے مال سے بھتیجے کو کچھ نہ دیا گیا اور ابھی تک قاتل کو وراثت نہیں ملتی۔

(تفسیر طبری: ج:1،ص:388 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل نے کثرت سوال کی وجہ سے خود پر شدت کی

بنی اسرائیل نے کثرت سوال کی وجہ سے خود پر شدت کی۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر بنی اسرائیل ادنیٰ سی گائے لے لیتے اور ذبح کر دیتے تو وہ ان کو کفایت کر جاتی لیکن انہوں نے شدت کی اگر وہ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ نہ کہتے تو وہ گائے کو نہ پا سکتے۔ (سنن سعید بن منصور: ج:7،ص:26 مطبوعہ دار الصمعی بیروت)

اگر بنی اسرائیل ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک ان کے لئے گائے ظاہر نہ ہوتی

اگر بنی اسرائیل ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک ان کے لئے کبھی بھی گائے ظاہر نہ ہوتی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انہیں ایک ادنیٰ سی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے شدت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدت فرمائی اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک ان کے لئے گائے ظاہر نہ ہوتی۔ (تفسیر طبری: ج:1،ص:401 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل نے جب شدت اختیار کی تو ان پر شدت کی گئی

جب بنی اسرائیل نے شدت اختیار کی تو ان پر شدت فرمائی گئی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہمیں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے قوم (بنی اسرائیل) کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے جب شدت اختیار کی تو ان پر شدت کی گئی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی گائے ظاہر نہ ہوتی۔ (تفسیر طبری: ج:1،ص:401 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر بنی اسرائیل ادنیٰ سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کو کفایت کرتی

اگر بنی اسرائیل ادنیٰ سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کو کفایت کرتی مگر انہوں نے شدت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بطور تلبیس سوال کیے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر شدت فرمائی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اگر وہ کوئی ادنیٰ سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کو کفایت کرتی مگر انہوں نے شدت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بطور تلبیس سوال کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدت فرمائی۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:400 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مقتول صرف قاتل کا نام بتا کر دوبارہ فوت ہو گیا

مقتول نے صرف قاتل کا نام بتایا تھا اس کے بعد وہ دوبارہ فوت ہو گیا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے گائے کی ران اس میت کو ماری تو وہ زندہ ہو گیا اس نے صرف اتنی بات کی کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے پھر وہ دوبارہ فوت ہو گیا۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:415 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مقتول زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا تھا

جب گائے کی ران مقتول کو ماری گئی تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

گائے کی ران میت کو ماری تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اس نے کہا مجھے فلاں نے قتل کیا ہے پھر وہ مر گیا۔

(تفسیر طبری: ج:1، ص:414 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنی اسرائیل نے کندھوں کے درمیان کا گوشت مارا

بنی اسرائیل نے مقتول کو کندھوں کے درمیان کا گوشت مارا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل نے کندھوں کے درمیان کا گوشت مارا۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:415 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے میت کی روح لوٹا دی

جب بنی اسرائیل نے ایک ہڈی لے کر مقتول پر ماری تو اللہ تعالیٰ نے میت کی روح لوٹا دی اس نے اپنے قاتل کا نام بتایا پھر فوت ہو گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک ہڈی لے کر مقتول پر ماریں تو انہوں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے میت کی روح لوٹا دی اس نے اپنے قاتل کا نام بتایا پھر فوت ہو گیا۔ (تفسیر طبری: ج: 1، ص: 415 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دونوں شہروں کے لوگ جمع ہوئے پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا

جب گائے مل گئی تو وہ اس گائے کو مقتول شیخ کی قبر کے پاس لے آئے پھر دونوں شہروں کے لوگ جمع ہوئے بعد میں گائے کو ذبح کیا گیا پھر اس سے کچھ حصہ قبر پر مارا تو وہ شخص سر جھاڑتے ہوئے کھڑا ہوا اور یہ کہا مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کے دو شہر تھے ایک حصینہ تھا اور اس کے دروازے تھے اور دوسرا خربہ تھا حصینہ والے شام کو اپنے شہر کے دروازے بند کر دیتے جب صبح اٹھتے تو شہر کی دیواروں پر کھڑے ہو کر دیکھتے کہ کیا شہر کے ارد گرد کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ ایک دن صبح انہوں نے دیکھا کہ ایک مقتول شہر کی دیوار کے ساتھ پڑا ہوا ہے۔ خربہ شہر والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے اور اس کے بھائی کا جوان بیٹا اس پر رو رہا ہے کہہ رہا ہے کہ تم نے میرے چچا کو قتل کیا ہے۔

انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم شام کے وقت سے جب ہم نے دروازہ بند کیا تھا اس وقت سے ہم نے دروازہ نہیں کھولا ہے تمہارے اس ساتھی کے خون کا ہمارے پاس کوئی ذمہ دار نہیں ہے وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ ...... فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ○

فرماتے ہیں کہ

بنی اسرائیل میں ایک نوجوان شخص تھا جو اپنی دکان چلاتا تھا اور اس کا باپ بوڑھا تھا ایک دفعہ ایک دوسرے شہر سے ایک شخص اس سے سامان لینے کے لئے آیا اور اسے سامان کی قیمت عطا کر دی وہ جوان اس کو ساتھ لے کر چلا تا کہ دکان کھول کر اس کو سامان دے جبکہ دکان کی چابی اس کے باپ کے پاس تھی جو دکان کے سایہ میں سویا ہوا تھا۔

اس شخص نے جوان کو کہا کہ

باپ کو بیدار کر۔

بیٹے نے کہا:

والد محترم سو رہے ہیں میں ان کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ دونوں واپس پلٹے پھر اس شخص نے جوان کو پہلے سے دگنی قیمت دی اس شرط پر کہ وہ والد صاحب کو جگا دے لیکن بیٹے نے انکار کیا۔ سامان لینے والا واپس چلا گیا۔ بوڑھا باپ بیدار ہوا تو بیٹے نے اس کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ایک شخص اتنا اتنا سامان خریدنے آیا تھا اس نے مجھے اتنی اتنی قیمت دی تھی لیکن میں نے آپ کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ باپ نے بیٹے کو ملامت کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے والد سے حسن سلوک کی بناء پر دو بچھڑی

عطا فرمائی تھی جو بنی اسرائیل کو مطلوب تھی۔ بنی اسرائیل اس کے پاس آئے کہ یہ بچھڑی ہمیں بیچ دے۔
اس نے کہا:
نہیں میں نہیں بیچتا۔
لوگوں نے کہا:
ہم تجھ سے لے لیں گے۔
لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اس کو کچھ سامان پر راضی کرو۔
لوگوں نے اسے کہا:
آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟
اس نے کہا:
میرا حکم یہ ہے کہ تم اس گائے کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور دوسرے پلڑے میں سونا رکھو جب سونا زیادہ ہو جائے گا تو میں لے لوں گا اور گائے تمہارے حوالے کردوں گا۔ لوگوں نے ایسا کیا پھر وہ گائے لے کر اس مقتول شیخ کی قبر کے پاس آئے دونوں شہروں کے لوگ جمع ہوئے اس گائے کو ذبح کیا پھر اس کا کچھ حصہ قبر پر مارا تو وہ شخص سر جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
اور اس نے یہ کہا:
مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے اس پر میری زندگی کا عرصہ طویل ہو گیا تھا اور وہ میرا مال لینا چاہتا تھا یہ کہنے کے بعد وہ شخص پھر مر گیا۔ (درمنثور، ج:1، ص207 تا208 مطبوعہ کراچی)

بھتیجا کو چچا کے قتل کا مشورہ شیطان نے دیا

بھتیجا کو چچا کے قتل کا مشورہ شیطان نے دیا جس کی تفصیل یہ ہے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک شخص انتہائی امیر تھا اور اس کے بھتیجے نادار اور فقراء تھے اور وہ شخص بے اولاد تھا اس کے بھتیجے ہی وارث بنتے تھے۔
بھتیجوں نے کہا:
کاش ہمارا چچا مر جاتا اور ہم اس کے مال کے وارث بن جاتے جب ان پر زیادہ عرصہ گزر گیا کہ وہ فوت نہ ہوا تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کیا تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ تم اس بوڑھے چچا کو قتل کردو اور اس کی دیت کا مطالبہ دوسرے شہر والوں سے کرو جس سے تمہارا تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ ان دو شہروں میں سے ایک میں رہتے تھے جن میں اگر کوئی شخص قتل کر کے دونوں شہروں کے درمیان پھینکا جاتا تو اس مقتول اور دونوں شہروں کے درمیان کی جگہ پیمائش کی جاتی جس کے وہ قریب پایا جاتا ان پر

دیت لازم کردی جاتی۔ جب شیطان نے سب کچھ مزین کر کے دکھا دیا تو انہوں نے اپنے چچا کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور پھر قتل کر دیا پھر اس شہر کے دروازے پر پھینک آئے جس کے ساتھ ان کا اپنا تعلق نہیں تھا۔ جب صبح ہوئی وہ بھتیجے شہر والوں کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ہمارا چچا تمہارے شہر کے دروازے پر مرا پڑا ہے پس اللہ تعالیٰ کی قسم تم سب سے دیت لیں گے۔

شہر والوں نے کہا:

ہم قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے ہم نے تو شام کے وقت سے صبح تک دروازہ کھولا نہیں ہے وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ ارشاد لائے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝

(در منثور: ج:1 ص:209 مطبوعہ کراچی)

مقتول کا نام عامیل تھا

مقتول کا نام عامیل تھا۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

اس مقتول کا نام عامیل تھا۔ (البحر المحیط: ج:1 ص:403 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاتل کیا لگتا تھا؟

قاتل کے بارے میں مختلف اقوال اب تک سامنے آئے ہیں۔ ایک قول کے مطابق چچا زاد بھائی تھا۔ ایک قول کے مطابق وہ اس کا بھائی تھا اور ایک قول کے مطابق وہ اس کا بھتیجا تھا۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

حضرت عطاء اور حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ

اس کا قاتل اس کا چچا زاد بھائی تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ اس کا بھائی تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

وہ اس کا بھتیجا تھا۔ (البحر المحیط: ج:1 ص:403 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

چچا زاد بھائی نے میراث کے لالچ میں قتل کیا

چچا زاد بھائی نے میراث کے لالچ میں قتل کیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص عامیل نامی بڑا مالدار تھا اور لاولد تھا اس کے چچازاد بھائی نے میراث کے لالچ میں اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح کے وقت خود اس کے خون کا مدعی بن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں آیا اور اس بستی والوں پر خون کا دعویٰ کر کے ان سے خون بہا (یعنی جان کا بدلہ لینا چاہا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس محلہ والوں سے پوچھا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور وہاں کے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقت ظاہر فرمائے۔ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تب آپ علیہ السلام پر وحی آئی۔

(کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً) (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:455 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کراچی)

قاتل نے عامیل کی بیوی سے نکاح کرنے کے لئے قتل کیا جو بنی اسرائیل میں سب سے حسین و جمیل عورت تھی

" ایک قول کے مطابق مال حاصل کرنے کے لئے قتل کیا اور ایک قول کے مطابق حسین و جمیل عورت سے نکاح کرنے کے لئے قتل کیا۔

ان میں تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ قتل سے مال بھی حاصل ہو جائے گا اور حسین و جمیل عورت بھی نکاح میں آجائے گی۔

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

عامیل کے عقد میں اس کی چچازاد تھی اور وہ بنی اسرائیل میں سب سے حسین عورت تھی۔ قاتل نے اس لیے قتل کیا کہ وہ اس عورت سے بعد میں نکاح کرلے۔ (البحر المحیط: ج:1، ص:403 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بنی اسرائیل نے چالیس سال گائے کو تلاش کیا

بنی اسرائیل نے چالیس سال گائے کو تلاش کیا حتیٰ کہ مذکورہ صفات کی گائے کو کھال بھر دینار دینے کے عوض خریدا اور اس کو ذبح کر کے مقتول کے جسم پر مارا اور اس نے زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل نے چالیس سال گائے کو تلاش کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایک شخص کے پاس مذکورہ صفات سے متصف گائے پالی وہ گئے مالک کو بہت عزیز اور پیاری تھی وہ اس کو زیادہ سے زیادہ قیمت پیش کرتے رہے لیکن وہ متواتر انکار کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے اسے کھال بھر دینار دیئے پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کا کوئی عضو میت کو مارا تو وہ کھڑا ہو گیا جبکہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔

لوگوں نے اس سے پوچھا۔

تجھے کس نے قتل کیا ہے۔

اس نے کہا۔

مجھے فلاں نے قتل کیا ہے۔ (درمنثور: ج: 1: ص: 214 مطبوعہ کراچی)

مذبوحہ گائے کی تفصیل

جس گائے کو ذبح کیا گیا وہ کہاں چرتی تھی؟ کن کے نام پر جنگل میں چھوڑی گئی اور کس طرح مالک کے پاس آئی اور کس طرح ابلیس ورغلاتا رہا اور اس نے فروخت کر کے کیا کچھ حاصل کیا؟ اس بارے میں پوری تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بنی اسرائیل کا ایک جوان اپنی والدہ سے بہت حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا تھا وہ رات کا تہائی حصہ نماز پڑھتا، تہائی حصہ اپنی والدہ محترمہ کے سرہانے بیٹھتا اور اس کو تسبیح و تہلیل یاد کراتا اور کہتا اے امی جان! اگر تو قیام پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور تکبیر کہہ۔ یہ دونوں عمل اس کی پوری زندگی کے معمول تھے۔ جب صبح اٹھتا تو پہاڑ پر آتا لکڑیاں اپنی پیٹھ پر اٹھاتا انہیں بازار لے آتا انہیں فروخت کرتا ان کی رقم میں سے تہائی حصہ صدقہ کرتا، تہائی حصہ اپنی ذات کے لئے باقی رکھتا اور تہائی حصہ اپنی والدہ کو پیش کرتا اس کی والدہ اس میں سے نصف کھاتی اور نصف صدقہ کر دیتی۔ یہ عمل بھی اس کی پوری زندگی کا معمول تھا۔ جب عرصہ دراز گزر گیا تو اس کی والدہ نے اسے کہا بیٹا! مجھے تیرے باپ کی میراث سے ایک گائے ملی تھی۔ میں نے اس کی گردن میں مہر لگائی تھی اور اسے حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے رب عزوجل کے نام پر (جنگل میں) گائیوں میں چھوڑ آئی تھی۔

پھر اس نے کہا:

میں اس کا رنگ اور ہیئت تجھے بتاتی ہوں۔ جب تو ان گائیوں کے پاس جائے تو اسے حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے خدا عزوجل کے نام کے ساتھ بلانا وہ ایسا ہی کرے گی جیسا اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔

اس نے کہا:

اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نہ بوڑھی ہے اور نہ بچی ہے وہ درمیانی عمر کی ہے وہ گہرے زرد رنگ کی ہے دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے جب تو اس کی جلد کو دیکھے گا تو یوں محسوس کرے گا کہ اس کی جلد سے سورج کی شعاعیں نکل رہی ہیں اس پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے نہ اس پر ہل جوتے گئے ہیں نہ اس کے ذریعے کھیتی کو پانی لگایا گیا ہے عیوب سے بالکل سلامت ہے اس میں کوئی داغ دھبہ نہیں ہے اس کا رنگ ایک ہے جب تو اسے دیکھنا تو اس کو گردن سے پکڑنا وہ اسرائیل کے رب عزوجل کے اذن سے تیری اتباع کرے گی۔ وہ نوجوان چلا گیا اور اس نے اپنی والدہ محترمہ کی وصیت کو یاد رکھا۔ وہ جنگل میں دو یا تین دن پھرتا رہا حتیٰ کہ تیسرے دن یا دوسرے دن کی صبح وہ پلٹا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے رب عزوجل کا واسطہ دے کر اس گائے کو بلایا تو وہ گائے اس کے پاس گئی اور اس

نے چرنا چھوڑ دیا۔ وہ نوجوان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نوجوان نے اسے گردن سے پکڑا۔

گائے بولی۔

اے نوجوان! اپنی والدہ سے نیکی کرنے والے تو مجھ پر سوار ہو جا یہ تیرے لئے آسانی کا سبب ہوگا۔

نوجوان نے کہا:

میری والدہ محترمہ نے مجھے تیرے اوپر سوار ہونے کا حکم نہیں دیا تھا اس نے مجھے تجھے ہانکنے کا حکم دیا تھا۔ میں اس کی بات پورا کرنا پسند کرتا ہوں۔

گائے بولی۔

اسرائیل کے رب عزوجل کی قسم! اگر تو مجھ پر سوار ہوتا تو تو مجھ پر کبھی قادر نہ ہوتا۔ اے اپنی والدہ سے نیکی کرنے والے نوجوان اگر تو اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے اکھڑ جانے کا حکم دے تو تیری والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کی وجہ سے اور اپنے رب عزوجل کی اطاعت کرنے کی وجہ سے یہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے گا۔ وہ نوجوان چل پڑا حتیٰ کہ جب وہ اپنے گھر سے ایک دن کی مسافت پر تھا تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس اس کے سامنے آیا اور وہ گائیں چرانے والے شخص کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔

اس لعین نے کہا:

اے جوان! یہ گائے کہاں سے لایا ہے تو اس پر سوار کیوں نہیں ہو جاتا میں دیکھ رہا ہوں تو تھک چکا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس گائے کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے میں تجھے ایسا اجر دوں گا جو مجھے نفع دے گا اور تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا میں گائیں چرانے والوں میں سے ہوں مجھے اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا تو میں نے ایک بیل لیا اس پر اپنا کھانا اور سامان سفر لادا حتیٰ کہ جب میں نصف راستہ پر پہنچا تو میرے پیٹ میں درد ہوا۔ میں قضاء حاجت کے لئے گیا تو میرا بیل پہاڑ کے اندر بھاگ گیا اور مجھے چھوڑ گیا۔ میں نے اس کو تلاش کیا لیکن مجھے وہ مل نہ سکا اب مجھے اپنی جان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے میرے پاس نہ سامان ہے نہ پانی ہے اگر تو مجھے اپنی گائے پر سوار کر دے اور مجھے اپنی چراگاہ تک پہنچا دے اور مجھے موت سے بچا لے تو میں تجھے اس کے بدلے دو گائیں دوں گا۔

نوجوان نے کہا:

بنی آدم ایسے نہیں کہ انہیں یقین قتل کر دے اور ان کے نفوس انہیں ہلاک کریں اگر اللہ تعالیٰ تیرے متعلق یقین جانتا ہے تو بغیر زادراہ اور پانی کے تجھے اپنی منزل تک پہنچائے گا اور میں کسی ایسے شخص کو سوار کرنے والا نہیں ہوں جس کو سوار کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا میں عبد مامور ہوں اگر میرے آقا کو یہ علم ہوگا کہ میں نے اس کی گائے کے معاملہ میں نافرمانی کی ہے تو وہ مجھے ہلاک کر دے گا اور مجھے سخت سزا دے گا۔ میں اپنی خواہش کو اپنے آقا کی خواہش پر ترجیح دینے والا نہیں ہوں۔ اے شخص سلامتی کے ساتھ چلا جا۔

ابلیس نے نوجوان سے کہا:

میں تجھے ہر اس قدم کے بدلے ایک درہم دوں گا جو تو میری منزل کی طرف اٹھائے گا اور یہ بہت بڑا مال ہے اور اس گائے کے ذریعے میں موت سے بچ جاؤں گا۔

نوجوان نے کہا:

زمین کا سونا اور چاندی سب میرے آقا کا ہے اگر اس میں سے تو کچھ دے گا تو وہ جان لے گا کہ اس کے مال سے دیا ہے لیکن تو مجھے آسمان کا سونا اور چاندی دے تو پھر بھی میں کہوں گا کہ یہ میرے مالک کا ہے۔

ابلیس نے کہا:

کیا آسمان میں بھی سونا چاندی ہے یا کوئی اس پر قادر ہے۔

نوجوان نے کہا:

کیا بندہ وہ کر سکتا ہے جو اس کے آقا نے اسے حکم نہ دیا ہو جیسے تو آسمان کے سونے اور چاندی پر طاقت نہیں رکھتا۔

ابلیس نے نوجوان سے کہا:

میں تجھے تمام غلاموں سے اپنے معاملہ میں عاجز تصور کرتا ہوں۔

نوجوان نے کہا:

عاجز وہ ہوتا ہے جو اپنے رب عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے۔

ابلیس نے اسے کہا:

مجھے تیرے پاس کوئی زادراہ اور پانی وغیرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔

نوجوان نے کہا:

میرا زادراہ تقویٰ ہے اور میرا کھانا گھاس ہے اور میرا پینا پہاڑوں کے چشموں سے ہے۔

ابلیس نے کہا:

کیا میں تجھے کوئی ایسا حکم نہ دوں جو تیری رہنمائی کرے؟

نوجوان نے کہا:

تو اپنے آپ کو ہی وہ حکم دے ان شاء اللہ میں تو ہدایت پر ہوں۔

ابلیس نے اسے کہا:

میں تجھے نصیحت قبول کرنے والا نہیں دیکھتا۔

نوجوان نے کہا:

اپنے نفس کے لیئے ناصح وہ ہے جو اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس پر حق ہے وہ ادا کرتا ہے اگر تو شیطان ہے تو میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور اگر تو انسان ہے تو یہاں سے نکل جا مجھے تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابلیس یہ

سن کر تین لمحات اپنی جگہ جامع وساکت رہا۔ اگر وہ جوان ابلیس کو سوار کر دیتا تو نوجوان گائے پر کبھی قادر نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے روکے رکھا۔ جب نوجوان اپنی منزل کی طرف رواں تھا تو ایک پرندہ سامنے سے اڑا اور وہ گائے جلدی سے اٹھا لی۔ نوجوان نے گائے کو بلایا۔

اور کہا:

حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے رب عزوجل کا واسطہ تو میرے پاس آ جا۔

گائے اس کی طرف آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

اور اس نے کہا:

اے نوجوان کیا تو نے اس پرندے کو نہیں دیکھا جو تیرے سامنے سے اڑا تھا؟ یہ ابلیس تھا اس نے مجھے اچک لیا تھا جب تو نے بنی اسرائیل کے رب عزوجل کے واسطہ سے مجھے بلایا تو ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اس سے چھین لیا اور تیری والدہ کے ساتھ نیکی اور اپنے رب عزوجل کی اطاعت کی وجہ سے مجھے تیری طرف لوٹا دیا پس تو چل اب تو سفر کرے گا تو ان شاء اللہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ نوجوان بالآخر گھر پہنچ گیا اپنی ماں کے پاس گیا تو اسے راستہ کا سارا ماجرا سنایا۔

ماں نے کہا:

اے بیٹے! میں تجھے دیکھتی ہوں کہ رات دن اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھانے کی وجہ سے تو تھک گیا ہے اب تو یہ گائے لے جا اور اس کو بیچ ڈال اس کی ثمن لے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو قوت اور راحت دے۔

نوجوان نے کہا:

اسے کتنے میں فروخت کروں؟

ماں نے کہا:

تین دینار میں لیکن میری رضا کی شرط پر۔ وہ نوجوان منڈی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا تا کہ مخلوق اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ لے۔

اس فرشتہ نے نوجوان سے کہا:

یہ گائے کتنے میں فروخت کرو گے۔

اس نے کہا:

تین دینار میں لیکن اپنی والدہ کی رضا کی شرط پر۔

فرشتہ نے کہا:

چھ دینار لے لو اور اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرو۔

اس نوجوان نے کہا:

اگر تو مجھے اس کے برابر وزن دے پھر بھی میں فروخت نہیں کروں گا حتیٰ کہ اپنی والدہ محترمہ سے مشورہ کرلوں۔ نوجوان گیا اپنی والدہ کو اس بیع کے متعلق بتایا۔

والدہ نے کہا:

اس کو چھ دینار میں فروخت کرنا لیکن میری رضا کی شرط پر۔

نوجوان پھر منڈی میں گیا پھر وہی فرشتہ آیا اور پوچھا کیا کرو گے؟

اس نے کہا:

چھ دینار میں بیچوں گا لیکن والدہ محترمہ کی رضا پر۔

فرشتہ نے کہا:

یہ بارہ دینار لے لے اور اپنی والدہ سے مشورہ چھوڑ دے۔

نوجوان نے کہا:

ایسا نہیں ہوسکتا۔ نوجوان پھر اپنی والدہ کے پاس گیا۔

اس نے کہا:

بیٹا! وہ جو تیرے پاس آیا تھا وہ انسانی شکل میں فرشتہ تھا اگر وہ تیرے پاس آئے تو اسے کہنا کہ میری والدہ تجھے سلام کہتی ہے اور پوچھتی ہے کہ اس گائے کو کتنے میں فروخت کروں!

فرشتہ نے کہا:

اے نوجوان! تجھ سے یہ گائے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک مقتول کے لئے خریدیں گے جو بنی اسرائیل سے قتل ہوا ہے اور اس کا بہت زیادہ مال تھا اور وہ اپنے باپ کا اکلوتا لڑکا تھا اور اس کا ایک بھائی تھا جس کے بہت سے بیٹے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم اس کو کیسے قتل کریں اور کیسے اس کا مال لے لیں۔ انہوں نے اس لڑکے کو قتل کر کے ایک گھر کے اندر پھینک دیا۔ صبح گھر والوں نے اس لڑکے کو گھر کے دروازے کے باہر ڈال دیا اس لڑکے کے چچا کے بیٹے آئے اور اس گھر والوں کو پکڑ لیا وہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے کر چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایک شدید زرد رنگ کی گائے لے کر ذبح کرو پھر اس کا کوئی حصہ اس مقتول کو مارو۔ انہوں نے اس نوجوان کی گائے کا قصد کیا تو انہوں نے وہ جلد بھر دنانیر کے ساتھ وہ گائے خریدی پھر اس کو ذبح کیا اور لڑکے کو اس کا گوشت مارا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے قاتل کے متعلق خبر دی کہ میرے چچا کے بیٹوں نے مجھے قتل کیا ہے اور یہ گھر والے میرے قتل سے بری ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں یہ حکم سنایا تو وہ کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام تو ہم سے مزاح کرتا ہے ہمارے چچا کا بیٹا قتل ہوا ہے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ رسوا ہو جائیں گے پس انہوں نے

گائے کی کھال بھر دیناروں کے ساتھ وہ گائے خریدی تو نوجوان نے اس مال میں سے 2/3 حصہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک حصہ اپنے استعمال میں لایا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (درمنثور، ج:1، ص217 تا 219 مطبوعہ کراچی)

گائے بنی اسرائیل کے ایک نیک شخص کی تھی

گائے ایک نیک شخص کی تھی جس کو اس نے بڑی محبت سے پالا تھا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے جنگل میں یہ کہتے ہوئے چھوڑ دی کہ اے رب عزوجل! یہ گائے تیرے سپرد کرتا ہوں جب میرا بیٹا جوان ہو تو وہ اس کو لے لے۔ قصہ کی تفصیل یوں ہے:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھا جس کا ایک چھوٹا سا بیٹا تھا اس نے ایک بچھیا بڑی محبت سے پالی تھی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو بچھڑی لے کر جنگل میں پہنچا اور دعا کی کہ اے مولیٰ عزوجل! یہ گائے تیرے سپرد کرتا ہوں جب میرا بیٹا جوان ہو تو اس کو لے لے یہ تو مر گیا مگر اس کی گائے جنگل میں اور اس کا بیٹا ماں کے پاس پرورش پاتا رہا۔ یہ لڑکا نہایت سعادت مند اور فرمانبردار تھا۔

ایک روز اس کی والدہ نے کہا کہ

تیرے باپ نے فلاں جنگل میں خدا کے نام پر ایک بچھڑی چھوڑی ہے جو کہ اب جوان ہو گئی ہو گی اس میں فلاں فلاں علامتیں ہیں تو جا اور اس کو پکڑ لا۔ لڑکا گیا اور ماں کی بتائی ہوئی علامتوں سے اس کو پکڑ لیا۔

ماں نے کہا:

اس کو بازار میں لے جا کر تین اشرفیوں میں فروخت کر دے مگر جب سودا ہو تو پھر مجھ سے اجازت لے لینا یہ شخص گائے کو بازار میں لایا ایک فرشتہ بشکل (انسانی) خریدار آیا اور اس نے قیمت پوچھی۔

لڑکے نے کہا: تین اشرفیاں مگر والدہ کی اجازت شرط ہے۔

فرشتہ بولا کہ

چھ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ۔

لڑکے نے کہا:

اگر تم اس کے برابر سونا بھی دو تب بھی ماں سے پوچھے بغیر نہ بیچوں گا غرضیکہ لڑکا اپنی ماں کے پاس آیا تو اسے سارا واقعہ سنایا۔

ماں نے کہا کہ

جا چھ میں بیچ دے مگر سودا ہونے پر پھر مجھ سے پوچھ لینا۔ لڑکا پھر بازار میں لایا وہی فرشتہ پھر ملا۔ اور کہنے لگا کہ

بارہ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ۔لڑکا نہ مانا پھر آکر اپنی والدہ کو یہ ماجرا سنایا وہ بڑی عقل مند تھی۔ کہنے لگی۔

شاید یہ کوئی فرشتہ ہے جو تیری آزمائش کے لئے آتا ہے اگراب ملے تو اس سے پوچھ لینا کہ ہم گائے فروخت کریں یا نہ کریں۔لڑکے نے یہ ہی کہا۔

فرشتے نے جواب دیا کہ

اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اس کو روکے رہو عنقریب بنی اسرائیلی کو اس کی ضرورت پڑے گی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو خریدیں گے اور اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا۔جب وہ لوگ خریدنے آئیں تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال سے بھر دی جائے۔لڑکا گائے کو گھر لایا اور پھر وہ واقعہ درپیش ہوا جس کا یہاں ذکر ہے (اور میں نے پیچھے تفصیل سے بیان کر دیا۔ عبدالمصطفیٰ) (تفسیر نعیمی: ج:1،ص:457 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا وہ علم کی خواہش رکھتا تھا حتیٰ کہ اس نے علم کو جمع کیا۔

الخ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

قارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بغاوت اور حسد کرنا

جب قارون نے علم کو جمع کر لیا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بغاوت اور حسد کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بغاوت کی اور ان سے حسد کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:336 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قارون سے زکوٰۃ طلب فرمانا اور اس کا انکار کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ وصول کروں لہٰذا تم زکوٰۃ دیں تو اس نے انکار کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کہا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ وصول کروں (لہٰذا زکوٰۃ دو) تو قارون نے انکار کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:336 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

قارون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کے الزام کی ناپاک جسارت اور آپ علیہ السلام کا اس سے محفوظ رہنا

قارون نے ایک عورت کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کی ناپاک جسارت کی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

قارون نے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے اموال کھانا چاہتے ہیں وہ تمہارے لیے نماز لائے وہ تمہارے لیے اور چیزیں لائے تو تم نے انہیں اپنے ذمہ لے لیا کیا تم اسے برداشت کرو گے کہ وہ تمہارے اموال لے؟

لوگوں نے کہا:

ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے اب تیری کیا رائے ہے۔

قارون نے انہیں کہا۔

میری رائے یہ ہے کہ میں بنی اسرائیل کی بدکارہ عورتوں میں سے ایک عورت کو پیغام بھیجوں پھر ہم اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں وہ عورت آپ پر الزام لگائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بدکاری کا ارادہ کیا۔لوگوں نے اس بدکارہ کو پیغام بھیجا اور اسے کہا ہم تجھے منہ مانگی قیمت دیں گے۔شرط یہ ہے کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگا دے۔

عورت نے کہا:

ٹھیک ہے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا بنی اسرائیل کو جمع کرو اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو حکم دیا ہے اس کے بارے میں انہیں بتاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ٹھیک ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جمع فرمایا۔

لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

تیرے رب عزوجل نے تجھے کس چیز کا حکم دیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میرے رب عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، صلہ رحمی کرو اسی طرح دوسری باتیں ذکر کیں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب بدکار بدکاری کرے جبکہ وہ شادی شدہ ہو تو اسے رجم کر دیا جائے۔

لوگوں نے کہا:
اگر چہ بدکاری کرنے والے آپ علیہ السلام ہوں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
ہاں!
لوگوں نے کہا:
تو نے بدکاری کی ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
میں نے؟
لوگوں نے عورت کو بلا بھیجا وہ عورت آئی انہوں نے پوچھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا گواہی دیتی ہے؟
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا۔
میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو سچ بولے گی۔
عورت نے کہا:
جب تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بلایا تھا اور آپ علیہ السلام پر الزام لگانے کی صورت میں انعام مقرر کیا تھا میں گواہی دیتی ہوں کہ تو اس الزام سے بری ہے آپ علیہ السلام رسول اللہ ہیں۔
الخ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے لوگوں سمیت قارون کا زمین میں دھنسا جانا

جب عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کی تو آپ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی آپ کیوں روتے ہو؟ ہم نے تجھے زمین پر حکومت دی ہے تو زمین کو حکم دے وہ تیری اطاعت کرے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور ارشاد فرمایا اے زمین انہیں پکڑ لے تو زمین نے ان کو پکڑ لیا اور وہ زمین میں دھنسا دیئے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی آپ علیہ السلام کیوں روتے ہو؟ ہم نے تجھے زمین پر حکومت دے دی ہے تو زمین کو حکم دے وہ تیری اطاعت کرے گی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور ارشاد فرمایا:
اے زمین! ان کو پکڑ لے تو زمین نے انہیں ایڑیوں تک پکڑ لیا۔
لوگ کہنے لگے:

اے موسیٰ علیہ السلام! اے موسیٰ علیہ السلام!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو زمین نے انہیں گردنوں تک پکڑ لیا وہ کہہ رہے تھے اے موسیٰ علیہ السلام اے موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو زمین نے انہیں غائب کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمانا

جب زمین نے لوگوں سمیت قارون کو اپنے اندر دھنسا دیا اور وہ آپ علیہ السلام کو پکار رہے تھے تو رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے بندوں نے تیری بارگاہ میں آہ وزاری کی اور تو نے ان کی بات کو قبول نہ کیا میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھے بلاتے تو میں ان کی عرض کو ضرور قبول فرماتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے بندوں نے تجھ سے سوال کیا تیری بارگاہ میں آہ وزاری کی تو نے ان کی بات کو قبول نہ کیا۔ میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھے بلاتے تو میں ان کی عرضداشت کو قبول کر لیتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی یہی مراد ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ قف اسے انتہائی نچلی زمین کی طرف دھنسا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى (القصص:76)

بے شک قارون قوم موسیٰ سے تھا۔

قارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنا

قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی جس کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ (القصص:76)

پھر اس نے ان کے خلاف سر اٹھایا۔

قارون کے خزانوں کی چابیاں طاقتور جماعت کو بھی تھکا دیتی تھیں

اللہ تعالیٰ نے قارون کو ایسے خزانے عطا فرمائے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی جن کو اٹھانے سے وہ

تھک جاتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ (القصص:76)

اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو تھکا دیتی تھیں۔

قوم کا قارون کو اترانے سے منع کرنا

قارون کے پاس چونکہ مال کی فراوانی تھی اس لیے وہ تکبر کرنے لگا اور قوم نے اس کو سمجھایا کہ تم اتراؤ مت کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۝ (القصص:76)

جب اس کی قوم نے اس سے کہا تم اتراؤ مت بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قوم کا قارون کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور سرکشی سے منع کرنا

قوم کے علماء نے قارون سے کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو اور دنیا کے حصہ کو (بھی) نہ بھولو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور ملک میں سرکشی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (القصص:77)

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو اور دنیا کے حصہ کو (بھی) نہ بھولو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور ملک میں سرکشی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قارون کا مال کو عطیہ رب تعالیٰ قرار دینے کے بجائے اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھنا

جب قوم نے قارون کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا کہا تو اس نے کہا یہ مال مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ اس نے اس عطا کو رب تعالیٰ کی عطا نہیں سمجھا بلکہ اپنے علم کا ثمرہ سمجھا تو قرآن مجید میں اس کو یوں بیان فرمایا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ (القصص:78)

اس نے کہا! یہ مال مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

قارون کا قوم میں سج دھج کے جانا اور قوم کا مال کی خواہش کرنا

ایک دن قارون سج دھج کے اپنی قوم میں نکلا جو لوگ دنیاوی زندگی کے شوقین تھے انہوں نے خواہش کی کہ کاش ہمارے اس بھی اتنا مال ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے وہ تو بڑے نصیب والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۝ (القصص:79)

ایک دن وہ سج دھج کر اپنی قوم میں نکلا جو لوگ دنیاوی زندگی کے شائق تھے انہوں نے کہا: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے۔

قوم میں سے علم والوں کا آخرت کو اچھا سمجھنا

جن لوگوں کو علم عطا فرمایا گیا تھا انہوں نے کہا تم پر افسوس ہے جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا بہت اچھا اجر ہے اور یہ نعمت صرف صبر کرنے والوں کو ملتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝ (القصص:80)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا تم پر افسوس ہے جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اجر بہت اچھا ہے اور یہ (نعمت) صرف صبر کرنے والوں کو ملتی ہے۔

قارون اور اس کا گھر زمین میں دھنسا دیا جانا

قارون کے تکبر کی وجہ سے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ

الْمُنْتَصِرِیْنَ o (القصص:81)

سو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کے اس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

مال کی تمنا کرنے والوں کا قارون کا انجام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرنا

جنہوں نے مال کی تمنا کی تھی انہوں نے قارون کا انجام دیکھ کر کہا افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیے جاتے۔ افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ج لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ o (القصص:82)

اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیے جاتے افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔

قیامت تک زمین میں دھنستا رہے

قیامت تک زمین میں دھنستے رہنے کے متعلق کئی احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پچھلی امتوں میں ایک شخص غرور کے ساتھ اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ اسی طرح قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:5790)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک شخص ایک حلہ پہنے ہوئے جا رہا تھا جو اس کو اچھا لگ رہا تھا اور وہ اس پر اتراتا ہوا چل رہا تھا اس نے اپنے سر کے بال

لٹکائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5789)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پچھلی امتوں میں ایک شخص دو سبز چادریں پہنے ہوئے جارہا تھا اور اِن میں اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اس کو پکڑ لیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11295)

قارون، فرعون اور ہامان نے تکبر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا

قارون، فرعون اور ہامان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر بھیجا مگر انہوں نے تکبر کر کے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا جبکہ ان کے اس ہدایت کا کھلا راستہ تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۙ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت: 39 تا 40)

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہلاک کر دیا اور بے شک ان کے پاس موسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تھے پس انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت کرنے والے نہ تھے سو ہم نے ہر ایک (سرکش) کی اس کی سرکشی پر گرفت کی تو ہم نے ان میں سے بعض پر پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو ایک ہولاک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

زمین کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو قارون کے اپنے اندر دھنسا دینے کا حکم فرمایا تو زمین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی اور اس کو اپنے اندر دھنسا دیا۔

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عون بن عبداللہ بن قاری جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فلسطین کے دیوان پر عامل تھے انہیں خبر پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ قارون کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی اطاعت کرے تو زمین نے اسے گھٹنوں تک اپنے اندر دھنسا لیا۔ پھر کہا میری اطاعت کر تو اس نے اسے پیٹ تک چھپا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تیرا دل کتنا سخت ہے۔ میری عزت و جلال کی قسم! اگر وہ مجھ سے مدد طلب کرتے تو میں ضرور ان کی مدد کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

میں نے تو تیری وجہ سے ناراضگی کی بناء پر ایسا کیا ہے اے میرے رب عزوجل!

(کتاب الزہد: ص: 245 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قارون کا نسب

قارون کا نسب یوں ہے:

قارون بن مصر بن فاہث یا قاہث۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی اس کا نسب یوں ہے:

قارون بن مصر بن فاہث یا قاہث جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عرمرم بن فاہث یا قاہث ہیں عرمرم کو عربی زبان میں عمران کہتے ہیں۔ (درمنثور: ج: 5، ص: 396 مطبوعہ کراچی)

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کیا لگتا تھا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ (درمنثور: ج: 5، ص: 396 مطبوعہ کراچی)

قارون کا تورات اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے نور نام رکھا جانا

قارون تورات اچھی آواز کے ساتھ پڑھتا جس کی وجہ سے اس کا نام نور رکھا جاتا مگر اس نے سرکشی کی اور ہلاک ہو گیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر عبور کیا تھا اس کا نام نور رکھا جاتا کیونکہ وہ بڑی اچھی آواز میں تورات پڑھتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے دشمن نے نفاق کیا جس طرح سامری نے نفاق کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بغاوت کی وجہ سے اسے ہلاک کیا اس نے مال واولاد کی زیادتی کی وجہ سے بغاوت کی۔

(درمنثور: ج:5، ص:396 مطبوعہ کراچی)

قارون کے گھر کی زمین چاندی اور اس کی بنیادیں سونے کی تھیں

قارون کے گھر کی زمین چاندی اور اس کی بنیادیں سونے کی تھیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قارون کے گھر کی زمین چاندی اور اس کی بنیادیں سونے کی تھیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:396 مطبوعہ کراچی)

قارون کے خزانوں کی چابیاں ساٹھ پنج کلیاں خچروں کا بوجھ تھا

قارون کے خزانوں کی چابیاں ساٹھ پنج کلیاں خچروں کا بوجھ تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے انجیل میں پایا ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیاں ساٹھ پنج کلیاں خچروں کا بوجھ تھا ان میں کوئی چابی ایک انگلی سے بڑی نہ تھی ہر ایک خزانے کی چابی تھی۔ (درمنثور: ج:5، ص:396 مطبوعہ کراچی)

قارون کے خزانوں کی چابیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں

قارون کے خزانوں کی چابیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون کے خزانوں کی چابیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں ہر خزانہ کی چابی علیحدہ تھی جب وہ سفر پر روانہ ہوتا تو چابیاں ستر پنج کلیاں خچروں پر لادی جاتیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:396 مطبوعہ کراچی)

چابیاں اونٹ کے چمڑے کی بنی ہوئی تھیں

قارون کے خزانوں کی چابیاں اونٹ کے چمڑے کی بنی ہوئی تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

چابیاں اونٹ کے چمڑے کی بنی ہوئی تھیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:396 مطبوعہ کراچی)

چابیوں کو مردوں کا ایک جتھہ نہیں اٹھا سکتا تھا

قارون کی چابیاں مردوں کا ایک جتھہ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مردوں کا ایک جتھہ انہیں نہیں اٹھا سکتا تھا۔ (درمنثور: ج:5، ص:397 مطبوعہ کراچی)

قارون کا خزانہ چالیس خچروں پر لادا جاتا تھا

قارون کا خزانہ چالیس خچروں پر لادا جاتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام تھے سے روایت نقل کی ہے کہ عصبہ سے مراد ستر افراد ہیں۔ اس (قارون) کا خزانہ چالیس خچروں پر لادا جاتا تھا۔

(درمنثور: ج:5، ص:397 مطبوعہ کراچی)

زمین میں دھنسا دینے سے قبل قارون اپنی قوم پر کس طرح سج دھج کر نکلا

زمین میں دھنسا دینے سے قبل قارون جاہ وحشمت میں نکلا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ (قارون) جاہ وحشمت میں نکلا ہمارے سامنے یہ بات ذکر کی گئی ہے وہ چار ہزار جانوروں پر نکلے جن پر سرخ کپڑے تھے جن میں سے ایک ہزار سفید خچریں تھیں جانوروں پر ارجوان لکڑی کی زینیں تھیں۔ (درمنثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون دو سرخ کپڑے عصفری رنگ کے پہنے قوم پر نکلا

قارون دو سرخ کپڑے جو عصفری رنگ کے تھے ان کو پہن کر قوم پر سج دھج کے ساتھ نکلا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون اپنی قوم پر نکلا دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے جو عصفری رنگ کے تھے جو قرمزی کی طرح تھا۔

(درمنثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون قوم پر سفید ترکی گھوڑوں کے ساتھ نکلا

قارون اپنی قوم پر سفید ترکی گھوڑوں کے ساتھ نکلا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ سفید ترکی گھوڑوں پر نکلا جن پر ارجوان کی بنی ہوئی زینیں تھیں اور ان پر عصفری رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے تھے۔

(در منثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون ستر ہزار افراد میں نکلا تھا

قارون ستر ہزار افراد میں قوم پر نکلا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ ستر ہزار افراد میں نکلا جس پر عصفری رنگ کے کپڑے تھے یہ وہ پہلا دن تھا جس میں عصفری رنگ کو دیکھا گیا۔

(در منثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون سفید لونڈیوں کے درمیان نکلا

قارون سفید لونڈیوں کے درمیان نکلا اور تکبر کرتے ہوئے نکلا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ سفید لونڈیوں کے درمیان نکلا سونے کی زینوں ارجوانی رنگ کے کپڑوں اور سفید خچروں پر تھیں ان پر سرخ کپڑے اور سونے کے زیورات تھے۔ (در منثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

زین پر تین سو لونڈیاں سوار تھیں

قارون سفیدی مائل سیاہ خچر پر نکلا جس پر ارجوانی لکڑی کی زین تھی جن پر تین سو لونڈیاں سوار تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قارون سفیدی مائل سیاہ خچر پر نکلا جس پر ارجوانی لکڑی کی زین تھی جن پر تین سو لونڈیاں سوار تھیں جنہوں نے سرخ لباس زیب تن کر رکھے تھے اور وہ سفیدی مائل سیاہ خچروں پر سوار تھیں۔ (در منثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون نے سب سے پہلے سیاہ خضاب لگایا

قارون نے سب سے پہلے سیاہ خضاب لگایا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدہ بن ابی لبابہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے جس نے سیاہ خضاب لگایا وہ قارون تھا۔ (درمنثور: ج:5، ص:399 مطبوعہ کراچی)

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دیا کرتا تھا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دیا کرتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حرث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قارون کو مال اور خزانہ دیا گیا حتیٰ کہ اس نے اپنے گھر کا دروازہ سونے کا بنایا اپنے پورے گھر کو سونے کی پتریوں سے بنایا۔ بنی اسرائیل کے سردار صبح وشام اس کے پاس آتے وہ انہیں کھانا کھلاتا اور وہ قارون سے باتیں کرتے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دیا کرتا تھا اسے خواہش نفس اور دل کی سختی نے نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا جو خوبصورتی میں مشہور تھی اسے ربیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

قارون نے اسے کہا:

کیا تو پسند کرتی ہے کہ میں تجھے مالا مال کر دوں۔ تجھے عطا کروں اور اپنی عورتوں کے ساتھ ملا دوں اس شرط پر کہ تو میرے پاس اس وقت آئے جبکہ بنی اسرائیل کے سردار میرے پاس موجود ہوں اور تو کہے اے قارون! کیا تو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو مجھ سے منع نہیں کرے گا؟

اس نے کہا:

میں اس کے لئے تیار ہوں۔ جب قارون کے ساتھی آگئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اس نے عورت کو بلایا۔ وہ عورت لوگوں کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بدل دیا اور اسے توبہ کی توفیق دے دی۔

اس عورت نے کہا:

قارون نے میری طرف پیغام بھیجا اور کہا کیا تو پسند کرتی ہے کہ میں تجھے مالا مال کر دوں اور اپنی عورتوں میں شامل کر دوں اس شرط پر کہ تو میرے پاس آئے جبکہ بنی اسرائیل کے سردار میرے پاس ہوں اور تو یہ کہے کیا تو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے نہیں روکے گا۔ آج میں نے اس سے افضل توبہ نہیں پائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے دشمن کو جھٹلاؤں اور رسول اللہ کی برأت کا اظہار کروں۔ قارون نے اپنا سر جھکا لیا اور اسے پتہ چل گیا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی حتیٰ کہ خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جا پہنچی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غضب والے تھے۔ جب یہ خبر آپ علیہ السلام تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے وضو کیا، نماز پڑھی، سجدہ کیا اور روئے اور کہا: اے میرے رب عزوجل! تیرا دشمن مجھے اذیتیں دیتا رہا پھر چند چیزوں کا ذکر کیا تو نے اس کو نہ روکا حتیٰ کہ میری رسوائی کا ارادہ کر لیا۔ اے میرے رب عزوجل! مجھے اس پر مسلط کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ زمین کو جو چاہے حکم دے وہ تیری اطاعت کرے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کی

طرف آئے۔ جب قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ کے چہرے سے غضب کو پہچان لیا کہا! اے موسیٰ علیہ السلام! مجھ پر رحم کھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اے زمین! انہیں پکڑ لے۔ اس کے گھر میں لرزہ طاری ہو گیا اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنے اندر دھنسا لیا حتیٰ کہ ان کے قدم غائب ہو گئے۔ ان کے گھر بھی اسی قدر زمین میں دھنس گئے۔

قارون نے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! مجھ پر رحم کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے زمین! انہیں پکڑ لے۔ زمین اسے اس کے گھر اور اس کے ساتھیوں کو نگل گئی۔ جب زمین اسے نگل گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! تو کتنا سخت دل ہے۔ میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھ سے دعا کرتا تو میں اس پر رحم کرتا۔

ابوعمران جونی نے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تیرے بعد زمین میں سے کسی کی بات نہ مانوں گا میں کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔

(درمنثور: ج:5، ص399 تا400 مطبوعہ کراچی)

قارون اور اس کی قوم کو ہر روز انسان کی قامت کے برابر دھنسایا جاتا ہے

قارون اور اس کی قوم کو ہر روز انسان کی قامت کے برابر دھنسا دیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ابومیمون سے وہ حضرت سمرہ بن جندب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ قارون اور اس کی قوم کو ہر روز انسان کی قامت کے برابر دھنسایا جاتا ہے وہ زمین کی پست ترین جگہ تک قیامت تک نہیں پہنچے گا۔ (درمنثور: ج:5، ص:400 مطبوعہ کراچی)

قارون لگاتار زمین میں دھنستا رہے گا

قارون لگاتار زمین میں دھنستا رہے گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

ہمارے سامنے یہ بات کی گئی ہے کہ اس کو ہر روز قد برابر زمین میں دھنسایا جائے گا وہ لگاتار زمین میں دھنستا رہے گا وہ اس کی گہرائی تک قیامت تک پہنچے گا۔ (درمنثور: ج:5، ص:400 مطبوعہ کراچی)

قارون کا دھنستے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگنا

قارون جب دھنسنے لگا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی:

اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ مجھ پر رحم کرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ وہ زمین میں چلا گیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب قارون کو زمین میں دھنسایا گیا تو وہ زمین میں جارہا تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب ہی تھے۔ اس نے کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ مجھ پر رحم کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ وہ زمین میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی قارون نے تجھ سے مدد طلب کی تو نے اس کی مدد نہ کی۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر وہ یارب عزوجل کہتا تو میں اس پر رحم کرتا۔ (درمنثور، ج:5، ص: 401 مطبوعہ کراچی)

قارون اپنے جاہ وحشم کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن کیوں ہوگیا تھا اس کی مفسرین اور مورخین نے چند وجوہات بتائی ہیں۔ ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر زکوۃ دینا لازم کردیا تھا اس لیے وہ آپ علیہ السلام کا دشمن ہوگیا تھا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ وہ آپ علیہ السلام سے حسد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ علیہ السلام نبی ہیں اور ہارون علیہ السلام امام ہیں میرے لیے کوئی منصب نہیں۔ پھر قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رشوت دے کر اس پر تیار کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے ہوں تو وہ آپ علیہ السلام سے کہے کہ تم وہی ہو ناں جس نے میرے ساتھ فحش کام کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر کانپ اٹھے اسی وقت دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت سے کہا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے سمندر میں تمہارے لیے خشک راستہ بنایا جس نے تمہیں اور تمہاری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی تم سچا واقعہ بیان کرو۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ اڑ گیا اور اس نے لوگوں کے سامنے قارون کے رشوت دینے کا واقعہ بیان کردیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے قارون کی سزا طلب کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے زمین کو آپ کے تابع کردیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے زمین سے کہا:

تو قارون کو اور اس کے محل کو اور اس کے تمام مال ودولت کو نگل لے سو زمین نے اس کو نگلنا شروع کیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا اور بالآخر وہ اپنے جاہ وحشم کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔

(تفسیر ابن کثیر، ج:3، ص: 439 مطبوعہ دارالفکر بیروت) (تاریخ دمشق الکبیر، ج:64، ص: 71 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بلعم کی قوم کا بلعم کے پاس جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرنے کا کہنا

امام حسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن اسحاق رضی اللہ عنہما ورحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جبارین سے جنگ کرنے کا قصد کیا اور کنعان سے شام کی طرف روانہ ہوئے تو بلعم کی قوم بلعم کے پاس گئی بلعم کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم معلوم تھا۔

ان لوگوں نے بلعم سے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت سخت آدمی ہیں اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے اور وہ ہم کو ہمارے شہروں سے نکالنے اور ہم سے جنگ کرنے کے لئے آیا ہے اور ہم کو قتل کر کے ہمارے شہروں میں بنی اسرائیل کو آباد کرے گا اور تم وہ شخص ہو جو مستجاب الدعوات ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان کو یہاں سے بھگا دے۔

الخ (معالم التنزیل: ج:2، ص: 179 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بلعم کا بددعا سے انکار کرنا اور قوم کے اصرار پر استخارہ کرنا اور منع کا جواب آنا

بلعم نے کہا:

تم پر افسوس ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ان کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں۔ میں ان کے خلاف کیسے بددعا کر سکتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے جو حکم ملا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر میں نے ان کے خلاف بددعا کی تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی۔ انہوں نے بار بار اصرار کیا تو اس نے کہا اچھا میں استخارہ کرتا ہوں اور اس کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ استخارہ کرنے کے بعد دعا کرتا تھا اس کو نیند میں یہ بتایا گیا کہ ان کے خلاف بددعا نہ کرنا۔

اس نے اپنی قوم سے کہا: میں نے استخارہ کیا تھا اور مجھے ان کے خلاف بددعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

الخ (معالم التنزیل: ج:2، ص: 179 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم کا بلعم کو ہدیے اور تحفے دینا اور اس کا قبول کر کے بددعا کے لئے پہاڑ کی جانب روانہ ہونا

پھر اس کی قوم نے اس کو ہدیے اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا انہوں نے دوبارہ اس سے بددعا کرنے کے لئے کہا اس نے پھر استخارہ کیا اس دفعہ اس سے کچھ نہیں کہا گیا۔

اس کی قوم نے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بددعا کرنا پسند نہ ہوتا تو وہ تم کو پہلی بار کی طرح صراحتاً منع فرما دیتا وہ اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ ان کے کہنے میں آ گیا وہ ایک گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف (بددعا کرنے کے لئے) روانہ ہوا۔

الخ (معالم التنزیل: ج:2، ص: 179 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

گدھی کا بلعم کو کئی بار گرانا اور اس کا پھر سوار ہو جانا

گدھی نے اس کو کئی بار گرایا وہ پھر سوار ہو جاتا تھا۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:179 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

گدھی کا بلعم سے کلام کرنا کہ مجھے فرشتے جانے سے روک رہے ہیں

بالآخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے گدھی نے اس سے کلام کیا اور کہا افسوس ہے بلعم تو کہاں جا رہا ہے کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ فرشتے مجھے جانے سے روک رہے ہیں کیا تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور فرشتوں کے خلاف بددعا کرنے جا رہے ہو۔

(معالم التنزیل: ج:1، ص:179 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بلعم کا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر بددعا کرنا اور بددعا اپنی قوم کے متعلق جاری ہو جانا

بلعم باز نہیں آیا وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر بددعا کرنے لگا وہ بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان پر اس کی قوم کے خلاف بددعا کے الفاظ آ جاتے تھے۔

اس کی قوم نے کہا:

اے بلعم! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم تو ہمارے خلاف بددعا کر رہے ہو؟

اس نے کہا:

یہ میرے اختیار میں نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب ہو گئی۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:179 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بلعم کی زبان نکل کر سینہ کے اوپر لٹکنا

پھر اس زبان نکل کر اس کے سینہ کے اوپر لٹک گئی۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:179 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بلعم کا قوم کو اپنی حسین و جمیل عورتیں بنا سنوار کر بنی اسرائیل میں بغرض زنا کے لئے بھیجنے کا مشورہ دینا

اس نے کہا:

میری تو دنیا و آخرت برباد ہو گئی اب میں تمہیں ان کے خلاف ایک تدبیر بتاتا ہوں تم حسین و جمیل عورتوں کو بنا سنوار کر ان کے لشکر میں بھیج دو اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی ان کے ساتھ بدکاری کر لی تو تمہارا کام بن جائے گا کیونکہ جو قوم زنا کرے اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتا ہے اور اس کو کامیاب ہونے نہیں دیتا۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:179 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بنی اسرائیل کے زمری بن شلوم کا کستی نامی عورت سے بدکاری کرنا اور طاعون کا مسلط کر دیا جانا

بنو اسرائیل کے ایک شخص جس کا نام زمری بن شلوم تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود کستی نامی ایک کنعانی عورت کے ساتھ بدکاری کی جس کی پاداش میں اسی وقت بنی اسرائیل پر طاعون مسلط کر دیا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:179 تا 180 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشیر کا زمری اور کستی کو قتل کرنا اور طاعون کا عذاب اٹھالیا جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشیر فنحاص بن العیز ار نامی ایک اسرائیلی شخص تھا وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھا جب وہ آیا اور اس کو زمری بن شلوم کی سرکشی کا پتہ چلا تو اس نے خیمہ میں گھس کر زمری اور اس عورت دونوں کو قتل کر دیا۔ تب طاعون کا عذاب ان سے اٹھالیا گیا۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص179 تا180 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ستر ہزار اسرائیلی طاعون کے عذاب سے ہلاک ہونا

لیکن اسی اثناء میں ستر ہزار اسرائیلی طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو چکے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص179 تا180 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بلعم کا اسم اعظم اور ایمان سلب کرلیا جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بلعم کا اسم اعظم اور ایمان سلب کر لیا گیا۔

امام حسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا:

بلقاء کے بادشاہ نے بلعم سے کہا! تم (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے خلاف بددعا کرو۔

اس نے کہا:

وہ میرے ہم مذہب ہیں میں ان کے خلاف بددعا نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے اس کو سولی دینے کے لئے صلیب تیار کی وہ ڈر گیا اور گدھی پر سوار ہو کر بددعا کرنے کے لئے گیا گدھی راستہ میں رک گئی اور چلتی نہ تھی وہ گدھی کو مارنے لگا۔

گدھی نے کہا:

مجھے کیوں مارتے ہو؟ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔ پھر وہ لوٹ آیا (یعنی بددعا بنی اسرائیل کے خلاف کر کے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے رب عزوجل! ہم کس وجہ سے میدان تیہ میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بلعم کی دعا کی وجہ سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! جس طرح تو نے میرے خلاف اس کی دعا سن لی ہے اسی طرح اس کے خلاف میری دعا بھی قبول فرما۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اس سے اسم اعظم چھین لیا جائے اور اس سے ایمان سلب کرلیا جائے سو ایسا ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ یعنی اس سے ایمان اور اسم اعظم چھین لیا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص179 تا 180 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بلعم مستجاب الدعوات تھا

بلعم مستجاب الدعوات تھا مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کے خلاف بددعا کی تو ہلاک کر دیا گیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ابو المعمر سے روایت ہے کہ

ان سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا" تو انہوں نے سیار کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ ایک آدمی تھا جسے بلعم کہا جاتا تھا اسے نبوت عطا کی گئی تھی (عبد المصطفیٰ کہتا ہے کہ یہ نبی نہیں تھا کیونکہ نبی زمانہ اول اور آخر گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور راہ راست پر رہتا ہے ہاں اسم اعظم اس کے پاس تھا) اور وہ مستجاب الدعوات تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو آپ نے اس سرزمین کا ارادہ فرمایا جہاں بلعم سکونت پذیر تھا تو یہ خبر سن کر لوگ سخت خوفزدہ اور مرعوب ہو گئے چنانچہ وہ بلعم کے پاس آئے اور کہا اس آدمی کے خلاف آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔

اس نے کہا:

میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں؟ چنانچہ اس نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی تو اسے کہا گیا تو ان کے خلاف دعا نہ کرنا کیونکہ ان میں میرے بندے ہیں اور ان میں ان کا نبی بھی ہے۔

تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میں نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی ہے، لیکن مجھے منع کر دیا گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ

قوم نے اس کو ہدیہ اور تحائف پیش کیے اس نے انہیں قبول کر لیا پھر وہ اس سے واپس لوٹے اور پھر کہا اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا مانگنا۔

تو اس نے کہا:

میں مشورہ کروں گا پھر اس نے اجازت طلب کی تو اسے کوئی جواب نہ دیا گیا۔

تو اس نے کہا:

میں نے مشاورت طلب کی ہے، لیکن مجھے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

قوم نے کہا:

اگر تمہارا رب عزوجل ان کے خلاف تمہاری دعا کو ناپسند کرتا تو بالیقین تمہیں منع فرما دیتا جیسا کہ اس نے پہلی بار منع کر دیا

تھا چنانچہ وہ ان کے خلاف دعا کرنے لگا تو جب وہ دعا میں شروع ہوا تو اس کی زبان پر اپنی قوم کے خلاف دعا جاری ہوگئی اور جب اسے رسول بنایا جائے تو اسے اپنی قوم پر فتح عطا فرمائے تو اس مقام پر اس کی زبان پر یہ جاری ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر کو فتح عطا فرمائے۔

تو قوم نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے خلاف دعا کر رہے ہو۔

اس نے جواب دیا۔

میری زبان پر یہی جاری ہوتا ہے اگر میں ان کے خلاف دعا کروں تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ لیکن میں تمہیں اس امر پر آگاہ کر رہا ہوں کہ عنقریب ان کی ہلاکت اس جگہ میں ہوگی بلاشبہ اللہ تعالیٰ زنا کو مبغوض اور ناپسند کرتا ہے اگر وہ زنا میں واقع ہو جائیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں عورتوں سے دور نکال لایا گیا اور وہ تو مسافر لوگ ہیں عنقریب وہ زنا کے مرتکب ہوں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے پھر ایسا ہی ہوا کہ انہیں عورتوں سے دور نکال دیا گیا وہ ان کے پاس آتیں تو وہ زنا کا ارتکاب کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کر دیا جس کے سبب ستر ہزار افراد موت کی نذر ہو گئے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:148 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بلعم علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا

بلعم علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعم بن باعوراء کو شاہ مدین کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ بلعم مستجاب الدعوات تھا اور علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شدائد اور تکالیف میں اسے آگے کرتے تھے تو شاہ مدین نے اسے لاجواب کر کے خاموش کر دیا اور اسے عطیہ دے کر خوش کر دیا چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین چھوڑ دیا اور اس کا دین اختیار کر لیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (درمنثور: ج:3، ص:466 مطبوعہ کراچی)

بلعم یا بلعام ابن باعورا کا انجام

بلعم یا بلعام ابن باعورا کا انجام یہ ہوا کہ اس کو اسم اعظم شریف بھول گیا۔ معرفت اور ایمان اس کے سینہ سے نکل گئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک بڑا عالم صوفی پیر تھا جس کا نام بلعم یا بلعام ابن باعورا تھا یہ تھا تو اسرائیلی مگر جبارین کی بستی میں رہتا تھا جو ملک شام میں واقع تھی اس کی بیوی اسی قوم جبارین سے تھی۔ بلعم اس وقت کا بڑا ولی، عالم، صوفی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا تھا مقبول الدعا تھا اپنے گھر میں بیٹھ کر عرش اعظم کو دیکھا کرتا تھا لوگوں کو علم سکھاتا تھا

اور اس کے درس میں بارہ ہزار طلباء ہوتے تھے جو اس کا بتایا ہوا سبق لکھ لیتے تھے اس کی ہر بات لکھی جاتی تھی۔ غرضیکہ وہ انتہائی عروج کو پہنچا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر اس علاقہ پر حملہ کرنے اسے فتح فرمانے کے لئے جب کنعانی علاقہ میں داخل ہوئے جو شام کے علاقہ میں واقع تھا تو قوم جبارین جمع ہو کر اس کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ لشکر جرار ہے اگر وہ ہمارے علاقہ پر قابض ہو گئے تو تمہاری خیر نہیں تو ان کے لئے بددعا کر کہ وہ یہاں داخل نہ ہونے پائیں۔ بلعم بولا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ان پر کسی کی بددعا کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ میری دنیا و دین برباد ہو جائیں گے یہ لوگ بلعم کی بیوی کے پاس گئے اسے بہت تحفے تحائف دیئے اور اس کے ذریعے بلعم کو تحفے پہنچائے پھر بلعم کی بیوی نے اس پر زور دیا کہ تو یہ کام کر۔ اس نے پہلے استخارہ کیا جس میں اسے اس حرکت سے روکا گیا مگر اس کی زوجہ اور قوم نے پھر دوبارہ استخارہ کرنے کو کہا اس نے کہا: اس بار خاموشی رہی کوئی جواب نہ آیا۔ یہ لوگ بولے کہ اب کی بار تجھے منع نہیں کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے تجھے اس کی اجازت دے دی آخر کار بلعم ایک گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑی میں گیا قوم ساتھ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے بددعا اور اس قوم کے لئے دعائیں کرنے لگا۔ مگر قدرت خداوندی سے ہوا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بجائے اس کے منہ سے اپنی قوم کا نام نکلتا تھا اور اپنی اس قوم کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا نام زبان پر آتا تھا۔ قوم بولی تو یہ کیا کر رہا ہے۔ وہ بولا میں مجبور ہوں میری زبان قابو میں نہیں اس وقت اس کی زبان باہر نکل پڑی سینہ پر لٹک کر آ رہی اور وہ کتے کی طرح ہانپنے لگا پھر وہ لوگوں سے بولا کہ میری دین و دنیا دونوں تباہ ہو گئے اب تم ایک تدبیر کرو جس سے بنی اسرائیل تباہ ہو جاویں وہ یہ کہ اپنی خوبصورت لڑکیاں سجا بنا کر لشکر موسوی میں چھوڑ دو اور انہیں ہدایت کر دو کہ جو اسرائیلی تم کو ہاتھ لگائے تو اسے منع نہ کرو جب ان میں زنا پھیل جائے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے کہ زنا سے آفتیں آتی ہیں۔

ابر نہ ید از پئے منع زکوت   وازز نا افتد بلا اندر جہات

ان لوگوں نے یوں ہی کیا چنانچہ ایک لڑکی کستی بنت صور کو ایک اسرائیلی زمری ابن شلوم (جو شمعون ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا سردار تھا) نے پکڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منع فرمایا اس نے چھپ کر اس سے زنا کیا اس پر اسرائیلوں میں طاعون پھیل گیا ستر ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔ ادھر ایک بہت قوی اسرائیلی فخاص ابن عیزار ابن ہارون کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے ان دونوں زانی زانیہ کو عین موقعہ پر اپنے نیزہ میں چھید کر اٹھا لیا اور بہت ذلت سے انہیں ہلاک کر دیا تب وہ طاعون ختم ہوا ادھر بلعم کا یہ حال ہوا کہ یہ اسم اعظم شریف بھول گیا معرفت ایمان اس کے سینہ سے نکل گئے اس نے دیکھا کہ میرے سینہ سے ایک سفید کبوتر کی مثل پرندہ نکل کر اڑ گیا جسے لوگوں نے دیکھا سب سمجھ گئے کہ اس کا ایمان گیا۔

(تفسیر نعیمی، ج:9، ص 334 تا 335 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بلعم بن باعوراء اہل یمن سے تھا

بلعم بن باعوراء اہل یمن سے تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ آدمی جسے بلعم کہا جاتا ہے وہ اہل یمن میں سے تھا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی آیات عطا فرمائیں تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔

(تفسیر طبری: ج:9،ص:144 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنی اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل فرمایا کرتے تھے بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو ہمارے ساتھ مل کر غسل نہیں کرتے اس کی ضرور یہی وجہ ہے کہ ان کے خصیے غیر معمولی بڑے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر آپ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر! میرے کپڑے دو حتیٰ کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی جسمانی عیب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر سے اپنے کپڑے لے لیے اور اس پتھر پر لاٹھی سے ضرب لگائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے متعدد نشانات پڑ گئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:278)

قوم کا برا گمان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: ان کے خصیتین خراب ہیں ایک روز آپ علیہ السلام غسل کرنے کے لیے نکلے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھے پتھر آپ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ننگے ہی اس کے پیچھے دوڑنے لگے حتیٰ کہ وہ کپڑوں کے ساتھ بنی اسرائیل کی مجلس تک جا پہنچا بنی اسرائیل نے آپ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام کو خصیتین کا کوئی مرض نہیں ہے۔

(تفسیر طبری: ج:22،ص:61 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پانی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو کپڑے نہ اتارتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام جب پانی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو کپڑے نہ اتارتے حتیٰ کہ پانی میں بھی آپ علیہ السلام کی شرم گاہ پوشیدہ رہتی۔ (مسند احمد: ج:3، ص:262 مطبوعہ دار صادر بیروت)

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پہاڑ پر چڑھے حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال ہو گیا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تو نے اس کو قتل کر دیا ہے بنسبت آپ علیہ السلام وہ ہم سے زیادہ محبت کرتے تھے اور وہ زیادہ نرم تھے اس وجہ سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا فرشتوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی میت کو اٹھایا اور بنی اسرائیل کی مجالس کے پاس سے گزرے۔ فرشتوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی موت کے بارے میں گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کر دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی میت کو لے گئے اور انہیں دفن کر دیا ان کی قبر کا سوائے گدھوں کے کسی کو علم نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بہرہ گونگا کر دیا۔

(تفسیر طبری: ج:22، ص:61 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگانا اور آپ علیہ السلام کا بری الذمہ ہونا

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ابو مالک سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کی روح کو قبض کرنے والا ہوں اسے فلاں پہاڑ پر لے آؤ۔ دونوں اس پہاڑ کی طرف گئے وہ اچانک ایک درخت اور ایک کمرے کے پاس پہنچے جس میں ایک چارپائی تھی اور عمدہ خوشبو تھی جب حضرت ہارون علیہ السلام نے اس پہاڑ، اس مکان اور اس میں جو چیزیں تھیں انہیں دیکھا تو بڑا اچھا لگا۔ کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں پسند کرتا ہوں کہ اس چارپائی پر سو جاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

سو جاؤ۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا:

تم بھی میرے ساتھ سو جاؤ جب دونوں سو گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو موت آ گئی۔ جب حضرت ہارون علیہ السلام کی روح قبض کر لی گئی تو وہ گھر، درخت اور چارپائی آسمان کی طرف اٹھالی گئی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف آئے تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اور بنی اسرائیل ان سے جو محبت

کرتے تھے اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے حسد کرتے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کا زیادہ دفاع کرتے اور ان کے لئے نرم تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر کچھ سختی کرتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا تم پر افسوس وہ میرا بھائی تھا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ جب انہوں نے زیادہ باتیں کیں تو آپ علیہ السلام دو رکعات نماز پڑھنے کے لئے اٹھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ فرشتے چارپائی لے کر اترے حتیٰ کہ بنی اسرائیل نے چارپائی کو آسمان اور زمین کے درمیان دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

(مستدرک: ج:2، ص:633 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تھے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ

(الاحزاب:69)

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مباحثہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مباحثہ ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے آدم (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام ہمارے باپ ہیں آپ علیہ السلام نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا۔

ان سے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

اے موسیٰ علیہ السلام! تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ساتھ سرفراز فرمایا اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھی کیا تم مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے متعلق مقدر کر دیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پا گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6614)

مباحثہ کیسے ہوا؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کی دشواری لاحق ہوئی تو انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے خاص گھر میں رکھا ہوا تھا جہاں ہم پر موت طاری نہ ہوتی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اتار دیا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اگر آدم علیہ السلام کو تمہاری طرف بھیج دیا جائے تو کیا تم ان سے مباحثہ کرو گے۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا ہاں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اور کہا: اگر تم لغزش نہ کرتے تو ہم یہاں نہ ہوتے تو جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہر شئے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں کیا تم یہ نہیں جانتے کہ "مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا"

"نہیں آئی کوئی مصیبت زمین پر اور تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں۔"

تو حضرت موسیٰ نے کہا: کیوں نہیں۔ (ایسے ہی ہے) تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام مباحثہ میں ان پر غالب آگئے۔

(تفسیر طبری: ج:9، ص:71 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک گروہ تھا جو لوگوں کو ہدایت کی تلقین کرتا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف:159)

اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

☆ حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ الایۃ کے بارے میں فرمایا۔

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا تو اس وقت ان کے بارہ قبیلے تھے ان میں سے ایک قبیلے نے دوسروں کے ساتھ کارروائی میں شریک ہونے سے برأت اختیار کی اور معذرت کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجاء کی کہ وہ انہیں دوسرے قبائل سے جدا کر دے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زمین میں ایک سرنگ کھودی وہ اس میں چلتے رہے حتیٰ کہ چین کے پرے جا کر نکلے پس وہی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے اور ہمارے

قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ (درمنثور، ج:3، ص:434 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راضی فرمادیا

امام عبدالرحمن بن محمد الرازی بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے ایک امت ایسی پائی جو اپنے اموال کا صدقہ دے گی پھر اس کی طرف وہ مال لوٹ آئے گا اور وہ اس کو کھا لے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ امت تمہارے بعد ہوگی اور یہ امت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں نے ایک ایسی امت پائی جو پانچ نمازیں پڑھے گی اور وہ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ امت تمہارے بعد ہوگی اور یہ امت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! مجھے امت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کردے۔

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی: "اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔"

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج:5، ص:1587 مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی طرف جانے کا فرمانا

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جس موسیٰ کا قصہ ہے یہ بنی اسرائیل سے نہیں تھے یہ اور موسیٰ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے تو ان سے سوال کیا گیا لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لو پس جب وہ مچھلی گم ہوگی وہیں وہ بندہ ہوگا۔ الخ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 122)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے سمندر کنارے سفر کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے اپنے نوجوان ساتھی کے ساتھ چلے تو فرمایا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ دو سمندروں کے سنگم میں پہنچ جاؤں یا سالہا سال چلتا رہوں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ (الکہف: 60 تا 64)

اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا سالہا سال چلتا رہوں گا۔ پس جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنا لیا پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے اس نے کہا بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلا دیا تھا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا۔ موسیٰ نے کہا یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سفر پر دوسرے ہم سفر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو آپ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے ہمسفر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔

لَآ اَبْرَحُ میں ہمیشہ رہوں گا۔مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ۔حُقُبًا ستر سال،بَیْنِهِمَا یعنی دو دریاؤں کے درمیان،نَسِیَا حُوْتَهُمَا یعنی ان سے مچھلی نکل گئی اور گم ہوگئی نمکین مچھلی تھی جو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھائی ہوئی تھی وہ ٹوکرے سے اچھل کر پانی میں جا پڑی۔شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان ساتھی سے اس کا ذکر بھلا دیا وہ نوجوان حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔(تاریخ مدینہ:ج:16،ص:413 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مچھلی کا ٹوکری سے نکلنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام دونوں چل پڑے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لی تھی حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک چٹان پر سر رکھا اور وہ دونوں سو گئے وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بناتی ہوئی چلی گئی اور یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگرد کے لئے بہت عجیب وغریب ثابت ہوئی تھی وہ دونوں بقیہ رات اور دن چلتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا:

ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے۔

اس نے کہا:

بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آکر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلا دیا تھا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنالیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے جب وہ دونوں اس چٹان پر پہنچے تو دیکھا وہاں ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے موجود ہے۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:122)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام چٹان پر پہنچے اور حضرت خضر علیہ السلام کو کپڑا اوڑھے ہوئے دیکھا تو یہ مقدس نفوس حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے اور آپ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ؁ (الکہف:65)

پس ان دونوں نے ہمارے میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے کون سے دو سمندروں کے ملنے کی جگہ ملاقات ہوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی جن دو سمندروں کے ملنے کی جگہ ملاقات ہوئی وہ بحر فارس اور بحر روم ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے کہ

یہ دو سمندر ہیں بحر فارس اور بحر روم، بحر روم مغرب کے قریب ہے اور بحر فارس مشرق کے قریب ہے (یہاں ملاقات ہوئی) (جامع البیان: رقم الحدیث: 17461 تا 7462ا)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

مجمع البحرین، بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ ہے اور بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے ملنے کی جگہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بحر شریعت تھے اور حضرت خضر علیہ السلام بحر طریقت تھے اور مجمع البحرین ان دونوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ (تفسیر کبیر: ج:7، ص:479 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے علم سیکھنے کا کہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میں آپ علیہ السلام کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ علیہ السلام کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ علیہ السلام اس میں سے مجھے بھی تعلیم دیں۔

قرآن مجید میں ہے: قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ؁ (الکہف:66)

موسیٰ نے کہا! آیا میں آپ کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی (کچھ) تعلیم دیں۔

مجھے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم سکھا دیجئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم سکھا دیجئے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ لکھتے ہیں:

(کچھ روایت کے بعد ہے) ان دونوں نے وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو سمندر کے وسط میں ایک سرسبز جزیرہ پر بیٹھے

ہوئے دیکھا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک پلوان کے سر کے اوپر تھا اور ایک پلوان کے پیروں کے نیچے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا انہوں نے چادر سے اپنا چہرہ اقدس نکال کر کہا۔ ہماری سرزمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پھر اپنا سر بلند کر کے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا: اے بنی اسرائیل کے نبی وعلیک السلام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں اس شرط پر آپ علیہ السلام کی اتباع کروں کہ آپ علیہ السلام مجھے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم سکھا دیں پھر وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4726)

حضرت خضر علیہ السلام کا فرمانا کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ علیہ السلام کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اس شرط پر آپ علیہ السلام کی اتباع کروں کہ آپ علیہ السلام مجھے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم سکھا دیں تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ○ (الکہف: 67 تا 68)

اس بندے نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر کرنے اور اطاعت کرنے کا جواب دینا

جب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے تو آپ علیہ السلام نے کہا آپ علیہ السلام انشاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ○ (الکہف: 69)

موسیٰ نے کہا آپ انشاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوال کرنے سے منع کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام انشاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا

پائیں گے اور میں آپ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا تم سے ذکر نہ کروں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ (الکہف:70)

اس بندے نے کہا! پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا تم سے ذکر نہ کروں۔

پرندہ کا سمندر میں چونچ مارنا اور حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پرندے کے چونچ مارنے کی وجہ بتانا

حضرت ابی سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملے تو ایک پرندہ آیا اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا آپ علیہ السلام کو معلوم ہے یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے پوچھا کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

یہ کہہ رہا ہے کہ آپ علیہ السلام کا علم اور موسیٰ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہے مگر اس طرح جیسے میری چونچ نے اس پانی سے لیا ہے۔ (مستدرک: ج:2، ص:400 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا جانا

حضرت خضر علیہ السلام کے علم غیب کے متعلق علماء کرام کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو کس قسم کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص تھے جو علم الغیب جانتے تھے۔ (جامع البیان: ج:5، ص:15، ص:347 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابن عطیہ اندلسی کا قول

علامہ ابن عطیہ اندلسی متوفی 546ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کو باطن کا علم دیا گیا تھا۔ (المحرر الوجیز: ج:3، ص:158 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی کا قول

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہ نے ان کو اس علم سے تعلیم دی جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ (فتح القدیر: ج:3، ص:412 تا 413 مطبوعہ دار الوفا بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

وہ علم الغیوب اور اسرار العلوم الخفیہ ہیں۔ (روح المعانی: جز:15، ص:475 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نواب صدیق حسن خان کا قول

نواب صدیق حسن خان متوفی 1307ھ لکھتے ہیں:

ہم نے ان کو اس غیب سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ مختص ہے۔ الایۃ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام شرعیہ اور ظاہر قضا کا علم دیا گیا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کو بعض غیب کا علم دیا گیا تھا اور بواطن کی معرفت کا۔ (فتح البیان: جز:8، ص:81 مطبوعہ مکتبہ العصریہ)

علامہ قرطبی مالکی اندلسی کا قول

علامہ قرطبی مالکی اندلسی متوفی 668ھ و کان رجلا یعلم علم الغیب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ہم نے ان کو علم غیب کی تعلیم دی تھی (یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو)

(الجامع الاحکام القرآن: جز:10، ص:391 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن احمد نیشاپوری کا قول

امام علی بن احمد نیشاپوری متوفی 450ھ و کان رجلا یعلم علم الغیب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم نے اس (حضرت خضر علیہ السلام) کو علم غیب سے علم عطا فرمایا۔ (الوسیط: ج:3، ص:158 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاضی بیضاوی کا قول

قاضی بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: ان (حضرت خضر علیہ السلام) کو ان علوم کی تعلیم دی تھی جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور جن کا علم ہماری توفیق کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔ (تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی: ج:6، ص:206 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو الحیان اندلسی کا قول

علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

ہم نے ان (حضرت خضر علیہ السلام) کو وہ علوم سکھائے جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور وہ غیوب کی خبریں ہیں۔

(البحر المحیط: ج:7، ص:204 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو السعود محمد بن عمادی حنفی کا قول

علامہ ابو السعود محمد بن عمادی حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

یعنی (خضر علیہ السلام کو) وہ علم سکھایا جس کی کنہ کو جانا نہیں جا سکتا نہ ان کی مقدار کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے۔

(تفسیر ابی السعود: ج:4، ص:203 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کے تختے کو توڑنا

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہو گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختے کو توڑ دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ (الکہف:71)

پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر) نے کشتی (کے تختے) کو توڑ دیا۔

کشتی توڑنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال

جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختے توڑے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ علیہ السلام نے اس کو اس لیے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں یہ تو آپ علیہ السلام نے بہت خطرناک کام کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ○ (الکہف:71)

موسیٰ نے کہا! کیا آپ نے اس کو اس لیے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں یہ تو آپ علیہ السلام نے بہت خطرناک کام کیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا فرمانا تم سے یہ نہیں کہا تھا تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے یہ کہا کیا آپ علیہ السلام نے اس کو اس لیے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں یہ تو آپ علیہ السلام نے بہت خطرناک کام کیا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ (الکہف:72)

(خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہر گز صبر نہ کر سکو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھول کا عذر بیان فرمانا

جب حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہر گز صبر نہ کر سکو گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ○ (الکہف:73)

(موسیٰ نے) کہا جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا لڑکے کو قتل کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے چلتے رہے حتیٰ کہ ایک لڑکے سے جب ملاقات ہوئی تو اس کو قتل کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ (الکہف:74)

پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر علیہ السلام) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا کہ آپ علیہ السلام نے بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا

جب حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ علیہ السلام نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ○ (الکہف:74)

(موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا فرمانا کہ میں نے تم سے کہا تھا تم میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکو گے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ

نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ○ (الكهف:75)

(خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا بے شک آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آئندہ سوال کرنے پر ساتھ نہ رکھنے کا فرمانا

جب حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کے بعد میں نے آپ علیہ السلام سے کوئی سوال کیا تو آپ علیہ السلام مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ بے شک آپ علیہ السلام میری طرف سے حد عذر کو پہنچ چکے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ○ (الكهف:76)

موسیٰ نے کہا! اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں بے شک آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کافر لڑکے کو قتل کیا

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ کافر تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا وہ لڑکا بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4725)

گردن اکھاڑ کر لڑکے کو قتل کر ڈالا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں:

وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3149)

وہ لڑکا طبعاً کافر پیدا کیا گیا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ لڑکا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ طبعاً کافر پیدا کیا گیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔ (سنن: ج:2،ص:291)

جیسور نامی بچہ کو قتل کیا تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالزاہریہ سے روایت ہے کہ

وہ بچہ جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کا نام جیسور تھا۔ (در منثور: ج:4،ص:627 مطبوعہ کراچی)

بستی والوں سے کھانا مانگنا اور ان کا انکار کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام چلتے چلتے ایک بستی والوں کے پاس تشریف لائے تو ان سے کھانا مانگا اور انہوں نے ان مقدس بزرگوں کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (الکہف:77)

پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان دونوں نے ان بستی والوں سے کھانا مانگا بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔

بستی والے کمینے لوگ تھے

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ گاؤں والے کمینے لوگ تھے۔ (در منثور: ج:4،ص:626 مطبوعہ کراچی)

حضرت خضر علیہ السلام کا گری ہوئی دیوار کو سیدھا کر دینا

بستی میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دیوار کو دیکھا جو گرنا ہی چاہتی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ (الکہف:77)

پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنا ہی چاہتی تھی تو اس نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا کہ اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے

جب حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس پر

کچھ اجرت لے لیتے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○ (الکہف:77)

موسیٰ نے کہا! اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہنا کہ اب میرے اور آپ علیہ السلام کے درمیان جدائی ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اب میرے اور آپ علیہ السلام کے درمیان جدائی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ج (الکہف:78)

(خضر نے) کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کشتی عیب دار کرنے کی وجہ بتانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے یہ کہا: اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ علیہ السلام صبر نہ کر سکے تھے رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے اس لیے میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں کیونکہ ان کے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر صحیح وسالم کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ج سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ○ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ○

(الکہف:78 تا 79)

(خضر نے) کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے اس لیے میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں (کیونکہ) ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (صحیح وسالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

مسکین کشتی والوں کے متعلق اقوال

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان کی مسکینی کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ کام نہیں کر سکتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

ان کے بدنوں میں ضعف تھا۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وہ دس بھائی تھے پانچ اپاہج تھے اور پانچ سمندر میں کام کرتے تھے۔ (زاد المسیر: ج:5،ص:178 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یہ کشتی چند محتاج لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو مساکین فرمایا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ فقیر میں مسکین کی بہ نسبت زیادہ ضرر اور احتیاج ہوتی ہے کیونکہ مسکینوں کے متعلق تو فرمایا ان کی کشتی تھی اور وہ سمندر میں کام کرتے تھے اور کشتی کے مالک تھے اور فقیر کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔

(تفسیر کبیر: ج:7،ص:490 مطبوعہ بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لڑکا قتل کرنے کی وجہ بتانا

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لڑکے کے قتل کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ لڑکا جس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے گا جو پاکیزہ اور زیادہ رحم دل ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًاۚ۝ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا۝ (الکہف: 80 تا 81)

اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے جو پاکیزہ اور زیادہ رحم دل ہو۔

مقتول شدہ لڑکے کے بدلے لڑکی پیدا ہونا اور اس کے بطن سے ستر نبی پیدا ہونا

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

پھر ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے بطن سے ستر (70) نبی پیدا ہوئے۔

(زاد المسیر: ج:5،ص:181 مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت)

بچی نے دو نبیوں کو جنم دیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بسطام بن جمیل عن عمر بن یوسف کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول بچے کے بدلے میں ایسی بچی عطا فرمائی جس نے بعد میں دو نبیوں کو جنم دیا تھا۔

(درمنثور: ج:4، ص:628 مطبوعہ کراچی)

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیوار سیدھا کرنے کی وجہ بتانا

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیوار سیدھا کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب عزوجل کی رحمت سے اپنا خزانہ نکالیں اور میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے یہ ان کاموں کی حقیقت ہے جن پر آپ علیہ السلام صبر نہ کر سکے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۭ ○ (الکہف:82)

اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے یہ ان کاموں کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے۔

کس گاؤں میں دیوار سیدھی کی تھی؟

اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

الابلۃ اہل قریہ کے جس گاؤں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام آئے تھے اس کا نام باجروان تھا اور اس کے باشندے بڑے کمینے تھے۔

اور محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ

وہ گاؤں الابلۃ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی زمین کا آسمان سے دور ترین قطعہ ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
وہ گاؤں ابرقہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ وہ انطا کیہ تھا۔ (درمنثور: ج:4، ص:626 مطبوعہ کراچی)

دو یتیم لڑکوں کے نام

ان میں ایک کا نام صریم اور دوسرے کا نام اصرم تھا۔
علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
ان دو یتیم لڑکوں کے نام صریم اور اصرم تھے۔

یتیم لڑکوں کے والد کا حسن عمل

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم رازی متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
ان کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور ان کو ادا کرتا تھا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
ان کے باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی کیونکہ ان کی کوئی نیکی ذکر نہیں فرمائی۔
نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور اس کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 12882 تا 12883)

ان یتیم لڑکوں کے درمیان اور اس نیک باپ کے درمیان سات آباء تھے

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:
حضرت جعفر بن محمد نے کہا:
ان لڑکوں کے درمیان اور اس نیک باپ کے درمیان سات آباء تھے۔
اور محمد بن منکدر نے کہا:
اللہ تعالیٰ کسی ایک بندے کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے محلہ والوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ (الوسیط: ج:3، ص:163 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دو یتیم لڑکوں کے والد کا نام کاشح تھا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

وہ ان کی پشت کے اعتبار سے ساتویں باپ تھے ایک قول یہ ہے کہ وہ دسویں باپ تھے ان کے والد کا نام کاشح تھا۔
الخ (الجامع الاحکام القرآن: جز:10 ص:411 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دو یتیم لڑکوں کی والدہ کا نام دنیا تھا

اور ان کی والدہ کا نام دنیا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:10 ص:411 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

کون سا خزانہ تھا؟

اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔
امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
اس خزانے کے تین قول ہیں۔
1-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:
وہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا۔
2-عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر وہ رنج وغم کرتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو رزق پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں خود کو تھکاتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں غفلت کرتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا کو الٹتے پلٹتے دیکھتا ہے وہ کیسے دنیا پر مطمئن ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا میں اللہ تعالیٰ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے میں واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے اس کے لئے خوشی ہو جس کو میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس خیر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا اور اس کے لئے تباہی ہو جس کو میں نے شر کے لئے پیدا کیا اور اس شر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔
3-العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
اس سے مراد علم کا خزانہ ہے۔
حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ صحائف ہیں جن میں علم ہو۔
ابن الانباری نے کہا:
اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہے اس دیوار کے نیچے خزانہ کی مثل تھی کیونکہ اموال کی بہ نسبت علم زیادہ نفع آور ہے۔
زجاج نے کہا:

لغت میں معروف یہ ہے کہ جب صرف خزانے کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے وہ مال جس کا ذخیرہ کر کے اس کو دفن کیا جاتا ہو اور جب مال نہ ہو تو کہا جاتا ہے فلاں شخص کے پاس علم کا خزانہ ہے اور اس کے پاس علم کا خزانہ ہے اور کنز کا لفظ مال کے زیادہ مشابہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خزانہ مال ہو اور اس کے ساتھ علم بھی لکھا ہوا ہو پس وہ مال ہو اور علم عظیم ہو۔

(زادالمسیر: ج:5،ص181 تا182 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کی طرف جانے کا سبب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان کی اور حر بن قیس فزاری کی اس میں بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس سے ملنے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بلایا اور کہا میری اور میرے اس ساتھی کی اس میں بحث ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ کون صاحب تھا جس سے ملاقات کا انہوں نے سوال کیا تھا کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تھے تو ایک شخص نے سوال کیا کیا آپ علیہ السلام کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ علیہ السلام سے بڑا عالم ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں! تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر (علیہ السلام) ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات کی سبیل کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مچھلی کو نشانی بنا دیا اور فرمایا: جب تم سے مچھلی گم ہو جائے تو تم لوٹ آنا وہیں تمہاری خضر (علیہ السلام) سے ملاقات ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے نشان ڈھونڈتے رہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے شاگرد نے کہا:

بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آکر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلا دیا تھا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

یہی تو وہ چیز ہے جسے ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے پھر ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا پھر ان دونوں کا وہی قصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 74) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3149)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سفر

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جس موسیٰ کا قصہ ہے یہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے یہ اور موسیٰ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے تو ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں سب سے بڑا عالم ہوں۔

تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لو پس جب وہ مچھلی گم ہوگی وہیں وہ بندہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام دونوں چل پڑے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لی تھی حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک چٹان پر سر رکھا اور وہ دونوں سو گئے وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بناتی ہوئی چلی گئی اور یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگرد کے لئے بہت عجیب وغریب ثابت ہوئی تھی وہ دونوں بقیہ رات اور دن چلتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے۔ اس نے کہا: بھلا دیکھے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے جب وہ دونوں اس چٹان پر پہنچے تو دیکھا وہاں ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:
تمہاری زمین میں سلامتی کہاں ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں!
انہوں نے کہا:
بنی اسرائیل کے موسیٰ (علیہ السلام) ہو؟
آپ علیہ السلام نے کہا:
ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا!
آیا میں آپ علیہ السلام کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ علیہ السلام کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ علیہ السلام اس علم کی مجھے بھی تعلیم دیں۔
حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:
آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! میرے پاس اللہ تعالیٰ کے علم سے ایسا علم ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے وہ آپ علیہ السلام کے پاس نہیں ہے اور آپ علیہ السلام کے پاس ایسا علم ہے جو اس نے آپ علیہ السلام کو سکھایا ہے اس کو میں نہیں جانتا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
ان شاء اللہ آپ علیہ السلام مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا پھر وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے ان کے پاس کشتی نہیں تھی ان کے پاس سے ایک کشتی گزری۔ انہوں نے ان سے کہا کہ وہ ان کو سوار کر کے لے جائیں انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان کو سوار کر لیا پھر ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے بیٹھ گئی اور اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں۔
پس حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:
مجھے اور تمہیں علم دینے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے صرف اتنی کمی ہوتی ہے جتنی اس چڑیا کے سمندر میں چونچ مارنے سے کمی ہوتی ہے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
ان لوگوں نے بغیر اجرت کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تاکہ آپ علیہ السلام اس میں بیٹھے والوں کو غرق کر دیں۔
حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام اس چیز پر میری گرفت نہ کریں جو میں بھول گیا ہوں پس پہلی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہو گئی پھر وہ دونوں چل پڑے پس انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے حضرت خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھوں سے اس کا سر الگ کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام نے ایک بے قصور شخص کو کسی جان کے حق کے بغیر قتل کر دیا؟

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

کیا میں نے آپ علیہ السلام سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ علیہ السلام ہرگز میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

ابن عیینہ نے کہا:

اس جملہ میں پہلے جملہ سے زیادہ تاکید ہے۔

پھر وہ دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے اور ان بستی والوں سے کھانا مانگا پس انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو گرتے ہوئے دیکھا تو ان دونوں نے اس دیوار کو کھڑا کر دیا۔

آپ نے فرمایا:

حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے کھڑا کر دیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:

اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت لے لیتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ دیر اور صبر کرتے حتیٰ کہ ان دونوں کے مزید واقعات بیان کیے جاتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 122)

ظالم بادشاہ کا نام ھدد بن ندد تھا

ظالم بادشاہ کا نام ھدد بن ندد تھا جس کی تصریح اس روایت میں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ میں نے عرض کی اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! اللہ تعالیٰ مجھے تجھ پر فدا کرے۔ کوفہ میں ایک شخص ہے جسے نوف کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو وعظ فرمارہے تھے حتیٰ کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ رہی تھیں اور دل نرم ہو گئے تھے آپ علیہ السلام واپس آئے تو ایک شخص ملا اور کہا: اے اللہ عزوجل کے رسول! کیا زمین میں کوئی تجھ سے زیادہ علم والا بھی ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

نہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عتاب کیا کیونکہ آپ علیہ السلام نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کیوں نہیں۔ تجھ سے زیادہ علم والے موجود ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

اے رب عزوجل! وہ کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مجمع البحرین کے پاس ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میرے لیے ایک علامت بنادے جس کے ذریعے میں اس شخص کو جان لوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو جہاں اس کی روح پھونکی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی پکڑلی پھر اس کو ٹوکری میں رکھا اور اپنے نوجوان ساتھی سے کہا میں تجھے تکلیف نہیں دوں گا مگر یہ کہ آپ علیہ السلام مجھے اس جگہ کے متعلق خبر دینا جہاں مچھلی تم سے جدا ہو جائے۔ فرماتے ہیں مجھے زیادہ تکلیف نہ دی گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک سیلانی چٹان کے سایہ میں تھا کہ مچھلی اچھل پڑی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔

نوجوان نے کہا:

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ جگایا حتیٰ کہ وہ بیدار ہوں میں ان کو بتانا بھول گیا کہ مچھلی سمندر میں چلی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا تھا حتیٰ کہ وہ خود بیدار ہوں میں ان کو بتانا بھول گیا کہ مچھلی سمندر میں چلی گئی ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا تھا حتیٰ کہ اس کا نشان پتھر میں بھی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

ہمیں اس سفر میں بڑی مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔

نوجوان نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے تمہاری مشقت ختم کر دی ہے پس وہ دونوں واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک سبز جائے نماز پر سمندر میں چٹان پر کپڑا لپیٹے سوئے ہوئے تھے کپڑے کی ایک طرف قدموں کے نیچے اور دوسری طرف سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کیا یہ اس زمین کا سلام ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا:

آپ کون ہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا:

آپ موسیٰ بنی اسرائیل (علیہ السلام) ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

ہاں!

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

تیرے لیے یہ کافی نہ تھا کہ تورات تیرے ہاتھوں میں ہے اور تمہارے پاس وحی آتی ہے میرے پاس وہ علم ہے جس کا سیکھنا تمہارے لیے مناسب نہیں اور آپ علیہ السلام کے پاس جو علم ہے وہ میرے لیے سیکھنا مناسب نہیں۔ ایک پرندے نے سمندر سے ایک چونچ بھری۔

تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا علم اور آپ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اسی طرح ہے جیسے اس پرندے نے سمندر سے چونچ بھری ہے حتیٰ کہ جب وہ دونوں کشتی پر سوار ہوئے تو دونوں نے چھوٹے چھوٹے ملاح دیکھے جو ایک ساحل والوں کو دوسرے ساحل والوں کے پاس پہنچا رہے تھے۔ ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! ہم تجھے اجرت لے کر سوار نہیں کریں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑ ڈالا اور اس میں ایک کیل لگا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

کیا آپ علیہ السلام نے کشتی کو توڑ دیا ہے تا کہ تمام لوگ کشتی میں سوار غرق ہو جائیں۔ آپ علیہ السلام نے بڑا برا کام کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال پہلی بار بھول کر تھا دوسری اور تیسری بار عمداً تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں اور مجھ پر میرے معاملہ میں سختی نہ کریں پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ راستہ پر انہیں ایک بچہ ملا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا وہ بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کافر اور خوش شکل بچے کو پکڑ از مین پر لٹایا اور چھری کے ساتھ ذبح کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

کیا آپ علیہ السلام نے ایک معصوم جان کو قتل کر دیا ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے زاکیۃ پڑھا ہے یعنی ایک مسلمان معصوم بچے کو قتل کر دیا جیسے تیسرا قول ہے غلاماً زکیا۔ پس وہ دونوں وہاں سے آگے چلے تو انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اس کو درست کر دیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ

آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس کو سیدھا کر دیا۔

آپ علیہ السلام نے ہاتھ بلند کیا تو دیوار سیدھی کھڑی ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اس پر مزدوری ہی لے لیتے یعنی ایسی چیزیں طلب کرتے جسے آپ علیہ السلام کھا لیتے۔ و کان وراء ھم ملك۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو اسی طرح پڑھتے و کان امامھم ملك۔ اس بادشاہ کا نام مدد بن ندد تھا وہ بچہ جو قتل کیا گیا تھا اس کو لوگ جیسور کہتے تھے۔ ملك یاخذ کل سفینة غصبا یعنی آگے ایک جابر بادشاہ تھا جو ہر صحیح وسلامت کشتی چھین لیتا تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اسے اس لیے عیب دار کیا تا کہ وہ اس کے عیب کو دیکھ کر چھوڑ دے جب یہ اس بادشاہ سے آگے گزر جائیں گے تو وہ اس کو ٹھیک کر لیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔

ان لوگوں میں سے ایک نے کہا:

کشتی کے سوراخ کو تارکول سے بند کر دو۔

فکان ابوہ مومنین۔ وہ بچہ طبعاً کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر یعنی اس کی محبت والدین کو اس کے بدنظریات پر اکسائے گی ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انہیں ان کا رب عزوجل (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ یعنی اس پہلے بیٹے سے دوسرا بیٹا ان سے زیادہ رحم کرنے والا ہو۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علماء فرماتے ہیں کہ

ان والدین کو بدلے میں بچی عطا کی گئی تھی۔ (در منثور: ج:4، ص 609 تا 611 مطبوعہ کراچی)

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدائی کے وقت کلمات مبارکہ

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جدائی کے وقت کہا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! علم حاصل کرو اس پر عمل کرنے کے لئے۔ لوگوں سے بحث کرنے کے لئے علم حاصل نہ کرو مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میرے لیے دعا فرمایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی اطاعت آسان فرمائے۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:16، ص:416 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمانا کہ بغیر ضرورت کے نہ چلو

حضرت وہب سے روایت ہے کہ

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے وقت کہا۔

اے موسیٰ (علیہ السلام)! لجاجت سے دور رہو، بغیر ضرورت کے نہ چلو، بغیر عجب کے نہ ہنسو، اپنے گھر کو لازم پکڑو اور اپنی خطاؤں پر روؤ۔ (کتاب الزہد: ج:1، ص:79 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اے موسیٰ (علیہ السلام)! لوگ دنیا میں اپنے ارادوں کے مطابق عذاب دیئے جاتے ہیں

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! لوگ دنیا میں اپنے ارادوں کے مطابق عذاب دیئے جاتے ہیں۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:16، ص:416 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدائی کے وقت وصیت

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جدائی کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا حضور مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:
نفع بخش بن جاؤ، تکلیف دینے والے نہ بنو۔ خوش رہو (ہر وقت) غصہ میں نہ رہو۔ لجاجت سے پھر جاؤ بغیر حاجت کے نہ چل۔ کسی شخص کو اس کی غلطی پر عار نہ دلاؤ۔ اے ابن عمران! اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔
(تاریخ ابن عساکر: ج:16، ص:416 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان کو خضر اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ سفید پوستین پر نماز پڑھتے تو اس کے لیے سبزہ اگنے لگتا۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3151)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
خضر کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام سفید زمین پر نماز پڑھتے تو وہاں سرسبز کھیتی لہلہانے لگتی۔
(تاریخ ابن عساکر: ج:16، ص:402 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام جہاں نماز پڑھتے اردگرد کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو جاتا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:16، ص:402 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے؟

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے کہا ہے: حضرت خضر علیہ السلام فرشتہ تھے جبکہ یہ بات صحیح نہیں بلکہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے۔ مودودی نے حضرت خضر علیہ السلام کے فرشتہ ہونے پر جو دلائل قائم کیے ہیں پہلے وہ بیان کیے جاتے ہیں بعد میں ان کا رد بیان کیا جائے گا۔
سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ لکھتے ہیں:
اس قصے میں ایک بڑی پیچیدگی ہے جسے رفع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ تین کام جو کئے ہیں ان میں سے تیسرا کام تو خیر شریعت سے نہیں ٹکراتا مگر پہلے دونوں کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت

سے آج تک تمام شرائع الٰہیہ میں ثابت رہے ہیں کوئی شریعت بھی کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی مملوکہ چیز کو خراب کردے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے حتیٰ کہ اگر کسی انسان کو بطریق الہام بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب چھین لے گا اور فلاں لڑکا بڑا ہو کر سرکش اور کافر نکلے گا تب بھی اس کے لئے خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر کشتی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے تھے فی الواقع اس پیچیدگی کو کچھ بھی رفع نہیں کرتا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کام کس کے حکم سے کئے تھے۔

ان کا حکم الٰہی سے ہونا تو بالیقین ثابت ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ان کے اختیاری نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی محرک ہوئی ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ خود فرما چکا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم خاص حاصل تھا پس یہ امر تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے گئے تھے مگر اصل سوال جو یہاں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی؟ ظاہر ہے کہ یہ شرعی احکام نہ تھے کیونکہ شرائع الٰہیہ کے جو بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتب سے ثابت ہیں ان میں کبھی کسی انسان کے لئے یہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ وہ بلا ثبوت جرم کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ احکام اپنی نوعیت میں اللہ تعالیٰ کے ان تکوینی احکام سے مشابہت رکھتے ہیں جن کے تحت دنیا میں ہر آن کوئی بیمار ڈالا جاتا ہے اور کوئی تندرست کیا جاتا ہے کسی کو موت دی جاتی ہے اور کسی کو زندگی سے نوازا جاتا ہے کسی کو تباہ کیا جاتا ہے اور کسی پر نعمتیں نازل کی جاتی ہیں اب اگر یہ تکوینی احکام ہیں تو ان کے مخاطب صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں شرعی جواز و عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیار کے بغیر صرف اوامر الٰہیہ کی تعمیل کرتے ہیں رہا انسان تو خواہ وہ بلا ارادہ کسی تکوینی حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنے اور خواہ الہاماً اس طرح کا کوئی غیبی علم اور حکم پا کر اس پر عملدرآمد کرے بہر حال وہ گناہ گار ہونے سے نہیں بچ سکتا اگر وہ کام جو اس نے کیا ہے کسی حکم شرعی سے ٹکراتا ہو اس لئے کہ انسان بحیثیت اس کے کہ وہ انسان ہے احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اصول شریعت میں کہیں یہ گنجائش نہیں پائی جاتی کہ کسی انسان کے لئے محض اس بنا پر احکام شرعیہ میں سے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز ہو کہ اسے بذریعہ الہام اس خلاف ورزی کا حکم ملا ہے اور بذریعہ علم غیب اس خلاف ورزی کی مصلحت بتائی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر نہ صرف تمام علمائے شریعت متفق ہیں بلکہ اکابر صوفیہ بھی بالاتفاق یہی بات کہتے ہیں چنانچہ علامہ آلوسی نے تفصیل کے ساتھ عبدالوہاب شعرانی، محی الدین ابن عربی، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی، جنید بغدادی، سری سقطی، ابو الحسین النوری، ابو سعید الخراز، ابو العباس احمد الدینوری اور امام غزالی جیسے نامور بزرگوں کے اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل تصوف کے نزدیک بھی کسی ایسے الہام پر عمل کرنا خود صاحب الہام تک کے لئے جائز نہیں ہے جو نص شرعی کے خلاف ہو۔

اب کیا ہم یہ مان لیں گے کہ اس قاعدہ کلیہ سے صرف ایک انسان مستثنیٰ کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضرت خضر علیہ السلام یا یہ سمجھیں کہ خضر کوئی انسان نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیت الٰہی کے تحت کام کرتے ہیں؟ پہلی صورت

کو ہم تسلیم کر لیتے اگر بالفاظ صریح یہ کہہ دیتا کہ وہ بندہ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تربیت کے لئے بھیجے گئے تھے انسان تھا لیکن قرآن اس کے انسان ہونے کی تصریح نہیں کرتا بلکہ صرف عبداً من عبادنا کے الفاظ بدلتا ہے جو ظاہر ہے کہ اس بندے کے انسان ہونے کو مستلزم نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ فرشتوں کے لئے یہ بھی استعمال ہوا ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورہ انبیاء آیت: 26 اور سورہ زخرف آیت: 19۔ پھر کسی صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو نوع انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔ اس باب میں مستند ترین روایات وہ ہیں جو عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، عن ابی بن کعب، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے آئمہ حدیث کو پہنچی ہیں۔ ان میں حضرت خضر علیہ السلام کے لئے صرف رجل کا لفظ آیا ہے جو اگرچہ مرد انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لئے مخصوص نہیں ہے چنانچہ خود قرآن میں یہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہو چکا ہے جیسا کہ سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ۔ نیز یہ ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسانوں کے سامنے آئے گا تو انسانی شکل ہی میں آئے گا اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا۔ حضرت مریم علیہ السلام کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا تو قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے کہ فتمثل لها بشراً سویا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ وہاں انہوں نے ایک مرد کو پایا حضرت خضر علیہ السلام کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہ ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم خضر کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ تعالیٰ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے۔

(تفہیم القرآن: ج:3، ص40 تا 42 مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

مودودی کا حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ہم خضر کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ تعالیٰ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے۔ عبدالمصطفیٰ کہتا ہے حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے جس پر کثیر علماء کے اقوال ہیں وہ یہ ہیں۔

جمہور کے قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

قرآن مجید کی آیتیں یہ شہادتیں دیتی ہیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ بواطن امور کو نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ نیز انسان اسی سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کی اتباع کرتا ہے جو مرتبہ میں اس سے بڑھ کر ہو اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی سے بڑھ کر وہ شخص ہو جو نبی نہ ہو۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:10، ص:391 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

وہ انسانوں میں سے بشر تھے اور وہ بشر نبی تھے کیونکہ انسان اسی سے علم حاصل کرتا ہے جس کا رتبہ اس سے بلند ہو اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی کے اوپر ایسا انسان ہو جو نبی نہ ہو۔ (النکت والعیون: ج:6، ص:325 مطبوعہ موسسۃ الثقافیہ بیروت)

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ما فعلته عن امری، یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے یعنی ان کاموں کا مجھے حکم دیا گیا اور میں ان پر واقف ہو گیا اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور دوسروں نے کہا وہ رسول تھے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:3، ص:111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

اور جمہور اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کو بواطن کی معرفت کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر شریعت کا علم تھا۔ (البحر المحیط: ج:7، ص:204 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ان مفسرین علماء کرام کے علاوہ دیوبند علماء نے بھی حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی تھے۔ اس کا اول قرینہ تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی بلکہ رسول کو ان کے پاس حصول علم اور حصول تربیت کے لئے بھیجا گیا ہے اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے تو ایک نبی کا غیر نبی کے پاس حصول علم و تربیت کے لئے بھیجا جانا بالکل ناموزوں سی بات ہے اگرچہ اس نام کے کسی نبی کا ذکر قرآن یا تورات میں نہیں ملتا لیکن یہ چیز کچھ اہمیت رکھنے والی نہیں ہے قرآن میں خود اس کی اپنی تصریح کے مطابق بہت سے انبیاء کا ذکر نہیں ہے یہی حال تورات کا بھی ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ قرآن میں صریح اپنے ہر نبی کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت دی ہے، حضرت خضر علیہ السلام کو بھی ایک خاص پہلو سے فضیلت حاصل تھی اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فضیلت حاصل تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان سے کچھ باتیں سیکھنا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مطلق فضیلت حاصل تھی دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ان کے جو اوصاف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ حضرات انبیاء سے ہی مناسبت رکھتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندہ تھا ہم نے اپنی طرف سے اس پر خاص فضل کیا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا علی ھذا القیاس انہوں نے خود اپنے کاموں سے متعلق فرمایا کہ میں نے کوئی کام بھی خود اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے یہ سب باتیں دلیل ہے کہ وہ صاحب وحی نبی تھے اور ان کو یہ خاص امتیاز بھی حاصل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے بعض ارادوں کے راز کھول دیے تھے۔

(تدبر قرآن: ج:6، ص:606 مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور امت کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک نبی اور پیغمبر ہیں مگر ان کے کچھ تکوینی خدمتیں منجانب اللہ سپرد کی گئی تھیں انہی کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی اس لیے اس پر اعتراض کیا۔ تفسیر قرطبی، بحر محیط، ابوحیان اور اکثر تفاسیر میں یہ مضمون بعنوانات مختلفہ مذکور ہیں۔

(معارف القرآن: ج:5، ص:612 مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

حضرت خضر علیہ السلام کا حیات ہونا

حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں جس طرح کہ روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خضر علیہ السلام بحر اعلیٰ اور بحر اسفل کے درمیان ایک منبر پر تشریف فرما ہیں سمندر کے تمام جانوروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کی بات سنیں اور آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں صبح وشام آپ علیہ السلام پر روحیں پیش کی جاتی ہیں۔

اور حضرت خصیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

چار انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں، دو آسمان میں ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اور دو زمین میں ہیں وہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام ہیں حضرت خضر علیہ السلام دریا میں ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام خشکی میں ہیں۔ (درمنثور: ج:4، ص:631 مطبوعہ کراچی)

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

لمبی زندگی ممکن ہے (جس کو اللہ تعالیٰ چاہے نواز دے) اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق بکثرت حکایات ہیں جیسا کہ عنقریب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آئے گا کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتلایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ اور وہ رات اور دن ہیں۔ میرے شیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی میں نے اس سے کہا حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی زوجہ کے متعلق سوال کرنا انہوں نے سوال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ اور اس میں رات اور دن کا ذکر نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:6، ص:172 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے ہاں موجود ہیں۔ یہ امر صوفیہ اور عرفاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور صوفیہ کی حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھنے ان سے ملاقات کرنے ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کے متعلق حکایات مشہور ہیں اور مقدس مقامات اور مواضع خیر میں ان کے موجود ہونے کے متعلق بے شمار واقعات ہیں۔

(شرح مسلم: ج:6، ص:269 مطبوعہ کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی کی آراء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی لمبی زندگی کے لئے دعا کی تھی ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا۔

علامہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ

جمہور اور صالحین اور عام لوگوں کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور یہ قول شاذ ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث دجال میں ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے پھر اس کو زندہ کریں گے اور مسلم کے راوی ابراہیم بن سفیان نے کہا اس شخص کو خضر کہا جائے گا۔ (عمدۃ القاری: ج:2 ص:6 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

حضرت خضر علیہ السلام کے فروخت ہونے کا واقعہ

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو اسامہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

تمہیں خضر علیہ السلام کے متعلق نہ بتاؤں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

ضرور کرم فرمایئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دن وہ بنی اسرائیل کے بازار میں جارہے تھے تو انہیں ایک (مسکین) مکاتب شخص نے دیکھ لیا۔ اس نے عرض کیا مجھ پر صدقہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو برکت دے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جو امر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں، جو میں تجھے عطا کروں۔

مسکین نے کہا:

میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھ پر صدقہ کریں۔ میں تمہارے چہرے میں سخاوت کے آثار دیکھتا ہوں میں نے تیرے پاس برکت پائی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں تجھے عطا کروں مگر یہ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آجا۔

مسکین نے کہا:

کیا یہ درست ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں میں حق ہی کہتا ہوں تو نے مجھ سے ایک بہت بڑے واسطہ سے سوال کیا ہے۔ میں تجھے رب تعالیٰ کی وجہ سے نامراد نہیں لوٹاتا۔ اس نے حضرت خضر علیہ السلام کو بازار میں پیش کیا اور چار سو دراہم کے عوض فروخت کر دیا آپ علیہ السلام مشتری کے پاس ایک زمانہ ٹھہرے رہے، لیکن اس نے آپ علیہ السلام کو کام پر نہ لگایا۔

آپ علیہ السلام نے مشتری سے کہا:

تو نے مجھے خریدا ہے مجھ سے خیر تلاش کر، مجھے کسی عمل کا حکم دے۔

مشتری نے کہا:

میں تجھے تکالیف دینا ناپسند کرتا ہوں کیونکہ آپ علیہ السلام ایک بوڑھے کمزور آدمی ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

مشتری نے کہا:

اٹھو اور یہ پتھر یہاں سے وہاں منتقل کر دو وہ پتھر اتنے زیادہ تھے کہ چھ آدمی بھی ایک دن میں انہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے وہ شخص آپ علیہ السلام کو حکم دے کر کسی کام کے لئے باہر گیا پھر واپس آیا تو تمام پتھر اس وقت منتقل ہو چکے تھے۔

مشتری نے کہا:

تو نے بڑا اچھا کام کیا ہے تو بہت طاقتور ہے میں تو تجھے اپنا طاقتور نہ سمجھتا تھا پھر اس شخص کو سفر کی مہم پیش آ گئی۔

اس نے کہا:

میں تجھے امین گمان کرتا ہوں تم میرے گھر والوں میں میرے قائم ہو کر ان سے اچھائی کرنا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

تم مجھے کسی کام کی وصیت کرو۔

اس نے کہا:

میں تجھے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ پر کوئی امر گراں نہیں۔

مشتری نے کہا:

تم اینٹیں بناؤ تا کہ ہم مکان بنائیں حتیٰ کہ میں سفر سے واپس آجاؤں وہ آدمی سفر پر گیا واپس آیا تو آپ علیہ السلام تعمیر مکمل کر چکے تھے۔

اس شخص نے کہا:

میں خدا عزوجل کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں تمہارا راستہ کیا ہے اور تمہارا معاملہ کیا ہے؟

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

تو نے مجھ سے خدا عزوجل کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے اور اسی خدا عزوجل کے واسطہ نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا تھا میں خضر علیہ السلام ہوں جس کے متعلق تو نے سنا ہے مجھ سے مسکین نے صدقہ مانگا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو میں اس کو پیش کرتا اس نے مجھے خدا کا واسطہ دیا تو میں نے اپنا آپ ہی اس کے حوالہ کر دیا اس نے مجھے بیچ ڈالا اور میں تجھے بتاتا ہوں کہ جس سے خدا عزوجل کے واسطہ سے مانگا گیا اور اس نے سائل کو رد کر دیا جبکہ وہ عطا کرنے پر قادر تھا تو وہ قیامت کے روز اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کی جلد ہوگی نہ اس کا گوشت ہوگا اور نہ اس کی ہڈیاں ہوں گی تا کہ وہ وہاں ہی ٹھہرا رہے۔

اس شخص نے کہا:

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اے اللہ عزوجل کے نبی! میں نے تجھے تکلیف دی جبکہ مجھے علم نہیں تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

کوئی حرج نہیں تو نے بہت اچھا کیا اور پختہ کیا۔

اس شخص نے کہا:

اے اللہ عزوجل کے نبی! میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہو جائیں آپ علیہ السلام میرے گھر والوں اور میرے مال کے متعلق حکم فرمائیں اس کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو دکھایا ہے یا میں تجھے اختیار دیتا ہوں میں تمہارا راستہ کھلا چھوڑتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو میرا راستہ چھوڑ دے تا کہ میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں پس اس شخص نے آپ علیہ السلام کا راستہ چھوڑ دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے پہلے غلامی میں ڈالا پھر مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔

(تاریخ ابن عساکر، ج: 6، ص: 417، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سترہ سو سال کا فاصلہ ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سترہ سو سال کا فاصلہ ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سترہ سو یعنی تقریباً دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:6، ص:329 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کا زمانہ مقدسہ

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن ہیں اور وہ سب اسلام پر تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:42 مطبوعہ دار صادر بیروت)

نیز راقم ہیں:

محمد بن عمر بن واقد اسلمی سے روایت ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن ہیں اور قرن ایک سو سال کی مدت ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دس قرن ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے درمیان دس قرن ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو سال ہیں اور اس زمانہ میں رسالت منقطع نہیں تھی اور اس مدت میں بنی اسرائیل کی طرف ایک ہزار نبی بھیجے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے درمیان پانچ سو انہتر سال کی مدت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:53 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مار کر آنکھ نکال دینا اور اس کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے اور کہا! اپنے رب عزوجل کی دعوت پر چلئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ مارا اور ملک الموت کی آنکھ نکال دی ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض کیا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جس کا مرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: میرے بندے کے پاس جا

کر کہو تم زندگی چاہتے ہو اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دو جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے آپ اتنے سال زندہ رہیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

پھر کیا ہوگا۔

کہا۔

پھر موت ہوگی۔

ارشاد فرمایا:

پھر ابھی عنقریب اے میرے رب عزوجل! مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے پر موت عطا فرمانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں ان کی قبر راستے کے ایک جانب کثیب احمر کے پاس دکھاتا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3407)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال کے وقت رونا اور رونے کی وجہ بتانا

امام عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابو عمران جونی نے کہا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر موت کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رو رہے تھے۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میں موت کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ موت کے وقت میری زبان ذکر الٰہی عزوجل سے خشک ہو جائے گی۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 253 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کو وصیت فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تین بیٹیاں تھیں ان کو بلا کر ارشاد فرمایا:

اے میری بیٹیو! عنقریب بنی اسرائیل تمہارے سامنے دنیا پیش کریں گے تم ان میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرنا۔

(المنتظم: ج: 1، ص: 253 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گھر والوں کو الوداع کہہ کر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا

حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ، اپنی اولاد اور اپنی اہلیہ سے الوداع ہو گئے تو حضرت یوشع علیہ السلام کو بلایا اور

انہیں لوگوں پر خلیفہ بنادیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:25، ص:392 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے پاس جانا اور اس کا قبر کے اندر روح قبض کرنا

اور ملک الموت کے پاس گئے۔

ملک الموت نے کہا:

اے موسیٰ علیہ السلام موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کردو۔ وہ دونوں بستی سے نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کھڑے ہوئے ان دونوں کا انتظار کررہے تھے پھر وہ سب مل کر چلنے لگے حتیٰ کہ وہ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس پر سفید عمامہ باندھے ہوئے لوگ کھڑے تھے ان سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تم یہ کس کی قبر کھود رہے ہو؟

انہوں نے کہا:

ایک ایسے بندہ کی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم مجھے اجازت دوگے کہ میں اس قبر میں اتر کر اس کو دیکھ لوں۔

انہوں نے کہا:

ہاں! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے تو وہ جنت تک کشادہ کردی گئی اور جنت کی تروتازگی اور اس کی خوشبو پہنچنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قبر میں لیٹ گئے پھر دعا کی اے اللہ عزوجل! مجھے وہ بندہ بنادے جس سے تو محبت کرتا ہے اور وہ تجھ سے محبت کرتا ہے پھر ملک الموت نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کرلی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:25، ص392 تا393 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نماز جنازہ پڑھنا

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آگے بڑھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر قبر مبارک پر مٹی ڈال دی گئی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:25، ص392 تا393 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا

حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا۔

امام عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

علماء سیر نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا۔

(المنتظم: ج: 1، ص: 253 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال کہاں ہوا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کی جگہ کی تعیین میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

امام عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سرزمین شام میں وصال ہوا یا نہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ میدان تیہ میں وصال فرما گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سب میدان تیہ میں وصال فرما گئے اور حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کوئی بیت المقدس میں داخل نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چالیس سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ میدان تیہ سے نکل آئے تھے اور بنی اسرائیل سے فرمایا تھا اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی قول صحیح ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کے ساتھ جبارین کی اس بستی کو فتح کیا تھا کیونکہ اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی عوج بن عنق سے قتال کیا تھا عوج ان کا بادشاہ تھا اور بلعام ان لوگوں میں سے تھا جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قید کیا تھا اور پھر قتل کر دیا تھا۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 253 تا 254 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شب معراج میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2374)

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور کس جگہ واقع ہے اس میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

1۔ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی قبر میدان تیہ میں ہے۔

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے برابر ارض مقدسہ میں داخل ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور معلوم نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مبہم رکھا ہے آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی قبروں کو یہود جان لیتے تو ضرور ان کو اپنا خدا بنا لیتے۔

ابن اسحاق نے کہا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا صرف رخمہ کو علم تھا یہ وہ شخص ہے جو اس پر مطلع تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو میدان تیہ میں دفن کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل سلب کر لی تا کہ وہ کسی کو بتا نہ سکے۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بیت المقدس کے باب لد کے قریب ہے۔ طبری نے کہا یہی قول صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہب اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ ان کی قبر میدان تیہ میں ہے۔

3- حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے کہ ان کی قبر عالیہ اور عویلہ کے درمیان ہے اور یہ مسجد قدم کے نزدیک دو محلے ہیں کہا گیا ہے کہ ان کی قبر خواب میں دکھائی گئی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ عالیہ معروف جگہ ہے اور عویلہ ایک گرجے کے پاس ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:25، ص:398 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

4- بصریٰ اور البلقاء کے درمیان وادی ماب میں ان کی قبر ہے۔

5- حافظ ابوالقاسم نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ ان کی قبر دمشق میں ہے اور حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مدینہ اور بیت المقدس کے درمیان مدین میں ہے اس پر محمد بن عبدالواحد الضیاء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مدین بیت المقدس کے قریب ہے نہ ارض مقدسہ کے اور مشہور یہ ہے کہ ان کی قبر اریحا میں ہے جو ارض مقدسہ میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کثیب احمر کے پاس ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس قبر کے پاس دعا مستجاب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب موت کی دعا کی اور بیت المقدس میں مدفون ہونے کی دعا نہیں کی کیونکہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ ان کی قبر لوگوں میں مشہور ہو جائے گی تو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فضیلت والی جگہوں میں دفن ہونا مستحب ہے اور صالحین کی قبروں کے پاس مدفون ہونا مبارک ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج:10، ص:6232 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ) *

امام عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابوالحسن بن المنادی نے کہا:

یہود کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے اگر ان کو معلوم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو خدا بنا لیتے۔

(المنتظم ج:1، ص:254 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیسع علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس اور برگزیدہ نبی ہیں جب بنی اسرائیل کی بت پرستی عروج پر پہنچی تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ علیہ السلام نے تورات کے احکام نافذ فرمائے مگر بدبخت قوم نے تورات شریف میں تحریفات کیں اور احکام کو بدل دیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے؟

حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے جس کی تفصیل یوں ہے:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام خلیفہ بنے تھے انہوں نے بنی اسرائیل میں تورات اور اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کیے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرمالیا پھر کالب بن یوقنا خلیفہ بنے تھے وہ ان میں تورات اور احکام الٰہی نافذ کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا وصال ہوگیا۔ حضرت حزقیل بن بوری جو ابن العجوز تھے وہ خلیفہ بنے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل علیہ السلام کی بھی روح قبض کرلی۔ بنی اسرائیل میں بڑے حادثات واقع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ان کے عہد تھے وہ سب بھول گئے حتیٰ کہ انہوں نے بت نصب کردیئے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت شروع کردی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت الیاس بن نسی بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی آتے رہے وہ انہیں تورات کے بھولے ہوئے احکامات یاد دلاتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے جن کو اجان کہا جاتا تھا وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی بات سنتا تھا اور اس کی تصدیق کرتا تھا اور حضرت الیاس علیہ السلام اس کے لئے امور چلاتے تھے جبکہ باقی تمام بنی اسرائیل نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اور وہ اس کی کوئی بات نہیں سنتے تھے وہ صرف اپنے بادشاہ کی بات مانتے تھے۔ شام میں بادشاہ متفرق تھے۔ ہر بادشاہ کا ایک مخصوص علاقہ تھا جس سے وہ کھاتا تھا۔ اس بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام سے کہا جس کی طرف آپ بلاتے ہیں میں اسے باطل دیکھتا ہوں میں فلاں فلاں بنی اسرائیل کے بادشاہوں کو دیکھتا ہوں وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ کھاتے پیتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں

جبکہ ان کی دنیا سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور آپ علیہ السلام کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آپ علیہ السلام اسے چھوڑ کر چلے گئے اس بادشاہ نے بھی اپنے دوستوں کی طرح کیا اور بتوں کی پوجا شروع کر دی۔

پھر آپ علیہ السلام کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام خلیفہ بنے وہ تقدیر الٰہی کے مطابق کچھ عرصہ ٹھہرے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا پس ناخلف لوگ پیدا ہوتے رہے خطائیں بڑھتی گئیں اور ان کے پاس تابوت جو نسل در نسل ان میں منتقل ہوتا آ رہا تھا اس میں سکینت تھی اور وہ بقیہ سامان تھا جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑا تھا۔ دشمن سے مقابلہ ہوتا تو وہ تابوت کو آگے کرتے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا تھا اور ان کے دشمن کو شکست ہوتی تھی جب ان کے کرتوت حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے احکام الٰہیہ کو چھوڑ دیا تو ان پر ایک دشمن نازل ہوا وہ اس کی طرف نکلے اور اپنے تابوت کو بھی نکالا جیسے پہلے نکالتے تھے پھر وہ اس کے ساتھ پیچھے مڑے پس اس سے قتال کیا گیا حتیٰ کہ ان کے ہاتھوں سے وہ تابوت بھی چھین لیا گیا ان پر سخت مصیبت آ پڑی دشمن نے انہیں روندا حتیٰ کہ وہ ان عورتوں اور بیٹوں تک پہنچ گئے ان میں ایک نبی تھے جن کا نام حضرت شمویل علیہ السلام تھا یہ وہ ہیں جن کا ذکر اس ارشاد میں ہے الم تر الی الملا من بنی اسرائیل من بعد موسٰی اذ قالوا لنبی لھم الخ بنی اسرائیل نے اس سے بات کی اور کہا:

ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ (مقرر کر دو ہمارے لئے ایک امیر تاکہ لڑائی کریں ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں)

بنی اسرائیل بادشاہوں کے تابع تھے اور بادشاہ انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع تھے۔ بادشاہ تمام کو چلاتا تھا اور نبی اس کے امر کو قائم کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں اس کے پاس لاتا تھا جب انہوں نے یہ سب کچھ اپنے نبی کے ارشاد کے مطابق کیا تو ان کا معاملہ درست رہا پھر جب ان کے بادشاہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے احکام چھوڑ دیئے تو ان کا معاملہ بگڑ گیا۔ بادشاہوں کی جب لوگوں نے گمراہی پر متابعت شروع کی تو انہوں نے رسولوں کا حکم چھوڑ دیا کچھ کی وہ تکذیب کرتے تھے ان کا کوئی بھی حکم تسلیم نہیں کرتے تھے اور کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو انہوں نے قتل کیا تھا پس ان پر یہ مصیبت قائم رہی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا: "ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ" اس نبی نے فرمایا تمہارے اندر وفا کا جذبہ نہیں ہے نہ تم میں کوئی سچائی ہے اور نہ تمہیں جہاد سے رغبت۔ انہوں نے کہا ہم جہاد سے ڈرتے ہیں اور جہاد سے ہم دلچسپی نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے ہمیں اپنے شہروں سے روکا گیا ہمارے دشمن ہم پر غالب ہیں وہ ہمیں روند رہے ہیں جب حد یہ ہو گئی ہے تو ہم پر جہاد کرنا ضروری ہے ہم اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں اپنے رب عزوجل کی اطاعت کریں گے اور اپنے بیٹوں، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کریں گے۔ جب لوگوں نے یہ کہا تو حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان میں بادشاہ بھیج۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سینگ کو دیکھ جس میں تیل ہے اور تیرے گھر میں ہے پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور یہ تیل اس سینگ میں جوش مارنے لگے تو وہی شخص بنی اسرائیل کا بادشاہ ہو گا پس وہ اس سینگ سے اپنے سر پر تیل لگائے گا اور وہ ان پر حکومت کرے گا۔ حضرت شمویل علیہ السلام اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ طالوت

چمڑوں کی دباغت کا کام کرتے تھے اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور بنیامین کا قبیلہ ایسا تھا کہ اس میں نبوت نہ تھی اور نہ بادشاہی تھی۔ طالوت اپنے گم شدہ جانوروں کی تلاش میں نکلا جبکہ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا وہ دونوں نبی علیہ السلام کے گھر کے قریب سے گزرے۔ غلام نے طالوت سے کہا: اگر آپ اس نبی کے پاس جائیں اور اس سے ہم اپنے جانور کے بارے میں پوچھیں اور راہنمائی حاصل کریں اور وہ ہمارے لیے خیر کی تبلیغ کریں تو بہتر ہوگا۔

طالوت نے کہا:

جو تو نے کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے وہ دونوں اس نبی کے پاس گئے جب وہ اپنے جانور کے بارے بتا رہے تھے اور ان سے دعا کی التجاء کر رہے تھے تو سینگ کا تیل ابلنے لگا۔ نبی علیہ السلام اس کی طرف اٹھے اور اسے اٹھالیا پھر طالوت سے کہا اپنا سر قریب کر، اس نے قریب کیا اس سینگ سے تیل لگایا پھر فرمایا تو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے ان کا بادشاہ بنادوں۔ طالوت کا نام سریانی زبان میں شاول تھا اس کا شجرہ نسب اس طرح تھا "شاول بن قیس بن اشال بن ضرار بن یحرب بن افیح بن انس بن یامین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام"۔

وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس نبی نے طالوت کو لوگوں کا بادشاہ بنا دیا۔ بنی اسرائیل کے معتبر افراد اپنے نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا طالوت کی شان کیا ہے تم ہم پر اسے بادشاہ بناتے ہو نہ تو اس کا تعلق بیت نبوت سے اور نہ بیت مملکت سے ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ نبوت اور حکومت آل لاوی، آل یہوذا میں ہے اس نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور علم وجسم کے اعتبار سے اسے زیادتی بخشی ہے۔ (تفسیر طبری: ج، 2، ص 712 تا 719 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت الیسع علیہ السلام کی بوڑھے ہونے پر خلیفہ بنانے کی خواہش

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جب حضرت الیسع علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو ارشاد فرمایا اگر میں لوگوں پر کسی شخص کو خلیفہ بنادوں جو میری غیر موجودگی میں ان کے امور چلائے حتیٰ کہ میں دیکھ لوں وہ کیسے کام کرتا ہے۔ (تفسیر طبری: ج: 17 ص: 88 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

خلیفہ بنانے کے لئے لوگوں کو جمع فرمانا

جب حضرت الیسع علیہ السلام کی خلیفہ بنانے کے لئے خواہش ہوئی تو خلیفہ بنانے کے لیے لوگوں کو جمع فرمایا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

پس آپ علیہ السلام نے لوگوں کو جمع فرمایا۔ (تفسیر طبری: ج: 17 ص: 88 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

خلیفہ بنانے کے لئے تین امور لازم قرار دینا

جب حضرت الیسع علیہ السلام نے خلیفہ بنانے کے لئے لوگوں کو جمع فرمالیا تو ارشاد فرمایا میرے لیے جو تین چیزوں میں

کفالت کرے گا میں اس کو خلیفہ بناؤں گا۔

1-دن کو روزہ رکھے۔

2-رات کو قیام کرے۔

3-اور غصہ نہیں کرے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور ارشاد فرمایا:

میرے لیے جو تین چیزوں میں کفالت کرے گا میں اس کو خلیفہ بناؤں گا۔

1-دن کو روزہ رکھے۔

2-رات کو قیام کرے۔

3-اور غصہ نہ کرے۔(تفسیر طبری:ج:17،ص:88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک شخص کا کھڑے ہو کر خلیفہ بننے کی درخواست کرنا

جب حضرت الیسع علیہ السلام نے خلیفہ بننے کے لئے تین امور لازمہ کو بنادیا تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کو آنکھیں حقیر سمجھتی تھیں اس نے کہا میں یہ کام کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو دن میں روزہ رکھے گا اور رات کو قیام کرے گا اور غصہ بھی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ایک ایسا شخص اٹھا جس کو آنکھیں حقیر سمجھتی تھیں اس نے کہا! میں اس طرح کروں گا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تو دن میں روزہ رکھے گا۔

اور رات کو قیام کرے گا۔

اور غصہ بھی نہیں کرے گا۔

اس نے عرض کیا:

ہاں!(یعنی میں یہ سب کروں گا)(تفسیر طبری:ج:17،ص:88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس دن خلیفہ بننے والے شخص کو واپس فرما دینا

حضرت الیسع علیہ السلام نے اس دن اس شخص کو واپس کر دیا جس نے کہا تھا کہ میں خلیفہ ہوتا ہوں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے اس دن اس شخص کو واپس کر دیا۔ (تفسیر طبری: ج: 17 ص: 88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دوسرے دن اسی شخص کا کھڑا ہونا اور حضرت الیسع علیہ السلام کا خلیفہ بنا دینا

حضرت الیسع علیہ السلام نے دوسرے دن اسی طرح اعلان کیا جس طرح پہلے دن اعلان فرمایا تھا تو اسی شخص کے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اس کو خلیفہ بنا دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت الیسع علیہ السلام نے دوسرے دن وہی اعلان فرمایا تو تمام لوگ خاموش رہے لیکن وہی شخص پھر کھڑا ہوا اور کہا میں آپ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اسے خلیفہ بنا دیا۔

(تفسیر طبری: ج: 7 ا ص: 88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

خلیفہ بننے والے شخص کے پاس شیطان کا بار بار آنا

جب وہ شخص یعنی حضرت ذوالکفل علیہ السلام خلیفہ بن گئے تو شیطان روزانہ غصہ دلانے کے لئے بار بار آتا اور غصہ دلانے کی کوشش کرتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا فلاں شخص کو لازم پکڑ لو۔ اس شخص نے تمام شیطانوں کو عاجز کر دیا۔

ابلیس نے کہا:

اب مجھے اور اسے تم چھوڑ دو (میں خود اس کا بندوبست کرتا ہوں) ابلیس اس کے پاس ایک بوڑھے کی شکل میں آیا جبکہ وہ قیلولہ کرنے کے لئے بستر پر جا چکا تھا چونکہ وہ شخص دن اور رات میں کسی وقت نہیں سوتا تھا سوائے اس قیلولہ کے وقت کے ابلیس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

اس شخص نے پوچھا:

کون ہے؟

اس نے کہا:

ایک بوڑھا مظلوم؟

وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ کھول دیا۔ بوڑھے نے بہت سی باتیں کیں میرا اور میری قوم کا جھگڑا ہے انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے انہوں نے مجھ پر زیادتی کی ہے وہ اتنی باتیں کرتا رہا کہ آرام کا وقت ختم ہو گیا۔

اس خلیفہ نے کہا:

جب میں اپنے عدالت کے کمرے میں جاؤں تو تو آ جانا میں تیرا تجھے حق دلاؤں گا۔ بوڑھا چلا گیا۔ خلیفہ اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اور اس بوڑھے کا انتظار کر رہے تھے وہ نظر نہ آیا تو خلیفہ صاحب خود اس کی تلاش میں نکلے۔ بوڑھا پھر بھی نظر نہ

آیا۔ جب خلیفہ صاحب گھر تشریف لے گئے۔ آرام کرنے لگے تو اس نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ خلیفہ نے پوچھا کون؟ اس نے کہا بوڑھا مظلوم! خلیفہ نے پھر دروازہ کھول دیا۔

خلیفہ نے فرمایا:

میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ جب میں مسند عدل پر بیٹھوں تو تو آجانا؟

بوڑھے نے کہا:

جس قوم سے میرا جھگڑا ہے وہ بڑی خبیث ہے۔

خلیفہ نے فرمایا:

جب میں اپنے کام پر جاؤں تو تو آجانا۔ اس روز بھی قیلولہ کا وقت ختم ہو گیا۔ خلیفہ صاحب مسند عدالت پر بیٹھے تو اس بوڑھے کو دیکھتے رہے، لیکن وہ نظر نہ آیا۔ آج خلیفہ کو نیند تنگ کر رہی تھی۔ شام کو جب مجلس عدل شروع ہوئی تو وہ بوڑھا نظر نہ آیا۔ خلیفہ پر نیند غالب آ رہی تھی۔

اس نے اپنے دربان کو کہا کہ

کسی کو دروازہ کے قریب نہ آنے دینا تاکہ میں کچھ آرام کرلوں مجھے نیند بہت سخت آئی ہوئی ہے۔ جب خلیفہ کے قیلولہ کا وقت تھا تو بوڑھا پھر آ گیا۔ محافظ نے اسے اجازت نہ دی۔ جب بوڑھا عاجز ہو گیا تو اس نے روشن دان دیکھا۔ اس نے دیوار پھلانگی اور روشن دان سے اندر داخل ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ خلیفہ بیدار ہوا تو اس نے محافظ کو آواز دی۔ اے فلاں! میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔

محافظ نے کہا:

حضور! ادھر سے کوئی داخل نہیں ہوا دیکھو وہ کہاں سے آیا ہے؟

خلیفہ نے دروازہ دیکھا تو واقعی بند تھا۔

اس شخص نے کہا:

لوگ تمہارے دروازے پر جھگڑے کے لیے آتے ہیں اور تم سوئے ہوئے ہو۔

خلیفہ نے اس شخص کو پہچان لیا اور کہا:

تو اللہ تعالیٰ کا دشمن (ابلیس) ہے۔

بوڑھے نے کہا: ہاں تو نے مجھے عاجز کر دیا ہے اور میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تاکہ تجھے غصہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ اس خلیفہ کو ذوالکفل کہا گیا کیونکہ اس نے جو ذمہ داری قبول کی تھی اس کو احسن طریقے سے نبھایا۔

(تفسیر طبری: ج:17، ص:88 تا 89 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت یوں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت الیسع علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے کہا کاش میں کسی شخص کو اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھوں کہ وہ کس طرح عمل کرتا ہے پھر انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا جو شخص میری تین شرطیں پوری کرے گا میں اس کو خلیفہ بنا دوں گا۔ فرمایا وہ دن کو روزہ رکھے، رات کو نماز میں قیام کرے اور کسی پر غصہ نہ کرے۔ ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کو لوگ غیر اہم سمجھتے تھے اس نے کہا میں ایسا کروں گا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اس دن اس کو لوٹا دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح فرمایا لوگ خاموش رہے اور وہ شخص پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا میں اس طرح کروں گا تو حضرت الیسع علیہ السلام نے اس کو خلیفہ بنا دیا پھر شیطان اس کو لغزش دینے کے لئے پہنچا اور وہ ان کے پاس اس وقت گیا جب وہ قیلولہ (دوپہر کے وقت آرام کرنے) کے لئے لیٹ گئے تھے وہ رات کو بالکل نہیں سوتے تھے اور دن کو اسی وقت سوتے تھے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا: میں بوڑھا مظلوم شخص ہوں۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو اس نے کہا میرا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہے انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور اب تک مارتے پیٹتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور دوپہر آ گئی۔ انہوں نے کہا تم شام کو میرے پاس آنا میں تمہارا حق ان سے لے کر دوں گا۔

وہ مجلس میں گئے اور دیکھنے لگے کہ وہ بوڑھا شخص نظر آ رہا ہے یا نہیں! انہوں نے اس بوڑھے شخص کو نہیں دیکھا۔ دوسرے روز وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے وہ اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے وہ نہیں آیا پھر وہ دوپہر کو اپنے گھر گئے اور سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئے تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا: ایک بوڑھا مظلوم آدمی ہے۔ انہوں نے کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ جب میں فیصلہ کے لئے بیٹھوں تم اس وقت میرے پاس آنا؟ اس نے کہا وہ بہت خبیث لوگ ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا ہم تمہیں تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں اور جب اٹھ کر چلے گئے تو پھر انہوں نے مجھے دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اب تم جاؤ جب میں فیصلہ کے لئے جاؤں تو تم میرے پاس آ جانا ان کا قیلولہ (دوپہر کا سونا) اس دن بھی رہ گیا۔ دوسرے دن وہ پھر اس کا انتظار کرتے رہے وہ نہیں آیا ان کو اونگھ بہت ستا رہی تھی انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا تم اس دروازہ کے قریب کسی کو مت آنے دینا حتیٰ کہ میں سو جاؤں کیونکہ مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے وہ اسی وقت آ گیا۔ گھر والوں نے کہا: پیچھے جاؤ، پیچھے جاؤ۔ اس نے کہا: میں ان کے پاس کل آیا تھا اور میں نے ان سے اپنے معاملہ کا ذکر کیا تھا۔ گھر والوں نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم! انہوں نے ہمیں منع کیا ہے کہ کسی کو میرے قریب نہ آنے دینا کیونکہ میں کئی دن سے سو نہیں سکا۔ جب وہ تھک گیا تو اسے گھر میں ایک روشن دان نظر آیا وہ اس میں سے گھر میں داخل ہو گیا اور کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا وہ بیدار ہو گئے اور کہا: اے فلاں شخص! میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا میں دیکھتا ہوں کہ تم آئے کہاں سے ہو۔ انہوں نے دیکھا گھر کا دروازہ اسی طرح بند تھا جس طرح انہوں نے بند کیا تھا اور وہ شخص ان کے ساتھ تھا پھر وہ اس کو پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے؟ اس نے کہا: ہاں! تم نے مجھے ہر داؤ میں ناکام کر دیا۔ میں نے جو کچھ کیا وہ تم کو غضب میں لانے کے لئے کیا تھا تب اللہ تعالیٰ نے ان کا نام کفل (ضامن) رکھا کیونکہ انہوں نے جس

چیز کا ذمہ لیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 13702)

حضرت الیسع علیہ السلام نے تورات شریف کے احکام جاری فرمائے

حضرت الیسع علیہ السلام نے تورات شریف کے احکام جاری فرمائے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ان کے بعد حضرت کالب ابن لوقنا ان کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام یہ حضرات اپنے اپنے زمانوں میں توریت شریف کے احکام جاری فرماتے اور یہود کی اصلاح کرتے تھے۔ حزقیل ابن یوزی علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا حال بہت خراب ہو گیا انہوں نے کھلم کھلا بت پرستی شروع کر دی تب حضرت الیاس ابن نسی ابن فنحاص ابن عیزار ابن ہارون علیہم السلام مبعوث ہوئے انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ جان کی مدد سے کچھ اصلاح کی مگر ان کے بعد پھر بنی اسرائیل کا حال خراب ہوا تب حضرت الیسع علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے توریت کے احکام جاری فرمائے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 2، ص: 545 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت الیسع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیاں عروج پر ہونا

حضرت الیسع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں جن کی وجہ سے سلطنت بھی چھن گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف بھی بند ہو گئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی ایک نسل میں تو خلافت و سلطنت تھی اور دوسری میں نبوت یعنی آل لاوی ابن یعقوب میں نبوت اور آل یہودا ابن یعقوب میں سلطنت۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانی حد سے زیادہ بڑھ گئی جس کا انجام یہ ہوا کہ ان سے سلطنت بھی چھن گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد بھی بند ہو گئی اور ان پر فرعون کی طرح جالوت بادشاہ مسلط ہو گیا جو کہ عملیق ابن عاد کی اولاد سے ایک نہایت ظالم بادشاہ تھا اور قوم عمالقہ نے قبطیوں کی طرح بنی اسرائیل پر ظلم ڈھانا شروع کر دیئے کہ ان کے شہر چھین لئے ان کے آدمی گرفتار کر لئے ان پر بہت سختیاں شروع کر دیں یہ جالوتی لوگ مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم کے کنارے پر رہتے تھے۔ بنی اسرائیل میں اس وقت خاندان نبوت سے صرف ایک بیوی باقی تھی جو حاملہ تھی بنی اسرائیل دعا کرتے تھے کہ خداوند ان کے بطن سے کوئی نبی پیدا فرمائے جن سے ہمارا بگڑا حال سنبھل جائے چنانچہ ان کے بطن شریف سے حضرت شمویل علیہ السلام پیدا فرمائے۔

(تفسیر نعیمی: ج: 2، ص: 545 تا 546 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت الیسع علیہ السلام کی بعثت کی ترتیب

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

1- سب سے پہلے نبی جو مبعوث کیے گئے وہ ادریس علیہ السلام تھے۔

2- پھر حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

3- پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

4- پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

5- پھر حضرت اسحاق علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

6- پھر حضرت یعقوب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

7- پھر حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

8- پھر حضرت لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

9- پھر حضرت ھود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

10- پھر حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

11- پھر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

12- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

13- پھر ہارون علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

14- پھر حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

15- پھر حضرت الیسع علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

16- پھر حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

17- پھر حضرت ایوب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ (طبقات ابن سعد: ج:1 ص 54 تا 55 مطبوعہ دار صادر بیروت)

اور امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ نے یوں ترتیب بیان کی ہے۔

1- سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔

2- پھر حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

3- پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

4- پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

5- پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

6- پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

7- پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

8- پھر حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
9- پھر حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
10- پھر حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
11- پھر حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
12- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
13- پھر حضرت ہارون علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
14- پھر حضرت الیسع علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
15- پھر حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
16- پھر حضرت ایوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
17- پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
18- پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
19- پھر حضرت زکریا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
20- پھر حضرت یحیٰی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
21- پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
22- پھر حضرت سیّدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:24، ص:165 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس اور برگزیدہ نبی ہیں۔ آپ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو شرک جیسے بڑے افعال کرتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ لیے تو وہ اللہ تعالیٰ اور حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کا ایمان لانا نفع آور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے عذاب کو اٹھالیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا نام ونسب

حضرت یونس علیہ السلام لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے نواسے ہیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے نواسے تھے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام شام کے رہنے والے تھے

حضرت یونس علیہ السلام شام کے رہنے والے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام شام کے رہنے والے تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام بعلبک کے عمال میں سے تھے

حضرت یونس علیہ السلام بعلبک کے عمال میں سے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام بعلبک کے عمال میں سے تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کے بچپن میں وصال فرمانے کا قول

حضرت یونس علیہ السلام کے بچپن میں وصال فرما جانے کا قول بھی ملتا ہے جب آپ علیہ السلام وصال فرما گئے تو اللہ تعالیٰ

کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے سوال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو زندہ فرما دیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام بچپن میں فوت ہو گئے تھے آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے سوال کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو زندہ فرما دیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ والدہ محترمہ کی کوئی اولاد نہ تھی

حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ والدہ محترمہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی اور کوئی اولاد نہ تھی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے بہت عبادت گزاروں میں سے تھے

حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے بہت عبادت گزاروں میں سے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے بہت عبادت گزاروں میں سے تھے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنا دین بچانے شام چلے جانا اور دجلہ کے کنارے پہنچنا

حضرت یونس علیہ السلام اپنا دین بچانے کے لئے شام تشریف لے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے بہت عبادت گزاروں میں سے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے دین کو بچانے کے لئے شام چلے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں

حضرت یونس علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿ (الصافات: 139)

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس سال میں اعلان نبوت فرمایا

حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس سال میں اعلان نبوت فرمایا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبوت عطا فرمانے کی تحقیق

نبی کو نبوت عطا فرمانے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

امام محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لئے اس عمر کو اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ (الکشاف: ج:3، ص:402 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی جاتی ہے۔ (بیضاوی: ج:4، ص:286)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (18) سال کی عمر میں (جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں گرا دیا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ عنقریب تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6، ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تا کہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کی ہے سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت حاصل ہوئی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی مگر یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ نے الفتوحات المکیہ کے باب 298 میں کہا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ نبوت کسب سے حاصل ہوتی ہے اس نے خطا کی نبوت صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ مختص ہے۔ (الیواقیت والجواہر، ص:353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی عز و جل ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر مجلہ مدارج ولایت طے کر چکا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہ زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (الانعام:124)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (الجمعہ:4)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے دے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور جو اس کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

(بہار شریعت: ج:1 ص:8 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی۔

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (مریم:12)

اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال (33) کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اس لئے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی قاعدہ کلیہ نہیں اکثر یہ ہے)

(عنایۃ القاضی: ج:7 ص:285 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے قبل نبی بنا دیا گیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3609)

اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں عنقریب تم کو ابتداء کے متعلق بتاؤں گا (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ محترمہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے لئے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2365)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں میں اظہار ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف عرش پر، آسمانوں پر، جنت کے محلات اور بالا خانوں پر، حوران بہشت کے سینوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھنوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم عنصری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا

گیا ہے۔(اشعۃ اللمعات: ج:4،ص474 تا475 مطبع تیج کمار لکھنؤ)

عتبہ بن عبد السلمی نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں بنوسعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔

میں نے کہا:

اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا:

کیا یہ وہی ہے؟

اس نے کہا:

ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرادیا پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا:

برف کا پانی لاؤ۔ پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔

پھر کہا۔

ٹھنڈا پانی لاؤ۔

پھر کہا۔

چھری لاؤ پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا۔

اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا:

ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا:

اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھا دیا حتیٰ کہ ہم میری والدہ محترمہ تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی والدہ محترمہ نے کہا:

کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟

اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا تھا۔ میری والدہ محترمہ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئیں۔

اور ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (سنن داری: رقم الحدیث: 13)

امام ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا۔ میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا! ہاں! ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرا دیا۔ پھر میرا پیٹ شق کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔

پھر کہا! ان کا دل چیرو! پھر میرا دل چیرا گیا۔

پھر کہا! ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا۔

پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔
اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 166)

ان دونوں صحیح احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس مذکور الصدر واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟
انہوں نے عرض کیا! کچھ ساعت ہوئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:
کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا۔
انہوں نے عرض کیا! ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا کر اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔
(مستدرک: رقم الحدیث: 6287)

علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ نے اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ: ص: 91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد مقدسہ کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا اس وقت بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس چیرا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چیرا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام امور ملاحظہ فرما رہے تھے جبکہ عالم بشر اور انسان کے لئے یہ امور متصور نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نابینا نہ ہونا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ اس وقت نبی تھے عام طور پر مشہور ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے یہ کہنا درست نہیں اور نہ ہی قاعدہ کلیہ ہے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۝ (مریم:12)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرما دی۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ

نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے اس آیت کریمہ میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا ان کا استحقاق نہ تھا۔

(تاویلات اہل السنۃ: ج:3، ص:260 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اس آیت کریمہ میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:227 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

1- حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ، 2- عقل

3- اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کر دیا اور ان کی طرف وحی کی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں۔

1۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صف نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔

2۔ حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جاسکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔

اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ متبعد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:7،ص:516 تا 517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی: جز:16،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے وہ اس کو متبعد نہیں قرار دے گا۔ (روح المعانی: ج:7:25،ص:92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں نبی ہونا ثابت ہے جس کی تحقیق یوں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مشکوٰۃ: رقم الحدیث:5758)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سعد نے ابن ابی الجدعا سے روایت کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1 ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں اس حال میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:833)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:81) کی تقریر میں لکھا ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے اور اس کے ساتھ آیت کریمہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانہ میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدسہ بعثت الی الناس کافۃ (مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور جس شخص نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی عزوجل میں نبی تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے اس کے اس معنیٰ تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت بھی ثابت تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ "محمد رسول اللہ" لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محقق تھی اور اگر اس سے فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ "میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے" اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تا کہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو پس اگر تم کہو کہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (آیئے ہم بتلاتے ہیں کہ) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جا سکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے لہٰذا میں نبی تھا کے الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں نور الٰہی جن کی مدد کرتا ہے پھر ان حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ہے وہ اس کو پہچان لیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔ فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت سے بارگاہ الٰہیہ سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو نہیں پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہوا اسی طرح بارگاہ الٰہی عزوجل سے پہنچنے والی ہر وہ چیز مؤخر رکھی گئی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معجّل ہے اس میں کوئی تاخر نہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب حکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تاخر نہیں ہے تاخر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ: ج:1 ص8 تا 11 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ نے اس حدیث مبارکہ کو حسب ذیل متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟

لوگوں نے کہا: چپ کر، چپ کر۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو چھوڑ دو میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ابوالجدعا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔

عامر سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 1 ص: 118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:
اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا باقی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے۔

اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ
شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ورسل عظام علیہم السلام کی مدد طلب کرنے کی جگہ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قطب الاقطاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین و آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔
اور ایک حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہو گی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ

ان دونوں احادیث مبارکہ کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر:ص:339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے اس وقت بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اس کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الست بربکم تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا۔

(روح المعانی: ج:9:ص:162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی المرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے ابوالحسن! بے شک (سیّدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے سردار نبی ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔ (تجلی الیقین: ص:8 حامد اینڈ کمپنی لاہور)

نبی وہ ہے جن کو نبوت عطا فرمائی گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول کتنے ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین سو تیرہ جم غفیرہ ہیں!
میں نے کہا:
بہت اچھے ہیں۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلا نبی کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حضرت آدم علیہ السلام۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابوذر رضی اللہ عنہ! چار نبی سریانی ہیں!
1-حضرت آدم علیہ السلام، 2-حضرت شیث علیہ السلام، 3-حضرت خنوخ علیہ السلام، 4-حضرت ادریس علیہ السلام جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح علیہ السلام اور چار نبی عرب ہیں۔
1-حضرت ھود علیہ السلام، 2-حضرت صالح علیہ السلام، 3-حضرت شعیب علیہ السلام، 4-اور تمہارے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)
میں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سو صحیفے اور چار کتابیں حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کیے گئے۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج 1 ص 167، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام حاکم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نبی تھے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے رسول کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین سو تیرہ کا جم غفیر تھا۔ (درمنثور: ج:2، ص:691 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت دو جگہ ذکر کی ہے اس میں ذکر ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور تین سو پندرہ رسول ہیں۔ (جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث: 10232)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج:6، ص:361 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے۔

دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ (شرح عقائد، ص:97 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث کیے چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی لوگوں کی طرف۔

(مسند ابو یعلیٰ: ج:4، ص:157 مطبوعہ دار المامون تراث بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کی کتنی تعداد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں سے جم غفیر رسول ہیں تین سو پندرہ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16944)

بہر حال محدثین کرام کا اعتماد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی اور رسول بنایا وہ حسب صادق اور برحق ہیں اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پیغام دے کر بھیجا وہ صحیح اور صادق ہے۔

قرآن مجید میں اٹھائیس 28 انبیاء کرام علیہم السلام کے نام مذکور ہیں۔

1-حضرت آدم علیہ السلام، 2-حضرت نوح علیہ السلام

3-حضرت ادریس علیہ السلام، 4-حضرت صالح علیہ السلام

5-حضرت ھود علیہ السلام، 6-حضرت ابراہیم علیہ السلام

7-حضرت اسماعیل علیہ السلام، 8-حضرت اسحاق علیہ السلام

9-حضرت یعقوب علیہ السلام، 10-حضرت یوسف علیہ السلام

11-حضرت لوط علیہ السلام، 12-حضرت موسیٰ علیہ السلام

13-حضرت ہارون علیہ السلام، 14-حضرت شعیب علیہ السلام

15-حضرت زکریا علیہ السلام، 16-حضرت یحیٰ علیہ السلام

17-حضرت عیسیٰ علیہ السلام، 18-حضرت داؤد علیہ السلام

19-حضرت سلیمان علیہ السلام، 20-حضرت الیاس علیہ السلام

21-حضرت الیسع علیہ السلام، 22-حضرت ذوالکفل علیہ السلام

23-حضرت ایوب علیہ السلام، 24-حضرت یونس علیہ السلام

25-حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے علاوہ تین اسماء مقدسہ کا ذکر ہے۔

1-حضرت ذوالقرنین، 2-حضرت عزیر، 3-حضرت لقمان (علیہم السلام)

مگر ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔

بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا قرآن مجید میں اشارۃً ذکر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (البقرہ:247)

اس میں حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ (البقرہ:259)

اس میں حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰـهُ (الکہف:60)

اس میں حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ (الکہف:65)

اس میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

نبی کی خصوصیات وامتیازات کثیر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے انبیاء کرام علیہم السلام کے چھیالیس خواص ذکر کیے ہیں یہ وہ خواص ہیں جن کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں ان خواص کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- نبی اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کرتا ہے۔

2- بغیر کلام کے نبی پر الہام ہوتا ہے بلکہ نبی اپنے نفس میں بغیر تقدم اور تاخر کے ایک معنیٰ پاتا ہے جس کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔

3- فرشتہ کو دیکھ کر اس سے وحی سنتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے۔

4- فرشتہ نبی کے قلب پر وحی القاء کرتا ہے اور یہ القاء احکام، وعد اور وعید پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے قلب پر جو واردات ہوتی ہیں وہ حوادث اور واقعات کی اطلاعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔

5- نبی کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کی عقل کو کبھی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

6- نبی کی قوت حافظہ غیر معمولی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ طویل ترین سورت کو صرف ایک بار سن کر حفظ کر لیتا ہے اور اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولتا۔

7- نبی اپنے اجتہاد میں خطاء سے محفوظ رہتا ہے۔

8- نبی کی ذکاوت غیر معمولی ہوتی ہے اور اس کا استنباط بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔

9- نبی کی بصر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی چیز دیکھ لیتا ہے۔

10- نبی کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصے کی آواز سن لیتا ہے جس کو دوسرا نہیں سن سکتا۔

11- نبی کی قوت شامہ غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو سونگھ لینا۔

12- نبی کا جسم بہت قوی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے۔

13- نبی کا آسمان پر جانا۔

14- گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کو پالینا۔

15- بکریوں سے کلام کرنا۔

16- نباتات سے کلام کرنا۔

17- درخت کے تنا (شہتیر) سے کام کرنا (جیسے استن خسانہ)

18- پتھروں سے کلام کرنا۔

19- بھیڑیے کی آواز سے اس کا مطلب سمجھ لینا۔

20- اونٹ کی بلبلاہٹ کو سمجھ لینا۔

21- متکلم کو دیکھے بغیر اس کی آواز سننا۔

22- جنات کا مشاہدہ کرنا۔

23- اشیاء غائبہ کی مثالوں کا نبی پر پیش کیا جانا جیسا کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس کی مثال پیش کی گئی۔

24- کسی حادثہ سے اس کی عاقبت کو جان لینا جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو فرمایا اس کو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔

25- کسی نام سے فال نکالنا کیونکہ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ سہل کر دیا ہے۔

26- کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ فرمایا یہ بادل بنو کعب کی مدد کا اعلان کر رہا ہے۔

27- پس پشت دیکھنا۔

28- کسی شخص کی موت سے پہلے اس کے حال پر مطلع ہونا جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا میں نے دیکھا فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اور وہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔

29- مستقبل کی فتح کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار کر دینا جیسا کہ غزوہ خندق میں ہوا۔

30-دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھ لینا۔

31-فراست

32-درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت جڑوں اور ٹہنیوں سمیت آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واپس چلا گیا۔

33-ہرنی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنا۔

34-بغیر خطاء کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔

35-کھجور کے درخت کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا کہ اس میں اتنے وسق کھجوریں ہوں گی۔

36-احکام کی ہدایت دینا۔

37-دین اور دنیا کے انتظام اور سیاست کی ہدایت دینا۔

38-عالم کی ہیئت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔

39-بدن انسانی سے متعلق طبی امور کی ہدایت دینا۔

40-عبادات کی ہدایت دینا۔

41-صنعتوں کی ہدایت دینا۔

42-ما یکون پر مطلع ہونا۔

43-ما کان پر مطلع ہونا۔

44-لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور بھیدوں پر مطلع ہونا۔

45-استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔

46-حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔

علامہ حلیمی فرماتے ہیں کہ

یہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں ہر چند کہ ان میں بعض اوصاف غیر نبی کو بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ اوصاف نبوت کے خصائص اس وجہ سے ہیں کہ ان میں نبی کو اصلاً خطا نہیں ہوتی جب کہ غیر نبی کو ان میں خطاء لاحق ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری: ج:12، ص366 تا 367 مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں۔

نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو اس طرح جانتا ہے جس

طرح ان کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی کو ان کی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے اور جتنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے۔ اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں بینا اور نابینا کا فرق ہے۔

اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔ (احیاء علوم الدین: ج:4، ص189 تا 190 مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

نبوت کا ایک عظیم مرتبہ ہے جو عقل سے ماوراء ہے۔

امام غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جیسے قوت، تمیز، معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت تمیز کے مدرکات کو نہیں پا سکتے (اسی طرح عقل، قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے سامنے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور یہ خالص جہالت ہے۔ (المنقذ من الضلال: ص: 54 مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ

قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں۔

1-مدرکہ، 2-اور محرکہ

اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں۔

1-حواس ظاہرہ، 2-حواس باطنہ

اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں (جو کہ یہ ہیں)

1-قوت باصرہ: قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔
اس کی قوت کی نظیر یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا:
وکذالك نری ابراهیم ملکوت السموٰت والارض
اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔
اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے۔
اور ایک روایت میں ہے کہ
میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔ (مسند احمد: ج:1، ص:368)
2۔قوت سامعہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے۔ آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے۔
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ
ایک چیونٹی نے کہا: چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنی پر مطلع کیا اور یہ قوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیڑیے اور اونٹ سے کلام کرنے کی مثال یہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر مجھے چپکے سے ایک بات بتائی جو میں کبھی کسی کو

نہیں بتاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے کسی ٹیلہ پر گنجان اور گھنے کھجور کے درختوں کی اوٹ میں جانا پسند کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں ایک اونٹ آیا اور اس نے بڑھ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان کی ہڈی کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اونٹ کس کا ہے؟

انصار کا ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ میرا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم ان جانوروں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنادیا ہے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس کو تم بھوکا رکھتے ہو اور کام لے لے کر اس کو تھکا دیتے ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1745)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں۔ ایک دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے۔ ہمارا ایک اونٹ کے پاس سے گزر ہوا جب اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بڑبڑ کرنے لگا اور اپنی گردن آگے بڑھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کا مالک کون ہے؟

وہ شخص آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس اونٹ کو بیچ دو۔

اس نے عرض کیا:

میں اس کو ہبہ کرتا ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! مجھے فروخت کر دو۔

اس نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کرتا ہوں۔ ہمارے گھر والوں کی گزر اوقات کے لئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نے یہ کہا تو سنو! اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اس کو چارہ کم ڈالتے ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 17570)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنی سے بھی کلام فرمایا جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی۔

اس ہرنی نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھول دیجئے تا کہ میں اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلا آؤں پھر میں واپس آجاؤں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے باندھ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک قوم کا شکار ہے اور اس کی باندھی ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد لیا کہ وہ ضرور واپس آئے گی پھر اس کو کھول دیا۔ وہ تھوڑی دیر میں واپس آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا پھر خیمہ والے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان سے مانگ لیا۔ انہوں نے وہ ہرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی۔ پ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:34)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے دیکھا وہ ہرنی جنگل میں چلاتی ہوئی جارہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:35)

اسی طرح درخت کے تنے نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

چنانچہ روایت میں ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے ستون سے ارشاد فرمایا:

تو پر سکون ہو جا اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں اگا دوں۔ تیرا پھل نیک لوگ کھائیں اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دنیا میں پہلے کی طرح تر و تازہ درخت اگا دوں تو اس درخت نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 36) (عبد المصطفیٰ عفی عنہ)

3۔ قوت شامہ: نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے کیونکہ جب حضرت یوسف

علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ میری قمیض لے جاؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیض لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ

مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلہ سے سونگھ لی۔

4-قوت ذائقہ: نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا:

اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

5-قوت لامسہ: نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہوگئی۔

دوسری قسم: حواس باطنہ ہے۔

2-اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سنقرئك فلاتنسى

ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے۔

اور قوت ذکاوت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کیے اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا اور حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت اور حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگی کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جوہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان

کے آثار بھی انتہائی کامل، مشرف اور صاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:2،ص:433 تا 434 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت یونس علیہ السلام کو مقام نینوا والوں کے پاس بھیجنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کے مقام نینوا والوں کی جانب بھیجا تا کہ آپ علیہ السلام بت پرستی سے منع کریں اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی دعوت دیں۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اصحاب سیر و تفسیر نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل کے مقام نینوا میں رہتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا۔ (زاد المسیر: ج:4،ص:98 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

دریائے دجلہ کی بستی کی طرف مبعوث فرمایا گیا

حضرت یونس علیہ السلام کو دریائے دجلہ کی ایک بستی کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 811ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کو ایک بستی کی طرف بھیجا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے پر تھی۔

(در منثور: ج:3،ص:964 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کو بت پرستی ترک کرنے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یونس علیہ السلام کو قوم نینوا کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ علیہ السلام نے ان کو بت پرستی ترک کرنے کا فرمایا۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اصحاب سیر و تفسیر نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل کے مقام نینوا میں رہتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو بت پرستی ترک کرنے کا حکم فرمایا۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:98 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو قوم نینوا کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ علیہ السلام نے بت پرستی ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اور آپ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ (زاد المسیر: ج:4، ص:98 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس نے کائنات کو بنایا پھر بندوں کو بنا کر اس میں بسایا پھر ان سب کو موت دیتا رہے گا حتی کہ جب ساری کائنات فنا ہو جائے گی تو اپنی وحدت کا اعلان فرمائے گا۔ رب تعالیٰ کی واحدانیت پر کثیر آیات کریمہ ہیں مگر سب کو یہاں پر بیان کرنے سے قاصر ہوں کہ موضوع طویل ہو جائے گا اس لیے رضاالٰہی کی خاطر چیدہ چیدہ آیات پیش کرتا ہوں۔

دلیل نمبر:1

قرآن مجید میں ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء:22)

اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ متعدد خدا ہوتے تو ضرور ان کا نظام فاسد ہو جاتا۔

دلیل نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (الصافات:4 تا 5)

بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں وہی تمام مشارق کا رب ہے۔

دلیل نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

(الروم:8 تا 10)

کیا وہ اپنے نفسوں میں (اس پر) غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ اور مقررہ مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور بے شک اکثر لوگ اپنے رب سے

ملاقات کے ضرور منکر ہیں۔ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا پس وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ قوت والے تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو آباد کیا اور انہوں نے زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا تھا ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

دلیل نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ (حم السجدہ:53)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں اس کائنات میں اور ان کے اپنے نفسوں میں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے۔

دلیل نمبر:5

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ (الروم:20)

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم بشر ہو کر پھیلتے جا رہے ہو۔

دلیل نمبر:6

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الروم:21)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم فرما دی بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:7

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ (الروم:22)

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ اور بے شک اس میں عالموں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:8

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُم مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ○ (الروم:23)

اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن میں تمہاری نیند ہے اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے بے شک اس میں غور سے سننے والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:9

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیِی بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ○ (الروم:24)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید پر قائم رکھنے کے لئے بجلیوں کی چمک دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے پھر اس سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے بے شک اس میں عقل والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:10

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ○ (الروم:25)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زمین و آسمان اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو وہ زمین سے بلائے گا تو تم فوراً (قبروں سے) باہر نکل آؤ گے۔

دلیل نمبر:11

قرآن مجید میں ہے:

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ○ (الروم:26)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور سب اس کے اطاعت شعار ہیں۔

دلیل نمبر: 12

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الروم:27)

اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی سب سے بلند صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ اور بہت حکمت والا ہے۔

دلیل نمبر: 13

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ (المرسلات:20)

کیا ہم نے تم کو حقیر پانی (منی) سے نہیں پیدا کیا۔

دلیل نمبر: 14

قرآن مجید میں ہے:

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (الحج:5)

سو تم کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی صورت اور شکل واضح بنی ہو یا نہ بنی ہو۔

دلیل نمبر: 15

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَىْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الروم:40)

اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

دلیل نمبر: 16

قرآن مجید میں ہے

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا (النحل:78)

اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

دلیل نمبر:17

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ۝ (الروم:48 تا 49)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک وہ پانی پہنچا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

دلیل نمبر:18

قرآن مجید میں ہے:

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الروم:50)

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دلیل نمبر:19

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝ (الروم:54)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور وہ بہت علم والا ہے بے حد قدرت والا ہے۔

دلیل نمبر:20

قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا

خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۠ (لقمان:10 تا 11)

اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تا کہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا پس مجھے وہ دکھاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں نے پیدا کیا ہے بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

دلیل نمبر:21

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۠ (لقمان:13)

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک کرنا ضرور سب سے زیادہ ظلم ہے۔

دلیل نمبر:22

قرآن مجید میں ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۠ (لقمان:14)

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور یہ کہ تو) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا (تو نے) میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

دلیل نمبر:23

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۠ (لقمان:15)

اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو پھر تم سب نے میری طرف ہی لوٹنا ہے سو میں تم کو ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے۔

دلیل نمبر:24

قرآن مجید میں ہے:

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ○ (لقمان:16)

(لقمان نے کہا) اے میرے پیارے بیٹے! اگر ایک رائی کا دانہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کا جاننے والا ہے ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

دلیل نمبر:25

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ○ (لقمان:20)

(اے لوگو) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی واضح کتاب کے اللہ تعالیٰ کے متعلق بحث کرتے ہیں۔

دلیل نمبر:26

قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (لقمان:25)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دلیل نمبر:27

قرآن مجید میں ہے:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (لقمان:26)

جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ حمد کیا ہوا ہے۔

دلیل نمبر:28

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ (لقمان:27)

اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے۔

دلیل نمبر:29

قرآن مجید میں ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○ (لقمان:28)

تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا (اس کے نزدیک) ایک جان کی مانند ہے بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

دلیل نمبر:30

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ (لقمان:29)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ان میں سے ہر ایک مقرر میعاد تک گردش کر رہا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

دلیل نمبر:31

قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ○ (لقمان:30)

اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے اور اس کے سوا یہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی نہایت بلند بزرگ ہے۔

دلیل نمبر:32

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

شَكُوْرٍ (لقمان:31)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سمندر میں کشتیاں رواں دواں ہیں تا کہ وہ تم لوگوں کو اپنی بعض نشانیاں دکھائے بے شک اس میں ہر زیادہ صبر کرنے والے بہت شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:33

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ (لقمان:32)

اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انہیں (طوفان سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو بعض ان میں سے معتدل رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا صرف وہی شخص انکار کرتا ہے جو بڑا بدعہد اور سخت ناشکرا ہے۔

دلیل نمبر:34

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ ۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (لقمان:34)

بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے اور کوئی (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا سب کی خبر رکھنے والا ہے۔

دلیل نمبر:35

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (السجدہ:4)

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان میں ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا اسے چھوڑنے کے بعد نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ شفاعت کرنے والا پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔

دلیل نمبر:36

قرآن مجید میں ہے:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○

(السجدہ:5)

وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ کام اس کی طرف اس دن میں چڑھے گا جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔

دلیل نمبر:37

قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (السجدہ:6)

وہی عالم الغیب ہے اور عالم الظاہر ہے، بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

دلیل نمبر:38

قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ (السجدہ:7تا9)

اسی نے ہر چیز کو حسین بنایا اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بڑھائی پھر اس (کے پتلے) کو ہموار کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

دلیل نمبر:39

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الزمر:42)

اللہ تعالیٰ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جنہیں موت نہیں آئی ان کو نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن کی موت کا فیصلہ فرما چکا ہے ان (کی روحوں) کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک میعاد معین تک چھوڑ دیتا ہے۔

دلیل نمبر:40

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ (الانعام:60)

اور وہی ہے جو رات میں تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے اور اس کو علم ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو پھر وہ تم کو دوبارہ اٹھائے گا تا کہ میعاد معین پوری کی جائے۔

دلیل نمبر:41

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر:42)

اللہ ہی روحوں کی موت کے وقت ان کو قبض فرمالیتا ہے اور جن کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض فرمالیتا ہے۔

دلیل نمبر:42

قرآن مجید میں ہے:

نِالَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ (الملک:2)

وہی ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

دلیل نمبر:43

قرآن مجید میں ہے:

يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ (البقرہ:258)

وہی زندہ کرتا ہے وہی موت طاری کرتا ہے۔

دلیل نمبر:44

قرآن مجید میں ہے:

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًاؕ (الکھف:37)

کیا تو اس ذات کا کفر کر رہا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے مکمل مرد بنا دیا۔

دلیل نمبر:45

قرآن مجید میں ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗؕ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗؕ مِنْ نُّطْفَةٍؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗؕ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗؕ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗؕ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗؕ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗؕ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤؕ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّاؕ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّاؕ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّاؕ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًاؕ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًاؕ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًاؕ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّاؕ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْؕ (عبس:17تا32)

(کافر) انسان ہلاک ہو جائے وہ کیسا ناشکرا ہے۔ اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے اس کو نطفہ سے پیدا کیا پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا پھر اس کے لئے راستہ آسان کیا پھر اس کو موت دی پس اس کو قبر میں پہنچایا پھر جب چاہے گا اس کو زندہ کر کے نکالے گا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے پر غور کرے ہم نے خوب پانی بہایا پھر ہم نے زمین کو شق کیا سو اس میں غلہ اگایا اور انگور اور سبزی اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغات اور میوے اور (مویشیوں) کا چارا تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔

دلیل نمبر:46

قرآن مجید میں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ:163)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

دلیل نمبر:47

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:164)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقل مندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

دلیل نمبر:48

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ۝ (البقرہ:255)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے اس کے حکم کو جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

دلیل نمبر: 49

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (آل عمران:62)

اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا۔

دلیل نمبر: 50

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ٝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ○ (النساء:171)

اے اہل کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ تعالیٰ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تعالیٰ تو ایک ہی خدا ہے پاکی ہے اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز۔

دلیل نمبر: 51

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (المائدہ:73)

بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تین خداؤں میں تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

دلیل نمبر: 52

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْكُمْ بِہٖ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ ھُمْ یَصْدِفُوْنَ ○ (الانعام:46)

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان، آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیزیں لا دے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

دلیل نمبر:53

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (الاعراف:65)

اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا: اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

دلیل نمبر:54

قرآن مجید میں ہے:

ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ وَلِیَعْلَمُوْا اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (ابراہیم:52)

یہ لوگوں کو حکم پہنچاتا ہے اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔

دلیل نمبر:55

قرآن مجید میں ہے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ○ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ ○ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○
(الحجر:19تا21)

اور ہم نے زمین پھیلائی اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کر دیں اور وہ کر دیے جنہیں تم رزق نہیں دیتے اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔

دلیل نمبر:56

قرآن مجید میں ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْہُ وَمَآ اَنْتُمْ لَہٗ بِخٰزِنِیْنَ ○ (الحجر:22)

اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں۔

دلیل نمبر:57

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ○ (الحجر:23)

اور بے شک ہم ہی جلائیں اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں۔

دلیل نمبر:58

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ○ (الحجر:24)

اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے۔

دلیل نمبر:59

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ○ (الحجر:25)

اور بے شک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

دلیل نمبر:60

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ○ (الحجر:26)

اور بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بدبودار گارا تھی۔

دلیل نمبر:61

قرآن مجید میں ہے:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ○ (الحجر:27)

اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔

دلیل نمبر:62

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰـهَیْنِ اثْنَیْنِۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (النحل:51)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا دو خدا نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

دلیل نمبر:63

قرآن مجید میں ہے:

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًاؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ○ (النحل:52)

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے۔

دلیل نمبر:64

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ○ (النحل:53)

اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی طرف پناہ لے جاتے ہو۔

دلیل نمبر:65

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ○ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْؕ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل:54 تا 55)

پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو کہ عنقریب جان جاؤ گے۔

دلیل نمبر:66

قرآن مجید میں ہے:

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ ○ (النحل:57)

اور اللہ ہی کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لیے جو اپنا جی چاہتا ہے۔

دلیل نمبر:67

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ○ (النحل:65)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے مرے پیچھے بے شک اس میں نشانی ہے ان کو جو کان رکھتے ہیں۔

دلیل نمبر:68

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ (النحل:66)

اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جوان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کی بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لئے۔

دلیل نمبر:69

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (النحل:67)

اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق۔ بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو۔

دلیل نمبر:70

قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل:68)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔

دلیل نمبر:71

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل:69)

پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کر تیرے لیے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

دلیل نمبر:72

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (النحل:70)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کریگا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھر جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔

دلیل نمبر:73

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (النحل:71)

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مکرتے ہیں۔

دلیل نمبر:74

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ (النحل:72)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منکر ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر:75

قرآن مجید میں ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (النحل:73)

اور اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے نہ کچھ کر سکتے ہیں۔

دلیل نمبر:76

قرآن مجید میں ہے

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل:74)

تو اللہ تعالیٰ کے لئے مانند نہ ٹھہراؤ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

دلیل نمبر:77

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (النحل:77)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے۔

دلیل نمبر:78

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (النحل:78)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

دلیل نمبر:79

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النحل:79)

کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا اللہ تعالیٰ کے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

دلیل نمبر:80

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (النحل:80)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر دیئے بسنے کو اور تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جو تمہیں ہلکے پڑتے

ہیں تمہارے سفر کے دن اور منزلوں پر ٹھہرنے کے دن اور ان کی اون اور ببری (رونگٹوں) اور بالوں سے کچھ گرستی (خانگی ضروریات) کا سامان اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک۔

دلیل نمبر:81

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ○ (النحل:81)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں یونہی اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے کہ تم فرمان مانو۔

دلیل نمبر:82

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (النحل:86)

اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے تو وہ ان پر بات پھینکیں گے کہ تم بے شک جھوٹے ہو۔

دلیل نمبر:83

قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○ (بنی اسرائیل:22)

اے سننے والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا بے کس۔

دلیل نمبر:84

قرآن مجید میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل:23)

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

دلیل نمبر:85

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:42)

تم فرماؤ اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا کہ بکتے ہیں جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے اسے پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری۔

دلیل نمبر:86

قرآن مجید میں ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:44)

اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

دلیل نمبر:87

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ○ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ○ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ○ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:49 تا 52)

اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پیدا کرے گا تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور تم سمجھو گے کہ نہ رہے تھے مگر تھوڑا۔

دلیل نمبر:88

قرآن مجید میں ہے:

رَبُّكُمُ الَّذِیْ يُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:66 تا 67)

تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو بے شک وہ تم پر مہربان ہے

اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔

دلیل نمبر: 89

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا۝ (بنی اسرائیل:99)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان لوگوں کی مثل بنا سکتا ہے اور اس نے ان کے لئے ایک میعاد ٹھہرا رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالم نہیں مانتے بے ناشکری کیے۔

دلیل نمبر: 90

قرآن مجید میں ہے:

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۝ (بنی اسرائیل:111)

اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

دلیل نمبر: 91

قرآن مجید میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الکہف:1)

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔

دلیل نمبر: 92

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا۝ (الکہف:17)

اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے

ہے جسے اللہ تعالیٰ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

دلیل نمبر:93

قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ لَهٗ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا۝ (الکہف:26)

تم فرماؤ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اسی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

دلیل نمبر:94

قرآن مجید میں ہے:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۝ (الکہف:110)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

دلیل نمبر:95

قرآن مجید میں ہے:

وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوۡلُ وَيَاۡتِيۡنَا فَرۡدًا۝ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا۝ (مریم:80تا81)

اور جو چیزیں کہہ رہا ہے ان کے ہمیں وارث ہوں گے اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا بنا لیے کہ وہ انہیں زور دے۔

دلیل نمبر:96

قرآن مجید میں ہے:

قُلۡ اِنَّمَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝ (الانبیاء:108)

تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ تعالیٰ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔

دلیل نمبر:97

قرآن مجید میں ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ ۢبِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى

بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ (المومنون:91)

اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی تعلّی چاہتا پاکی ہے اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

دلیل نمبر:98

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ ۝ (النمل:60)

یا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔

دلیل نمبر:99

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (النمل:61)

یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

دلیل نمبر:100

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النمل:62)

یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا ہے، بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

دلیل نمبر:101

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (النمل:63)

یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری کی اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللہ ان کے شرک سے۔

دلیل نمبر:102

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (النمل:64)

یا وہ جو خلق کی ابتداء فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

دلیل نمبر:103

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النمل:65)

تم فرماؤ کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

دلیل نمبر:104

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النمل:86)

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ اس میں آرام کریں اور دن کو بنایا سوجھانے والا۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے کہ ایمان رکھتے ہیں۔

دلیل نمبر:105

قرآن مجید میں ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ (النمل:87)

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرائے جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا

چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے۔

دلیل نمبر:106

قرآن مجید میں ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ○ (النمل:88)

اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال یہ کام ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز بے شک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی۔

دلیل نمبر:107

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○

(القصص:70)

اور وہی ہے اللہ تعالیٰ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

دلیل نمبر:108

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ○ (القصص:71)

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لا دے تو کیا تم سنتے نہیں۔

دلیل نمبر:109

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ (القصص:72)

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں آرام کرو تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

دلیل نمبر:110

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○ (القصص:73)

اور اس نے اپنی مہر سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔

دلیل نمبر:111

قرآن مجید میں ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ○ (القصص:74)

اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم بکتے تھے۔

دلیل نمبر:112

قرآن مجید میں ہے:

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ○ (القصص:75)

اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے اور ان سے کھوئی جائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر:113

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (القصص:88)

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی طرف پھر جاؤ گے۔

دلیل نمبر:114

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ

لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (العنکبوت:17)

تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

دلیل نمبر:115

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ○ (العنکبوت:19،21)

تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ تعالیٰ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

دلیل نمبر:116

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (العنکبوت:22)

اور نہ تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار۔

دلیل نمبر:117

قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (العنکبوت:63)

اور جو تم ان سے پوچھو کس نے اتارا آسمان سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کر دی مرے پیچھے ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو بلکہ ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

دلیل نمبر:118

قرآن مجید میں ہے

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قف مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ط وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ○ (الروم:8)

کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق اور ایک مقررہ میعاد سے اور بے شک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کا انکار کرتے ہیں۔

دلیل نمبر:119

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ○ (البقرہ:29)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استوا فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

دلیل نمبر:120

قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ج وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ○ (الانعام:102)

یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

دلیل نمبر:121

قرآن مجید میں ہے:

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ○ (الانعام:106)

جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

دلیل نمبر:122

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ج اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ط قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ○ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ط وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی

النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ (الرعد:16 تا 17)

تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم خود ہی فرماؤ اللہ تعالیٰ، تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنا لیے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے ہیں تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور انکھیارہ (بینا) یا کیا برابر ہو جائیں گے اندھیریاں اور اجالا کیا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے شریک ٹھہراتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح کچھ بنایا تو انہیں ان کا اور اس کا بنانا ایک سا معلوم ہوا تم فرماؤ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔ اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رو اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ حق و باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ تو پھک (جل) کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ یونہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

دلیل نمبر: 123

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ؕ (الرعد:15)

اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

دلیل نمبر: 124

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ؕ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ؕ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ؕ (المومنون 13 تا 17)

اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی (انتخاب کی) مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں اور ہم خلق سے بے خبر نہیں۔

دلیل نمبر:125

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۚ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ۝ وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

(المومنون:18 تا 22)

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں تو اس سے ہم نے تمہارے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو اور وہ پیڑ پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے لے کر اگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور ان سے تمہاری خوراک ہے اور ان پر اور کشتی پر سوار کیے جاتے ہو۔

دلیل نمبر:126

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (النور:41)

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے سب نے جان رکھی اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

دلیل نمبر:127

قرآن مجید میں ہے:

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝ (النور:42)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے سلطنت اور آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر جانا۔

دلیل نمبر:128

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ○ (النور:43)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر انہیں تہہ پر تہہ کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھ لے جائے۔

دلیل نمبر:129

قرآن مجید میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ (النور:44)

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی بے شک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

دلیل نمبر:130

قرآن مجید میں ہے:

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (النور:45)

اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر ہر چلنے والا پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ بناتا ہے جو چاہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔

دلیل نمبر:131

قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ○ (الفرقان:2تا3)

وہ جس کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس نے نہ اختیار فرمایا بچہ اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ

اٹھنے کا۔

دلیل نمبر:132

قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (لقمان:10 تا 11)

اس نے آسمان بنائے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا یہ تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مجھے وہ دکھاؤ جو اس کے سوا اوروں نے بنایا بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

دلیل نمبر:133

قرآن مجید میں ہے:

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ۝ (یٰس:23)

کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔

دلیل نمبر:134

قرآن مجید میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ۝ (یٰس:36تا44)

پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیروں میں ہیں اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا اور چاند کے لئے ہم نے

منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال (ٹہنی) سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے اور ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ انہیں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے بھری کشتی میں سوار کیا اور ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں بنا دیں جن پر سوار ہوتے ہیں اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ وہ بچائے جائیں مگر ہماری طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا۔

دلیل نمبر:135

قرآن مجید میں ہے:

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ○ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○ (یٰس:74 تا 75)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ شاید ان کی مدد ہو وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لشکر سب گرفتار حاضر آئیں گے۔

دلیل نمبر:136

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ○ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ○ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ○ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ○ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (یٰس:77 تا 83)

اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل جائیں تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے جس نے تمہارے لیے ہرے پیڑ میں آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

دلیل نمبر:137

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ (الصافات:4تا6)

بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا۔

دلیل نمبر:138

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ (الصافات:35تا36)

بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچی کھینچتے (تکبر کرتے) تھے۔

دلیل نمبر:139

قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر:14تا18)

تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے تم فرماؤ میں اللہ تعالیٰ ہی کو پوجتا ہوں نرا اس کا بندہ ہو کر تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو تم فرماؤ پوری ہار انہیں جو اپنی جان اور اپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے انہیں کے لئے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

دلیل نمبر:140

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر:21)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت کی پھر سوکھ جاتی ہے تو تو دیکھے کہ وہ پیلی پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بے شک اس میں دھیان کی بات ہے عقل مندوں کو۔

دلیل نمبر:141

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (الزمر:42تا44)

اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں تم فرماؤ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

دلیل نمبر:142

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الزمر:52)

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔

دلیل نمبر:143

قرآن مجید میں ہے

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

(الزمر:64تا66)

تم فرماؤ تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہو اے جاہلو! اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ تعالیٰ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو۔

دلیل نمبر: 144

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ط وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ○ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ج يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○ لا يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ج لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ط لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (المومن:13تا16)

وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو نرے اس کے بندے ہو کر پڑے برا مانیں کافر۔ بلند درجے دینے والا عرش کا مالک ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ تعالیٰ سب پر غالب کی۔

دلیل نمبر: 145

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ م لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ز فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ (المومن:61تا63)

اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے وہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

دلیل نمبر:146

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (المومن:64)

اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہارے لیے ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ رب سارے جہان کا۔

دلیل نمبر:147

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (المومن:65)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو نرے اس کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

دلیل نمبر:148

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (المومن:66)

تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العٰلمین کے حضور گردن رکھوں۔

دلیل نمبر:149

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

(المومن:67)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک

مقرر وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

دلیل نمبر:150

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (المومن:68)

وہی ہے کہ جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا جبھی وہ ہو جاتا ہے۔

دلیل نمبر:151

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ (حم السجدۃ:6)

تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو۔

دلیل نمبر:152

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِىْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (حم السجدہ:9تا12)

تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے (بھاری بوجھ رکھے) اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

دلیل نمبر:153

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (حم السجدہ:37)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔ اگر تم اس کے بندے ہو۔

دلیل نمبر:154

قرآن مجید میں ہے:

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ (الشوریٰ:4)

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔

دلیل نمبر:155

قرآن مجید میں ہے:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَ هُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ۫ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
(الشوریٰ:9)

کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ تعالیٰ والی ہے اور وہ مردے جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

دلیل نمبر:156

قرآن مجید میں ہے:

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (الشوریٰ:10 تا 12)

تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ میرا رب میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اس کی طرف رجوع لاتا ہوں آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے اسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں روزی وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بے شک وہ سب کچھ

جانتا ہے۔

دلیل نمبر:157

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ (الشوریٰ:15) اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔

دلیل نمبر:158

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ○

(الشوریٰ:28،29)

اور وہی ہے کہ مینہ اتارتا ہے ان کے ناامید ہونے پر اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا ہے سب خوبیوں سراہا اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو چلنے والے ان میں پھیلائے اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

دلیل نمبر:159

قرآن مجید میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ (الشوریٰ:49تا50)

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔

دلیل نمبر:160

قرآن مجید میں ہے:

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ○ (الشوریٰ:53)

اللہ تعالیٰ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سنتے ہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرتے ہیں۔

دلیل نمبر:161

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿ (الزخرف:64)

بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب اور تمہارا رب تو اسے پوجو یہ سیدھی راہ ہے۔

دلیل نمبر:162

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿ (الزخرف:81تا82)

تم فرماؤ فرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

دلیل نمبر:163

قرآن مجید میں ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿ (الزخرف:84)

اور وہی ہے آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا اور وہی حکم و علم والا ہے۔

دلیل نمبر:164

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿ (الزخرف:85)

اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

دلیل نمبر:165

قرآن مجید میں ہے:

وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿ (الزخرف:86)

اور جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

دلیل نمبر:166

قرآن مجید میں ہے

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (الزخرف:87)

اور اگر تم ان سے پوچھو انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے، تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر:167

قرآن مجید میں ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الدخان:8)

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔

دلیل نمبر:168

قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ○

(الجاثیہ:26تا27)

تم فرماؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جس دن قیامت قائم ہو گی باطل والوں کی اس دن ہار ہے۔

دلیل نمبر:169

قرآن مجید میں ہے:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الجاثیہ:36تا37)

تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہان کا رب اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

دلیل نمبر:170

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ○ (الاحقاف:4تا6)

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا یا آسمان میں ان کا کوئی حصہ ہے میرے پاس لاؤ اس سے پہلی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو اور ان سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہوں گے۔

دلیل نمبر:171

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ○ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ○ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ○ (الفتح:4تا6)

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک میں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی کامیابی ہے اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ تعالیٰ پر گمان رکھتے ہیں انہیں پر ہے بری گردش اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا اور انہیں لعنت کی اور ان سے جہنم تیار فرمایا اور وہ کیا ہی برا انجام ہے۔

دلیل نمبر:172

قرآن مجید میں ہے:

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ○ (الفتح:7)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ تعالیٰ عزت و حکمت والا ہے۔

دلیل نمبر:173

قرآن مجید میں ہے:

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

وَالْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَھِیْجٍ o تَبْصِرَۃً وَّذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ o وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ o وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ o رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا ط کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ o (ق:6تا11)

تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے (بھاری وزن رکھے) اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا سوجھ اور سمجھ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گابھا بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے اس سے مردہ شہر جلایا یونہی قبروں سے تمہارا نکلنا ہے۔

دلیل نمبر:174

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ لَھُمْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ ط سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ o (الطور:43)

یا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کو پاکی ان کے شرک سے۔

دلیل نمبر:175

قرآن مجید میں ہے:

فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی o (النجم:25)

تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

دلیل نمبر:176

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی o (النجم:31)

اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تا کہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

دلیل نمبر:177

قرآن مجید میں ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ o (الرحمٰن:17)

دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب۔

دلیل نمبر:178

قرآن مجید میں ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (الحدید:1 تا 2)

اللہ تعالیٰ پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

دلیل نمبر:179

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (الحدید:3)

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

دلیل نمبر:180

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (الحدید:4 تا 6)

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع رات کو دن کے حصے میں لاتا ہے اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

دلیل نمبر:181

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ (الحشر:22)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا وہی بڑا مہربان رحمت والا۔

دلیل نمبر:182

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝ (الحشر:23)

وہی ہے اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ تعالیٰ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

دلیل نمبر:183

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ (الحشر:24)

وہی ہے اللہ تعالیٰ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

دلیل نمبر:184

قرآن مجید میں ہے:

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ۝ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝ (التغابن:1تا4)

اللہ تعالیٰ کی پاک بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔

دلیل نمبر:185

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التغابن:13)

اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔

دلیل نمبر:186

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا ○ (الطلاق:12)

اللہ تعالیٰ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

دلیل نمبر:187

قرآن مجید میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ ۨ ○ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ○ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○ (الملک:1تا4)

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔ جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

دلیل نمبر:188

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ○ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ ○ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ○ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ○ اَوَلَمْ

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

(الملک:15 تا24)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام (تابع) کردی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ بھیجے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے کافر نہیں مگر دھوکے میں یا کون سا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

دلیل نمبر:189

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ۝ (الملک:29 تا30)

تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا۔

دلیل نمبر:190

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح:15 تا20)

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

دلیل نمبر:191

قرآن مجید میں ہے:

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ (الجن:2تا3)

اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

دلیل نمبر:192

قرآن مجید میں ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ (المزمل:9)

وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

دلیل نمبر:193

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ (النباء:6تا39)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا اور رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں (تعمیر کیں) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا کہ اس سے پیداوار فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکہ دیتا بے شک جہنم تاک میں ہے سرکشوں کا ٹھکانہ اس میں قرنوں (مدتوں) رہیں گے۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ جیسے کو تیسا بدلہ بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطاوہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے جس دن جبرائیل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پیرا باندھے (صف بنائے) کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنا لے۔

دلیل نمبر:194

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (التکویر:29)

اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ سارے جہان کا رب۔

دلیل نمبر:195

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ۝ (الانفطار:6تا9)

اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

دلیل نمبر:196

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (البروج:8تا9)

اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ عزت والے سب خوبیوں سراہے پر کہ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

دلیل نمبر:197

قرآن مجید میں ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ (الاعلیٰ:1تا5)

اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی اور جس نے چارہ نکالا پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

دلیل نمبر:198

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

(التین:4تا8)

بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

دلیل نمبر:199

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ (البینۃ:5تا8)

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب تعالیٰ سے ڈرے۔

دلیل نمبر:200

قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِo الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍo (قریش:3تا4)

تو انہیں چاہیئے اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

دلیل نمبر:201

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِo مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَo (فلق:1تا2)

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس کی سب مخلوق کی شر سے۔

دلیل نمبر:202

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِo مَلِكِ النَّاسِo اِلٰهِ النَّاسِo (الناس:1تا3)

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب سب لوگوں کا بادشاہ سب لوگوں کا خدا ہے۔

دلیل نمبر:203

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo (اخلاص:1تا4)

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر حرفِ آخر

فقیر نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن مجید کی کئی آیات کریمہ سے رب تعالیٰ کی توحید پر دلائل قائم کیے ہیں ان کے

علاوہ اور بھی کئی آیات کریمہ ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پورا قرآن کیا، پوری سورت کیا، پورا سپارہ کیا، پورا پاؤ کیا، پورا رکوع کیا، پوری آیت کیا، پوری لائن کیا پورا لفظ کیا ایک ایک حرف رب تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو پیدا فرمانے والا ہے وہی سب کا مالک ہے سب نے اسی کی طرف لوٹ جانا ہے سب کو فنا ہے مگر رب تعالیٰ کو بقا ہے اور ہمیشہ سے بقا ہے ہمیشہ تک بقا رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے اور ہم سب کو ایمان کی لذت اور چاشنی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توحید کی دعوت سے انکار کرنا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے بت پرستی کرنے سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی تو قوم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اصحاب سیر وتفسیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل کے مقام نینوا میں رہتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو بت پرستی ترک کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ (زادالمسیر: ج:4، ص:98 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کو عذاب الٰہی عزوجل سے ڈرانا

جب حضرت یونس علیہ السلام قوم کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو عذاب الٰہی عزوجل سے ڈرایا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی علیہ السلام کے ساتھ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کو اہل نینوا کی طرف بھیجیں اور ان کو میرے عذاب سے ڈرائیں ان لوگوں میں تورات کے احکام پر عمل کرانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کے بعد اور کسی کتاب کو نازل نہیں کیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام بہت تیز مزاج اور سریع الغضب تھے وہ اہل نینوا کے پاس گئے اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قوم کا حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب اور نصیحت کو مسترد کر دینا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو قوم نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ علیہ السلام کی نصیحت کو مسترد کر دیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کی نصیحت کو مسترد کر دیا۔
(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام پر قوم کا پتھراؤ کرنا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو انہوں نے ایمان لانے کے بجائے الٹا آپ علیہ السلام پر پتھراؤ کیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور آپ علیہ السلام پر پتھراؤ کیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کو قوم کا بستی سے نکال دینا

قوم نے ایمان لانے کے بجائے حضرت یونس علیہ السلام پر پتھراؤ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بستی سے بھی نکال دیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور ان کو اپنی بستی سے نکال دیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کی بستی سے واپس لوٹ آنا

جب قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو بستی سے نکال دیا تو آپ علیہ السلام اپنے علاقے میں واپس تشریف لے آئے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے لوٹ آئے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا تین بار قوم کے پاس جانا اور ان کا برا سلوک کرنا

جب حضرت یونس علیہ السلام قوم سے لوٹ آئے تو بنی اسرائیل کے نبی نے فرمایا آپ علیہ السلام پھر ان کے پاس جائیں تو اس طرح آپ علیہ السلام تین بار ان کے پاس گئے اور عذاب سے ڈراتے رہے اور وہ تکذیب کرتے رہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان سے بنی اسرائیل کے نبی نے کہا:

آپ علیہ السلام وہاں پر پھر جائیں۔ حضرت یونس علیہ السلام پھر چلے گئے۔ اہل نینوا نے پھر وہی سلوک کیا تین بار اسی طرح ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان کو عذاب سے ڈراتے اور وہ ان کی تکذیب کرتے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونے پر ہلاکت کی دعا کرنا

حضرت یونس علیہ السلام بار بار قوم کے پاس تشریف لے کر جاتے رہے اور قوم بار بار تکذیب کے ساتھ ساتھ ایذائیں بھی

دیتی رہتی حتی کہ جب آپ علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو ان کے خلاف بد دعا کی۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کی دعا کی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا مقبول ہو گئی

جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بد دعا کی تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما لیا۔

رب تعالیٰ کا حضرت یونس علیہ السلام کو صبح کے وقت عذاب نازل ہونے کی وحی فرمانا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بد دعا کی تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہوگا۔ (درمنثور: ج:3، ص:965 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کو تین دن بعد عذاب کے نزول کی خبر دینا

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو خبر دی کہ تین دن بعد تم پر عذاب نازل ہوگا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت یونس علیہ السلام ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کی دعا کی اور ان لوگوں کو خبر دی کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ جائے گا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا حضرت یونس علیہ السلام کے نکلنے کی تاڑ میں رہنا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب آنے کی خبر دے دی تو قوم نے کہا حضرت یونس علیہ السلام کی تاڑ میں رہنا اگر ہمارے درمیان سے چلے گئے تو یوں سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ان کا وعدہ پورا فرمانے والا ہے یہاں سے یہ بات چلی کہ جب تک کوئی نبی کسی قوم میں رہتا ہے تو رب تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو بستی کی طرف مبعوث کیا آپ علیہ السلام ان کے پاس جو پیغام لائے تھے اس کو انہوں نے رد کر دیا اور اس کو تسلیم کرنے سے رک گئے جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں اُن پر فلاں فلاں عذاب نازل کرنے والا ہوں ان کے درمیان سے نکل جانا اپنی قوم کو بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کا وعدہ کیا ہے لوگوں نے کہا تاڑ میں رہنا اگر وہ تمہارے درمیان سے نکل جائے تو انہوں نے جو تم سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ پورا فرمانے والا ہے۔ الخ (تفسیر طبری: ج:17، ص:91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی اہلیہ اور چھوٹے بچوں کو لے کر قوم سے چلے جانا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب کے نازل ہونے کی خبر دی تو آپ علیہ السلام اپنی اہلیہ اور اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر قوم کے پاس سے چلے گئے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کی دعا کی اور ان لوگوں کو خبر دی کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ جائے گا اور اپنی اہلیہ اور چھوٹے بچوں کو لے کر وہاں سے چلے گئے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا پہاڑ پر چڑھ کر قوم پر نزول عذاب کا انتظار کرنا

حضرت یونس علیہ السلام اپنی اہلیہ اور اپنے بچوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ کر اہل نینوا کو دیکھنے لگے اور ان پر نزول عذاب کا انتظار کرنے لگے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

وہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر اہل نینوا کو دیکھنے لگے اور ان پر نزول عذاب کا انتظار کرنے لگے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کو نزول عذاب کا یقین ہونا

حضرت یونس علیہ السلام نے جو عذاب کا وقت بتایا تھا قوم اس وقت کا انتظار کرنے لگی اور نزول عذاب کے اثرات دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب نازل ہونے کا جو وقت مقرر کیا تھا ان کی قوم بھی اس وقت کا انتظار کر رہی تھی جب انہیں عذاب کے نزول کا یقین ہو گیا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کو عذاب پر کیسے یقین ہوا

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہو گئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

قوم کا بنی اسرائیل سے عذاب ٹل جانے کا حل پوچھنا اور ان کا حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کر کے دعا کروانے کا فرمانا

قوم کو چونکہ نزول عذاب کا یقین ہو گیا اس لیے وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئے پھر وہ اس وقت جو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام تھے ان کی طرف رجوع کیا اور عذاب ٹل جانے کا حل پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو بلاؤ اور ان سے ہی دعا کرواؤ کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف بددعا کی تھی۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

پھر وہ اس وقت جو بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام تھے انہوں نے ان کی طرف رجوع کیا اور ان سے اس مصیبت کا حل دریافت کیا جس میں وہ مبتلا ہو چکے تھے انہوں نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کو بلاؤ وہ تمہارے لیے دعا کریں گے کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف دعا کی تھی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں ناکام ہونا

جب بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام نے یہ فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کر کے ان سے دعا کرواؤ کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف بددعا کی تھی تو قوم حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکل پڑے انہوں نے بہت تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا مگر وہ ناکام رہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:107 تا 108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

قوم کے دل میں رب تعالیٰ کا توبہ ڈال دینا

حضرت یونس علیہ السلام کو قوم نے بہت تلاش کیا مگر آپ علیہ السلام کو نہ پا سکے تب رب تعالیٰ نے ان کے دل میں توبہ ڈال دی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے پہلے والی امتوں میں نہیں ہوا کہ کسی بستی والوں نے کفر کیا اور پھر اس وقت ایمان لائے جب عذاب دیکھ لیا تو سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کی استثناء کی اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل میں نینوا میں تھی جب انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو مفقود پایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ ڈال دی۔

(تفسیر طبری: ج:11، ص:197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا ٹاٹ کا لباس پہن کر اہل و مال کے ساتھ توبہ کے لئے نکلنا اور توبہ کرنا

جب قوم حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں ناکام ہوگئی تو انہوں نے کہا آؤ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں چنانچہ وہ تمام مردوں اور عورتوں اور مویشیوں کو لے کر نکل پڑے انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اپنے سروں پر راکھ ڈالی اپنے پیروں میں کانٹے بچھائے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور توبہ کی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف ابن العساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

تب انہوں نے کہا:

آؤ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں پھر وہ اپنے تمام مردوں اور عورتوں اور مویشیوں کو لے کر نکلے انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اپنے سروں پر راکھ ڈالی اپنے پیروں میں کانٹے بچھائے اور رو رو کر اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور توبہ کی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:107 تا 108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا چالیس صبحوں تک چیختے چلاتے توبہ کرنا

قوم چالیس صبحوں تک چیختی چلاتی توبہ کرتی رہی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 910ھ لکھتے ہیں:

وہ چالیس صبحوں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں چیختے چلاتے رہے (اور توبہ کرتے رہے)

(تفسیر طبری: ج:11، ص:197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا قوم یونس (علیہ السلام) کی توبہ قبول فرمانا

جب قوم نے ٹاٹ کے کپڑے پہن کر، اپنے سروں پر راکھ ڈال کر، اپنے پیروں میں کانٹے بچھا کر رو رو کر اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی تو رب تعالیٰ نے ان کے صدق کو دیکھ کر ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق کو دیکھ کر ان کی توبہ قبول فرمالی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص 107 تا 108 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

گناہ پر غمگین ہونے والے کی توبہ قبول ہوجاتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک بندہ گناہ کرتا ہے پھر جب وہ اپنے گناہ کو یاد کرتا ہے تو اپنے کیے ہوئے پر غمگین ہوتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے پر غمگین ہے تو اس کو معاف فرمادیتا ہے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 17521)

گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مثل ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4250)

کس گناہ کی توبہ قبول ہوگی

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جس گناہ سے آدمی توبہ کررہا ہے وہ یا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہوگا یا بندوں کا حق ہوگا اگر وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے مثلاً نماز کا ترک کرنا تو اس کی توبہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگی جب تک نادم ہونے کے ساتھ ترک کی ہوئی نماز کو ادا نہ کرے اور اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو وہ اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کردے اور اگر اس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو اپنے آپ کو حد قذف کے لئے پیش کردے اور اگر اس سے قصاص کو معاف کردیا گیا تو اس کا نادم ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اخلاص سے ارادہ کرنا اس کی توبہ کے لئے کافی ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ دیت کی پیشکش کرے اور اگر اس نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے اور قاضی کے سامنے جرم پیش ہونے سے پہلے اس نے توبہ کرلی ہے تو حد جاری ہونے سے وہ پاک ہوجائے گا اور اگر قاضی کے سامنے اس کا مقدمہ پیش نہیں ہوا اور اس نے تنہائی میں نادم ہوکر اخلاص سے توبہ کرلی تو یہ کافی ہے اور اگر اس کا گناہ بندوں پر ظلم کرنا ہے تو اس کی توبہ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ اس بندہ کا حق لوٹا دے گا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو یہ عزم کرے کہ جب وہ اس پر قادر ہوگا اس کا حق واپس کردے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو نقصان پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لے اور اس پر استغفار کرے جب وہ شخص معاف کردے گا تو اس کا گناہ ساقط ہوجائے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو ناحق مارا پیٹا ہے یا اس کو گالی دی تو اس سے معافی طلب کرے وہ شخص معاف کردے گا تو اس کا گناہ ساقط ہوجائے گا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:18، ص 184 تا 185 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے توبہ کے سبب رب تعالیٰ نے عذاب دور فرما دیا

جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے گڑگڑا کر توبہ کی تو رب تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرما کر ان سے عذاب کو دور فرما دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے پہلے والی امتوں میں نہیں ہوا کہ کسی بستی والوں نے کفر کیا اور پھر اس وقت ایمان لائے جب عذاب دیکھ لیا تو سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کی استثناء کی اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل میں نینوا میں تھی جب انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو مفقود پایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ ڈال دی پس انہوں نے ٹاٹ پہنا اور مویشیوں کو نکالا اور چوپایوں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحدگی کر دی وہ چالیس صبحوں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں چیختے چلاتے رہے پس جب اللہ تعالیٰ نے پہچان لیا کہ ان کے دلوں میں سچ ہے اور جو کچھ ان سے ماضی میں صادر ہوا ہے اس پر وہ نادم ہیں اور اس سے رجوع کر رہے ہیں تو ان سے عذاب دور فرما دیا۔ (تفسیر طبری: ج: 11، ص: 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عذاب ایک میل دوری کے فاصلہ پر رہ گیا تھا

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اس کے بعد کہ عذاب ان پر نمودار ہو چکا تھا اور ان کے اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ تھا۔

(تفسیر طبری: ج: 11، ص: 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کی دو تہائی مقدار کا فاصلہ تھا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب اتر آتا تھا کہ ان کے درمیان اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کی دو تہائی مقدار کا فاصلہ تھا سو جب انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا۔

(تفسیر طبری: ج: 11، ص: 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم چالیس راتوں تک دعا مانگتی رہی

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم چالیس راتوں تک رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ قبول ہونے کی دعا مانگتی رہی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نکلے اور ایک ٹیلے پر جا کر اترے انہوں نے ہر جانور اور اس کے بچے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور چالیس راتوں تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

(تفسیر طبری: ج: 11،ص: 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

آسمانوں نے خون برسایا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عذاب نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو اس طرح ڈھانپ لیا جس طرح قبر کو اس وقت کپڑے کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے جبکہ صاحب قبر کو اس میں داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا۔

(تفسیر طبری: ج: 11،ص: 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

قوم یونس نے توبہ کے وقت کون سے کلمات کہے؟

قوم نے توبہ کے وقت "**یا حیی حین لا حیی و یا حیی محیی الموت و یا حیی لا الٰہ الا انت**" کلمات کہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالخلد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو عذاب نے ڈھانپ لیا تو وہ اپنے بقیہ علماء میں سے ایک شیخ کے پاس گئے اور یہ عرض کی آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ کہو "**یا حیی حین لا حیی و یا حیی محیی الموت و یا حیی لا الٰہ الا انت**" پس انہوں نے یہ کہا تو ان سے عذاب دور ہو گیا۔ (تفسیر طبری: ج: 11،ص: 199 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا حضرت یونس علیہ السلام کے دین پر ایمان لانا

قوم نے توبہ کرتے وقت یہ کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے دین پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی۔

بعض نے کہا:

آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہو گئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں جب ان کو ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر راکھ ڈال لی اور تمام لوگ بڑے اور چھوٹے والدین اور بچے تمام جانوروں کو لے کر میدان میں جمع ہوئے اور سب نے باآواز بلند اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور صدق دل سے معافی مانگی اور یہ کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ (زادالمسیر: ج:4،ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

قوم نے ایک دوسرے کے حقوق کی تلافی کی

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ یہاں تک تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کرلی اگر کسی نے دوسرے کا پتھر اپنی دیوار میں لگایا تو وہ پتھر بھی دیوار سے نکال کر واپس کر دیا۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان کی توبہ یہاں تک تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کرلی حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر اپنی دیوار میں لگایا تھا تو وہ دیوار سے نکال کر اس کو واپس کر دیا۔ (زادالمسیر: ج:4،ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

قوم یونس علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجوہ

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

تمام امتوں میں سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی یہ خصوصیت ہے کہ عذاب کے معائنہ کے بعد ان کی توبہ قبول کرلی گئی اور مفسرین کی ایک جماعت سے اسی طرح منقول ہے۔

حضرت زجاج نے یہ فرمایا ہے کہ

ان پر عذاب واقع نہیں ہوا تھا انہوں نے صرف وہ علامات دیکھی تھیں جو عذاب پر دلالت کرتی ہیں اور اگر وہ بعینہ عذاب کو دیکھ لیتے تو ان کو ایمان نفع نہ دیتا۔

میں کہتا ہوں کہ

حضرت زجاج کا قول بہت عمدہ ہے کیونکہ جس عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا وہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ فرعون کے قصہ سے ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے قصہ کو فرعون کی قوم کے قصہ کے بعد ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب وہ عذاب کو دیکھ چکا تھا اس وجہ سے اس کے ایمان نے اس کو نفع نہیں پہنچایا اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے اس سے پہلے توبہ کرلی تھی اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ (موت) نہ ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3537)

ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آجائے گا اور حضرت یونس علیہ السلام ان کے درمیان سے چلے گئے اور اگلی صبح کو قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو موجود نہ پایا تو انہوں نے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو روک لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کا انتظار کر رہے تھے جب انہوں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور ان کا دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا قرار دیا جائے اور اس کے پاس دلیل نہ ہو تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر غم و غصہ کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10597)

یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی علامت دیکھنے سے پہلے توبہ کرلی تھی اور کشفنا عنهم عذاب الخزی کا معنیٰ یہ ہے کہ جس عذاب کا حضرت یونس علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ ان پر نازل ہوگا وہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان سے دور کر دیا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ انہوں نے عذاب کو دیکھ لیا تھا اور اس توجیہ کی بناء پر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب کو دور کرنے اور فرعون سے عذاب کو دور نہ کرنے میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ یہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی خصوصیت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اہل نینوا سعادت مند لوگوں میں سے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان سے عاشوراء کے دن عذاب دور ہوا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:8،ص:290 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عذاب کو پہاڑوں کی جانب پھیر دیا گیا

جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مین سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا اور عذاب کو پہاڑوں کی جانب پھیر دیا گیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہوگا تو انہوں نے کہا حضرت یونس علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا ہم صبح کے وقت عذاب سے دوچار ہوں گے پس آؤ تاکہ ہم ہر شے کے بچوں کو نکالیں ہم انہیں اپنے بچوں کے ساتھ رکھیں گے شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے پس انہوں نے عورتوں کو نکالا ان کے ساتھ بچے بھی تھے انہوں نے اونٹ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے انہوں نے گائیں نکالیں ان کے ساتھ ان کے بچھڑے بھی تھے انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی

تھے پس انہوں نے انہیں اپنے سامنے رکھا اور عذاب آ گیا پس جب انہوں نے عذاب دیکھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی اور دعا کی۔ عورتیں اور بچے رونے لگے، اونٹ اور ان کے بچے بلبلائے، گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکارنے لگے، بکریوں اور ان کے بچوں نے اپنی آواز نکالنا (میں میں کرنا) شروع کر دی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے دور دراز پہاڑوں کی جانب عذاب پھیر دیا پس ان پر قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔ (درمنثور: ج:3، ص:965 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو ایمان نفع دے گیا

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم اس وقت ایمان لے آئی جبکہ انہوں نے عذاب کو دیکھ لیا تھا تو اس وقت بھی ان کے ایمان لانے نے ان کو نفع دے دیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کوئی بستی نہیں گزری جو کہ ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو جبکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی بستی کے۔ (تفسیر طبری: ج:11، ص:197 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا ایمان لانے سے ذلت کے عذاب سے بچ جانا

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم جب ایمان لے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ذلت کے عذاب کو دور فرما دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (یونس:98)

تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آتی تو اس کا ایمان اس کو نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے ان کو ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا۔

قوم یونس (علیہ السلام) سے دس ذوالحجہ کو عذاب اٹھا لیا گیا

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے دس ذوالحجہ کو عذاب کو اٹھا لیا گیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہلِ نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:109 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دس محرم جمعہ کے دن توبہ قبول ہوئی

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت مقاتل نے بیان فرمایا ہے کہ

وہ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہے پھر ان سے عذاب دور کر دیا۔ دس محرم جمعہ کے دن ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (زاد المسیر: ج:4، ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

عاشوراء کے دن عذاب دور ہوا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان (قوم) سے عاشوراء کے دن عذاب دور ہوا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:8، ص:290 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

یوم عاشوراء کو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کی گئی۔ (درمنثور: ج:3، ص:964 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کے پاس شیطان کا آکر قوم کے پاس دوبارہ نہ جانے کا کہنا

حضرت یونس علیہ السلام کے پاس شیطان نے آکر کہا آپ علیہ السلام اب اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور وہ کہیں گے کہ آپ علیہ السلام نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا لہٰذا آپ علیہ السلام نہ جائیے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور آپ علیہ السلام سے کہا کہ اگر اب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ علیہ السلام نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا۔ (لہٰذا آپ علیہ السلام چلے جائیے)

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:110 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شیاطین سے پناہ طلب کرنا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ گمان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہورہی ہے اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چپ چاپ بیٹھے تھے اتنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! کیا تم نے آج نماز پڑھ لی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب کھڑے ہوکر نماز پڑھو جب انہوں نے چار رکعات چاشت کی نماز پڑھ لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے پناہ طلب کیا کرو۔ انہوں نے کہا یا نبی اللہ! کیا انسانوں کے لئے بھی شیطان ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں جن اور انس کے شیاطین (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القاء کرتے ہیں۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 22189)

شیطان کا سرکش ہونا

شیطان سرکش ہے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتا رہتا ہے اور ان کے لئے خوش نما باتیں بناتا اور القاء کرتا رہتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًاؕ (الانعام: 112)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان، انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القاء کرتے رہتے ہیں۔

شیطان انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہوں میں سرایت کر جاتا ہے

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شیطان انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہوں میں سرایت کر جاتا ہے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2038)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ملائکہ اور شیاطین اجسام کثیفہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اجسام کا لطیفہ ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عجیب و غریب ترکیب کی ہے اور وہ جسم لطیف ہونے کے باوجود جسم کثیف میں نفوذ کر جاتے ہیں جیسا کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے بدن میں سرایت کر جاتی ہے اسی طرح آگ کوئلہ میں نفوذ کر جاتی ہے۔ اور پتوں اور پھولوں کا پانی پتوں اور پھولوں

میں سرایت کر جاتا ہے اور پستہ اور بادام اور تلوں کا تیل پستہ اور بادام اور تلوں میں سرایت کرتا ہے اسی طرح شیطان انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:7 ص:88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ابلیس (شیطان) کا معنیٰ

علامہ محی الدین درویش لکھتے ہیں۔

لفظ ابلیس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مشتق ہے یا نہیں صحیح قول یہ ہے کہ عجمی علم ہے اور اسی وجہ سے یعنی علمیت اور عجمیت کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور اگر یہ ابلاس سے مشتق تو منصرف ہوتا۔ (اعراب القرآن وبیانہ: ج: 1 ص:84 مطبوعہ مطبع دار ابن کثیر بیروت)

شیطان فرشتہ ہے یا جن؟

شیطان کے فرشتہ یا جن ہونے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے قول کے مطابق شیطان فرشتوں میں سے تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، حضرت ابن جریج، حضرت ابن المسیب اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہم وغیر ہم کا یہی مختار ہے۔ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

شیطان کا نام عزازیل تھا اور یہ معزز فرشتوں میں تھا اور چار پروں والا تھا اس کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ فرشتوں کی عمدہ قسم میں شامل ہوتا تھا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کچھ ملائکہ نار (آگ) سے پیدا کیے گئے تھے شیطان بھی انہی میں سے تھا اور باقی ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا۔

حضرت ابن زید، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ

ابلیس ابوالجن ہے جیسا کہ حضرت آدم ابوالبشر ہیں اور وہ فرشتہ نہیں ہے اور اس کا نام حارث ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ شہر بن حوشب اور بعض اصولیین نے یہ کہا: ابلیس ان جنوں میں سے تھا جو زمین پر رہتے تھے۔ فرشتوں نے ان سے قتال کیا اور کم عمری میں اس کو قید کر لیا اس نے فرشتوں کے ساتھ عبادت کی اسی وجہ سے اس کو فرشتوں کے ساتھ مخاطب کیا گیا۔ اس قول کو امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس بناء پر یہ استثناء منقطع ہوگا۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ کا یہ نظریہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں جن تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ

کی حکم عدولی کی تھی اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے۔

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم:6)

وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں صاف تصریح ہے کہ ابلیس جن تھا۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ (الکہف:50)

ابلیس کے سواسب فرشتوں نے سجدہ کیا وہ جنوں میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ میں سے تھا جس کو جن کہا جاتا ہے ان کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا تھا اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا تھا اس کا نام سریانی زبان میں عزازیل اور عربی زبان میں حارث ہے یہ جنت کے خازنوں میں سے تھا اور آسمان دنیا کے فرشتوں کا سردار تھا۔ آسمان اور زمین پر اس کی سلطنت تھی۔ علم اور عبادت میں اس کی کوشش سب فرشتوں سے زیادہ تھی۔ آسمان سے زمین تک کے معاملات کا یہ محافظ اور منتظم تھا ان امور کی وجہ سے یہ اپنا شرف اور مرتبہ سب سے زیادہ سمجھتا تھا اس زعم نے اس کو کفر پر برانگیختہ کیا سو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان رجیم اور راندہ درگاہ قرار دیا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: ۱ ص 294 تا 295 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

ابلیس جن تھا اس نے اپنے رب عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی لیکن چونکہ وہ فرشتوں کی طرح عبادت گزار تھا اور ان میں چھپا رہتا تھا اس لیے اس کو بھی تغلیباً فرشتوں میں شامل کر کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔

(شرح عقائد: ص: 99 مطبوعہ محمد سعید تاجران کتب کراچی)

شیطان کی وسوسہ اندازی

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسہ اندازی کا بیان ان آیات کریمہ میں بیان فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (طٰہٰ:120 تا 121)

پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ کیا کہا: اے آدم کیا تمہیں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا درخت بتا دوں اور ایسی بادشاہت جو کبھی کمزور نہ ہو تو دونوں نے اس درخت سے کھالیا سو ان کی سترگاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ہے:

وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ○ (الاعراف:20 تا 21)

اور شیطان نے کہا تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے آدم علیہ السلام تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اس وقت ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں جانے کا ارادہ کیا جنت کے محافظوں نے اس کو جانے نہیں دیا اس وقت سانپ اونٹ کی طرح ایک چوپایہ تھا اور بہت حسین جانور تھا۔

ابلیس نے اس سے کہا:

وہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر جنت میں لے جائے سو سانپ ابلیس کو اپنے منہ میں رکھ کر چلا گیا اور جنت کے محافظوں کو پتہ نہ چلا۔

پھر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا:

میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس کو کھانے کے بعد تم دونوں فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے حالانکہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا ستر کھل جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو حضرت حواء رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر اس درخت سے کھا لیا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام سے کہا:

اے آدم علیہ السلام! اسے کھا لو! دیکھو میں نے کھایا ہے مجھے کچھ نہیں ہوا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو کھا لیا تو ان دونوں کی شرم گاہیں کھل گئیں اور وہ درخت کے پتوں سے اپنے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔

(جامع البیان: ج:1، ص:187 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ابلیس نے زمین سے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو بہ طریق وسوسہ خطاب کیا تھا اور وہ دھتکارے جانے کے بعد زمین سے آسمان کی طرف نہیں گیا۔ (البحر المحیط: ج:1، ص:187 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

شیطان کا گمراہ کرنا

قرآن مجید میں ہے:

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (النساء:119،120)

اور مجھے قسم ہے میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے بجائے شیطان کو اپنا مطاع بنالیا تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہو گیا وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کے دلوں میں آرزوئیں ڈالتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں۔

بروز حشر شیطان کی جھوٹوں سے بیزاری

بروز حشر شیطان جھوٹوں سے بیزاری کرے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے ان کے خلاف کیا۔ اور میرا تو تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تم کو گناہ کی دعوت دی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (ابراہیم:22)

جب حشر کی کاروائی پوری ہوگئی تو شیطان نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ) کی دعوت دی پس تم نے دعوت قبول کر لی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریادرسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کرنے والے ہو تم نے مجھے جو (اللہ تعالیٰ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کر چکا ہوں بے شک ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

یہ قیامت کے دن ابلیس کا قول ہے وہ کہے گا کہ نہ تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو نہ میں تمہیں نفع پہنچا سکتا ہوں اور تم نے اس سے پہلے جو مجھے شریک بنایا تھا اور میری عبادت کی تھی میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 15644)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور ان کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا تو مومنین کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر کے فارغ ہو چکا ہے پس ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کون کرے گا؟ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر ان سے کلام کریں گے اور ان سے شفاعت کی درخوات کریں گے۔ وہ کہیں گے تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ ان کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رہنمائی کریں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ ان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کریں گے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ ان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کریں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں نبی امی کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں پھر وہ میرے پاس آئیں گے پھر اللہ تعالیٰ مجھے کھڑے ہونے کی اجازت دے گا اور وہ مجلس اتنی پاکیزہ خوشبو سے معطر ہو جائے گی کہ اس سے پہلے کسی نے ایسی خوشبو نہ سونگھی ہو گی پھر میں اپنے رب تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا پس اللہ تعالیٰ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور میرے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں تک کو منور کر دے گا پھر کفار کہیں گے کہ مومنوں نے تو اپنے شفاعت کرنے والے کو پالیا ہمارے لیے شفاعت کون کرے گا پھر وہ کہیں گے وہ ابلیس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جس نے ہمیں گمراہ کیا تھا پھر وہ اس کے پاس جا کر کہیں گے مومنوں نے تو اپنے شفاعت کرنے والوں کو پالیا اب اٹھو تم ہماری شفاعت کرو کیونکہ تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گا تو اس مجلس میں اتنی سخت بدبو پھیل جائے گی کہ ایسی بدبو کسی نے کبھی نہ سونگھی ہو گی پھر وہ ان کو جہنم میں لائے گا اور اس وقت کہے گا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کے خلاف کیا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث: 15640)

حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی قوم کے پاس جانے کا کہنا

حضرت یونس علیہ السلام کو کہا گیا کہ آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لے جائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں ان کے پاس کس طرح جاؤں وہ مجھے جھوٹا قرار دے دیں گے۔

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔

تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں ان کے پاس کیسے جاؤں وہ مجھ کو جھوٹا قرار دیں گے۔ (زاد المسیر: ج:4، ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کے پاس نہ جانے کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو بستی کی طرف مبعوث کیا آپ علیہ السلام ان کے پاس جو پیغام لائے تھے اس کو انہوں نے رد کر دیا اور اس کو تسلیم کرنے سے رک گئے جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی میں ان پر فلاں فلاں عذاب نازل کرنے والا ہوں ان کے درمیان سے نکل جانا اپنی قوم کو بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا تاڑ میں رہنا اگر وہ تمہارے درمیان سے نکل جائے تو انہوں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے جب وہ رات آئے جس کی صبح عذاب آنے کا وعدہ کیا گیا تھا تو آپ علیہ السلام رات کو چل دیئے۔ قوم نے انہیں دیکھ لیا وہ ڈر گئے وہ بستی سے کھلی جگہ کی طرف نکلے جانوروں اور ان کے بچوں کو الگ کر دیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری کی، توبہ کی اور مغفرت کے طلب گار ہوئے۔ حضرت یونس علیہ السلام بستی اور ان کے رہنے والوں کی خبر کے بارے میں منتظر تھے حتیٰ کہ ایک آدمی آپ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا:

بستی والوں کا کیا بنا؟

اس نے جواب دیا کہ

جب انہیں پتہ چلا کہ ان کا نبی ان کے درمیان سے نکل گیا ہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے نبی نے جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا تھا اس میں وہ سچے تھے وہ اپنی بستی سے کھلی جگہ کی طرف نکلے پھر ہر جننے والی اور اس کے بچے کو الگ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آہ و زاری کی اور اس کی بارگاہ میں توبہ کی تو ان کی توبہ قبول ہو گئی اور عذاب ان سے مؤخر کر دیا گیا اس موقع پر حضرت یونس علیہ السلام نے کہا میں کذاب کی حیثیت سے ان کی طرف نہیں لوٹوں گا اور چلے گئے۔

(تفسیر طبری: ج:17،ص:91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا ناراض ہو کر چلے جانا

جب قوم کو عذاب نہ پہنچا تو حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام سے کہا گیا کہ تیری قوم پر فلاں دن عذاب آئے گا جب وہ دن آیا تو حضرت یونس علیہ السلام اس بستی سے چلے گئے ان کی قوم نے انہیں نہ پایا تو چھوٹے بڑے جانور اور ہر چیز کو لے کر نکل پڑے پھر انہوں نے والدہ کو بچے سے، بکری کو اپنے بچے سے، اونٹنی اور گائے کو اپنے بچوں سے الگ کر دیا ان کی چیخ و پکار کی آواز سنی گئی ان پر عذاب آ گیا حتیٰ کہ انہوں نے اسے دیکھا پھر وہ عذاب ان سے دور کر دیا گیا جب عذاب انہیں نہ پہنچا تو حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے۔ الخ (درمنثور: ج:5،ص:802 مطبوعہ کراچی)

دجلہ کے کنارے پہنچنا

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا گیا کہ اگر اب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ علیہ السلام نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا پس حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کے ہاں جھوٹے شخص کو قتل کرنے کا دستور

قوم کے ہاں دستور تھا کہ جو شخص جھوٹا نکلتا اس کو قتل کر دیتے تھے۔

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں ان کے پاس کیسے جاؤں وہ مجھ کو جھوٹا قرار دیں گے اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہو اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراضگی کے باعث دریا کی طرف چلے گئے اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ (زاد المسیر: ج:4، ص:99 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا کشتی والے کو سوار ہونے کا فرمانا

حضرت یونس علیہ السلام جب دریائے دجلہ پر پہنچے تو ایک کشتی آئی آپ علیہ السلام نے کشتی والے کو ارشاد فرمایا: ہمیں لے چلو۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر اب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ علیہ السلام نے جس عذاب کا

وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا پس حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے ان کے ہمراہ ان کے بال بچے بھی تھے ایک کشتی آئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا ہمیں لے چلو۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کشتی والوں کا اہلیہ کو سوار کرنے کا کہنا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی والے کو ارشاد فرمایا: ہمیں لے چلو تو کشتی والوں نے کہا کشتی میں جگہ کم ہے آپ اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیں۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

کشتی والوں نے کہا:

کشتی میں جگہ کم ہے آپ علیہ السلام اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک صاحبزادے کا پاؤں پھسلنے سے دریا میں ڈوبنا

حضرت یونس علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو کشتی میں سوار کرنے کے بعد خود اور دو صاحبزادے رہ گئے پھر ایک اور کشتی آئی حضرت یونس علیہ السلام اس کی طرف بڑھے آپ علیہ السلام کا ایک صاحبزادہ دجلہ کے کنارے آیا اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

پھر حضرت یونس علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے دو صاحبزادے رہ گئے پھر ایک اور کشتی آئی حضرت یونس علیہ السلام اس کی طرف بڑھے آپ علیہ السلام کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے آیا اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دوسرے صاحبزادے کو بھیڑیئے کا کھا جانا

حضرت یونس علیہ السلام کا ایک صاحبزادہ دریا میں ڈوب گیا اور دوسرے کو بھیڑیا کھا گیا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور بھیڑیا آیا اور دوسرے بیٹے کو کھا گیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کو جان لینا

جب دونوں صاحبزادے دنیا سے کوچ کر گئے تو حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

تب حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص108 تا109 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل وعیال کا آزمائش ہونا

اہل وعیال انسان کے لئے آزمائش ہیں جس طرح فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:15)

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں۔

حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس وقت حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے وہ سرخ قیصیں پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا پھر کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہے۔میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات منقطع کی اور ان کو اٹھایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3774)

حضرت یونس علیہ السلام کا دوسری کشتی میں سوار ہونا

حضرت یونس علیہ السلام یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے فرمانے کے بعد دوسری کشتی میں سوار ہو گئے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام دوسری کشتی میں سوار ہو گئے۔(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص108 تا109 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

کشتی کا پانی کے درمیان میں پہنچ کر چکر کھانا اور لوگوں کا چکر کھانے کی وجہ ایک دوسرے سے پوچھ کر لاعلمی کا اظہار کرنا

جب حضرت یونس علیہ السلام دوسری کشتی میں سوار ہو گئے تو وہ کشتی جب پانی کے درمیان پہنچی تو وہ چکر کھانے لگ گئی کشتی والوں نے ایک دوسرے سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جب کشتی پانی کے درمیان میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی چکر کھانے لگی کشتی والوں نے آپس میں کہا اس کا کیا سبب

ہے لوگوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں۔(مختصر تاریخ دمشق:ج:28،ص108 تا109 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا لوگوں کو کشتی کا پانی کے درمیان چکر کھانے کی وجہ بتانا

جب لوگوں نے ایک دوسرے کو کشتی کا پانی کے درمیان چکر کھانے کی وجہ سے لاعلمی کا اظہار کیا تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا اس کے چکر کھانے کی وجہ مجھے معلوم ہے ایک بندہ اپنے رب تعالیٰ سے بھاگ نکلا ہے یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے ایک بندہ اپنے رب تعالیٰ سے بھاگ نکلا ہے یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے۔(مختصر تاریخ دمشق:ج:28،ص108 تا110 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تین بار قرعہ اندازی کرنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا نام آنا

حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی والوں کو فرمایا کہ یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اس کشتی کے اندر بھاگے ہوئے بندے کو دریا میں نہیں پھینکو گے لہٰذا قرعہ اندازی کرو جس کا نام نکلے اس کو دریا میں ڈال دو پھر جب قرعہ اندازی کی گئی تو تینوں بار قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم سے عذاب کا وعدہ کیا اور انہیں بتایا کہ تین دنوں میں انہیں عذاب آئے گا انہوں نے ماں اور بچہ میں جدائی کر دی پھر وہ نکلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں گڑگڑائے اللہ تعالیٰ سے بخشش کے خواستگار ہوئے ان کا قانون تھا جو جھوٹ بولے اور اس کے گواہ نہ ہوں تو اس کو قتل کر دیا جائے آپ علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ کشتی میں ایک جماعت تک پہنچے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کشتی میں سوار کر لیا اور انہیں پہچان بھی لیا جب آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی رک گئی جبکہ دائیں بائیں کشتیاں چل رہی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟

لوگوں نے کہا:

ہمیں کچھ معلوم نہیں!

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ اس کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اسے پانی میں نہیں پھینکو گے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

قرعہ اندازی کرو جس آدمی کے نام قرعہ نکلے اس کو سمندر میں پھینک دو انہوں نے قرعہ نکالا تین بار قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے کشتی والوں کا انکار

جب یہ شرط مقرر ہو گئی کہ جس کے نام قرعہ نکلا اس کو دریا میں ڈال دیا جائے گا تو تینوں بار قرعہ اندازی کی گئی اور تینوں بار ہی حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا تو کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے انکار کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام سے کہا گیا کہ تیری قوم پر فلاں دن عذاب آئے گا جب وہ دن آیا تو حضرت یونس علیہ السلام اس بستی سے چلے گئے ان کی قوم نے انہیں نہ پایا تو چھوٹے بڑے جانور اور ہر چیز کو لے کر نکل پڑے پھر انہوں نے والدہ کو بچے سے، بکری کو اپنے بچے سے، اونٹنی اور گائے کو اپنے بچوں سے الگ کر دیا ان کی چیخ و پکار کی آواز سنی گئی ان پر عذاب آ گیا حتیٰ کہ انہوں نے اس کو دیکھا پھر وہ عذاب ان سے دور کر دیا گیا جب عذاب انہیں نہ پہنچا تو حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے سمندر میں لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ سمندر میں اس جگہ تھے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کشتی رک گئی وہ آگے نہیں چلتی تھی۔

کشتی کے مالک نے کہا:

ہمیں چلنے سے کوئی چیز نہیں روکتی مگر تم میں کوئی منحوس آدمی ہے انہوں نے قرعہ اندازی کی تا کہ وہ ایک آدمی کو سمندر میں پھینک دیں۔ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔

انہوں نے کہا:

ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ انہوں نے دوبارہ قرعہ نکالا تو قرعہ تیسری بار بھی آپ علیہ السلام کے نام ہی نکلا۔ (درمنثور: ج:5،ص:802 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا دریا میں خود چھلانگ لگانا

جب کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا تو آپ علیہ السلام نے دریا میں خود ہی چھلانگ لگا دی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

• تو حضرت یونس علیہ السلام نے خود ہی چھلانگ لگا دی مچھلی نے انہیں لقمہ بنالیا۔ (درمنثور: ج:5،ص:802 مطبوعہ کراچی)

کشتی والوں کا کہنا کہ آپ علیہ السلام کے وسیلہ سے ہم کو اس مصیبت سے نجات ملے گی

جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں ہی وہ بندہ ہوں جو اپنے رب تعالیٰ سے بھاگ آیا ہوں تو کشتی والوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں یقین ہے کہ آپ علیہ السلام کے وسیلہ سے ہمیں اس مصیبت سے نجات ملے گی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا پس حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے ان کے ہمراہ ان کے بال بچے بھی تھے۔ ایک کشتی آئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے کہا ہمیں لے چلو۔ کشتی والوں نے کہا: کشتی میں جگہ کم ہے آپ علیہ السلام اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیں۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے دو بیٹے رہ گئے پھر ایک اور کشتی آئی حضرت یونس علیہ السلام اس کی طرف بڑھے آپ علیہ السلام کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے آیا اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا اور بھیڑیا آیا وہ دوسرے بیٹے کو کھا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے وہ اس دوسری کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی پانی کے درمیان پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی چکر کھانے لگی۔ کشتی والوں نے آپس میں کہا اس کا کیا سبب ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے ایک بندہ اپنے رب عزوجل سے بھاگ نکلا ہے یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے۔

لوگوں نے پوچھا:

وہ کون ہے؟

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

وہ میں ہوں۔

لوگوں نے کہا:

اگر وہ آپ علیہ السلام ہیں تو ہم آپ علیہ السلام کو ہرگز نہیں پھینکیں گے بخدا ہم کو یقین ہے کہ آپ علیہ السلام کے وسیلہ

سے ہم کو اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا110 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

رب تعالیٰ کا مچھلی کو حضرت یونس علیہ السلام کے نگلنے کا حکم فرمانا

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم ارشاد فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور کہا جس کے نام قرعہ نکلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا مگر انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی پھر حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مجھے دریا میں ڈال دو اور اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا110 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مچھلی کو خراش نہ آنے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم ارشاد فرمایا: وہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر حضرت یونس علیہ السلام کو خراش نہ آئے اور نہ ہی ہڈی ٹوٹے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

مگر حضرت یونس علیہ السلام کو خراش نہ آئے اور نہ ہی ان کی کوئی ہڈی ٹوٹے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا110 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

رب تعالیٰ کا مچھلی کو حضرت یونس علیہ السلام کے نبی ہونے کا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم ارشاد فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر حضرت یونس علیہ السلام کو نہ تو کوئی خراش آئے اور نہ ہی ان کی کوئی ہڈی ٹوٹے کیونکہ وہ نبی اور میرے برگزیدہ بندے ہیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

وہ میرے نبی اور میرے برگزیدہ بندے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا110 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مچھلی کا نگلنے کے لئے تین ہاتھ اوپر اپنا سر اٹھانا

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو جونہی حضرت یونس علیہ السلام کے نگلنے کا حکم ارشاد فرمایا تو مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلنے کے لئے تین ہاتھ اوپر اپنے سر کو اٹھایا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

کشتی والوں نے کہا:

یہ کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے جو تم نے کیا ہے۔

انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:

آؤ ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کے نام قرعہ نکلے اسے پانی میں پھینک دو انہوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ارشاد فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ آپ علیہ السلام نکلے اور اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا۔ اسی وقت مچھلی نے اپنا سر پانی سے تین ہاتھ اوپر اٹھایا۔ (درمنثور: ج:5، ص:803 مطبوعہ کراچی)

مچھلی کا پکڑنے کی کوشش کرنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا دوسری طرف ہو جانا

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی پکڑنے کے لئے سامنے آگئی جب وہ پکڑنے کے لئے کوشش کرتی تو آپ علیہ السلام دوسری جانب ہو جاتے اور وہ سامنے آجاتی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

وہ اپنے آپ کو گرا رہے تھے تو مچھلی سامنے آگئی جب اس مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑنا چاہا تو آپ علیہ السلام دوسری جانب ہوئے تو مچھلی پھر سامنے آگئی۔ (درمنثور: ج:5، ص:803 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے فعل سے رب تعالیٰ کا امر جاننا

جب مچھلی پکڑنے کی کوشش کرتی تو آپ علیہ السلام دوسری طرف ہو جاتے اور وہ سامنے آجاتی آپ علیہ السلام جان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ (درمنثور: ج:5، ص:803 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا خود کو دریا میں گرانا

جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے فعل سے رب تعالیٰ کا امر جان گئے تو خود کو دریا میں ڈال دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پس آپ علیہ السلام نے خود کو (دریا میں) گرا دیا۔ (درمنثور: ج:5، ص:803 مطبوعہ کراچی)

مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام پر پانی گزرنے سے قبل پکڑ لینا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے خود کو پانی میں گرا دیا تو ابھی آپ علیہ السلام پر پانی نہیں گزرا تھا کہ مچھلی نے پہلے ہی پکڑ لیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابھی آپ علیہ السلام پر پانی نہیں گزرا تھا کہ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑ لیا۔ (درمنثور: ج:5،ص:803، مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگلنا

حضرت یونس علیہ السلام نے جونہی خود کو دریا میں گرایا تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑ کر نگل لیا۔

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت مقاتل نے فرمایا ہے کہ

(قوم یونس) وہ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہے پھر ان سے عذاب دور کر دیا گیا پس محرم جمعہ کے دن ان کی توبہ قبول ہوئی حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس سے جا چکے تھے ان سے کہا گیا کہ آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں ان کے پاس کیسے جاؤں وہ مجھے جھوٹا قرار دے دیں گے اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراضگی کے باعث دریا کی طرف چلے گئے اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ (زاد المسیر: ج:4،ص:99، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام کو نگل کر نیچے دریا میں بیٹھ جانا

جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا تو وہ آپ علیہ السلام کو لے کر دریا میں نیچے بیٹھ گئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت یونس علیہ السلام نے خود کو پانی میں گرا دیا تو مچھلی نے انہیں لقمہ بنا لیا وہ انہیں لے کر نیچے بیٹھ گئی۔

(تفسیر عبد الرزاق: ج:3،ص:105، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر پانی پھوٹنے والی جگہ تک پہنچنا

مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو نگل کر وہاں جا پہنچی جہاں پانی پھوٹتا ہے۔

حتیٰ کہ وہ وہاں جا پہنچی جہاں پانی پھوٹتا ہے یا اس جیسا کوئی حکم ارشاد فرمایا:

(تفسیر عبد الرزاق: ج:3،ص:105، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کو نجم نامی مچھلی نے نگلا تھا

جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا اس کو نجم کہا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ بنایا تھا اسے نجم کہتے ہیں۔ الخ (درمنثور: ج:5، ص:806 مطبوعہ کراچی)

مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام کو لیے بحر روم پھر نیل پھر فارس پھر دجلہ کو جانا

مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو پیٹ میں لئے، بحر روم پھر نیل پھر فارس پھر دجلہ میں گئی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ بنایا تھا اس کو نجم کہتے ہیں وہ انہیں لے کر بحر روم، پھر نیل، پھر فارس پھر دجلہ میں گئی۔ (درمنثور: ج:5، ص:806 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا سب سے تیز امر کون سا تھا؟

امام ابوعبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے امروں میں سے سب سے تیز یہ امر تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام کشتی کے کنارے پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مصر کے نیل دریا میں موجود مچھلی کو وحی کی ابھی آپ علیہ السلام اس کنارے سے نیچے نہیں گرے تھے کہ اس مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:7، ص:185 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

مچھلی کا چالیس دن تک دریا میں تیرتے رہنا

مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر چالیس دن تک دریا میں تیرتی رہی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر اب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ علیہ السلام نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کے بال بچے بھی تھے ایک کشتی آئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا ہمیں لے چلو۔

کشتی والوں نے کہا:

کشتی میں جگہ کم ہے آپ علیہ السلام اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیں پھر حضرت یونس علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے دو صاحبزادے رہ گئے پھر ایک اور کشتی آئی تو حضرت یونس علیہ السلام اس کی طرف بڑھے آپ علیہ السلام کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے آیا اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا اور پھر بھیڑیا آیا وہ دوسرے بیٹے کو کھا گیا تب حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے وہ اس دوسری کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی پانی کے درمیان میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی چکر کھانے لگی۔ کشتی والوں نے آپس میں کہا اس کا کیا سبب ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے۔ ایک بندہ اپنے رب تعالیٰ سے بھاگ نکلا ہے یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے۔

لوگوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

وہ میں ہوں!

لوگوں نے کہا:

اگر وہ آپ علیہ السلام ہیں تو ہم آپ علیہ السلام کو ہرگز نہیں پھینکیں گے بخدا ہم کو یقین ہے کہ آپ علیہ السلام ہی کے وسیلہ سے ہم کو اس مصیبت سے نجات ملے گی پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور کہا جس کے نام کا قرعہ نکلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا لیکن انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی پھر حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے دریا میں ڈال دو اور اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر حضرت یونس علیہ السلام کو خراش نہ آئے نہ ان کی ہڈی ٹوٹے وہ میرے نبی اور میرے برگزیدہ بندے ہیں وہ مچھلی چالیس دن تک دریا میں تیرتی رہی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جنات اور مچھلی کی تسبیح سننا

مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر چالیس دن تک دریا میں تیرتی رہی اور آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جنات اور مچھلی کی تسبیح سنتے رہے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جنات اور مچھلیوں کی تسبیح سنتے رہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے چاہے ملائکہ ہوں یا انسان، چرند ہوں یا پرند، ہجر ہوں یا شجر، زمین کے جانور ہوں یا سمندر کے جانور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جس طرح کہ آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

پہلے آیات کریمہ سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات مبارکہ سے ثبوت

ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کے متعلق یہ آیات کریمہ ہیں۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ (ص:18)

ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا وہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح پڑھتے تھے۔

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:44)

ساتوں آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بے شک وہ نہایت حلم والا بہت بخشنے والا ہے۔

احادیث مبارکہ سے ثبوت

کثیر احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جس طرح کہ درج ذیل احادیث مبارکہ میں ہے۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:3579)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں کے پاس یا جنگل میں ہو تو نماز کے لئے بلند آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ تمہاری آواز کو جہاں تک جن اور انس اور جو چیز بھی سنے گی وہ تمہاری آواز کی گواہی دے گی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 609)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کی میں تم کو دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تم کو شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور میں تم کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر تمام آسمان اور زمین میزان کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے میں رکھا جائے تو یہ پلڑا بھاری ہوگا اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک ایک حلقہ میں رکھے جائیں اور اس حلقہ پر لا الہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ اس کو توڑ دے گا اور میں تم کو سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کی صلوٰۃ ہے اور اسی وجہ سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 6583)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کس چیز کا حکم دیا تھا؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے میں تم کو یہ حکم دیتا ہوں کہ تم سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرو کیونکہ یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے اور تمام مخلوق کی تسبیح ہے اس کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 16849)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے تو یہ وہ کلمہ اخلاص ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ اس کلمہ کو پڑھے اور جب وہ کہتا ہے الحمدللہ تو وہ کلمہ شکر ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی بندے کا شکر قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ یہ کلمہ پڑھے اور جب وہ کہتا ہے اللہ اکبر تو یہ آسمان اور زمین کی چیز کو بھر لیتا ہے اور یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صلاۃ اور تسبیح کے ساتھ منور کر دیتا ہے اور جب وہ کہتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے میرے بندے نے اطاعت کی۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 16856)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا ایک پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخ خشک نہیں ہوگی ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں تب تک یہ دونوں ٹکڑے تسبیح کرتے رہیں گے اور مسند ابو داؤد الطیالسی میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ایک ٹکڑا اور دوسری قبر پر دوسرا ٹکڑا رکھ دیا پھر ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے ان دونوں ٹکڑوں میں نمی رہے گی ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔ ہمارے علماء کرام نے فرمایا: اس حدیث مبارکہ سے درخت کو گاڑنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جب درخت کی وجہ سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کیوں نہیں ہوگی۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ میت کو جو ہدیہ کیا جائے اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 10: ص: 240، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ ہر چیز جس میں درختوں کی نمی ہو اس کو قبر پر رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن مجید بلکہ اس سے تخفیف کا ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 320، مطبوعہ لاہور)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی اور قرآن مجید میں جو ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر زندہ چیز تسبیح کرتی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید

اور احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے اس کو ماننا ضروری ہے اور اس حدیث مبارکہ کی بناء پر علماء کرام نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی معلوم ہوتی ہے جیسے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں۔ اس کی وجہ کا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے۔ رسل ملائکہ میں سے صرف جبرائیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 13، ص: 117 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی کئی اقسام ہیں اس کی ذات کی عیوب سے برأت بیان کرنا، اس کی صفات کی عیوب سے برأت بیان کرنا، اس کے افعال کی عیوب سے برأت بیان کرنا، اس کے اسماء کی عیوب سے برأت بیان کرنا اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت بیان کرنا۔

اس کی ذات کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے اور اس کی ذات امکان اور حدوث کے عیب سے بری ہے اور اس کی ذات واحد ہے اور شرکت اور کثرت کے عیب سے بری ہے کیونکہ اگر واجب الوجود متصور ہوں تو ان میں نفس وجوب مشترک ہوگا اور کوئی امر ممیز ہوگا اور جو چیز دو چیزوں سے مرکب ہو وہ ممکن اور حادث ہوتی ہے واجب اور قدیم نہیں ہوتی۔

اور اس کی صفات کے عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ جہل کے عیب سے بری ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور عجز کے عیب سے بری ہے۔

اور اس کے افعال کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ جس فعل کا ارادہ کرے اس کو کر گزرتا ہے اس کے افعال زمان پر موقوف ہیں نہ مکان پر مادے پر نہ اس کی استعداد پر وہ کسی چیز کے متعلق فرماتا ہے "ہو" سو وہ ہو جاتی ہے۔

اس کے اسماء کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کے تمام اسماء حسنیٰ ہیں اور اس کے اوپر کسی ایسے اسم کا اطلاق جائز نہیں

ہے جس میں کسی وجہ سے نقص اور عیب ہو بلکہ اس پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں آ گیا ہو اور محض اپنی عقل سے اس پر کسی اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کا ہر حکم کسی حسن خوبی اور مصلحت پر مبنی ہے اس کا کوئی حکم عبث اور بے فائدہ نہیں ہے اور یہ محض اس کا فضل اور احسان ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:10 ص:441 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہی امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حشرات الارض کو ایسے لطیف اعمال کا الہام کیا ہے جن کو وجود میں بہ روئے کار لانے سے اکثر عقلاء عاجز ہیں اور جب ایسا ہو سکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حیوانوں کو اپنی معرفت کا الہام کر دیا ہو اور ان کو دعا کرنے، تسبیح پڑھنے اور نماز پڑھنے کا الہام کر دیا ہو یا ان کو ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہو ہم دیکھتے ہیں کہ مکڑی مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے مکھیوں اور مچھروں کو اپنے جالے میں پھنسا دیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی مسدس شکل میں شہد کا چھتا بنا لیتی ہے اور اس کو ایسی کاریگری سے بناتی ہے کہ ماہر انجینئر بھی اس کی صنعت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں پھر شہد کی مکھیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے جو اپنی ریاست کا نظام چلاتی ہے اور تمام مکھیاں اس کے احکام کے تابع ہوتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ سارس اپنی موافق ہوا اور موسم کو طلب کرنے کے لئے عالم کی ایک طرف سے دوسری طرف پرواز کر جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ یورپ کے سرد موسم میں افریقہ کے گرم علاقوں کی طرف پرواز کر جاتا ہے اور یوں وہ اپنے موافق موسم کی تلاش میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی طرف سفر کرتا ہے اسی طرح جو درندے دوسرے حیوانوں کا شکار کرتے ہیں وہ بھی بہت عیاری سے اپنا شکار حاصل کرتے ہیں ہم جنگلوں میں دیکھتے ہیں کہ بعض پرندے تنکوں سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں وہ گھونسلے کئی کئی منزلوں کے ہوتے ہیں ان میں اوپر نیچے خانے بنے ہوتے ہیں جو کمروں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ تنکے چن چن کر ان کو موڑ توڑ کر انتہائی باریکی اور فن کاری سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں ان کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں اور حیوانوں کو ضرور ان کاموں کی معرفت اور عقل عطا فرمائی ہے کیونکہ اگر ان میں ان کاموں کے لئے عقل اور معرفت نہ ہو تو صرف حواس خمسہ سے ان کاموں کو انجام نہیں دیا جا سکتا۔

(تفسیر کبیر: ج:8 ص:402 تا 404 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد نے کہا انسان نماز پڑھتا ہے اور باقی مخلوق تسبیح پڑھتی ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر نمازی کو اپنی نماز کا علم ہے اور ہر تسبیح پڑھنے والے کو اپنی تسبیح کا علم ہے۔ (جامع البیان: جز:18 ص:203 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (النمل:16)

(سلیمان نے کہا) اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

اور ہدہد نے سلیمان سے کہا:

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (النمل:23)

میں نے دیکھا ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کی چیزوں سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے۔

اور جب پرندے باتیں کر سکتے ہیں اور دور دراز کی خبریں پہنچا سکتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی کر سکتے ہیں اور نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:

تسبیح دو قسم کی ہے ایک تسبیح قول اور نطق کے ساتھ ہے اور دوسری دلالت اور خلق کے ساتھ ہے سو جو تسبیح دلالت اور خلق کے ساتھ ہے وہ ہر مخلوق کرتی ہے پھر ایک تسبیح حیوانات کے ساتھ خاص ہے اور ایک تسبیح عقلاء کے ساتھ خاص ہے پھر اس تسبیح کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تسبیح بصیرت کے ساتھ ہے اور دوسری تسبیح بغیر عرفان اور بصیرت کے ہوتی ہے اول الذکر مقبول ہے اور ثانی الذکر مردود ہے۔ (لطائف الاشارات، ج:2، ص:371 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (البقرہ:74)

اور بے شک بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پتھر تو جمادات کے قبیل سے ہیں جو کسی بات کو سمجھتے نہیں ہیں وہ کیسے ڈریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں فہم اور ادراک پیدا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے الہام کرنے سے وہ ڈریں گے اور اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلاء کے علاوہ جمادات اور تمام حیوانات کو بھی علم عطا فرمایا ہے جس علم پر ان کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہے لہٰذا جمادات، نباتات اور حیوانات نماز بھی پڑھتے ہیں تسبیح بھی پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی ہیں۔

جیسے اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل:44)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ (النور:41)

اور صف بہ صف اڑنے والے (پرندے) ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ (الحج:18)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے وہ سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند۔

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان آیات پر ایمان رکھیں اور ان کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات، نباتات اور حیوانات کو بغیر عقل کے علم عطا فرمایا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:1 ص:134 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کنکریوں، طعام اور پرندوں کی تسبیح

کنکریاں، طعام اور پرندے بھی رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں جس طرح کہ کثیر احادیث مبارکہ میں ان کی تسبیح کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

حضرت سوید بن یزید سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلا بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اس کو غنیمت جانا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کلمہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ تنہائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کچھ حاصل کروں۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! تم کس لیے آئے ہو۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تم کس کے لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس لیے آئے ہو۔ انہوں نے بھی کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے۔ پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) آئے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) تم کس لیے آئے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی

طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھنانے کی آواز سنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھنانے کی آواز سنی انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1265)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو ڈرانے والی اشیاء خیال کرتے ہو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے (ناگاہ) پانی کم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس قدر بھی پانی ہے) وہ لے آؤ۔ ہم ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی برکت والے مبارک اور پاک کرنے والے پانی کی طرف آؤ اور بے شک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی جاری ہو رہا تھا اور جس وقت کھانا کھایا جاتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3579)

قاضی عیاض نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک طباق میں انار اور انگور لے آئے اور وہ طعام تسبیح کر رہا تھا۔ (الشفاء: ج: 1، ص: 230)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضر موت کے سرداروں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ان میں اشعث بن قیس بھی تھے انہوں نے کہا ہم نے آپ کے لئے دل میں ایک چیز چھپائی ہے بتایئے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ معاملہ تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہم کیسے یقین کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں کنکریاں لیں اور فرمایا: یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تب ان کنکریوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

امام ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا طعام لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ طعام تسبیح کر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اس پیالہ کو قریب رکھو اس نے بھی اسی طرح کہا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کو سنا دیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے کسی شخص کے پاس تسبیح نہیں پڑھی تو تم سمجھو گے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

امام ابوالشیخ نے خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک پیالے سے کھانا کھارہے تھے تو اس پیالے کا طعام تسبیح کرنے لگا۔ (الخصائص الکبریٰ: ج:2، ص125 تا126 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج حضرت جبرائیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف تھے وہاں سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں تک لے گئے پھر آپ واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے بلند آسمانوں میں یہ تسبیح سنی۔ بلند آسمان اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں وہ بلند اور برتر سبحان ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنیوں اور سواریوں پر سواروں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

سلامتی کے ساتھ سواریوں پر سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور راستوں اور بازاروں میں اپنی سواریوں کو باتیں کرنے کی کرسیاں نہ بناؤ سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہیں اور ان سے عمدہ اور افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد: ج:3، ص:439 مطبوعہ قدیم، مسند احمد: رقم الحدیث:15566)

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا منع ہے۔ (درمنثور: ج:5، ص:256)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلانے کا حکم فرمایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ آپ کو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والی پوری مخلوق کو ہلاک کر ڈالا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:4870)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے تھا جس کے ریشمی کف اور ریشمی بٹن تھے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا تمہارے پیغمبر کا یہ ارادہ ہے کہ وہ چرواہوں کو سرفراز کرے اور دوسرے کو سرنگوں کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور اس کا جبہ کھینچتے ہوئے فرمایا: کیا میں تجھ کو جانوروں (کی کھال) کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھ رہا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آکر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو

بلایا اور ارشاد فرمایا میں تمہیں بہ طور وصیت کے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تم کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور تم کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو اگر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لا الٰہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ایک حلقہ بنا دیا جائے اور ان پر لا الٰہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو وہ ان کو پاش پاش کر دے گا اور میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ سبحان اللہ و بحمدہ پڑھا کرو کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کے سبب سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 6583)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے تھے کہ جب درخت سرسبز ہوتا ہے تو وہ تسبیح کرتا ہے اور جب وہ کاٹ دیا جاتا ہے اور سوکھ کر لکڑی ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح منقطع ہو جاتی ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے کسی باغ سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو ایسے انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو پھر ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

حضرت یونس علیہ السلام نے زمین کی تسبیح کو سنا

جب مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو پیٹ میں لے کر سطح زمین تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے زمین کی تسبیح کو سنا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر نکلے تو کشتی کے پاس آئے اس میں سوار ہوئے کشتی چلنے سے رک گئی۔

کشتی والوں نے کہا:

یہ کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے جو تم نے کیا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا آؤ ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کے نام قرعہ نکلے اسے پانی میں پھینک دو۔ انہوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ارشاد فرمایا میں ہی ہوں آپ علیہ السلام نکلے اور اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا اسی وقت مچھلی نے اپنا سر پانی سے تین ہاتھ اوپر اٹھایا وہ اپنے آپ کو گرا رہے تھے تو مچھلی سامنے آ گئی جب اس مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑنا چاہا تو آپ علیہ السلام دوسری جانب ہوئے تو مچھلی پھر سامنے آ گئی جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ تو

اللہ تعالیٰ کا امر ہے تو اپنے آپ کو گرا دیا ابھی پانی آپ علیہ السلام پر نہیں گزرا تھا کہ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی کی کہ نہ اس کی ہڈیوں کو توڑنا اور نہ ہی اس کا گوشت کھانا حتیٰ کہ میں تجھے یہ حکم دوں یہاں تک کہ اسے مٹی کے ساتھ لگا دیا اس نے زمین کی تسبیح کو سنا اسی موقع پر حضرت یونس علیہ السلام نے ندا کی۔ (درمنثور:ج:5،ص:803 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام نے سنگریزوں کی تسبیح کو سنا

حضرت یونس علیہ السلام نے سنگریزوں کی تسبیح کو بھی سنا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم سے عذاب کا وعدہ کیا اور انہیں بتایا کہ تین دنوں میں انہیں عذاب آئے گا انہوں نے ماں اور بچہ میں جدائی کر دی پھر وہ نکلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں گڑگڑائے اللہ تعالیٰ سے بخشش کے خواستگار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو روک لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کا انتظار کرتے رہے اور کچھ بھی نہ دیکھا ان کا قانون تھا جو جھوٹ بولے اور اس کے گواہ نہ ہوں تو اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ کشتی میں ایک جماعت تک پہنچے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کشتی میں سوار کر لیا اور انہیں پہچان بھی لیا جب آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی رک گئی جبکہ دائیں بائیں کشتیاں چل رہی تھیں۔ پوچھا تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کہا:

میں جانتا ہوں کہ اس کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اسے پانی میں نہیں پھینکو گے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

قرعہ اندازی کرو جس آدمی کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دو۔ انہوں نے قرعہ نکالا تین دفعہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ علیہ السلام کو سمندر میں پھینک دیا گیا جبکہ ایک مچھلی کی ذمہ داری لگا دی گئی جب آپ علیہ السلام کو پھینکا گیا تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا اور اسے زمین میں اپنی قرارگاہ تک لے گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے سنگریزوں کی تسبیح سنی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:ج:6،ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت یونس علیہ السلام کا تسبیح اور تہلیل کرنا

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تسبیح و تہلیل کرتے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر اب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا پس حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراض ہو کر دجلہ کے کنارے پہنچ گئے ان کے ہمراہ ان کے بال بچے بھی تھے۔ ایک کشتی آئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا ہمیں لے چلو۔ کشتی والوں نے کہا کشتی میں جگہ کم ہے آپ علیہ السلام اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرادیں پھر حضرت یونس علیہ السلام اور ان کے دو بیٹے رہ گئے پھر ایک کشتی آئی حضرت یونس علیہ السلام اس کی طرف بڑھے ان کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے آیا اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا اور بھیڑیا آیا اور وہ دوسرے بیٹے کو کھا گیا۔ تب حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے وہ اس دوسری کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی درمیان میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی چکر کھانے لگی۔ کشتی والوں نے آپس میں کہا اس کا کیا سبب ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ ایک بندہ اپنے رب عزوجل سے بھاگ نکلا ہے یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا وہ میں ہوں۔ لوگوں نے کہا: اگر وہ آپ علیہ السلام ہیں تو ہم آپ علیہ السلام کو ہرگز نہیں پھینکیں گے بخدا ہم کو یقین ہے کہ آپ علیہ السلام ہی کے وسیلہ سے ہم کو اس مصیبت سے نجات ملے گی پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور کہا جس کے نام قرعہ نکلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے۔ انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا لیکن انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی پھر حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا مجھے دریا میں ڈال دو اور اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر حضرت یونس علیہ السلام کو خراش نہ آئے نہ ان کی ہڈی ٹوٹے وہ میرے نبی اور میرے برگزیدہ بندے ہیں وہ مچھلی چالیس دن تک دریا میں تیرتی رہی اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جنات اور مچھلیوں کی تسبیح سنتے رہے۔ حضرت یونس علیہ السلام تسبیح اور تہلیل کرتے رہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تسبیح اور تہلیل کرتے رہے اور کہتے تھے اے میرے مالک و مولیٰ! تو نے مجھے پہاڑوں سے اتار کر شہروں میں پھرایا اور تین اندھیروں میں مجھے قید کر دیا ایک پانی کا اندھیرا، دوسرا رات کا اندھیرا اور تیسرا مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا تو نے میری ایسی آزمائش کی کہ مجھ سے پہلے کسی اور کی آزمائش نہیں فرمائی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف با بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور کہتے تھے۔

اے میرے مالک و مولیٰ! تو نے مجھے پہاڑوں سے اتارا، شہروں میں پھرایا اور تین اندھیروں میں مجھے مقید کر دیا رات کا

اندھیرا، پانی کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا تو نے مجھے ایسی سزا دی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسی سزا نہیں دی تھی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی چالیس دن مکمل ہونے کے بعد دعا

جب چالیس دن مکمل ہوگئے تو حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ عزوجل! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جب چالیس دن پورے ہوگئے تو

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (الانبیاء: 87)

پھر تاریکیوں میں انہوں نے پکارا (اے اللہ عزوجل) تیرے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرشتوں کا حضرت یونس علیہ السلام کے رونے کی آواز سننا

حضرت یونس علیہ السلام کے رونے کی آواز فرشتوں نے سنی اور آپ علیہ السلام کو آواز سے پہچان لیا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

پھر فرشتوں نے ان کے رونے کی آواز سنی اور آپ علیہ السلام کو آواز سے پہچان لیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی گریہ وزاری کی وجہ سے فرشتوں کا رونا

حضرت یونس علیہ السلام کی گریہ وزاری کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگ گئے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور آپ علیہ السلام کے گریہ وزاری کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرشتوں کا رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں عرض کرنا

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں عرض کیا: اے ہمارے رب عزوجل! یہ ایک غمزدہ شخص کی کمزور آواز ہے جو کسی اجنبی جگہ میں ہے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور ان فرشتوں نے عرض کیا:

اے ہمارے رب عزوجل! یہ ایک غمزدہ شخص کی کمزور آواز ہے جو کسی اجنبی جگہ میں ہے۔
(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رب تعالیٰ کا فرشتوں کو جواب دینا

جب فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب عزوجل! یہ ایک غمزدہ شخص کی کمزور آواز ہے جو کسی اجنبی جگہ میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بندہ یونس (علیہ السلام) ہے اس سے ایک (اجتہادی) خطا ہو گئی تو میں نے اس کو دریا میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر لیا۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ میرا بندہ یونس ہے اس سے ایک (اجتہادی) خطا ہو گئی تو میں نے اس کو دریا میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر لیا۔
(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرشتوں کا حضرت یونس علیہ السلام کو نیک بندہ کہنا

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بندہ یونس علیہ السلام ہے اس سے ایک (اجتہادی) خطا ہو گئی تو میں نے اس کو دریا میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر لیا تو فرشتوں نے عرض کیا: اے رب عزوجل! یہ نیک بندہ ہے صبح اور شام اس کے بکثرت نیک اعمال آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے کہا:

اے رب عزوجل! یہ نیک بندہ ہے صبح اور شام اس کے بکثرت اعمال آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں! (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص108 تا 112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں فرشتوں کی حضرت یونس علیہ السلام پر رحم کرنے اور مصیبت سے نجات دینے کی عرض

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے ہمارے رب عزوجل! کیا تو اس پر رحم نہیں کرے گا جو وہ خوشحالی میں کرتا تھا اور تو اسے مصیبت میں نجات نہیں دے گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ پھر مچھلی کو حکم دیا تو اس نے آپ علیہ السلام کو محفوظ کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو سمندر میں پھینکا تو مچھلی نے انہیں لقمہ بنا لیا وہ انہیں لے کر نیچے بیٹھ گئی حتیٰ

کہ وہ وہاں جا پہنچی جہاں پانی پھوٹتا ہے یا اس جیسا کوئی حکم ارشاد فرمایا تو حضرت یونس علیہ السلام نے زمین کی تسبیح کو سنا تو اسی وقت ندا کی۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝

دعا عرش کے گرد گھومنے لگی۔

فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب عزوجل! ہم دور دراز علاقوں سے ایک کمزور آواز سنتے ہیں۔

استفسار فرمایا: تم اسے جانتے ہو۔

فرشتوں نے عرض کیا: نہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ میرا بندہ یونس علیہ السلام ہے۔

فرشتوں نے عرض کیا: وہ جس کے ہم ہمیشہ قبول عمل لاتے رہے اور قبول کی ہوئی دعائیں لاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب عزوجل! کیا تو اس پر رحم نہیں کرے گا جو وہ خوشحالی میں کرتا تھا اور تو اسے مصیبت میں نجات نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں! تو مچھلی کو حکم دیا تو اس نے اسے محفوظ کر دیا۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:3،ص:105 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فرشتوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی سفارش کرنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس رکھنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو وحی کی کہ اس کو پکڑے نہ اس کا گوشت نوچے اور نہ ہی اس کی ہڈیاں توڑے۔ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو پکڑ لیا پھر سمندر میں اپنے مسکن میں بیٹھ گئی جب مچھلی انہیں سمندر کی پست ترین جگہ لے گئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے حس سی سنی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ دل میں کہا یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی جبکہ آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے یہ زمین کے جانوروں کی تسبیح ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے تسبیح بیان کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا: اے ہمارے رب عزوجل! از زمین کے دور دراز حصہ سے ہم کمزوری آواز سنتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: وہ میرا بندہ یونس ہے اس نے میری نافرمانی کی تھی تو میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا ہے۔ فرشتوں نے عرض کی وہ صالح بندہ جس کے نیک اعمال ہر روز تیری بارگاہ میں پیش کیے جاتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں! فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں آپ علیہ السلام کی سفارش کی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا تو مچھلی نے انہیں ساحل پر پھینک دیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وَهُوَ سَقِيْمٌ۝" (تفسیر طبری: ج:17،ص:96 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کی اپنے اولیاء اور دشمن پر گرفت

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء پر اس طرح گرفت فرماتا ہے تو غور کرو وہ اپنے دشمنوں پر کیسی گرفت فرمائے گا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:113 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی فرشتوں نے شفاعت کی

حضرت یونس علیہ السلام کی فرشتوں نے شفاعت کی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام کی فرشتوں نے شفاعت کی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:113 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی

جب حضرت یونس علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمالیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(الانبیاء:87 تا 88)

اور مچھلی والے (یونس) کو یاد کیجئے جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر نکلے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو پاک ہے بے شک میں (ہی) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

تسبیح نہ کرنے والوں میں سے ہوتے تو یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ ضرور یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصافات:140 تا 144)

جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ اندازی کرائی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے اور ان کو مچھلی نے نگل لیا درآنحالیکہ وہ خود کو ملامت کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ ضرور یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مچھلی کے پاس جانے کا حکم

جب فرشتوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی شفاعت کی تو تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس مچھلی کے پاس بھیجا کہ جس جگہ سے اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا وہیں ان کو اگل دے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی فرشتوں نے شفاعت کی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس مچھلی کے پاس بھیجا کہ جس جگہ سے اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا وہیں ان کو اگل دے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مچھلی کا دریا کے کنارے آنا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت یونس علیہ السلام کو سلام کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مچھلی کے پاس بھیجا تو آپ علیہ السلام دریا کے کنارے تشریف لائے اور مچھلی بھی دریا کے کنارے آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام مچھلی کے منہ کے قریب پہنچے اور کہا السلام علیک یا یونس! رب العزت آپ علیہ السلام پر سلام پڑھتا ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

وہ مچھلی دریا کے کنارے آئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام مچھلی کے منہ کے قریب پہنچے اور کہا: السلام علیک یا یونس! رب العزت آپ علیہ السلام پر سلام پڑھتا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جواب دینا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سلام کیا تو حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا۔ اس آواز کے لئے مرحبا جس آواز کے متعلق میرا یہ گمان تھا کہ وہ اب مجھے کبھی سنائی نہیں دے گی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

اس آواز کے لئے مرحبا ہو جس آواز کے متعلق میرا یہ گمان تھا کہ وہ اب مجھے کبھی سنائی نہیں دے گی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مچھلی کو حضرت یونس علیہ السلام کے اگل دینے کا حکم

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مچھلی کو حکم ارشاد فرمایا تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دو۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

پھر جبرائیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دو۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام کو اگلنا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا گود میں لینا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مچھلی کو حضرت یونس علیہ السلام کے اگل دینے کا فرمایا تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو اگل دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو گود میں لے لیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اگلا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو گود میں لے لیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا جسم نوزائیدہ بچہ کی طرح ملائم تھا

جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اگلا تو اس وقت آپ علیہ السلام کا جسم اس طرح تھا جیسے نوزائیدہ بچہ ہو۔

اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کا جسم اس طرح ملائم تھا جیسے نوزائیدہ بچہ ہو۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا کھلے میدان میں ہونا

جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اگلا تو اس نے کھلے میدان میں آپ علیہ السلام کو رکھ دیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ○ (الصافات:145)

تو ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا در آنحالیکہ وہ بیمار تھے۔

کدو کا درخت اگانا

جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو زمین پر اگلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ○ (الصافات:146)

اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا۔

زمین پر پھیلنے والا کدو اگنا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مچھلی نے دریاد جلہ کے کنارے حضرت یونس علیہ السلام کو اگلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کدو کی بیل کا بہت گھنا سایہ تھا

کدو کی بیل کا بہت گھنا سایہ تھا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

کدو کی بیل کا سایہ بہت گھنا تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام بیل کی شاخوں کو بچہ کے دودھ چوسنے کی مانند چوستے

حضرت یونس علیہ السلام بیل کی شاخوں کو اس طرح چوستے تھے جس طرح بچہ دودھ چوستا ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

کدو کی بیل کا سایہ بہت گھنا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام اس کی شاخوں کو اس طرح چوستے تھے جس طرح بچہ دودھ چوستا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کدو کی بیل کا سایہ حاصل کرتے

حضرت یونس علیہ السلام کدو کی بیل کا سایہ بھی حاصل کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اس کو اگلا گیا تو اسے کدو کی بیل کی جڑ کے پاس اگلا گیا وہ اس وقت بچے کی حالت میں تھے وہ اس بیل کے سائے سے سایہ حاصل کرتے۔ الخ (تفسیر عبدالرزاق: ج:3،ص:105 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خشکی کی بیل کو اگانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کو اگا دیا جو خشکی کی بیل تھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں گئے تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو سات سمندروں میں پھرایا پھر انہیں دجلہ کے کنارے لے آئی اور دجلہ کے کنارے آپ علیہ السلام کو اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کو اگا دیا جو خشکی کی بیل ہے۔ (تفسیر طبری: ج:23،ص:124 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل اگا دی

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل اگا دی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو خالی جگہ پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے اس پر کدو کی بیل پیدا کردی۔ ہم نے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ یَقْطِینٍ کیا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کدو کا درخت۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جنگلی بکری آپ علیہ السلام کے لئے تیار کی جو زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی آپ علیہ السلام پر ٹانگوں کو پھیلا دیتی اور صبح و شام آپ علیہ السلام کو دودھ پلاتی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام توانا ہو گئے۔

ابن ابی الصلت نے اسلام سے قبل ان کے بارے میں ایک شعر کہا۔

فانبت یقطینا علیه برحمة   من الله لو لا الله الفٰی صناحیا

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس پر کدو کی بیل اگا دی اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نہ ہوتی تو کوئی چیر نے پھاڑنے والا درندہ پاتے۔ (تفسیر طبری: ج:23، ص:122 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یقطین سے مراد کیا ہے؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یقطین سے مراد کدو ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقطین سے مراد کدو ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یقطین سے مراد کدو ہے۔

حضرت عکرمہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے کہ یقطین سے مراد کدو ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کدو یا ایسا درخت جس کا تنا نہ ہو۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر درخت جس کا تنا نہ ہو وہ یقطین ہوتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ سے یقطین کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ کدو ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ ایسا درخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یقطین کا نام دیا جس نے آپ علیہ السلام کو سایہ دیا تھا۔ (تفسیر طبری: ج:23، ص:121 تا 124 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بکری کا دودھ پینا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت حسن سے روایت ہے کہ

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے منہ سے نکال کر چٹیل میدان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے

آپ علیہ السلام کے پاس ایک پہاڑی بکری بھیجی جو اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے منہ سے لگا دیتی تھی اور حضرت یونس علیہ السلام اس کو چوس کر دودھ پیتے تھے اس وقت ان کا جسم نحیف اور لاغر ہو کر بالکل دبلا ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ ان کی طاقت اور توانائی بحال ہوتی گئی۔ (تاریخ دمشق: ج:69، ص:250 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے شفق غائب ہونے کے وقت باہر آئے

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فجر کی نماز کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی اور ظہر کی نماز کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی اور عصر کی نماز کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی اور مغرب کی نماز کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بشارت دی تھی اور عشاء کی نماز کے وقت حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی۔ (تاریخ دمشق: ج:9، ص:251 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز پڑھنا

جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز پڑھی۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

اور آسمان پر ستاروں کا جال بن چکا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے چار رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کو میرے اور میری امت کے لئے خالص کر دیا تاکہ یہ نمازیں میری امت کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:69، ص251 تا 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بیل کے خشک ہونے پر رونا

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم سے عذاب کا وعدہ کیا اور انہیں بتایا کہ تین دنوں میں انہیں عذاب آئے گا۔ انہوں نے ماں اور بچہ میں جدائی کر دی پھر وہ نکلے اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں گڑگڑائے اللہ تعالیٰ سے بخشش کے خواستگار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو روک لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کا انتظار کرتے رہے اور کچھ بھی نہ دیکھا ان کا قانون تھا جو جھوٹ بولے اور اس کے گواہ نہ ہوں تو اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ کشتی میں ایک

جماعت تک پہنچے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کشتی میں سوار کرلیا اور انہیں پہچان بھی لیا۔ جب آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی رک گئی جبکہ دائیں بائیں کشتیاں چل رہی تھیں۔ پوچھا تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ اس کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اسے پانی میں نہیں پھینکو گے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

قرعہ اندازی کرو جس آدمی کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دو۔ انہوں نے قرعہ نکالا۔ تین دفعہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ علیہ السلام کو سمندر میں پھینک دیا گیا جبکہ ایک مچھلی کی ذمہ داری لگادی گئی جب آپ علیہ السلام کو پھینکا گیا تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا اور اسے زمین میں اپنی قرارگاہ تک لے گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے سنگریزوں کی تسبیح سنی تو انہوں نے تاریکیوں میں یوں ندا کی۔

"لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ٥"

یہاں تاریکیوں سے مراد مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور رات کی تاریکی تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو ایسی جگہ پھینک دیا جہاں کوئی گھاس یا سبزہ نہیں تھا ایسے پرندے کی مانند جس پر کوئی پر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی ایک بیل پیدا کردی۔ آپ علیہ السلام اس بیل سے سایہ حاصل کرتے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے جب وہ بیل خشک ہوگئی تو آپ علیہ السلام رونے لگ گئے۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

اللہ تعالیٰ کی حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو درخت کے خشک ہونے پر روتا ہے جبکہ ایک لاکھ یا زائد آدمیوں کی ہلاکت پر نہیں روتا جن کے ہلاک ہونے کا تو نے ارادہ کیا؟

الخ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت یونس علیہ السلام پر چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں انعام فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر چالیس دن اور رات تک مچھلی کے پیٹ میں انعام فرمایا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اگر (حضرت یونس علیہ السلام نے) پہلے اس کی عبادت اور تسبیح نہ کی ہوتی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت آغوش رحمت میں لیا جس کی وجہ سے اسے مصیبت پہنچی تھی چالیس دن اور رات مچھلی کے پیٹ میں اس پر انعام فرمایا پھر اسے اس کے پیٹ سے نکالا اور اس پر نظر رحمت فرمائی۔ (تفسیر طبری: ج:17، ص:94 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن گزارے۔ (مستدرک: ج:2، ص:638 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن رہے۔ (تفسیر عبد الرزاق: ج:3، ص:104 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ بنایا تھا اسے نجم کہتے ہیں وہ تین دن تک اس کے پیٹ میں رہے۔ حضرت یونس علیہ السلام آسودگی کے دور میں بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے تو وہ نجات پا گئے۔

للبث فی بطنه تو مچھلی کا پیٹ اس کے لئے قبر بن گیا۔

الی یوم یبعثون قیامت کے دن تک عراء سے مراد دجلہ کا کنارہ ہے۔ نینوا دجلہ کے کنارے ہے وہ ان کے پیٹ میں چالیس دن تک رہے۔ مچھلی آپ علیہ السلام کو دجلہ میں لے کر پھرتی رہی۔

(تفسیر طبری: ج:23، ص:120 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں صرف تین دن اور تین راتیں رہے تھے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت میں اختلاف ہے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

چاشت کے وقت مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ اس میں تین دن رہے تھے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

وہ اس میں سات دن رہے تھے۔

اور حضرت سعید بن ابوالحسن اور ابو مالک رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

وہ اس میں چالیس دن رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے وہ اس میں کتنی مدت رہے تھے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:321 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے تھے

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے کہا تیری عزت کی قسم! میں تیرے لئے ایسی جگہ مسجد بناؤں گا جہاں کسی نے تیرے لیے مسجد نہ بنائی ہوگی اور وہ مچھلی کے پیٹ میں ہی اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اگر وہ تسبیح کرنے والوں (نماز پڑھنے والوں) میں سے نہ ہوتے تو وہ ضرور یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:115 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی نمازوں کو قبول فرمالیا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے پہلے جو نمازیں پڑھی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرمایا اور ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28،ص:115 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا سجدہ

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام آسودگی کے دور میں کثرت سے نماز پڑھتے جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تو گمان کیا کہ یہ موت ہے تو اپنے پاؤں کو حرکت دی تو وہ حرکت کر رہی تھی تو آپ علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ عرض کی میں نے تیری بارگاہ میں وہاں سجدہ کیا جہاں کسی نے بھی سجدہ نہ کیا۔ (مستدرک: ج:2،ص:640 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سونے کے بعد اٹھنے پر بیل کو خشک پاکر غمگین ہونا

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کو نہ تکلیف پہنچائے اور نہ ہی انہیں زخمی کرے اللہ تعالیٰ کا فرمان

ہے فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۝ یعنی آپ اس سے پہلے عبادت گزاروں میں سے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی عبادت کا ذکر کیا جب آپ علیہ السلام سمندر سے باہر نکلے تو آپ علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر کدو کی بیل اگا دی اس نے آپ علیہ السلام کو سایہ کر دیا وہ ایک دن میں اتنی بڑی ہوگئی کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اسے دیکھا کہ وہ آپ علیہ السلام کو سایہ کر رہی ہے اس کی سرسبزی کو دیکھا جس نے آپ علیہ السلام کو خوش کیا پھر آپ علیہ السلام سو گئے پھر جاگے تو خشک ہو چکی تھی آپ علیہ السلام اس بیل کے خشک ہونے پر غمگین ہونے لگے۔

حضرت یونس علیہ السلام سے کہا گیا۔

تو نے نہ اسے پیدا کیا نہ اسے پانی دیا اور نہ اسے اگایا اب پھر اس پر غمگین ہوتا ہے جبکہ میں نے ایک لاکھ یا اس سے زائد انسان پیدا کیے میں نے ان پر رحم کیا تو یہ بات آپ علیہ السلام پر شاق گزری۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:23، ص:108 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مچھلی سے باہر آنے پر کوئی بال، جلد اور ناخن نہ تھا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا تاکہ قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور جو طرز عمل انہوں نے اپنا رکھا ہے اسے ترک کر دیں۔ حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس آئے انہیں دعوت دی۔ قوم کے افراد نے بات ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوئے۔ عرض کی اے میرے اللہ! میری قوم نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے جھٹلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان کے پاس واپس جاؤ اگر وہ ایمان لے آئیں اور تیری تصدیق کریں تو بہتر ورنہ انہیں بتا کہ عذاب کل ان پر آجائے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس آئے انہیں دعوت دی مگر انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

کل صبح تم پر عذاب آجائے گا پھر ان کے پاس سے چلے گئے جب نصف رات ہوئی تو بورا لیا اس میں اپنا کھانا رکھا پھر نکل گئے جب انہوں نے عذاب دیکھا ماؤں اور بچوں کو الگ کر دیا خواہ وہ جانوروں کے تھے یا انسانوں کے۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لاتے ہوئے اور آپ علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں آہ و زاری کرنے لگے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے یہ دیکھا بعد اس کے کہ عذاب ان پر چھایا ہوا جا رہا تھا جس طرح قبر کو کپڑے سے ڈھانپا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام عذاب دیکھنے کے لیے رکے رہے۔ جب صبح ہوئی قوم کو بستی سے نکلتے ہوئے دیکھا انہیں کوئی عذاب نہیں پہنچا تھا۔

تو حضرت یونس علیہ السلام نے کہا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کے پاس نہیں آؤں گا کیونکہ وہ مجھے جھٹلا چکے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر نکلے لوگوں کو دیکھا کہ کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے جب کشتی انہیں لے کر چلی تو وہ رک گئی۔

قوم نے کہا:

تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو سخت گناہ گار ہے قرعہ اندازی کرو سب غرق نہ ہوں۔ قوم نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا۔

لوگوں نے کہا:

ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کو پانی میں نہیں پھینکیں گے تمہارے تیر خلط ملط ہو گئے تھے۔ دوبارہ تیر اکٹھے کرو اور قرعہ اندازی کرو پھر بھی حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو قوم سے فرمایا مجھے پانی میں پھینک دو تم سب غرق نہ ہو۔ لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو پانی میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ذمہ داری سونپی۔ مچھلی نے انہیں نگل لیا نہ وہ آپ علیہ السلام کی ہڈی توڑتی اور نہ آپ علیہ السلام کا گوشت کھاتی۔ مچھلی انہیں سمندر کی گہرائی میں لے گئی۔ جب آپ علیہ السلام پر رات تاریک ہوگئی تو تین تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء کی۔ مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی کی کہ اسے سمندر میں پھینک دو مچھلی پانی سے اوپر ہوئی اور آپ علیہ السلام کو خشکی پر اگل دیا۔ آپ علیہ السلام پر کوئی بال، کوئی جلد اور کوئی ناخن نہ تھا جب ان پر سورج طلوع ہوا تو سورج کی گرمی نے انہیں اذیت دی۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی تو آپ علیہ السلام پر کدو کی بیل اگ آئی۔ (درمنثور: ج:5 ص810 تا 811 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام کا صحت مند ہونے کے بعد چرواہے کے پاس گزر ہونا اور ان سے اپنے متعلق پوچھنا

حضرت یونس علیہ السلام جب صحت مند ہو گئے تو آپ علیہ السلام کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا حضرت یونس علیہ السلام کا کیا حال ہے اس نے کہا مجھے تو کوئی علم نہیں مگر وہ سب سے نیک اور سب سے زیادہ صادق شخص تھے انہوں نے ہی ہم کو عذاب کے آنے کی خبر دی تھی پھر ان کے فرمانے کے مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے تھے تو ہم سب نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ کو قبول فرمالیا۔ اور ہم پر رحم فرمایا اور ہم اس کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

صحت مند ہونے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا حضرت یونس علیہ السلام کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا:

مجھے ان کا حال معلوم نہیں البتہ وہ سب سے نیک اور سب سے زیادہ سچے آدمی تھے انہوں نے ہمیں عذاب آنے کی خبر دی تھی پھر ان کے فرمانے کے مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے پھر ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اب ہم حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈ رہے ہیں کہ وہ کہاں ہیں ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی۔

(تاریخ دمشق، ج:69، ص:252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا چرواہے سے دودھ پوچھنا اور اس کا دودھ نہ ہونے کی وجہ بتانا

حضرت یونس علیہ السلام نے چرواہے سے پوچھا۔ کیا تمہارے پاس دودھ ہے اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت عطا فرمائی جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمارے پاس سے گئے ہیں نہ تو بارش ہوئی ہے اور نہ ہی سبزہ اگا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا۔

تمہارے پاس دودھ ہے۔

اس نے عرض کیا:

اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت دی ہے جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمارے پاس سے گئے ہیں نہ تو بارش ہوئی ہے نہ سبزہ اگا ہے۔ (تاریخ دمشق، ج:69، ص:252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا دنبی پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے دودھ کا آنا

جب چرواہے نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت دی ہے جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمارے پاس سے گئے ہیں نہ تو بارش ہوئی ہے نہ سبزہ اگا ہے تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پاس کوئی دنبی لاؤ پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا دودھ دو ہو اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے وہ دودھ پیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

تم میرے پاس کوئی دنبی لاؤ پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا دودھ دو ہو اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے وہ دودھ پیا۔

(تاریخ دمشق، ج:69، ص:252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چرواہے کا کہنا کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ علیہ السلام ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں

چرواہے نے معجزہ دیکھ کر کہا کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ علیہ السلام ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

اس چرواہے نے کہا:

اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر آپ علیہ السلام ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔

(تاریخ دمشق: ج:69،ص:252 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا فرمانا کہ میں ہی یونس علیہ السلام ہوں

جب چرواہے نے یہ کہا: اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر آپ علیہ السلام ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں ہی حضرت یونس علیہ السلام ہوں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میں ہی (حضرت) یونس (علیہ السلام) ہوں۔ (تاریخ دمشق: ج:69،ص:252 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا چرواہے کو قوم کے پاس جا کر سلام دینے کا فرمانا

حضرت یونس علیہ السلام نے چرواہے کو ارشاد فرمایا: تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو۔

تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو۔ (تاریخ دمشق: ج:69،ص:252 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

چرواہے کا حضرت یونس علیہ السلام کی خبر دینے والے کو بادشاہت کی بشارت سنانا

چرواہے نے حضرت یونس علیہ السلام سے عرض کیا کہ بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل بھی پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا۔

چرواہے نے عرض کیا: بادشاہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا۔

(تاریخ دمشق: ج:69،ص:252 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا چرواہے کو بکری بطور شہادت ساتھ لے جانے کا فرمانا

جب چرواہے نے یہ کہا: میں بغیر کسی دلیل کے بادشاہ کو آپ علیہ السلام کے دیکھنے کی بات نہیں کہہ سکتا تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تم یہ بکری لے جاؤ یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

تم یہ بکری لے جاؤ یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے۔

(تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بکری کا شہادت دینا

جب چرواہا بکری کو لے کر گیا تو اس نے چرواہے کے دیکھنے کی بات کی شہادت دی۔

وہ چرواہا اس بکری کو لے کر گیا اور اس بکری نے شہادت دی۔ (تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چرواہے کا قوم کو لے کر حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آنا

چرواہا اپنی قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا جہاں اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو آپ علیہ السلام اس جگہ نماز ادا فرما رہے تھے۔

پھر وہ چرواہا قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا جہاں اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو آپ علیہ السلام اس جگہ نماز ادا فرما رہے تھے۔ (تاریخ دمشق ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا خوشی کے مارے رو پڑنا

قوم نے جونہی حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تو خوشی کے مارے رو پڑے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

وہ قوم (حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھتے ہی) مارے خوشی کے رو پڑی۔

(تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کو بڑی عزت و اہتمام کے ساتھ شہر میں لے آنا

قوم حضرت یونس علیہ السلام کو بڑی عزت اور اہتمام کے ساتھ شہر میں لے کر آئی۔

اور بڑی عزت اور بہت اہتمام سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے شہر میں لے کر آئے۔

(تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا چرواہے کو سردار بنانا

قوم نے چرواہے کو سردار بناتے ہوئے کہا تم ہمارے سردار ہو تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے ہم کبھی بھی آپ کی حکم عدولی نہیں کریں گے۔

اس قوم نے اس چرواہے سے کہا تم ہمارے سردار ہو تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے۔ ہم کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے۔ (تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 252 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چرواہا قوم پر چالیس سال تک حکومت کرتا رہا

حضرت یونس علیہ السلام کے صدقے چرواہا قوم پر چالیس سال تک حکومت کرتا رہا۔

اور وہ چرواہا چالیس سال تک ان پر حکومت کرتا رہا۔ (تاریخ دمشق: ج:69، ص252 تا253 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم پر برکتوں کا نزول

جب قوم حضرت یونس علیہ السلام کو شہر میں لے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے برکتیں نازل فرمائیں اور ان پر زمین کے خزانے کھول دیے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

ایک چرواہے نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے پاس جا کر یہ خبر دی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ لوگوں نے اس کو جھٹلایا۔

تب اس نے کہا:

میرے پاس دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے اس بکری کو گویائی دی۔

اور اس نے کہا:

ہاں انہوں نے میرا دودھ پیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے حق میں گواہی دوں پھر ان کی قوم اس وادی میں گئی تو دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ رونے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگ گئے اور پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنے شہر میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے برکتیں نازل کیں اور ان پر زمین کے خزانے کھول دیے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:116 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کو تبلیغ کرنا اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانا

حضرت یونس علیہ السلام قوم کو تبلیغ فرماتے رہے اور ان کے لئے سنتیں اور شریعت قائم فرمائی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام وہاں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کرتے رہے اور ان کے لئے سنتیں اور شریعتیں قائم کیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:116 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا زمین میں گھوم پھر کر عبادت کرنے کی اجازت مانگنا اور رب تعالیٰ کا اجازت عطا فرما دینا

جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کے لئے سنتیں اور شریعت قائم فرما دی تو آپ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرما دی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرما دی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:116 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کے پاس چلے جانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اجازت عطا فرما دی تو آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس سے چلے گئے اور رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف عمل رہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

اورقوم کے پاس سے تشریف لے گئے۔

(اور رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف عمل رہے) (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:116 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد پھر کسی نے آپ علیہ السلام کو نہ دیکھا

حضرت یونس علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد پھر دوبارہ کسی نے آپ علیہ السلام کو نہ دیکھا اسی طرح بادشاہ بھی بادشاہت چرواہے کے حوالے کر کے چلا گیا اس کو بھی کسی نے دوبارہ نہ دیکھا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

اور بادشاہ نے اس چرواہے کو بادشاہت دے دی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا پھر بادشاہ بھی وہاں سے چلا گیا اور اس کے بعد پھر کسی نے نہ تو حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا اور نہ ہی بادشاہ کو دیکھا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:116 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

زمین اور درخت کا شہادت دینا

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے قوم سے عذاب کا وعدہ کیا اور انہیں بتایا کہ تین دنوں میں انہیں عذاب آئے گا۔ انہوں نے ماں اور بچہ میں جدائی کر دی پھر وہ نکلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں گڑگڑائے۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش کے خواستگار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو روک لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کا انتظار کرتے رہے اور کچھ بھی نہ دیکھا ان کا قانون تھا جو جھوٹ بولے اور اس کے گواہ نہ ہوں تو اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ علیہ السلام ناراض ہو کر چل دیئے حتیٰ کہ کشتی میں ایک جماعت تک پہنچے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کشتی میں سوار کر لیا اور انہیں پہچان بھی لیا جب آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی رک گئی جبکہ دائیں بائیں کشتیاں چل رہی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟

لوگوں نے عرض کیا:

ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ اس کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اسے پانی میں نہیں پھینکو گے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

قرعہ اندازی کرو جس آدمی کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دو۔ انہوں نے قرعہ نکالا تین بار قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ علیہ السلام کو سمندر میں ڈال دیا گیا جبکہ ایک مچھلی کی ذمہ داری لگا دی گئی جب آپ علیہ السلام کو پھینکا گیا تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا اور اسے زمین میں اپنی قرارگاہ تک لے گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے سنگریزوں کی تسبیح سنی تو انہوں نے تاریکیوں میں یوں ندا کی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ٥

یہاں تاریکیوں سے مراد مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور رات کی تاریکی تو مچھلی نے آپ علیہ السلام کو ایسی جگہ اگل دیا جہاں کوئی گھاس یا سبزہ نہیں تھا ایسے پرندے کی مانند جس پر کوئی پر نہ ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر کدو کی ایک بیل پیدا کر دی۔ آپ علیہ السلام اس بیل سے سایہ حاصل کرتے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے وہ بیل خشک ہو گئی۔ جب بیل خشک ہو گئی تو آپ علیہ السلام رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو درخت کے خشک ہونے پر روتا ہے جبکہ ایک لاکھ یا زائد آدمیوں کی ہلاکت پر نہیں روتا جن کے ہلاک ہونے کا تو نے ارادہ کیا؟ آپ علیہ السلام باہر نکلے تو آپ علیہ السلام ایک نوجوان کے پاس تھے جو ریوڑ چرا رہا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا: اے نوجوان! تو کس قوم سے تعلق رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتا ہوں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

جب تو ان کے پاس جائے انہیں سلام کہو اور انہیں بتانا کہ تو حضرت یونس علیہ السلام سے ملا تھا۔

اس نوجوان نے کہا:

اگر آپ علیہ السلام حضرت یونس علیہ السلام ہیں تو آپ علیہ السلام اس بات کو زیادہ جانتے ہوں گے کہ جو آدمی جھوٹ بولے اور اس کے گواہ نہ ہوں تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے تو میرے حق میں کون گواہی دے گا؟

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

تیرے حق میں یہ درخت اور یہ جگہ گواہی دے گی۔

اس نوجوان نے حضرت یونس علیہ السلام سے عرض کیا:

ان دونوں کو حکم دو (کہ وہ گواہی دیں گی)

حضرت یونس علیہ السلام نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا:

جب یہ نوجوان تمہارے پاس آئے تو تم اس کے حق میں گواہی دینا۔

دونوں نے کہا:

ٹھیک ہے۔ نوجوان اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ آیا اس کے بھائی تھے اور بڑی قوت تھی وہ بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میں حضرت یونس علیہ السلام سے ملا ہوں وہ تمہیں سلام فرماتے تھے۔ بادشاہ نے اس نوجوان کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا:

اس نوجوان نے کہا:

اس کے پاس گواہ موجود ہیں! بادشاہ نے آدمی نوجوان کے ساتھ بھیجے وہ اسی جگہ اور درخت تک پہنچے۔

نوجوان نے ان دونوں سے کہا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کیا حضرت یونس علیہ السلام نے تم دونوں کو گواہ بنایا تھا؟

دونوں نے کہا:

ہاں! قوم گھبرائی ہوئی واپس آئی وہ کہتے تھے درخت اور زمین میرے حق میں گواہی دیتے ہیں وہ لوگ بادشاہ کے پاس آئے اور جو منظر دیکھا تھا اسے بیان کیا۔ بادشاہ نے نوجوان کا ہاتھ پکڑا اپنی جگہ بٹھایا اور کہا تو میری بنسبت اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے اس نوجوان نے چالیس سال تک ان پر حکومت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:338 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

حضرت یونس علیہ السلام کو کتنے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور کتنے ایمان لائے

حضرت یونس علیہ السلام کو کتنے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور کتنے ایمان لے آئے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

قرآن مجید میں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کی طرف رسول بنا کر بھیجنے اور ایمان لانے کی تصریح ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (الصافات:147 تا 148)

اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا سو وہ ان پر ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا۔

- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب مچھلی نے دریا کے کنارے حضرت یونس علیہ السلام کو اگلا تو اللہ تعالیٰ نے وقت زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا اور ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:28، ص:115 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَوْ یَزِیْدُوْنَ کے بارے میں پوچھا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بیس ہزار سے زائد تھے۔ (تفسیر طبری: ج:23، ص:124 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اَوْ یَزِیْدُوْنَ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تیس ہزار سے زائد تھے۔ (تفسیر طبری: ج:23، ص:124 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے اَوْ یَزِیْدُوْنَ کا یہ معنیٰ نقل کیا ہے کہ وہ ستر ہزار سے زائد تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

وہ ایک لاکھ اور چالیس ہزار سے زائد تھے۔

امام سعید بن منصور اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت نوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

ان کی زیادتی ستر ہزار تھی۔ (درمنثور: ج:5، ص:813 مطبوعہ کراچی)

حضرت یونس علیہ السلام ایک نیک اور عبادت گزار بندے تھے

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسحاق بن بشر نے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت یونس علیہ السلام ایک نیک اور عبادت گزار بندے تھے۔

(تاریخ دمشق: ج:69، ص:247 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے

انبیاء کرام علیہم السلام میں ان سے زیادہ اور کوئی عبادت کرنے والا نہیں تھا۔

(تاریخ دمشق: ج:69، ص:247 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام ہر روز کھانے سے قبل تین سو رکعات نماز ادا فرماتے تھے

وہ ہر روز کھانے سے پہلے تین سو رکعات نماز پڑھا کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق: ج:69، ص:247 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام ہر رات سونے سے قبل تین سو رکعات نماز پڑھا کرتے تھے

اور ہر رات سونے سے پہلے تین سو رکعات نماز پڑھا کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 247 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام بستر کم زمین پر بچھاتے تھے

اور بہت کم زمین پر بستر بچھاتے تھے جب اہل نینوا میں گناہ بہت زیادہ ہونے لگے تو انہیں وہاں رسول بنا کر بھیج دیا گیا۔

(تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 247 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کسی بندہ کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی بندہ کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3413)

کسی شخص کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے کسی کو افضل کہے

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

عباد بن کثیر اور الحسن دونوں سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے اور میرے بھائی انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو اور کسی شخص کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے کسی کو افضل کہے۔ (تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 253 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ پڑھتے ملاحظہ فرمانا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ارزق پر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی سے اترتے ہوئے بآواز بلند اللھم لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں پھر آپ علیہ السلام ثنیہ پر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گویا کہ میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان پر دو سفید عبا میں ہیں وہ بلند آواز سے اللھم لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں اور پہاڑ بھی ان کے جواب میں تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جواب میں فرما رہا ہے۔

لبیک اے یونس (علیہ السلام)! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (تاریخ دمشق: ج: 69، ص: 253 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کا تلبیہ

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن اسود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فج الروحاء کے مقام سے ستر نبی سرخ اونٹوں پر سوار گزرے انہوں نے عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور وہ پڑھ رہے تھے لبیک لبیک۔ ان میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام بھی تھے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ اے مصائب کے نجات دینے والے اور مشکلات کو حل کرنے والے لبیک لبیک۔ (تاریخ دمشق: ج:69، ص:253 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کرنے والے کی دعا مقبول

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام) کی وہ دعا جو آپ علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یہ ہے۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ٥"

اے اللہ عزوجل! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ پس بے شک جو بھی مسلمان کسی چیز کے بارے میں یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ دعا قبول فرماتا ہے۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث:3505)

حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل

حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ میں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے (اجتہادی) خطا نہ کی ہو یا (اجتہادی) خطا کا ارادہ نہ کیا سوائے حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کے اور کسی کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ وہ یہ کہے میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:2654)

حدیث مبارکہ:2

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو آپ علیہ السلام کو یہ گمان گزرا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں پس (یہ سوچ کر) انہوں نے اپنی ٹانگ کو حرکت دی تو وہ حرکت کر رہی تھی پس آپ علیہ السلام سجدہ ریز ہو گئے اور عرض کیا اے میرے رب عزوجل! میں نے تیرے لئے ایسی جگہ کو سجدہ گاہ بنایا ہے جہاں کسی شخص نے کبھی سجدہ نہیں کیا۔ (مستدرک، رقم الحدیث: 4129)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یونس بن متی علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذوالنون کا نام دیا اور ارشاد فرمایا اور ذوالنون جب وہ غضبناک ہو کر چل دیئے پس انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ان پر کوئی تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں تین تاریکیوں کے غم سے نجات دلائی۔ رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔
(مستدرک، رقم الحدیث: 4120)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی بندے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہے۔ میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد کی طرف منسوب فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام دراز قد کے مالک تھے گویا آپ علیہ السلام قبیلہ سلوہ کے ایک فرد ہیں اور ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بالوں والے اور میانہ قد تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داروغہ جہنم اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔
(مسند احمد، رقم الحدیث: 3179)

حضرت یونس علیہ السلام زیادہ عرصہ حیات نہیں رہے

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام زیادہ عرصہ حیات نہیں رہے اور حضرت شعیا علیہ السلام حضرت یونس علیہ السلام کے شاگرد تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا اور پاکیزہ بنا دیا اور حضرت یونس علیہ السلام کے وصال کے بعد ان کو بنی اسرائیل کی دینی رہنمائی کرنے کا حکم دیا گیا اور بنی اسرائیل میں جو بادشاہ ہوتا تھا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک نبی کو مبعوث کرتا تھا جو اس کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور وہ اس کے درمیان سفیر ہوتا تھا اور حضرت شعیا علیہ السلام ہی وہ نبی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی تھی اور بنی اسرائیل کو بتایا تھا کہ ایک مقدس کنواری سے بغیر مرد کے ایک نبی

پیدا ہوں گے ان کے ہاتھ سے بہت عجائب کا ظہور ہوگا اور وہ اس رسول کی بشارت دیں گے جو ان کے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے ان کی میلاد کی جگہ مکہ مکرمہ ہے اور ان کی ہجرت کی جگہ طیبہ ہے ان کی امت تمام امتوں سے افضل ہوگی آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ان کو عزت اور سلطنت سے سرفراز کرے گا اور ان کے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے گا خواہ مشرکین کو یہ بات ناگوار خاطر ہو۔ (تاریخ دمشق: ج: 69،ص: 254 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یونس علیہ السلام حضرت ابراہیم کی اولاد سے تھے

حضرت یونس علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بعض نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج: 7،ص: 536 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

عرض عبدالمصطفیٰ

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت شعیا علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی۔

مرحبا صد مرحبا اے حبیب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نُوْرَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس اور برگزیدہ نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو کثرت مال واولاد سے نوازا تھا۔ بہت زیادہ صابروشاکر تھے اپنی پوری زندگی میں کسی سے شکوہ نہ کیا بلکہ اپنے معاملہ کو رب تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام ونسب

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام ونسب یہ ہے۔

ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل النبی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل النبی۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1 ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب یہ تھا۔

ایوب بن اموص بن زراح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل۔ (مستدرک: ج:2 ص:644 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ نے یوں نام ونسب لکھا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔

ایوب ابن روم ابن عیص ابن اسحاق ابن ابراہیم علیہ السلام۔ (تفسیر نعیمی: ج:7 ص:536 مطبوعہ اسلامیہ لاہور)

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ط (الانعام:84)

داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف اور موسیٰ وہارون سب ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:308 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد سے ہیں

حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:7،ص:536 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار تھے

حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار نبی تھے۔ آپ علیہ السلام کے پاس ہر قسم کا مال تھا۔ مویشی اور غلام تھے اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

علماء التفسیر اور علماء التاریخ نے یہ بیان کیا ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار شخص تھے ان کے پاس ہر قسم کا مال تھا۔ مویشی اور غلام تھے اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:308 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بہت زیادہ تھی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مال کے ساتھ ساتھ اولاد بھی کثیر عطا فرمائی تھی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی بہت زیادہ تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:308 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام صابر طویل قد کے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام صابر طویل قد کے تھے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب بن اموص علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی صابر لمبے قد کے تھے۔

(مستدرک: ج:2،ص:635 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کے بال گھنگھریالے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام کے بال گھنگھریالے تھے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب بن اموص اللہ تعالیٰ کے نبی صابر طویل قد کے تھے۔ آپ علیہ السلام کے بال گھنگھریالے تھے۔ الخ (مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی آنکھیں مبارکہ کھلی تھیں

حضرت ایوب علیہ السلام کی آنکھیں مبارکہ کھلی تھیں اور انتہائی خوبصورت تخلیق الٰہی تھے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آنکھیں کھلی تھیں اور انتہائی خوبصورت تخلیق الٰہی تھے۔ (مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی پیشانی پر المبتلی الصابر لکھا ہوا تھا

حضرت ایوب علیہ السلام کی پیشانی پر المبتلی الصابر لکھا ہوا تھا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی پیشانی مبارکہ پر لکھا ہوا تھا۔

المبتلی الصابر (آزمائش میں ڈالا گیا صبر کرنے والا) (مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی گردن مبارک چھوٹی تھی

حضرت ایوب علیہ السلام کی گردن مبارکہ چھوٹی تھی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی گردن چھوٹی تھی۔ (مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کا سینہ مبارکہ چوڑا تھا

حضرت ایوب علیہ السلام کا سینہ مبارکہ چوڑا تھا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام کا سینہ مبارکہ چوڑا تھا۔ (مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی پنڈلیاں اور بازو موٹے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام کی پنڈلیاں اور بازو موٹے تھے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی پنڈلیاں اور بازو موٹے تھے۔ (مستدرک: ج:2 ص:635 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام بیوہ عورتوں کو مال عطا فرماتے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام بیوہ عورتوں کو مال عطا فرماتے تھے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام بیوہ عورتوں کو مال عطا فرماتے تھے۔ (مستدرک: ج:2 ص:635 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام بیوہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لباس پہناتے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام بیوہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لباس پہناتے تھے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انہیں لباس پہناتے تھے۔ (مستدرک: ج:2 ص:635 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے

حضرت ایوب علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے زاہد اور عابد تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے۔ اور سب سے زیادہ مالدار تھے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:59 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام بھوکے کو سیر کر کے کھانا کھلانے کے بعد خود تناول فرماتے

حضرت ایوب علیہ السلام اس وقت تک سیر ہو کر کھانا تناول نہ فرماتے تھے جب تک کسی بھوکے کو سیر نہ کر لیتے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام اس وقت تک سیر ہو کر نہیں تناول فرماتے تھے جب تک کسی بھوکے کو سیر نہ کر لیتے تھے۔

الخ (تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:59 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ شخص کو لباس پہنانے کے بعد لباس پہنتے

حضرت ایوب علیہ السلام لباس اس وقت تک نہ زیب تن فرماتے جب تک کہ کسی برہنہ کو لباس نہ پہنا لیتے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام لباس اس وقت تک زیب تن نہ فرماتے جب تک کہ کسی برہنہ کو لباس نہ پہنا لیتے تھے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:59 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام ایک معصوم بندہ خاص تھے

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معصوم بندہ خاص تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ابلیس حضرت ایوب علیہ السلام کی طاقت وقوت سے عاجز آ گیا تھا اس کا کوئی داؤ پیچ کارگر نہیں ہوتا تھا۔ آپ علیہ السلام ایک معصوم بندہ خاص تھے۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:59 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی شریعت

حضرت ایوب علیہ السلام کی شریعت توحید اور جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کرانا اور اگر کسی کو کوئی حاجت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا اور اپنی حاجت کو طلب کرتا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ان سے پوچھا گیا حضرت ایوب علیہ السلام کی شریعت کیا تھی؟

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

توحید اور جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کرانا۔ اگر کسی کو کوئی حاجت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا پھر اپنی حاجت کو طلب کرتا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:59 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کا مال کیا تھا؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

پوچھا گیا کہ آپ علیہ السلام کا مال کیا تھا؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

تین ہزار بیلوں کی جوڑیاں اور ہر بیلوں کی جوڑیوں کے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا اور ہر غلام کے ساتھ ایک عورت ہوتی تھی اور ہر عورت کے ساتھ ایک گدھی اور چودہ ہزار بکریاں تھیں۔ (درمنثور: ج:4، ص:863 مطبوعہ کراچی)

حضرت ایوب علیہ السلام کوئی رات مہمان کے بغیر نہ گزارتے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام کوئی رات نہیں گزارتے تھے مگر یہ کہ آپ علیہ السلام کے دروازے پر مہمان ضرور ہوتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

آپ علیہ السلام کوئی رات نہیں گزارتے تھے مگر آپ علیہ السلام کے دروازے پر مہمان ضرور ہوتا تھا۔

(درمنثور: ج:4، ص:863 مطبوعہ کراچی)

حضرت ایوب علیہ السلام ہمیشہ مسکین کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے

حضرت ایوب علیہ السلام ہمیشہ کسی مسکین کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔

اور آپ علیہ السلام ہمیشہ کسی مسکین کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔ (درمنثور: ج:4، ص:863 مطبوعہ کراچی)

حضرت ایوب علیہ السلام قیامت کے دن تمام صابرین کے سردار ہوں گے

حضرت ایوب علیہ السلام قیامت کے دن تمام صابرین کے سردار ہوں گے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت ایوب علیہ السلام تمام صابرین کے سردار ہوں گے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:69 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا نام

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا نام رحمہ بنت میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا نام "رحمہ بنت میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام" ہے۔ (درمنثور: ج:5، ص:880 مطبوعہ کراچی)

شام میں قحط پڑنا اور فرعون کے بلاوے پر حضرت ایوب علیہ السلام کا جانا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوادریس الخولانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

شام میں قحط پڑ گیا فرعون نے حضرت ایوب علیہ السلام کو خط لکھا کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہمارے پاس تمہارے لیے وسعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے گھوڑوں، جانوروں اور بیٹوں سمیت اس کے پاس چلے گئے فرعون نے ان کے لئے زمین کا کچھ حصہ مقرر کر دیا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:60 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا آ کر فرعون کو رب تعالیٰ سے ڈرنے کا فرمانا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام آئے اور فرعون سے کہا تو اس ذات سے نہیں ڈرتا جس کے ناراض ہونے سے آسمان اور زمین والے، پہاڑ اور دریا سب ناراض ہو جاتے ہیں؟ حضرت ایوب علیہ السلام خاموش رہے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:60 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کے خاموش رہنے پر رب تعالیٰ کا وحی فرمانا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

جب فرعون اور حضرت شعیب علیہ السلام آپ علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو فرعون کے سامنے نہیں بولا تاکہ تیری زمین نہ چلی جائے اب مصیبت کے لئے تیار ہو جا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10،ص:60 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی بارگاہِ مقدسہ میں عرضی اور جواب

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا:

میرا دین؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں اس کو تیرے لیے محفوظ رکھوں گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا:

پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10،ص:60 تا 61 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا سبب

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اللیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ سبب جس کی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام آزمائش میں ڈالے گئے یہ تھا کہ آپ علیہ السلام کے شہر والے اپنے بادشاہ کے پاس گئے وہ ایک جابر بادشاہ تھا لوگوں نے اس کے ظلم وستم کا اس کے سامنے ذکر کیا اور اس سے خوب ترش لہجہ میں گفتگو کی لیکن حضرت ایوب علیہ السلام نے نرم لہجہ میں گفتگو کی کیونکہ آپ علیہ السلام کو اس سے اپنی کھیتی کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تو نے اپنی کھیتی کی غرض سے میرے بندوں میں سے ایک بندے کے سامنے تقیہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر مصیبت نازل کردی۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10،ص:61 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شیطان کا حضرت ایوب علیہ السلام کو بہکانے کے طرح طرح کے بہانے

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں

ایک دن ابلیس نے اپنے رب عزوجل سے یہ کہا کہ کیا تیرے بندوں میں کوئی ایسا بندہ ہے کہ اگر تو مجھ کو اس پر مسلط کر دے تو وہ پھر بھی میرے فریب میں نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! میرا بندہ ایوب (علیہ السلام) ہے۔ ابلیس آکر حضرت ایوب علیہ السلام کو وسوسے ڈالنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس کو دیکھ رہے تھے لیکن آپ علیہ السلام نے اس کی طرف بالکل التفات نہیں فرمایا۔

تب ابلیس نے کہا:

اے رب! وہ میری طرف بالکل التفات نہیں کر رہے تو اب مجھے ان کے مال پر مسلط کر دے پھر ابلیس آکر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہتا کہ تمہارا فلاں فلاں مال ہلاک ہو گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی وہ مال دیا تھا؛ اسی نے ہی وہ مال لے لیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے۔

پھر ابلیس نے کہا:

اے رب عزوجل! ایوب (علیہ السلام) کو اپنے مال کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو مجھے اس کی اولاد پر مسلط کر دے پھر وہ آیا اور اس نے ان کے گھر کو منہدم کر دیا اور ان کی تمام اولاد ہلاک ہو گئی۔ ابلیس نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی اولاد کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اس خبر پر کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا۔

تب ابلیس نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! ایوب (علیہ السلام) کو اپنے مال کی پرواہ ہے نہ اپنی اولاد کی۔ سو تو مجھے ان کے جسم پر مسلط کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی۔ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی کھال میں پھونک ماری تو ان کے جسم میں بہت سخت بیماریاں پیدا ہو گئیں اور بہت سخت درد ہو گیا اور وہ کئی سال ان بیماریوں میں مبتلا رہے حتیٰ کہ ان کے شہر کے لوگ ان سے نفرت کرنے لگے اور وہ جنگل میں چلے گئے ان کے قریب کوئی نہیں جاتا تھا پس ایک دن شیطان ان کی بیوی کے پاس گیا اور کہا: اگر آپ کا خاوند مجھ سے مدد طلب کرے تو میں اس کو اس تکلیف سے نجات دے دوں گا۔ ان کی بیوی نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دے دی تو وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے پیر کے نیچے سے ایک ٹھنڈا اور پاکیزہ چشمہ پیدا کر دیا انہوں نے اس میں غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام ظاہری اور باطنی تکلیفوں کو دور فرما دیا اور ان کے اموال اور ان کی اولاد کو بھی ان پر واپس کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: 18360)

شیطان کا رب تعالیٰ سے حضرت ایوب علیہ السلام پر غلبہ پانے کا کہنا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

شیطان آسمان کی طرف بلند ہوا، اس نے عرض کی اے میرے رب! مجھے حضرت ایوب علیہ السلام پر غلبہ عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں اس کے مال اور اولاد پر غلبہ عطا کرتا ہوں اس کے جسم پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ وہ نیچے اترا اس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا انہیں کہا مجھے حضرت ایوب علیہ السلام پر غلبہ عطا کیا گیا ہے مجھے اپنا غلبہ دکھاؤ وہ آگ بن گئے پھر پانی بن گئے۔ اسی اثناء میں کہ وہ مشرق میں ہوتے تو پھر مغرب میں ہوتے اسی اثناء میں کہ وہ مغرب میں ہوتے پھر مشرق میں ہوتے۔ شیطان نے اپنے لشکروں میں سے ایک جماعت آپ علیہ السلام کی کھیتی کی طرف بھیجی۔ ایک جماعت آپ علیہ السلام کے گھر والوں کی طرف بھیجی۔ ایک جماعت آپ علیہ السلام کی گائیوں کی طرف بھیجی اور ایک جماعت آپ علیہ السلام کی کھیتی کی طرف بھیجی اور ایک جماعت آپ علیہ السلام کی بکریوں کی طرف بھیجی۔

شیطان نے کہا:

وہ تم سے صرف نیکی کے ساتھ ہی بچ سکتا ہے وہ حضرت ایوب علیہ السلام پر مصائب لاتے جو بعض سے بڑھ کر تھے۔ کھیتوں کا نگہبان آیا عرض کی۔ اے ایوب علیہ السلام! کیا تو اپنے رب عزوجل کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس نے تیری کھیتیوں کی طرف دشمن بھیج دیئے ہیں وہ اس کھیتی کو تباہ کر گئے ہیں۔ اونٹوں کا نگہبان آیا اور کہا: اے ایوب علیہ السلام! کیا تو اپنے رب عزوجل کی طرف نہیں دیکھتا اس نے تیرے اونٹوں کی طرف دشمن بھیج دیئے جو انہیں ہلاک کریں گے پھر گائیوں کا نگہبان آیا اس نے عرض کیا کیا آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی طرف نہیں دیکھتے جس نے تیری گائیوں کی طرف دشمن بھیج دیئے ہیں جو انہیں لے گیا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے تمام بیٹوں کے ساتھ ان میں سے سب سے بڑے کے گھر میں تھے اسی اثناء میں وہ سب کھانا کھا رہے تھے اور پانی پی رہے تھے کہ ہوا چلائی گئی اس نے گھر کی دیواروں اور اس کے حصوں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اسے ان پر پھینک دیا۔ شیطان ایک نوجوان کی شکل میں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے ایوب علیہ السلام! کیا تو اپنے رب کو نہیں دیکھتا جس نے تیرے بیٹوں کو ان میں سے بڑے کے گھر جمع کیا اسی اثناء میں کہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور مشروب پی رہے تھے کہ ہوا چلائی گئی اس نے مکان کے اجزاء کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان پر پھینک دیا۔ کاش! آپ دیکھتے جب ان کے خون اور گوشت ان کے کھانے اور مشروب کے ساتھ ملے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے فرمایا۔

تو شیطان ہے پھر شیطان سے فرمایا۔ میں آج اس دن کی طرح ہوں جس دن میری ماں نے مجھے جنا۔ آپ علیہ السلام اٹھے اور اپنے سر کا حلق کرایا اور نماز پڑھنے لگے۔ ابلیس ایسی آواز سے رویا جسے آسمان اور زمین والوں نے سنا۔ پھر وہ آسمان کی طرف گیا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! وہ تو محفوظ رہا مجھے اس پر غلبہ عطا کر میں تیری طاقت کے بغیر تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے تجھے اس کے جسم پر غلبہ دیا، اس کے دل پر غلبہ نہیں دیا وہ نیچے اترا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قدموں کے

نیچے پھونک ماری جس نے آپ علیہ السلام کے قدموں سے لے کر سر کے بالوں تک زخمی کر دیا تو گویا آپ علیہ السلام سراپا زخم ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کو راکھ پر پھینکا گیا حتیٰ کہ دل کا پردہ ظاہر ہو گیا۔ آپ علیہ السلام کی بیوی آپ علیہ السلام کی خدمت کرتی حتیٰ کہ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کیا اے ایوب علیہ السلام! آپ علیہ السلام دیکھتے نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے ایسی مشقت اور فاقہ آ پہنچا ہے کہ میں نے اپنی مینڈھیاں ایک روٹی کے بدلے میں بیچی ہیں جو تجھے کھلا رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شفا دے اور تجھے راحت دے۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تجھ پر افسوس! ہم ستر سال تک آسائش میں رہے صبر کر یہاں تک کہ ہم ستر سال تکلیف میں رہیں۔ ابھی انہیں سات سال مصیبت میں گزرے تھے آپ علیہ السلام نے دعا کی تو ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا اٹھو۔ آپ علیہ السلام اٹھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو اس جگہ سے ہٹایا اور کہا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝

آپ علیہ السلام نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ابل پڑا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا غسل کر۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس چشمہ سے غسل کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ" آپ علیہ السلام نے پاؤں مارا تو ایک اور چشمہ ابل پڑا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اس سے پیو۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝

کا یہی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو جنت کا حلہ عطا فرمایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس جگہ سے ایک طرف ہو گئے اور ایک کونہ میں بیٹھ گئے آپ علیہ السلام کی بیوی آئی اور آپ علیہ السلام کو نہ پہچان سکی۔ اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے وہ مصیبت زدہ کہاں ہے جو یہاں ہوتا تھا شاید کتے اور بھیڑیے اسے یہاں سے لے گئے ہیں وہ چند گھڑیوں تک باتیں کرتی رہی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: تجھ پر افسوس میں ہی ایوب (علیہ السلام) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرا جسم مجھے واپس کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا مال اور اولاد بعینہ واپس کر دی اور اتنا اور بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی مکڑیاں بھیجیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان مکڑیوں کو پکڑتے اور انہیں اپنے کپڑے میں ڈال لیتے اور اپنی چادر کو پھیلاتے جاتے اور اس میں ڈالتے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی کی اے ایوب علیہ السلام! کیا تو سیر نہیں ہوا۔ عرض کیا: اے میرے رب عزوجل! وہ کون ہے جو تیرے فضل اور رحمت سے سیر ہو جائے۔ (درمنثور، ج:5، ص875 تا 876 مطبوعہ کراچی)

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مال اور اولاد عطا فرمائی تھی اور انتہائی خوش حالی سے نوازا تھا۔ آپ علیہ السلام کے پاس بکریاں، گائیں، بھیڑیں اور اونٹوں کی فراوانی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس سے کہا گیا کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو فتنہ میں مبتلا کرنے پر قادر ہے؟

ابلیس نے کہا:

یا رب عزوجل! تو نے ایوب علیہ السلام کو مال، اولاد بخشی ہے وہ اس لیے تیرا شکر ادا کرتا ہے تو مجھے اس کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما تو دیکھ کہ وہ کیسے میری اطاعت کرتا ہے اور تیری نافرمانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما دیا وہ آپ علیہ السلام کی بکریوں میں آیا اور انہیں آگ سے جلا دیا پھر وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس چرواہے کی شکل میں آیا جبکہ آپ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگا! ایوب (علیہ السلام)! تو اپنے رب عزوجل کی نماز ادا کر رہا ہے جبکہ اس نے تیری تمام بکریاں آگ سے جلا دی ہیں۔ میں ان کے قریب تھا۔ میں آپ علیہ السلام کو بکریوں کے جل جانے کی خبر دینے آیا ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! تو نے دیا تھا تو نے ہی لے لیا ہے جب کوئی چیز باقی ہوگی تو میں تیری حسن آزمائش پر تیری تعریف کروں گا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ضائع کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس پر بچاؤ کی کسی کو قدرت نہیں ہوتی۔ پھر شیطان گائیوں کے پاس آیا انہیں بھی آگ سے جلا دیا پھر وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا اور گائیوں کے جلنے کی خبر دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے کی طرح اسے جواب دیا حتیٰ کہ اس لعین نے آپ علیہ السلام کا گھر آپ علیہ السلام کے بچوں پر گرا دیا اور کہا: اے ایوب (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ نے تیری اولاد پر دیواریں گرانے والے کو بھیجا حتیٰ کہ وہ سب ہلاک ہو چکے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے کی طرح جواب دیا اور کہا: اے میرے رب عزوجل! تو نے یہ سب مجھ پر احسان فرمایا۔ آج سے پہلے میں دن کے وقت مال کی محبت میں مشغول ہوتا اور رات کو اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہوئے ان کی محبت میں مگن رہتا آیا میرے کان، میری آنکھیں، میری رات اور میرا دن سب تیرے ذکر، حمد، تقدس اور تہلیل کے لئے فارغ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس خائب و خاسر واپس پلٹا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے جو چاہتا تھا وہ حاصل نہ کر سکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا۔ تو نے میرے بندے ایوب (علیہ السلام) کو کیسا پایا؟ ابلیس نے کہا ایوب (علیہ السلام) جانتا ہے کہ تو اسے اس کا مال اور اولاد واپس کر دے گا (اسی وجہ سے وہ مطمئن ہے) لیکن تو مجھے اس کے جسم پر تسلط عطا فرما اگر اس کو جسم میں تکلیف ہوگی تو وہ میری اطاعت کرے گا اور تیری نافرمانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے جسم پر تسلط عطا فرما دیا۔ شیطان آپ علیہ السلام کے پاس آیا جسم پر پھونک ماری تو وہ سر سے لے کر قدموں تک پھٹ گیا۔ آپ علیہ السلام اس مصیبت میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بٹھا دیا گیا۔ آپ علیہ السلام کا نہ مال رہا نہ اولاد نہ دوست اور آپ علیہ

السلام کی بیوی رحمت کے سوا کوئی آپ علیہ السلام کے پاس نہیں آتا تھا وہ آپ علیہ السلام کی تصدیق پر رہی وہ آپ علیہ السلام کے لئے کھانا لے کر آتی تھی جب آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر، حمد، ثناء کو نہ چھوڑا اور مصیبت پر صبر کرتے رہے۔ ابلیس نے صبر ایوب علیہ السلام کو دیکھ کر زور سے چیخ ماری تا کہ اپنے تمام زمینی چیلوں کو جمع کرے وہ سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا: حضرت! ہم حاضر ہیں۔ آپ پریشان کیوں ہیں۔ آپ کو جس چیز نے لاچار کر دیا ہے۔ شیطان نے کہا مجھے تو اس بندے نے عاجز کر دیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اس کے مال اور اولاد پر تسلط عطا فرما۔ میں نے نہ اس کا مال چھوڑا اور نہ اولاد لیکن ہر صورت میں اس کا صبر اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں اضافہ ہوا۔ مجھے اس کے جسم پر تسلط دیا گیا میں نے اس کا جسم پھوڑے پھوڑے کر دیا اسے بنی اسرائیل کے کوڑا کرکٹ پر ڈالا گیا حتیٰ کہ اس کی بیوی کے سوا اس کے پاس کوئی نہیں آتا تھا۔ میں تو اپنے رب عزوجل کے سامنے رسوا ہو گیا ہوں۔ میں نے اب تم سے مدد طلب کی ہے تا کہ تم اس کے خلاف میری معاونت کرو۔ شیطان کے چیلوں نے کہا: تیری وہ تدبیریں اور حیلہ سازیاں کہاں گئیں جن کے ساتھ تو پہلے لوگوں کو ہلاک کرتا تھا۔

شیطان نے کہا:

ایوب علیہ السلام پر میرا ہر حربہ ناکام ہو گیا ہے پس تم مجھے کوئی مشورہ دو۔

چیلوں نے کہا:

ہم تجھے مشورہ دیتے ہیں کہ تو نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تھا تو کس کے ذریعے نکالا تھا۔

شیطان نے کہا:

اس کی بیوی کے ذریعے نکالا تھا۔

چیلوں نے کہا:

ایوب علیہ السلام پر بھی بیوی کے ذریعے وار کرو۔ وہ اپنی بیوی کی بات کو نہیں ٹال سکے گا اور اس کی بیوی کے علاوہ تو کوئی اس کے قریب جاتا ہی نہیں۔

شیطان نے کہا:

تم نے ٹھیک کہا ہے۔ شیطان آپ علیہ السلام کی بیوی کے پاس گیا۔ پوچھا تمہارا گھر والا کہاں ہے اے اللہ عزوجل کی بندی!

بیوی نے کہا:

یہی تو ہے جو اپنے پھوڑوں کو کھجلا رہا ہے اور کیڑے جسم پر گھوم رہے ہیں۔ شیطان نے اس کی یہ بات سنی تو اسے کچھ امید لگ گئی کہ یہ کلمات وہ بے صبری کی وجہ سے کہہ رہی ہے۔ اس لعین نے بیوی کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اسے گزشتہ زندگی کی نعمتیں اور مال و متاع کی یاد دلائی اور حضرت ایوب علیہ السلام کے جمال و جوانی کا زمانہ یاد دلایا اور اب وہ جس کرب میں مبتلا

تھے اس کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ یہ مصیبت تو کبھی اب دور نہ ہوگی۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بیوی کو جب خوش حالی کا زمانہ یاد آیا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ ابلیس جان گیا کہ اب اس کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے وہ ایک بکری کا بچہ لے کر آیا اور کہا کہ ایوب (علیہ السلام) غیر اللہ کے نام پر یہ بکرا ذبح کر دیں تو اس مصیبت سے بچ جائیں گے۔ بیوی چیختی چلاتی ہوئی آئی اور کہا: اے ایوب (علیہ السلام)! کب تک اس عذاب میں مبتلا رہو گے؟ تمہارا مال کہاں ہے تمہاری اولاد اور تمہارے دوست کہاں ہیں وہ تمہارا حسن و جمال کہاں گیا یہ بکری کا بچہ ذبح کرو اور آرام حاصل کرو۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا دشمن تیرے پاس پہنچ گیا ہے اور تجھ میں پھونک ماردی ہے تو مال، اولاد اور صحت پر کیوں رو رہی ہے؟ وہ مجھے کس نے عطا کیے تھے۔

بیوی نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا:

اس نے ہمیں ان نعمتوں سے کتنا عرصہ لطف اندوز کیا ہے؟

بیوی نے کہا:

اسی (80) سال۔

اور اب کتنا عرصہ سے اس نے مجھے تکلیف میں مبتلا رکھا ہوا ہے؟

بیوی نے کہا:

سات سال اور کچھ مہینے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

پھر تو نے انصاف نہیں کیا چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اسی سال اس مصیبت پر صبر کریں جیسا کہ ہم اسی سال خوش رہے۔ قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا کیونکہ تو نے غیر اللہ کے نام پر بکرا ذبح کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ جو کچھ تو کھانا پینا لائی ہے وہ مجھ پر حرام ہے اور جو کچھ تو لے کر آئی ہے تیرے اس مشورہ کے بعد کوئی چیز چکھوں تو مجھ پر حرام ہے تو مجھ سے جدا ہو جا آئندہ میں تجھے یہاں نہ دیکھوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو دور کر دیا اور وہ چلی گئی۔

شیطان نے کہا:

یہ آٹھ سال سے مصیبت کو برداشت کر رہا ہے اس لیے یہ غلبہ کا مستحق ہے تو شیطان آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو بھی بھگا دیا ہے جبکہ اس کے پاس نہ کھانا ہے نہ پینا ہے اور نہ کوئی دوست

ہے۔ آپ کے پاس سے دو آدمی گزرے آپ علیہ السلام کوڑا کرکٹ کی جگہ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت ایوب علیہ السلام سے زیادہ معزز کوئی نہ تھا۔

ان دو اشخاص میں سے ایک نے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ اس میں کوئی خیر دیکھتا تو یہ اس مصیبت میں دوچار نہ ہوتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کبھی اس کلمہ سے زیادہ دل آزاری کرنے والا کلام نہ سنا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس وقت دعا مانگی اے میرے اللہ عزوجل! مجھے یہ پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ"

اپنا پاؤں (زمین پر) مارو یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لئے۔

آپ علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا تو پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے غسل فرمایا تو آپ علیہ السلام کے جسم پر بیماری کا کوئی نام ونشان نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی ہر تکلیف اور بیماری دور فرما دی۔ اور آپ علیہ السلام کا حسن و جمال پہلے سے کہیں زیادہ ظاہر ہو گیا پھر آپ علیہ السلام نے دوبارہ پاؤں مارا تو ایک دوسرا چشمہ رواں ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پانی پیا تو آپ علیہ السلام کی باطنی بیماریاں دور ہو گئیں۔ آپ علیہ السلام تمام مردوں سے زیادہ حسین و جمیل اور صحت مند ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ایک قیمتی جوڑا زیب تن فرمایا اور اپنے مال اور اہل کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دوگنا کر دیا تھا حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس پانی سے آپ علیہ السلام نے غسل فرمایا تھا اس کے چھینٹوں سے سینہ پر سونے کی مکڑیاں اڑنے لگیں اور آپ علیہ السلام ان پر ہاتھ مارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے ایوب علیہ السلام! میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا:

کیوں نہیں! لیکن یہ تیری برکت ہے اور تیری برکت سے کون سیر ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام غسل کرنے کے بعد باہر تشریف لائے اور ایک بلند جگہ پر بیٹھ گئے اور آپ علیہ السلام کی بیوی نے سوچا کہ اگر ایوب علیہ السلام نے مجھے نکال دیا ہے تو میں اس کو کس کے سپرد کر سکتی ہوں۔ کیا میں اسے چھوڑ دوں کہ وہ بھوک کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر جائے گا اور ضائع ہو جائے گا اور اسے درندے کھا جائیں گے (نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا) میں ضرور اس کی طرف لوٹ کر جاؤں گی۔ آپ علیہ السلام کی بیوی رحمت لوٹ کر آئی تو وہاں نہ کوئی رو رہی تھی اور نہ ہی پہلے جیسا کوئی منظر تھا ساری صورت حال بدل چکی تھی جہاں کوڑا کرکٹ کا ڈھیر تھا وہاں وہ چکر کھانے لگی اور وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی تلاش میں رو رہی تھی اور حضرت ایوب علیہ السلام اس کی تلاش کا منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام چونکہ نیا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اس لیے بیوی ان کے پاس آنے اور ان سے پوچھنے میں جھجک محسوس کر رہی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے خود بلایا اور پوچھا۔ اے اللہ عزوجل کی بندی!

تو کس کی تلاش میں ہے؟

وہ رونے لگی اور کہا:

میں اس کی تلاش میں ہوں جو یہاں روڑی پر مصیبت میں مبتلا پڑا تھا اب مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ ضائع ہو گیا یا اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا:

وہ تیرا کیا لگتا تھا؟

بیوی نے روتے ہوئے کہا:

وہ میرا سر تاج تھا!

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تو اسے دیکھے تو پہچان لے گی؟

بیوی نے کہا:

جس نے بھی اسے دیکھا ہوا تھا وہ اس سے مخفی نہیں ہو سکتا وہ غور سے آپ علیہ السلام کو دیکھنے لگی آپ علیہ السلام اسے اپنی پہچان کرا رہے تھے۔

بیوی نے کہا:

جب وہ صحیح تھا تو تیرے مشابہ تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں ہی وہ ایوب علیہ السلام ہوں جس کو ابلیس کے لئے بکرا ذبح کرنے کا مشورہ دیتی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی کی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے اپنی بندہ نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھ پر یہ کرم فرمایا جو تیرے سامنے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمت پر بھی رحم فرمایا کیونکہ انہوں نے تکلیف کے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ صبر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حکم میں تخفیف فرمادی اور حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کی یہ تدبیر بتائی کہ چھوٹی لکڑیوں کا گٹھا لو اور اسے مارو۔ یہ سب کچھ اس کا آپ علیہ السلام کے ساتھ صبر کرنے کی وجہ سے تھا۔ (تفسیر طبری: ج: 17، ص 83 تا 85 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مال، اہل اور اولاد کے ختم کرنے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا تو آپ علیہ

السلام کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا بہت عمدہ ذکر کیا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝

پھر عرض کیا:

یارب عزوجل! میں تیرا شکرادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو نے مجھے مال اوراولاد کی نعمت سے نوازا جن کی محبت میرے دل کے ہر گوشہ میں داخل ہوگئی تھی پھر یہ سب کچھ مجھ سے لے لیا اور میرے دل کو دنیا کی ہر فکر سے آزاد کردیا اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی جو میں نے تیری تعریف کی ہے میرا دشمن اس کی وجہ سے مجھ سے حسد کرے گا پس ابلیس کو حضرت ایوب علیہ السلام کی اس عجزو نیاز میں ڈوبی ہوئی گفتگو سے بہت تکلیف ہوئی۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:62 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دو اشخاص کا حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے ناگوار بات کرنا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو پے درپے مصائب میں ڈالا گیا اہل اور مال لینے کی آزمائش کے بعد بدن کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ آپ علیہ السلام مصیبت میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ایک روڑی پر بٹھا دیا گیا۔ پس حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی اس مصیبت سے نجات کی دعا نہیں مانگی تھی ہمیشہ صبر میں رہتے تھے حتیٰ کہ ایک دن آپ علیہ السلام کے پاس سے دو شخص گزرے۔

ایک نے دوسرے سے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی خیر نظر آتی تو اس کو اس مصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی بات کو سن لیا۔ آپ علیہ السلام کو یہ بات ناگوار گزری عرض کیا: یارب عزوجل! مجھے تکلیف نے چھولیا ہے پھر اپنے رب عزوجل کی بات کو لوٹایا۔

وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ۝

اور تو ارحم الراحمین ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی دنیا میں آپ علیہ السلام کو اہل عطا فرمائے اور ان کی مثل ان کے ساتھ آخرت میں عطا فرمائے گا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:63 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائیوں کا قول

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن وہ آئے تو آپ علیہ السلام کی بدبو کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے

قریب نہ آسکے وہ دور کھڑے ہو گئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: اگر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام سے خیر جانتا تو انہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی اس بات کی وجہ سے سخت جزع کی۔ ایسی جزع آپ علیہ السلام نے کبھی کسی اور وجہ سے نہیں کی تھی۔ عرض کیا: اے اللہ عزوجل! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی رات سیر ہو کر نہیں گزاری جبکہ مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ کوئی بھوکا موجود ہے تو تو میری تصدیق فرما پس آسمان والوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بات کی تصدیق کی وہ دونوں بھائی سن رہے تھے پھر حضرت ایوب علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور عرض کی۔ یا اللہ! تیری عزت کی قسم۔ میں سجدہ سے سر نہیں اٹھاؤں گا حتیٰ کہ تو میری تکلیف کو دور کر دے پس آپ علیہ السلام نے سر نہ اٹھایا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے تکلیف دور فرما دی۔ (تفسیر طبری: ج: 17، ص: 85 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام پر پھنسیاں کتنی بڑی تھیں؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو عورت کے پستان کی طرح بڑی بڑی پھنسیاں نکلتی تھیں اور پھر پھٹ جاتی تھیں۔

(تفسیر طبری: ج: 17، ص: 83 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روڑی پر کتنا عرصہ رہے؟

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بیماری کی وجہ سے صرف آپ علیہ السلام کی آنکھیں، دل اور زبان محفوظ تھی۔ کیڑے مکوڑے آپ علیہ السلام کے جسم پر پھرتے تھے آپ علیہ السلام روڑی پر سات سال اور کئی دن رہے۔ (کتاب الزہد: ص: 54 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام سات سال اور کچھ ماہ کوڑے کرکٹ پر رہے آپ علیہ السلام نے کبھی اس تکلیف کے دور کرنے کی دعا نہیں فرمائی حالانکہ زمین پر حضرت ایوب علیہ السلام سے کوئی مکرم مخلوق نہ تھی۔

علماء فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی حاجت ہوتی تو اس کے ساتھ ایسا نہ کرتے یہ جملہ سن کر آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

(تفسیر طبری: ج: 17، ص: 83 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حشرات الارض جسم مبارک پر پھرتے تھے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام سات سال اور کچھ ماہ بنی اسرائیل کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر رہے اور حشرات الارض آپ علیہ السلام کے جسم پر پھرتے رہتے تھے۔ (تفسیر طبری: ج:17 ص:83 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا مقبول ہوگئی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ کے تحت ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف سے چھٹکارے کی دعا فراموش کرادی آپ علیہ السلام کثرت سے ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے اور مصیبت آپ علیہ السلام کی رغبت اور حسن ایقان میں اضافہ کرتی تھی جب ابتلا کی مدت ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تکلیف دور کرنے کا ارادہ فرمایا تو دعا کا اذن ملا اور دعا کو آپ علیہ السلام کے لئے آسان کردیا گیا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا تھا کہ میرے بندے ایوب (علیہ السلام) کے لئے مناسب نہیں کہ مجھ سے دعا مانگے پھر میں اس کے لئے قبول نہ کروں۔ جب آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائی اور ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے لے لی تھی وہ دوگنا عطا فرمائی۔ آپ علیہ السلام کے اہل بھی لوٹا دیئے اور ان کی مثل بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (تفسیر طبری: ج:17 ص:86 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا حضرت ایوب علیہ السلام کو جذام تھا؟

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں: حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو جو بیماری لگی تھی وہ جذام نہیں تھا بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بیماری تھی۔ آپ علیہ السلام کے جسم پر عورت کے پستان جیسی پھنسیاں نکلتی تھیں اور پھر پھٹ جاتی تھیں۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:65 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گرنے والا کیڑا اٹھا کر دوبارہ جسم اقدس پر لگا دیتے

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اگر حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اقدس سے کوئی کیڑا گر جاتا تو آپ علیہ السلام اسے اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھ دیتے اور ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10 ص:64 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

زوجہ مبارکہ کو صبر کی تلقین

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام کی بیوی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ پر فاقہ اور تکلیف دہ کیفیت نازل ہوئی ہے کہ میں نے ایک روٹی کے بدلے میں اپنی مینڈھیاں فروخت کر دیں اور تجھے کھانا کھلایا۔ آپ علیہ السلام مستجاب الدعوات شخص ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی شفا کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

تجھ پر افسوس! ہم ستر سال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں رہے اور ابھی سات سال آزمائش میں ہوئے ہیں۔

(شعب الایمان: ج:7، ص:147 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیطان کا خود کو جھوٹی تسلی دینا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ابلیس نے کہا مجھے ایوب علیہ السلام سے کبھی فرحت نہیں ملتی مگر جب میں نے ان کے رونے کی آواز سنی (تو میں بہت خوش ہوا) کیونکہ میں نے جان لیا کہ میں نے اس کو تکلیف پہنچا دی ہے۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:66 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

چیچک کا مرض

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے چیچک کا مرض حضرت ایوب علیہ السلام کو لگا تھا۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:71 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کھلیان پر سونا اور چاندی انڈیلا

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے۔ آپ علیہ السلام کو اپنے پرائے سب چھوڑ گئے لیکن دو شخص جو آپ علیہ السلام کے خاص دوست تھے وہ صبح وشام آپ علیہ السلام کے پاس آتے جاتے تھے۔

ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا:

حضرت ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا جرم کیا ہے جو کبھی کسی نے نہیں کیا۔

دوسرے نے کہا:

وہ کس طرح؟

اس نے کہا:

یہ اٹھارہ سال سے مصیبت میں گرفتار ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں فرمایا اور اس کی مصیبت کو دور نہیں کیا وہ شخص حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے ساتھی کی بات کا آپ علیہ السلام کے سامنے ذکر کیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں نہیں جانتا جو تو کہہ رہا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں دو ایسے اشخاص کے پاس سے گزرتا تھا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے میں اپنے گھر کی طرف لوٹتا تھا اور ان کے درمیان الفت پیدا کر دیتا تھا تاکہ ناجائز طریقہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام نہ استعمال کریں۔ آپ علیہ السلام اپنی حاجت کے لئے نکلتے تھے جب قضائے حاجت کر لیتے تو ان کی بیوی ان کے ہاتھ سے پکڑ لیتی تھی حتیٰ کہ اپنی جگہ پہنچ جاتے جب ایک دن آپ علیہ السلام کی بیوی نے کچھ دیر لگا دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝" بیوی آپ علیہ السلام کے پاس پہنچی تو آپ علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ علیہ السلام کی مصیبت ختم ہو چکی تھی اور آپ علیہ السلام پہلے سے بھی زیادہ حسین تھے۔ جب بیوی نے یہ منظر دیکھا تو کہا اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا نبی دیکھا ہے جو مصیبت میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب وہ صحیح تھا تو تجھ سے زیادہ اس کے مشابہ میں نے کبھی کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں ہی تو وہ ہوں۔

ارشاد فرمایا:

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے ایک گندم کا اور ایک جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے ایک گندم کے کھلیان پر تھا اس نے اس میں سونا انڈیل دیا حتیٰ کہ وہ بہنے لگا اور دوسرے بادل نے جو کے کھلیان میں چاندی بہائی حتیٰ کہ وہ بہنے لگا۔

(مستدرک: ج:2، ص:635 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

صبر پر رب تعالیٰ کا سلام

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ کے متعلق پوچھا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی بیوی واپس کر دی تھی اور ان کے شباب میں اضافہ کر دیا تھا حتیٰ کہ اس کے بطن سے چھبیس بچے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا: اے ایوب علیہ السلام! تیرا

رب عزوجل تجھے صبر کی وجہ سے سلام کہتا ہے۔ اپنے کھلیان کی طرف نکل۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کھلیان پر ایک سرخ بادل بھیجا اس نے سونے کی مکڑیاں برسائیں اور وہ فرشتہ انہیں جمع کر رہا تھا ایک مکڑی جاتی تو حضرت ایوب علیہ السلام اس کا پیچھا کرتے حتیٰ کہ وہ اس کو اپنے کھلیان میں لوٹا دیتے۔

فرشتے نے کہا:

اے ایوب علیہ السلام! کیا آپ کھلیان میں موجود مکڑیوں سے سیر نہیں ہوتے حتیٰ کہ آپ باہر والی کا پیچھا کرتے ہو؟

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

یہ میرے رب عزوجل کی برکت سے ایک برکت ہے میں برکات الٰہیہ سے سیر نہیں ہوتا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:77 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سونے کی مکڑیاں گرنے لگیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کے اوپر سونے کی مکڑیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ندا دی۔ اے ایوب (علیہ السلام)! کیا میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا اس سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ عرض کی تیری عزت کی قسم! کیوں نہیں! لیکن تیری برکت سے کبھی مجھے استغناء نہیں ہو سکتا۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:61 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کی مکڑیوں کی بارش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی تو ان پر سونے کی مکڑیوں کی بارش برسائی۔ آپ علیہ السلام انہیں ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔

ارشاد فرمایا:

اے ایوب علیہ السلام! کیا تو سیر نہیں ہوتا۔

عرض کیا:

تیرے فضل اور تیری رحمت سے کون سیر ہوتا ہے۔ (مستدرک: ج:2، ص:636 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کو مال و اولاد اور جسم کی آزمائش میں ڈالا گیا

حضرت عبد الرحمٰن بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے مال، اولاد اور جسم میں آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ آپ علیہ السلام کی بیوی جاتی تو اتنا کماتی جتنا آپ علیہ السلام کو کھلاتی۔ شیطان نے اس پر حسد کیا وہ مالدار لوگوں کے پاس آتا جو اس عورت پر صدقہ کرتے اور کہتا اس عورت کو بھگا دو جو تمہارے پاس آتی ہے کیونکہ یہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے اور اسے اپنے ہاتھ سے چھوتی ہے۔ لوگ تمہارے کھانے سے اسی لیے بچتے ہیں کہ یہ عورت تمہارے پاس آتی ہے اب وہ آپ علیہ السلام کی بیوی کو قریب نہ آنے دیتے اور کہتے ہم سے دور رہ ہم تجھے کھانا دے دیں گے تو ہمارے قریب نہ آیا کر۔ بیوی نے اس بارے میں حضرت ایوب علیہ السلام سے بات کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جب آپ علیہ السلام کی بیوی آپ علیہ السلام کے پاس سے جاتی تو شیطان اس سے ملتا اور یہ ظاہر کرتا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو مصیبت پہنچی اس پر وہ بڑا دکھی ہے اور کہتا تیرے خاوند نے جھگڑا کیا اور انکار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے انکار نہیں کیا اگر وہ ایک بات کہہ دیتا تو اس سے ہر تکلیف دور ہو جاتی اس کا مال اور اولاد سب واپس آجاتے۔ بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتی اور آپ علیہ السلام کو بتاتی۔ حضرت ایوب علیہ السلام اسے فرماتے۔ تجھے اللہ تعالیٰ کا دشمن ملا ہے اور اس نے یہ بات تجھے سکھائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری مرض سے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ

تحنث سے مراد کھجور کی شاخوں کا گٹھا ہے۔ (کتاب الزہد، ص:113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پاؤں اقدس سے دو چشمے پھوٹ پڑے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس کو حمامہ کہتے ہیں تو دو چشمے پھوٹ پڑتے ہیں آپ علیہ السلام ایک سے پانی پیتے ہیں اور دوسرے سے غسل کرتے ہیں۔ (تفسیر طبری، ج:23، ص:195 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چالیس قدم چلنے کے بعد پاؤں مارنے سے دوسرا چشمہ ابلنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام پر جب مصیبت بہت سخت ہو گئی تو دعا کی یا دعا کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ" تو ایک چشمہ ابلا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے غسل کیا تو جو تکلیف تھی وہ دور ہو گئی پھر آپ علیہ السلام چالیس قدم چلے پھر پاؤں مارا تو ایک اور چشمہ ابل پڑا تو آپ علیہ السلام نے اسی سے پیا۔

(تفسیر طبری، ج:23، ص:196 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر کرنے پر وحی کا نزول

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو پکارا گیا اے ایوب علیہ السلام! اگر ہر بال کی جگہ سے تو نے صبر کو نہ انڈیلا تو تو نے صبر نہیں کیا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج: 10، ص: 68 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ؕ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ

(ص: 41 تا 43)

اور ہمارے (خاص) بندے ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب سے ندا کی کہ بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے۔ (ہم نے انہیں حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔ اور ہم نے انہیں ان کے گھر والے عطا فرما دیئے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کی نصیحت کے لئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۚ (الانبیاء: 83 تا 84)

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے سو ہم نے ان کی دعا قبول کی پس ان کو جو تکلیف تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دگنے اہل و عیال عطا فرمائے اور (یہ) عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

زوجہ کے لئے قسم پوری کرنے میں تخفیف

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا بھی علاج کر دو گے؟

اس نے کہا:

ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفا دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفا دی ہے اس کے سوا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

تم پر افسوس ہے یہ تو شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (ص:44)

اور اپنے ہاتھ سے (سو) تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) پکڑ لیں اور اس سے ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں بے شک ہم نے ان کو صابر پایا وہ کیا ہی خوب بندے تھے بہت زیادہ رجوع کرنے والے۔

سو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:5، ص:108 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ضِغْثًا سے مراد ایسا گٹھا ہے کہ جس میں ننانوے لکڑیاں ہوں اصل میں سو پورا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی بیوی کو شیطان نے کہا اپنے خاوند سے کہو وہ یہ یہ کہے۔ بیوی نے آپ علیہ السلام سے یہ کہا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی کہ وہ اسے سو کوڑے ماریں گے تو آپ علیہ السلام نے اسے یہ گٹھا مارا تو اس میں آپ علیہ السلام نے قسم بھی پوری کر دی اور عورت کے لئے بھی تخفیف ہو گئی۔ (تفسیر عبد الرزاق: ج:3، ص:123 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

علماء التفسیر اور علماء التاریخ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار شخص تھے ان کے پاس ہر قسم کا مال تھا مویشی اور غلام تھے اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی بہت تھی پھر ان کے پاس سے یہ تمام نعمتیں جاتی رہیں اور ان کے دل اور زبان کے سوا ان کے جسم کا کوئی عضو سلامت نہ رہا جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور وہ ان تمام مصائب میں صابر تھے اور ثواب کی نیت سے صبح و شام اور دن اور رات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ان کے مرض نے بہت طول کھینچا حتیٰ کہ ان کے دوست اور احباب ان سے اکتا گئے ان کو اس شہر سے نکال دیا گیا اور کچرے اور کوڑے کی جگہ ڈال دیا گیا ان کی بیوی کے سوا ان کی دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ تھا ان کی بیوی لوگوں کے گھروں میں کام کرتی اور اس سے جو اجرت ملتی اس سے اپنی اور حضرت ایوب علیہ السلام کی ضروریات کو پورا کرتی۔

وہب بن منبہ اور دیگر علماء بنی اسرائیل نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور ان کے مال اور اولاد کی ہلاکت کے

متعلق بہت طویل قصہ بیان کیا ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو چیچک ہوئی تھی۔

ان کی بیماری کی مدت میں کئی اقوال ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ مکمل تین سال تک بیماری میں مبتلا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ سات سال اور کچھ ماہ بیماری میں مبتلا رہے ان کو بنی اسرائیل کی روڑی پر ڈال دیا گیا تھا اور ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بیماری کو دور کر دیا اور ان کو صحت اور عافیت عطا فرمائی۔

حضرت حمید سے روایت ہے کہ

وہ اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا رہے ان کے سارے جسم کا گوشت گل گیا تھا اور جسم پر صرف ہڈیاں اور گوشت باقی رہ گیا تھا۔

ایک دن ان کی بیوی نے کہا: اے ایوب علیہ السلام! آپ علیہ السلام کی بیماری بہت طول پکڑ گئی ہے آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ علیہ السلام کو صحت اور عافیت عطا فرمائے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ستر سال صحت اور عافیت کے ساتھ رہا ہوں حق تو یہ ہے کہ میں اب ستر سال صبر کروں۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص308 تا309 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

زبان اور دل کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے ان کا دل اللہ تعالیٰ کی مدد سے غنی تھا اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھا لیا حتیٰ کہ ان کی صرف پسلیاں اور رگیں باقی رہ گئی تھیں پھر کیڑوں کے کھانے کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہا پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھانے لگے دو کیڑے باقی رہ گئے تھے انہوں نے بھوک کی شدت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور ایک کیڑا دوسرے کو کھا گیا پھر ایک کیڑا ان کے دل کی طرف بڑھا تا کہ اس میں سوراخ کرے تب حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:5،ص:107 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

عبدالمصطفیٰ کی عرض

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کا واقعہ کئی مفسرین نے نقل کیا ہے جو کہ اسرائیلی روایات ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ واقعہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو ایسے حال میں مبتلا نہیں کرتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو اور ان سے لوگ گھن کھائیں۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ؕ (ص:47)

یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں۔
مانا کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی مگر وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں۔
حدیث صحیح مرفوع میں صرف آپ علیہ السلام کی اولاد و مال مویشی کے مرجانے اور آپ علیہ السلام کے بیمار ہونے کا ذکر ہے نہ کہ جسم میں کیڑے پڑنے کا ذکر ہے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے ان کے بھائیوں میں سے دو اشخاص کے سوا سب لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اور لوگ ہوں وہ دونوں روز صبح و شام ان کے پاس آتے تھے۔
ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا:
کیا تم کو معلوم ہے کہ ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا بہت بڑا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔
دوسرے نے کہا: کیونکہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں فرمایا حتیٰ کہ اس سے اس کی بیماری کو دور فرادیتا۔
حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے تھے میں اپنے گھر گیا تا کہ ان کی طرف سے کفارہ ادا کروں کیونکہ مجھے یہ ناپسند تھا کہ حق بات کے سوا اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی ضروریات کے لئے جاتے تھے اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آتی ایک دن ان کو واپس آنے میں کافی دیر ہوگئی اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی۔
اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (ص:42)
(زمین پر) اپنی ایڑی ماریئے یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری بیماری کو اس پانی میں نہانے سے دور کردیا اور وہ پہلے سے بہت صحت مند اور حسین ہوگئے ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا۔ اے شخص اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو دیکھا ہے جو بیمار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کوئی نہیں دیکھا۔
حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جو کا کھلیان تھا اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا کھلیان سے باہر گرنے لگا اور دوسرا بادل جو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے بھر دیا حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2898)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو شیطان کی طرف منسوب کرنے کے محامل

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قاضی نے کہا ہے: جن لوگوں نے کہا کہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری مسلط کی تھی ان کو یہ جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں کہا: مجھے اذیت اور عذاب کے ساتھ شیطان نے مس کیا ہے انہوں نے یہ دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے مس شیطان کی شکایت کی تو اس بناء پر انہوں نے اس بیماری کے پیدا کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کر دی حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے۔ تمام افعال خواہ نیک ہوں یا بد، ایمان ہو یا کفر، اطاعت ہو یا معصیت ان سب افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' لیکن ذکر اور کلام میں اس کی طرف شر کی نسبت نہیں کی جاتی اگرچہ شر کو بھی اس نے ہی پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ادب اور اس کی تعظیم کا یہی تقاضا ہے۔ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو دعائے قنوت کی تعلیم دی اس میں یہ جملہ ہے۔

والخير في يديك والشر ليس اليك

اور ہر خیر تیرے قبضہ میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے۔

اسی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ٥ (الشعراء:80)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے۔

بیماری کی نسبت اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور اسی طریقہ کے مطابق حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ (الکھف:63)

مجھے (مچھلی کا واقعہ بتانے کو) صرف شیطان نے بھلایا تھا۔

اور اسی طریقہ کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام نے بہ طور ادب ایک بار بیماری کی نسبت اپنی طرف کر کے کہا۔

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ (الانبیاء:83)

اور ایوب کی اس حالت کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا بے شک مجھے بیماری پہنچ گئی ہے۔

اور دوسری بار بیماری لگنے کی نسبت شیطان کی طرف کی۔

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ٥ (ص:41)

بے شک شیطان نے مجھے اذیت اور درد کے ساتھ مس کیا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیماری کے متعلق کوئی حرف ثابت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں صرف یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے ان کے اوپر سونے کی ایک ٹڈی گر پڑی۔ حضرت ایوب علیہ

السلام اس کو کپڑے سے پکڑنے لگے تو ان کو ان کے رب عزوجل نے ندا کی۔ اے ایوب علیہ السلام! کیا میں نے تم کو اس سے غنی نہیں کر دیا۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 279)

قرآن وسنت میں اس کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق اور کوئی ذکر نہیں ہے پھر ان لوگوں کے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے ان کو یہ معلوم ہوا کہ ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں پھونک مار کر ان کو بیمار کر دیا تھا جس سے ان کے پھنسیاں نکل آئی تھیں اور وہ زخم خراب ہو گئے تھے اور ان میں کیڑے پڑ گئے تھے اور کس کی زبان سے انہوں نے یہ روایات سنی ہیں سو یہ اسرائیلی روایات ہیں جن کو علماء نے چھوڑا ہوا ہے تم اپنے کانوں کو ان کے سننے سے بند کر لو ان سے تمہارے دل و دماغ میں سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 15، ص: 188 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کیا شیطان نے اپنی تاثیر سے حضرت ایوب علیہ السلام میں بیماری پیدا کر دی تھی؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

شیطان کو کسی انسان کے جسم میں مرض اور درد پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں ہے اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

1- اگر شیطان کو انسان کے جسم میں صحت اور بیماری پیدا کرنے پر قدرت ہو تو پھر اس کو انسان کی موت اور حیات پر بھی قدرت ہوگی تو پھر ہمارے لیے یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا کہ تمام نعمتوں اور سعادتوں اور تمام خیرات اور سعادات کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

2- اگر شیطان کو اس پر قدرت ہو تو اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے اور ان کی اولاد کو ہلاک کرنے اور ان کے گھروں کو تباہ کرنے کا اقدام کیوں نہیں کیا۔

3- اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: شیطان قیامت کے دن لوگوں سے یہ کہے گا۔

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي (ابراہیم: 22)

اور مجھے تم پر اس کے سوا اور کوئی تصرف حاصل نہ تھا کہ میں نے تم کو (گناہ کی طرف) بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

شیطان نے اپنے اس قول میں یہ تصریح کر دی ہے کہ اس کو انسان پر صرف برائی کی طرف راغب کرنے کی اور گناہوں کا وسوسہ ڈالنے کی قدرت حاصل ہے اور ان لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ شیطان نے اپنی تاثیر سے حضرت ایوب علیہ السلام میں بیماری پیدا کر دی تھی۔ (تفسیر کبیر: ج: 9، ص: 397 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بعثت کی ترتیب

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے نبی جو مبعوث کیے گئے وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت اسحاق علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت یعقوب علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت یوسف علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت لوط علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت ہود علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت صالح علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت ہارون علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت الیسع علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت یونس علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔
پھر حضرت ایوب علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔ (طبقات ابن سعد: ج: 1،ص 54 تا 55 مطبوعہ دار صادر بیروت)

اور امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ نے یوں ترتیب بیان کی ہے۔

1-سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔
2- پھر حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
3- پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
4- پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
5- پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
6- پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
7- پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
8- پھر حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔
9- پھر حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

10- پھر حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

11- پھر حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

12- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

13- پھر حضرت ہارون علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

14- پھر حضرت الیسع علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

15- پھر حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

16- پھر حضرت ایوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

17- پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

18- پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

19- پھر حضرت زکریا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

20- پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

21- پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

22- پھر حضرت سیّدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:24، ص:165 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام عافیت ملنے کے بعد ستر سال روم کی زمین میں دین حنیف پر زندہ رہے

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام عافیت ملنے کے بعد ستر سال روم کی زمین میں دین حنیف پر زندہ رہے اور اسی پر ان کا وصال ہوا اس کے بعد لوگ بدل گئے اور دین ابراہیم کو تبدیل کر ڈالا جس طرح ان سے پہلے لوگوں نے دین کو بدل دیا تھا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:10، ص:78 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام ترانوے سال زندہ رہے

امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ایوب علیہ السلام ترانوے سال زندہ رہے اور انہوں نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے حرمل کو وصیت فرمائی آپ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بشر بن ایوب کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کا نام ذوالکفل علیہ السلام تھا۔ آپ علیہ السلام بھی تمام عمر شام میں مقیم رہے حتیٰ کہ ان کا وصال ہوا تو ان کی عمر پچھتر سال تھی اور بشر بن ایوب نے اپنے بیٹے عمران کو وصیت کی پھر

ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ (مستدرک: ج:2، ص:636 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ایوب علیہ السلام کے چھتیس بیٹے پیدا ہوئے

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کرنے کے بعد ان کا حسن و شباب بھی لوٹا دیا تھا اور ان کے ہاں اس کے بعد چھتیس بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اس کے بعد ستر سال تک مزید زندہ رہے تاہم اس کے خلاف مؤرخین کا یہ قول ہے جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر 93 ترانوے سال تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:312 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اظہارِ تشکر

الحمد للہ عزوجل! انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال سے موسوم تین جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج فقیر وحقیر نے چوتھی جلد مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھے تاحیات دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، پیرو مرشد اور تمام اُمتِ مسلمہ کی مغفرت، ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت میں شفاعت شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت الفردوس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ، مغفرت و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف 'شاہ جمال' مظفر گڑھ

اختتام کتاب

الحمد للہ عزوجل کتاب کا اختتام بروز بدھ 24 صفر المظفر 1436ھ بمطابق 17 دسمبر 2014ء کو ہوا۔